11-78

رسول عربی ﷺ اور عصر جدید

وانک لعلی خلق عظیم

علامہ سید محمد اسمٰعیل

رسولِ عربی صلی اللہ علیہ وسلم

اور

عصرِ جدید

علامہ سید محمد اسمٰعیل

مکتبہ القریش، چوک اردو بازار لاہور

Marfat.com

نام کتاب ـــــــــ رسول عربی اور عصر جدید

مصنف ـــــــــ علامہ سید محمد اسمٰعیل

98239

جملہ حقوق محفوظ ہیں

ناشر	عبدالحفیظ قریشی
باہتمام	محمد علی قریشی
مطبع	نیر اسد پرنٹرز لاہور
کمپوزنگ	خرم آرٹس لاہور
سن اشاعت	1998
تعداد	600
قیمت	=/400 روپے

مکتبہ القریش اردو بازار لاہور

Marfat.com

فہرستِ مضامین

عذرِ کلام ۱۵ تا ۱۹

۱۔ بنیادی مسائل

باب اول۔ علم وعمل کے بنیادی مسائل ۲۳ تا ۳۸

حصولِ علم کے ذرائع۔ حواس خمسہ تجسس مشاہدہ اور استخراج۔ علم کے تین پہلو، نوعیت، سبب اور مقصد۔ علم کا بنیادی مسئلہ تکوین عالم کا مقصد کیا ہے۔ عمل کے محرکات، جذبات اور ذاتی مفاد، انسانی حقوق کا بنیادی پتھر۔ مفادات وحقوق میں کش مکش۔ عمل کا بنیادی مسئلہ، اس کش مکش کا ارتفاع۔ علمی مسئلہ کے حل اور ان کی خامیاں۔ عملی مسئلہ کا حل اور اس کی خامی۔ بنیادی مسائل کے حل میں اقوام عالم کی ہمہ گیر ناکامی۔ مفاد پرستی کے محرکات بیم ورجا کے جذبات انسانی بیم ورجا، کا مرجع کون ہے انسان سے انسان کا خوف۔ دونوں مسائل ہنوز لاینحل نظر آتے ہیں۔

۲۔ عہدِ عتیق اور دورِ جاہلیت

باب دوم۔ متولیان کعبہ ۴۱ تا ۶۰

دُرِّ یتیم کی پیدائش۔ عبدالمطلب اور چاہ زمزم۔ بیت اللہ کے معمار۔ حضرت

Marfat.com

ابراہیمؑ اور تلاش حق۔ ہاجرہؓ، اسمٰعیلؑ اور ذبح عظیم۔ بنو جرہم کا اقتدار اور سرکشی۔ زم زم کی تلاش اور عبداللہ کی قربانی۔ اہل عرب کا تمدن اور معیشت کعبہ کے پجاری اور اصنام پرستی۔ قریش، قصیٰ بن کلاب، تولیت کعبہ اور بنو ہاشم، عبدالمطلب کی رفعت و عظمت۔

باب سوم۔ یتیم کی پرورش۔

۶۱ تا ۷۴

اصحاب الفیل اور عبدالمطلب، حلیمہ سعدیہ اور رضاعت، حضرت آمنہؓ کی وفات، دُرِ یتیم اور برکہ۔ عبدالمطلب کی وفات۔ ابوطالب اور دُرِ یتیم، بنو مطلب کی حالت اور مقامِ یتیم، کم سنی کے مشاغل۔ تجارتی سفر حرب فجار اور حلف الفضول، بت پرستی سے نفرت۔

باب چہارم۔ مشاغل جوانی

۷۵ تا ۹۱

قلبِ معصوم پر حرب فجار کے اثرات، کسب معیشت سے قبل بیواؤں اور یتیموں کی دستگیری کا عزم۔ نوخیز محمدؐ کے کسب معیشت اور تقسیم زر کے نرالے اصول، حضورؐ نے اپنی تجارت کو فروغ کیوں نہ دیا۔ سرمایہ کاری کے مذموم طریقوں اور سرمایہ داری کے مکروہ استعمال سے بیزاری — قریش مکہ کی جاہ و ثروت کی نمائشیں اور فخر و مباہات کے مقابلے، متولیان کعبہ کا فلسفۂ حیات۔ زید بن عمرو بن نفیل سے ملاقات۔ دین ابراہیم کی تلاش۔

باب پنجم۔ متاہل زندگی۔

۹۲ تا ۱۰۷

عباس کی شادی اور خدیجہ بنت خویلد، حضورؐ اور خدیجہ بنت خویلد

Marfat.com

کی تجارت۔ دو دردمند دلوں کا ملاپ اور شادی۔ صلہ رحمی، عیالداری اور کنبہ پروری۔ حجرِ اسود اور حضورؐ کی حُسنِ تدبیر۔ صاحبزادی زینب کی شادی۔ دوسری صاحبزادیاں اور ابولہب۔

۳۔ لیلۃ القدر

باب ششم۔ انکشافِ حقیقت۔ ۱۱۱ تا ۱۳۲

غارِ حرا میں ریاضت۔ پہلی وحی کا نزول۔ امورِ غیب کی تعلیم کا نیا طریقہ۔ مکافاتِ عمل کا انکشاف۔ مقصدِ تخلیق کا انکشاف۔ حقوق و مفادات کی کش مکش میں جادۂ صواب پر استقامت کا واحد ضامن۔ رسالت پر ایمان کی کڑی شرط اور اس کا راز۔ اول المسلمین۔ فترۃ الوحی۔

باب ہفتم۔ قانون بالائے قانون۔ ۱۳۳ تا ۱۴۷

مزید وحی کا نزول۔ قوانین قدرت سے بالا مشیت الٰہی کا انکشاف۔ قوانین قدرت بھی مظہر مشیت ہیں لیکن حرف آخر نہیں۔ معیّن قوانین قدرت اور بالاتر مشیت الٰہی میں ہم آہنگی کا راز۔ قوانین قدرت پر انسانی مشیت کی بالادستی کے مظاہرے۔ مشیت الٰہی کا ریموٹ کنٹرول۔ مشیت الٰہی کے کرشمے، ماضی، حال اور مستقبل۔ صرف چار شرائط پر انسانی بہبود کی ضمانت۔ عصرِ حاضر کی حق گوئی و بے باکی بے اثر کیوں ہے۔

باب ہشتم۔ تعلیم و تربیت ۱۴۸ تا ۱۶۸

کوہِ صفا پر اعلان رسالت۔ انذار تبشیر۔ توحید خالص۔ عمائدین مکہ کا

Marfat.com

شکایتی وفد۔ ام جمیل اور ہندہ کی ذلیل حرکتیں۔ سابقون الاولون اور تعلیم اسلام۔ رہ عشق کے دیوانے اور نزول ملائکہ۔

باب نہم۔ جد وجہد ۱۶۹ تا ۱۹۷

تعذیب المسلمین اور ہجرت حبشہ۔ ابو طالب کا بےنظیر ایثار۔ ابو جہل کی شقاوت اور حمزہؓ بن عبدالمطلب کا اسلام۔ عمرؓ ابن الخطاب کی قلب ماہیت۔ ولید بن مغیرہ کو تلقین۔ عتبہ بن ربیعہ کی تفہیم۔

باب دہم۔ استقامت۔ ۱۹۸ تا ۲۲۷

سماجی مقاطعہ۔ شعب ابی طالب اور سہ سالہ مصائب۔ عام الحزن ابو طالب کا انتقال حضرت خدیجۃ الکبریٰ کا وصال۔ رسول پاک سنگدلان طائف کے نرغہ میں۔ عتبہ نے کیا دیکھا اور کیا سمجھا۔ بنی خزرج کی چند سعید روحیں۔ بیعت عقبہ ثانیہ اور ہجرت یثرب کی ابتداء۔ رسول پاک غار ثور میں، سایہ ایزدی کی درخشاں نظیر۔ سراقہ بن جعشم۔ اعجازی تائید کی زندہ تصویر۔ یثرب میں رسول پاکؐ کی آمد اور رفعنا لک ذکرک کے نظارے۔

۴۔ مطلع الفجر

باب یازدہم۔ نصرت الٰہی ۲۳۱ تا ۲۵۳

مدینۃ النبی اور ساکنان یثرب۔ مکہ میں پس ماندہ مسلمانوں کی زبوں حالی مدینہ کے مختلف عناصر میں معاہدہ امن۔ قریش کی ریشہ دوانیاں۔ مدینہ

Marfat.com

پر قریش کی فوج کشی۔ ابوسفیان کا قافلہ۔ مشیت الٰہی کی تدبیریں۔ جنگ بدر
اکابرین قریش کا انجام۔

باب دوازدہم۔ قریش کے عزائم۔ ۲۵۴ تا ۲۷۴
مکہ میں صف ماتم، ابولہب کا انجام۔ حضرت زینب کا ہار۔ نئی جنگ کی تیاریاں اور قتل رسول کی سازش۔ بنو قینقاع کی فتنہ پردازیاں اور مدینہ سے اخراج۔ جنگ احد۔ تیر اندازوں کی غفلت۔ ستر معلمین اسلام کا قتل۔ حضرت خبیبؓ اور حضرت زیدؓ کی ایمانی قوت۔ سود اور شراب کی حرمت۔ بنو نضیر کی مدینہ سے بے دخلی۔

باب سیزدہم۔ تطہیر کعبہ۔ ۲۷۵ تا ۲۹۸
جنگ احزاب یا غزوۂ خندق۔ بنو قریظہ کی غداری اور اُن کا صفایا عمرہ کے لئے روانگی اور بیعت رضوان۔ صلح حدیبیہ، پرامن بقائے باہمی کا معاہدہ۔ تبلیغی وفود اور خطوط۔ فتح خیبر۔ جنگ موتہ۔ مکہ پر فوج کشی کے اسباب۔ حضرت عباس اور ابوسفیان کا اسلام۔ فتح مکہ اور تطہیر کعبہ، بنو ہوازن کا حملہ اور جنگ حنین۔ مال غنیمت کی تقسیم اور انصار کا بلند مقام۔

باب چہاردہم۔ تکمیل ہدایت ۲۹۹ تا ۳۱۳
تبلیغی سرگرمیاں۔ وفود کی آمد اور اشاعت اسلام۔ مذہبی احکام میں رعایت کی استدعا اور فرمان نبوی۔ نجران کے عیسائی اور دعوت مباہلہ۔

Marfat.com

حجتہ الوداع۔ تکمیل دین وہدایت۔ علالت اور وصال۔ درود اور سلام۔ اسلام اور علم وعمل کے بنیادی مسائل۔

۵۔ عصرِ جدید

باب پانزدہم۔ مغربی تہذیب کے نئے چراغ۔ ۳۱۷ تا ۳۴۷

اسلامی تعلیم میں تفکر وتدبر اور معقولیت پسندی کا مقام۔ مسلمانوں میں زوال کا سبب۔ اسلامی تعلیم میں غلط نظریات کا نفاذ۔ مغرب میں علوم وفنون کا عروج۔ ثقافت، مذہب اور کلچر پر مغربی علوم کا اثر۔ چارلس ڈارون کا نظریہ ارتقاء حیات۔ سگمنڈ فرائیڈ کے نفسیاتی نظریات۔ کارل مارکس کا نظریہ اشتراکیت۔ مغربی تہذیب کے ان ارکانِ ثلاثہ کا مغربی ممالک کی عملی زندگی پر اثر۔ مغربی نظریاتِ حیات کا نتیجہ۔

باب شانزدہم۔ ڈارون، ارتقاء اور تخلیق ۳۴۸ تا ۳۸۴

ڈارون کا نظریہ ارتقاء حیات۔ ارتقاء حیات کا خیال ہزاروں سال پرانا ہے۔ منڈل کی تحقیق کا ڈارون کے نظریہ پر اثر۔ نظریہ ارتقاء کا تجزیہ۔ خوراک اور ماحول کے مسائل۔ جسمانی ساخت میں ردّ وبدل اور حیوانی انواع واقسام۔ قانون وراثت کی دریافت۔ اکتسابی خصوصیات موروثی نہیں۔ نظریہ ارتقاء ریڈیائی انتشار کے رحم وکرم پر۔ جہد للبقاء اور قدرتی انتخاب کا انجام۔ نظریہ ارتقاء کا حشر۔ آغاز آفرینش اور تکرار تخلیق کے رموز۔ اکناف عالم میں قادر مطلق کی مشیت وارادہ کے شواہد۔ پانی کے لئے قانون قدرت میں اہم ترمیم۔ قرآن اور عقلی دلائل۔ علمائے علم الحیات

Marfat.com

کی تگ و دو۔ دانشوران عصر جدید کی ہٹ دھرمی۔ سائنس اسلام اور پیدائش آدم۔ ماہر علم الحیات پیری لی کامٹے ڈی نوی کا فتویٰ۔ ارشادِ ربانی۔

باب ہفدہم۔ فرائیڈ، نفس اور روح۔ ۳۸۵ تا ۴۵۹

بنی اسرائیل کا تربیتی پس منظر۔ فرائیڈ کی ذہنی پرورش۔ ہسٹریا، ہپناٹزم اور نفسیاتی تجزیہ۔ فرائیڈ کے نفسیاتی نظریات۔ شعور اور لاشعور کی حقیقت مشاہدات کے ریکارڈ اور جذبات کی ماہیت۔ اوڈی پس کمپلکس (OEDIPUS COMPLEX) اور ننھے کی شہوت۔ داروغہ احتساب (CENSOR) اور نفسیاتی الجھنیں۔ نفسیاتی الجھنوں کا اصلی سبب اور تعمیر شخصیت۔ خواب کی حقیقت۔ فرائیڈ عہد جدید کا عظیم سراب ثابت ہوا۔ مادہ اور کائناتی توانائیاں۔ حیاتیاتی توانائی اور کائناتی توانائی میں فرق۔ حیاتیاتی توانائی کی خصوصیات۔ قوتِ یزدان، نفخ روح اور پہلا خلیۂ حیات۔ آدم اول اور نفخ روح اللہ۔ حیاتیاتی توانائی کا ہی دوسرا نام روح اللہ ہے۔ روح اور نفس میں فرق۔ نفس کی تربیت اور شخصیت کی تعمیر۔ نفس امارہ، نفس لوامہ اور نفس مطمئنہ۔ فرائیڈ اور نفس امارہ۔ موت کی حقیقت اور مابعد الموت کی ماہیئت۔ نشاۃ ثانیہ اور شعور ماسبق۔ عمل صالح اور حیات طیبہ۔

Marfat.com

باب ہژدہم - کارل مارکس اور جدلیاتی مادہ پرستی ۴۶۰ تا ۵۲۷
مزدور کی خستہ حالی کمیونسٹ مینی فیسٹو (COMMUNIST MANIFESTO) مارکزم لینن ازم' اورجدلیاتی مادہ پرستی (DIALECTICAL MATERIALISM) لادینیت کے دلائل۔معقولیت پسندی اور اسلام۔مادہ پرستی معقول تر ہے یا خدا پرستی ۔۔ مادہ، توانائی اور خدا قرآن کریم کی روشنی میں۔ جذبات اور تخیل پرستی۔کیاجذبات نظریات کو جنم دے سکتے ہیں۔جذبات اور عقل کا باہمی رشتہ۔خوف ورجاء کے جذبات اور معاشرہ۔انسانی خوف کے محرکات اور اُن کا تدارک۔ مذہب، انسانی استعداد، جدوجہد اور مکافات عمل۔مذہب اخلاقی جرأت کی پرورش کرتا ہے اور مادہ پرستی ابن الوقتی کی۔ مادہ پرستی اخلاقی بنیادوں کی قائل نہیں وہ مطلب برآری کے لئے ہر مذموم حربہ کو جائز سمجھتی ہے۔مادہ پرستی بے لگام مفاد پرستی کے ذریعہ معاشرہ کو تباہی کی طرف لے جارہی ہے۔

باب نوزدہم - سرمایہ داری اور سوشلزم۔ ۵۲۸ تا ۵۷۵
سوشلزم کے تین ستون۔لادینی مادہ پرستی سوشلزم کا جزو لاینفک ہے۔سوشلزم کی بنیاد اخلاق پر نہیں تاریخی وجوب پر ہے۔سوشلزم کا طریق کار متشدد ہے۔کارل مارکس کے نظریہ کا تضاد۔لینن اور انقلاب کی ضرورت۔بالشویک پارٹی مزدور کی آمریت میں مزدور کی کسمپرسی۔سوشلسٹ معاشرہ

Marfat.com

میں طبقاتی تقسیم۔ سوشلزم کا نوآبادیاتی نظام۔ مزدوروں
سے بے اعتنائی کے اسباب۔ سرمایہ داری اور سوشلزم کا
موازنہ۔ دونوں ہوس دولت واقتدار کے مبلغ ہیں۔
مفاد پرستی کی بے لگام پرورش، دونوں نظاموں کی خرابیوں
کا باعث ہے۔ دونوں عدل وانصاف کے تقاضوں کو
مفاد پرستی پر غالب رکھنے میں ناکام رہے۔

باب ہفتم۔ اسلامی نظریہ حیات، سیاست اور معیشت ۵۷۶ تا ۶۳۲
مذہب کی ضرورت۔ اسلامی نظریہ حیات، سیاسی اور معاشی اصول
دائمی اور زمان ومکان کی قیود سے بالاتر کیوں ہیں۔ اسلامی نظریہ حیات
اسلامی سیاست کی بنیادی قدریں اسلامی معیشت تبادلۂ اجناس اور قرض۔
تجارت کی ناجائز صورتیں۔ قرض اور سود سرمایہ داری کے سرچشمے، ناجائز تجارتی
ہتھکنڈے، امانت میں خیانت اور کاغذی دولت کی ایجاد۔ نقدی کی ماہیت۔
سود کا منطقی جواز۔ سود کی ممانعت کے نتائج۔ ارتکاز اور
انتشار زر۔ سرمایہ کاری، سرمایہ داری اور اسلام۔

حرف آخر ۶۳۳ تا ۶۳۵

Marfat.com

Marfat.com

عذرِ کلام

سب جانتے ہیں کہ عرب کے بادیہ نشینوں میں خدا کے اِک رسول آئے، جو ناخواندہ تھے تو اَن پڑھ، لیکن زندگی اور اس کے مقاصد کے متعلق انہوں نے ان بادیہ نشینوں کو کچھ ایسے گر بتلائے اور ان میں ایک ایسی روحِ عمل پھونکی کہ دیکھتے ہی دیکھتے اُن کی کایا پلٹ گئی اور وہی بادیہ نشین ایک نیا فلسفۂ حیات لے کر دنیا میں آندھی کی طرح پھیل گئے۔ قدیم تہذیبوں کی بوسیدہ عمارتیں اُن کے گردِ کارواں میں پیوندِ خاک ہو گئیں اور اُن کے جلائے ہوئے علم و عمل کے روشن چراغ صدیوں دُنیا کے مختلف گوشوں کو منوّر کرتے رہے۔

اُن کے نام لیوا اب بھی دُنیا کے ہر گوشہ میں بکثرت پائے جاتے ہیں۔ پڑھایا ہوا سبق اب بھی خوبصورت جلدوں میں اُن کے پاس موجود ہے۔ لیکن اُن کے دلوں میں وہ پہلی سی حرارت نہیں رہی ذہن شکوک و شبہات سے لبریز ہیں۔ اور روحِ عمل مفقود ہو چکی ہے۔

اُن کے تعلیم یافتہ اور ذی اقتدار طبقوں کو یہ یقین ہو چلا ہے کہ ارتقاءِ تمدن کی دوڑ میں دنیا اس قدر آگے نکل گئی ہے، افکار کے انداز اور مسائل کے اقدار اس قدر

Marfat.com

بدل چکے ہیں کہ یہ کہنہ فلسفۂ حیات فرسودہ ہو کر رہ گیا ہے۔ اور نئی پود کے جدید تقاضوں کو کسی حال پورا نہیں کر سکتا۔ یہ خیال اُن کے دلوں میں پیوست ہو کر اُن کے ہر عمل سے مترشح ہو رہا ہے۔

قدیم خیال علما اس رجحان کو الحاد اور زندقہ کے نعروں سے دبانا چاہتے ہیں لیکن اُن کی کوششیں ناکام نظر آتی ہیں۔ خیالات کی کسی نئی کروٹ کو الجھی ہوئی تحریروں اور جذباتی تقریروں سے دبایا نہیں جا سکتا۔

تہذیب مغرب کی نئی روشنیوں، ڈارون کے نظریہ ارتقاء، فرائیڈ کے نفسیاتی نظریات اور کارل مارکس کی تعلیم اشتراکیت نے نئی پود کے اندازِ فکر و عمل میں جو انقلاب برپا کر رکھا ہے نہایت سنجیدہ توجہ کا محتاج ہے۔ ان مغربی نظریات کا تنقیدی جائزہ اور تعلیم اسلام کے ساتھ اُن کا ایسا موازنہ جو دانش مغرب کو بھی غور و فکر پر مجبور کرے، وقت کی اہم ضرورت ہے۔

یہ کتاب اسی ضرورت کے مدنظر لکھی گئی ہے۔

حقیقت ہمیشہ اپنا ثبوت خود فراہم کیا کرتی ہے۔ اسلام نہ صرف دانشِ مغرب کے معیار کے مطابق اپنی معقولیت پیش کرنے پر قادر ہے بلکہ اس سے ایک قدم آگے بڑھ کر وہ اُن تمام مقامات کی نشان دہی بھی کرتا ہے جہاں دانشِ مغرب نے ٹھوکریں کھائی ہیں۔ وہ مغربی لغزشوں کو متانت سے واضح کرتا اور حقیقتِ حال کو مستحکم دلائل سے اُجاگر کرتا ہے۔

افکار کے انداز بیشک بدلتے رہتے ہیں لیکن بنیادی حقایق کے اقدار کبھی نہیں بدلتے۔ بنیادی حقیقتیں ہمیشہ ازلی ابدی ہوا کرتی ہیں۔ زمانہ ہر لحظہ روبہ تبدل ہے۔ اس لئے زمانہ کا مزاج اور اندازِ فکر بدلتا رہتا ہے۔ ہر نئی پود چونکہ اپنے نئے ماحول میں نگین

Marfat.com

ہو کر ہی پروان چڑھتی ہے اس لئے اپنا مخصوص انداز فکر اور انداز بیان رکھتی ہے۔
بنیادی حقایق اگر نئی پود کے انداز بیان میں، انہی کے زاویۂ فکر سے پیش کیے جائیں تو وہ بآسانی سمجھ پاتے ہیں۔ قدیم اور متروک انداز بیان کے سمجھنے میں چونکہ انہیں الجھن ہوتی ہے اس لئے وہ اسے سمجھنے کی زحمت ہی گوارا نہیں کرتے۔

مغز اسلام چند بنیادی حقایق پر مشتمل ہے۔ چند بنیادی سوالوں کا جواب ہے جو ہر متجسس فطرت کے دل میں پیدا ہوتے ہیں۔ اور جن کے لئے ہر سمجھ دار انسان، زندگی کے کسی نہ کسی مرحلہ پر بے چین ہوا کرتا ہے۔ ان بنیادی سوالوں کا تعلق کچھ تو انسان کے علم سے ہے اور کچھ اس کے طرز عمل سے۔ وہ بنیادی سوالات کیا ہیں۔ اور انسان کے ذہنی ارتقاء نے وقتاً فوقتاً ان کے کیا جواب پیش کئے، کتاب کے پہلے حصّہ میں ان کا سرسری جائزہ لیا گیا ہے۔

وہی سوالات رسول پاکؐ کے دل میں بھی پیدا ہوئے۔ آپ ایک عرصہ ان میں اُلجھے رہے۔ صحیح جوابات کے متلاشی رہے، بے چین رہے۔ بالآخر آپؐ نے اپنے سوالوں کے جواب پالئے۔ انہیں کیا جواب ملے اور دانش حاضر کے پیش کردہ جوابوں کے مقابل میں ان کا مقام کیا ہے، کتاب کے دوسرے حصّوں میں اس پر روشنی ڈالی گئی ہے۔
کسی کے پیش کردہ نظریات پر غور کرنے کے لئے ضروری نہیں کہ اس کی شخصیت کو بھی معرض بحث میں لایا جائے۔ لیکن مسائل کی اہمیت، رسول پاک کے پیش کردہ جوابات کی نوعیت، ان کا انداز بیان اور ان کے ماخذ کا تقاضا یہی ہے کہ سیرت پاک کے پس منظر کو ہمیشہ پیش نظر رکھا جائے۔ کیوں کہ شاہد و مشہود کا یہ پس منظر ہی وہ شواہد فراہم کرتا ہے جو اسلامی تعلیم کو، قابل فہم نظریات کی صف سے اٹھا کر، ایمان محکم کی فلک بوس چوٹیوں تک بلند کرسکتے ہیں۔ لہٰذا ضروری تھا کہ اسلامی تعلیم اور دانش حاضر کے

Marfat.com

تفصیلی موازنہ سے پہلے کتاب کے دوسرے حصّہ میں آغازِ نبوّت سے ماقبل کا پس منظر اور تیسرے اور چوتھے حصّہ میں اسلامی تعلیم کے نزول و نفاذ کا پس منظر پیش کیا جائے پس منظر کی اس پیش کش میں قرآن پاک اور تاریخ و سیرت کی مستند کتابوں اور معتبر روایتوں کو ہی پیش نظر رکھا گیا ہے ۔ پس منظر کے خدوخال اجاگر کرنے کی خاطر جہاں کہیں تصویر کشی میں جزوی رنگ آمیزی کے دوران، سوانح نگار کی خیال آرائی کی جائز آزادی سے کام لیا گیا ہے وہاں خلوص نیت سے اس بات کا خیال رکھا گیا ہے کہ خیالی رنگ آمیزی قرینِ صواب ہو، سیرتِ پاک کے مغائر نہ ہو اور کوئی تاریخی اہمیت نہ رکھتی ہو ۔

کتاب کے پانچویں حصّہ میں دانشِ حاضر کے تمام اہم نظریاتِ حیات کا جائزہ لے کر اسلامی تعلیم سے ان کا موازنہ کیا گیا ہے ــــ وجودِ کائنات کا باعث کوئی اتفاقی حادثہ ہے، مادہ اور توانائی کا باہمی ردِ عمل یا کچھ اور؟ ــــ کیا حیات عناصر میں کسی اتفاقی ترتیب سے نمودار ہو کر، قدرتی انتخاب کے تحت ارتقائی منازل طے کرتی موجودہ انسان تک آپہنچی ہے؟ ــــ بازیچۂ کائنات کی گوناگوں نیرنگیاں کیا از خود اور بے مقصد ہیں؟ ــــ فہم وادراک، عقل وجذبات، موت وحیات اور نفس و روح کی حقیقت کیا ہے؟ ــــ کونسا نظام حکومت انسان کے بنیادی حقوق اور مدنی عافیت کا ضامن ہو سکتا ہے۔ سلطانی، آمریت، جمہوریت عوام یا کچھ اور؟ ــــ کونسا معاشی نظام انسانی احتیاج کا احسن حل پیش کرتا ہے۔ سرمایہ داری، سوشلزم، اشتراکیت یا کوئی اور؟ ــــ اسلام نے تمدنی، سیاسی اور معاشی مسائل کے کیا حل پیش کئے ہیں اور وہ عصرِ جدید کے تقاضوں کو کس حد تک پورا کر سکتے ہیں۔ ان تمام امور پر اس حصّہ کتاب میں سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔

Marfat.com

ارتقاء تمدن کی بھول بھلیوں میں برگشتہ انسانیت کی رہبری اور ہماری نئی پود کے جدید تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے دامانِ رسولِ عربیؐ سے ہمیں سب کچھ مل سکتا ہے۔ یہ کتاب اس حقیقت کو سمجھانے کی ایک مخلص کوشش ہے۔ وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ ط

II.D.10/1
ناظم آباد۔ کراچی

سید محمد اسمٰعیل

۱۴ اگست ۱۹۶۹ء

Marfat.com

بمصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر بہ او نرسیدی تمام بولہبی است

(اقبالؒ)

Marfat.com

بنیادی مسائل

———— کچھ عقدے لاینحل نظر آتے ہیں۔

Marfat.com

98239

Marfat.com

باب اوّل

علم و عمل کے بنیادی مسائل

علم وُہ روشنی ہے جس سے انسان کسی چیز کے عدم اور وجود کو پرکھ سکتا ہے جس سے موجودات کے خواص واثرات کو سمجھ سکتا ہے، اُن کے حُسن و قبح کو جان سکتا ہے اُن کے فوائد اور ضرر سے واقف ہو سکتا ہے اور نیک و بد میں تمیز کر سکتا ہے۔ اسی روشنی سے انسان غیب کے متعلق قیاس آرائیاں کرتا، نظریے اور اندازے قائم کرتا اور پھر ان نظریوں کو مزید تجربات اور مشاہدات کی کسوٹی پر پرکھ کر قیاس سے یقین کی طرف قدم اٹھاتا ہے۔

علم حواسِ خمسہ کو شوقِ تجسس کی مہمیز لگا کر غور و فکر کے کندھوں پر پرواز کرنے سے پیدا ہوتا ہے "کیا" اور "کیوں" کی مین میخ نکالنے، مشاہدات کی ترتیب اور اقسام بندی کر کے ان کا موازنہ کرنے، اور اُن سے نتائج استخراج کرنے، اور ان نتائج کی مدد سے مزید پیچیدہ تر تجربات کر کے نت نئے نتائج برآمد کرتے چلے جانے کا لامتناہی سلسلہ جاری رکھنے سے، علم کا نہ ختم ہونے والا دریا، بہتا ہی چلا جاتا ہے۔

Marfat.com

شوقِ تجسس نے "یہ کیا ہے؟" سے ابتدا کر کے وجودِ اشیاء کا کھوج اٹھانا شروع کیا پھر "کیسے" اور "کیوں کر" کی طرف متوجہ ہو کر اسباب و علل پر غور کرنے لگا۔ جب تشنگی اور بڑھی تو وجودِ اشیاء کے اسباب کے بعد اُن کے مقاصد کا بھی متلاشی ہوا۔ اس طرح حضرتِ انسان کے علم کے تین پہلو، نوعیت[1]، سبب[2] اور مقصد[3] اپنے دائرے کو وسیع تر کرتے چلے گئے اور کون و مکان کی ہر شے کو اپنے اندر سمیٹنے کی کوشش میں لگے رہے۔ یہاں تک کہ انسان علم کے بنیادی مسئلہ پر آن پہنچا اور دریافت کرنے لگا کہ ——

تکوینِ عالم کا مقصد کیا ہے؟

انسان کے تجسس نے اس کے علم کی بنا ڈالی تو وہ اپنے علم کی روشنی میں عمل پیرا ہونے لگا۔ میدانِ عمل میں ابنِ آدم نے ہر مفید چیز کو اپنانے سے ابتدا کی۔ جذبات کی رہبری میں مفادِ ذاتی کو مقصود بنا کر وہ اپنے ہم جنسوں سے نبرد آزما ہونے لگا۔ حقوق کے تصفیہ کے لئے "قوت" کو فیصلہ کن عنصر تسلیم کرنے کے بغیر کوئی چارہ نہ تھا۔ یودوباش کے طریقے جوں جوں اجتماعی شکل اختیار کرتے چلے گئے۔ مفاد پرستی نے نئے نئے روپ اختیار کئے۔ خاندان، قبیلہ، گاؤں، اور قوم کے جتھوں کی عصبیت پر ورش پانے لگی اور "حقوق" کا تصفیہ "قوت" کے بل بوتے پر ہی ہوتا رہا۔

پھر ایک خوش گوار تبدیلی رونما ہوئی۔ علم اور تمدن کی ترقی کے ساتھ ساتھ حق کوشی اور انصاف پرستی کی ضرورت محسوس کی گئی۔ اور آہستہ آہستہ حق و انصاف کا فلسفہ ترقی پانے لگا۔ بالآخر صاحب فہم اور سلیم الطبع لوگوں نے نظری طور پر اس اصول کو تسلیم کر لیا کہ بنی نوعِ انسان کی ہمہ گیر بہبود کے لئے ضروری ہے کہ حق و انصاف کے تقاضوں کو مفاد پرستی اور خود غرضی کے تقاضوں پر ترجیح دی جائے۔ اور یہ نظریہ حقوق

Marfat.com

انسانی کی بنیادی چٹان قرار پایا۔

نظری طور پر تو آج سے صدیوں قبل ہی تمام متمدن اور نیم متمدن اقوام نے اس نظریہ کو تسلیم کر لیا تھا لیکن میدان عمل میں جب کبھی حق و انصاف کے تقاضوں اور شخصی طبقاتی اور قومی خود غرضیوں میں کش مکش ہوتی ۔اکثر مفاد پرستی کا ہی بول بالا رہتا اور حق و انصاف کی صرف اسی قدر رعایت کی جاتی جس قدر امن عامہ کے لئے ناگزیر سمجھا جاتا۔

قول و فعل کے اس تضاد کو دیکھ کر ابن آدم عمل کے اس بنیادی مسئلہ سے دوچار ہے کہ ——

بنی نوع انسان کی ہمہ گیر بہبود کے لئے مفاد پرستی کے جذبات کو مستقلاً حق و انصاف کے تقاضوں کے زیر نگیں کرنے کی موثر تدبیر کیا ہے ؟

علم و عمل کے یہ دو بنیادی مسائل آج تک اسی طرح لاینحل نظر آتے ہیں جس طرح تمدن کے پہلے دھندلکے میں تھے۔ ابن آدم نے ان مسائل سے نمٹنے میں کوتاہی نہیں کی۔ وہ زمانے کے ہر دور میں ان مسائل سے نبرد آزما رہا۔ کبھی کبھی اُسے روشنی بھی نظر آئی۔ اور کہیں کہیں عارضی کامیابی بھی نصیب ہوئی لیکن انجام کار اُسے مایوسی سے دوچار ہونا پڑا۔ وہ نہ تو قطعی طور پر یہی بتا سکا کہ تکوین عالم کا مقصد کیا ہے اور نہ ہی یہ کہ بنی نوع انسان کی بہبود عملی طور پر کیوں کر ممکن ہے اور حق و انصاف کے تقاضوں کو مفاد پرستی پر مستقلاً غلبہ دینے کی عملی صورت کیا ہے؟

کیا یہ دونوں مسائل واقعی لاینحل ہیں ؟

کیا عقل انہیں حل کرنے سے واقعی قاصر ہے ؟

کیا عقل کے علاوہ کوئی اور ذریعہ ان کے حل کے لئے ممکن ہے ؟

Marfat.com

آئیے۔ اسبارہ میں انسانی کدوکاوش پر ایک طائرانہ نظر ڈالیں۔

تکوین عالم کا مقصد کیا ہے؟

ہر زمانے میں اس پر خیال آرائی کی گئی۔ ہر دانشور نے اس پر کچھ نہ کچھ سوچا۔ کئی نظریات قائم کئے گئے۔ جتنے منہ اتنی ہی باتیں۔ افسانہ گوئی سے لے کر سنجیدہ غور و فکر تک سبھی کچھ کیا گیا۔

لاکھوں کا اب بھی یہ خیال ہے کہ دیوتاؤں نے محض اپنی دل بہلائی کے لئے یہ سامان پیدا کیا ہے اس کا اور کچھ مقصد نہیں۔

اور لاکھوں اب بھی یہ سمجھتے ہیں کہ خیر و شر کے دو مختلف دیوتا ہیں اور دونوں ازل سے نبرد آزما چلے آرہے ہیں یہ تماشہ گاہِ عالم ان دونوں کی کش مکش کی جولاں گاہ ہے۔ اس سے زیادہ اور کچھ نہیں۔

کروڑوں کا یہ نظریہ ہے کہ بڑے بڑے دیوتا دراصل تین ہیں۔ ایک پیدا کرنیوالا جس نے اس دنیا اور تمام روحوں کو پیدا کیا۔ دوسرا قائم رکھنے والا جو روحوں کو جسموں میں داخل کر کے انہیں نئے نئے جنم دیتا اور تناسخ کے چکر میں ڈالتا ہے۔ تیسرا فنا کرنے والا، جو جسموں کو موت دے کر روحوں کو آزاد کراتا ہے۔ پچھلے جنم کے اچھے یا برے اعمال کے مطابق ہر روح بار بار اس عالم میں بھیجی جاتی ہے کبھی انسانی شکل میں کبھی کسی جانور کی شکل میں پچھلے جنم میں اچھے کام کرنے والا بعد کے جنم میں آسودہ حال انسانی خاندان میں پیدا ہوتا ہے اور برے کام کرنے والا گدھوں، کتوں اور چوہوں کی شکل میں جنم لیتا ہے اور تناسخ کا یہ چکر یونہی چلتا رہتا ہے —— لیکن دیوتاؤں نے ایسا کیوں کیا، مقصد کیا تھا؟ کچھ پتا نہیں۔

اور کروڑوں یہ کہتے ہیں کہ خدا ایک بھی ہے اور تین بھی، باپ، بیٹا اور روح القدس

Marfat.com

خدا نے آدم کو پیدا کیا اور پھر اس کی بیوی حوا کو۔ دونوں کو جنّت میں رکھ کر یہ تلقین کی جو چاہیں کھائیں پئیں لیکن ایک شجر ممنوعہ سے دُور رہیں۔ شیطان نے عورت کو یہ کہہ کر ورغلایا کہ تمہیں حیات ابدی سے باز رکھا گیا ہے۔ عورت نے مرد کو پھسلا کر شجر ممنوعہ کی خوشہ چینی پر آمادہ کیا۔ دونوں نے خدا کے حکم کی نافرمانی کی۔ اس کے نتیجہ میں جو اولاد آدم پیدا ہوئی وہ گناہ کا خمیر اپنی ذات میں لے کر پیدا ہوئی۔ آدم کی نسل قیامت تک اس موروثی گناہ سے بچ نہیں سکتی خدا کی صفتِ انصاف مجبور ہے کہ ہر ابن آدم کو اس گناہ کی سزا دے۔ لیکن خدا کے رحم نے ایک ترکیب ڈھونڈ نکالی تا انصاف اور رحم دونوں صفتوں کا مظاہرہ ہو جائے۔ ابن آدم سزا بھگتے بھی اور اس سے بچ بھی جائے ترکیب یہ تھی کہ باپ خدا نے روح القدس کے ذریعہ کنواری مریم کو حاملہ کیا اور خدا کا بیٹا آدم کی اولاد کے روپ میں پیدا ہوا۔ وہ بڑا ہو کر انسانی گناہوں کے کفارہ میں سولی پر چڑھایا گیا۔ اس طرح خدا کے انصاف نے جو ٹل نہیں سکتا تھا اور رحم نے جو نسلِ انسانی کو بچانے کے لئے مضطرب تھا یکجائی کی۔ ان لوگوں کے خیال کے مطابق تکوینِ عالم کا مقصد آدم کی لغزش اور خدا کے انصاف اور رحم کا مظاہرہ کرنا تھا۔

لیکن جن منطقی دماغوں کو تکوینِ عالم کے متعلق یہ خیال آرائیاں پسند نہیں آئیں انہوں نے خود اپنے تئیں اس مسئلہ پر سنجیدگی سے غور کیا۔ غور و تدبر کرنے والے فلاسفہ اور سائنس دان لوگوں کو نتائج کے اعتبار سے تین طبقات میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

سائنس دانوں کا ایک طبقہ بہت غور و خوض کے بعد اس نتیجہ پر پہنچا کہ کائنات میں ایک ربط، ایک نظم اور ارتقائی پرواز کا ایک رجحان نظر آتا ہے۔ جس کی بنا پر اقتدار کے کسی ہاتھ کا گمان ہوتا ہے، ارادے کی ہلکی سی جھلک کا بھی شبہ ہوتا ہے۔ شاید کوئی خالق ہو اور شاید تخلیق سے اس کا کوئی مقصد بھی ہو لیکن فی الواقعہ کوئی خالق ہے بھی اور اس کا کوئی واضح مقصد تخلیق بھی ہے یا نہیں اس کا کوئی یقینی سراغ نہیں ملتا۔

Marfat.com

نقدِ علم ہے تو صرف اسی قدر کہ ـــــ

لائی حیات آئے قضا لے چلی چلے

آئے کیوں تھے اور جا کدھر رہے ہیں۔ اس کا کچھ پتا نہیں۔

سائنس دانوں کے دوسرے طبقہ نے اسی نہج پر زیادہ غور و فکر کیا تو انہیں اقتدار اور ارادے کا ہاتھ واضح تر نظر آیا۔ اور وہ گمانِ غالب سے چند قدم آگے بڑھ کر کسی قدر وثوق کے ساتھ کہنے لگے کہ کائنات کا خالق برحق ہے۔ ترتیب اور نظم سے اس کی قدرت عیاں ہے اور یہ مظاہرہ بے ارادہ اور بے مقصد نہیں ہو سکتا۔ لیکن مقصد کیا ہے یہ تو وہی جانے جس نے پیدا کیا۔ ہم کچھ نہیں جانتے۔ ؎

پڑے بھٹکتے ہیں لاکھوں پنڈت ہزاروں دانا کروڑوں سیانے

جو خوب دیکھا تو یار آخر خدا کی باتیں خدا ہی جانے

لیکن سائنس دانوں کا ہی تیسرا طبقہ، زیادہ باریک بینی کا دعویدار بن کر کہنے لگا ؎

زندگی کیا ہے، عناصر میں ظہور ترتیب

موت کیا ہے، انہی اجزا کا پریشاں ہونا

نہ کوئی خالق ہے، نہ مخلوق اور نہ ہی کوئی مقصدِ تخلیق۔ اجزا، عناصر فضائے بسیط میں ازل سے بے مقصد بھٹکتے پھرتے ہیں حسن اتفاق سے اگر انہیں متناسب ترتیب کا موقع ملا۔ تو نئی شے پیدا ہو گئی۔ نئی اشیاء کو مزید قرنوں بھٹکنے کے بعد کبھی اتفاقیہ موزوں ماحول اور متناسب قربت راس آئی تو حیات پیدا ہو گئی۔ جب تک ماحول سازگار رہا، حیات کا مظاہرہ رہا، ماحول ناسازگار ہو گیا تو موت واقع ہو گئی۔ مقصد اور ارادے کا تصور انسان کی اپنی ہی خوش فہمی ہے حقیقت میں جب کوئی خالق ہی نہیں تو مقصد اور ارادے کی تلاش بے محل ہے۔

الغرض دانشوروں کے مختلف طبقے یا تو اس سوال کو ہی بے محل سمجھتے ہیں

Marfat.com

یا کسی مقصدِ تکوین سے لاعلمی کا اظہار کرتے ہیں۔ اور علوم و فنون کے خزائن جمع کرنے کی بھرپور صلاحیت رکھنے کے باوجود اس بنیادی سوال کا جواب دینے سے قاصر ہیں کہ ـــــ

ـــــ تکوین عالم کا مقصد کیا ہے ؟

آپ نے دیکھا کہ میدان علم کے بنیادی مسئلہ کو حل کرنے کی تمام کوششوں کے نتائج انتہائی مایوس کن رہے۔ اور انسان اپنے وسیع علم کے باوجود نہ تو قطعیت سے یہی کہہ سکا کہ تماشہ گاہِ عالم بے مقصد ہے اور نہ ہی یہ بتلا سکا کہ اس کا مقصد کیا ہے۔ آیئے اب میدان عمل کے بنیادی مسئلہ کا بھی جائزہ لیں اور دیکھیں کہ انسانی کد و کاوش نے اس کا حل تلاش کرنے میں کس قدر کامیابی حاصل کی۔

عمل کا بنیادی مسئلہ یہی ہے کہ بنی نوع انسان کے بنیادی حقوق تمام انسانوں کے لئے مساوات و انصاف کے متقاضی ہیں۔ لیکن شخصی اور طبقاتی مفادات کی خود غرضیاں حق و انصاف کی راہ میں مسلسل حائل ہوتی رہتی ہیں۔ انسانوں کی ہمہ گیر بہبود کے لئے مفاد پرستی کے جذبات کو مستقلاً حق و انصاف کے تقاضوں کے زیرنگیں کیسے کیا جاسکتا ہے۔؟

دانشوروں کا کہنا ہے کہ ہر ذی حیات کو زندگی کے قیام کے لئے جہد للبقاء کے فطری جذبہ سے معمور کیا گیا ہے۔ اور وہ آزادی عمل کا پروانہ بھی لے کر آیا ہے ـــــ مفاد پرستی، الجہد للبقاء کا لازمی نتیجہ ہے۔ اس لئے اس کا مسلسل مظاہرہ ایک فطری چیز ہے۔ عقل کی رہبری، علم کی روشنی اور قانون کا خوف ہی ان جذبات کو متوازن رکھ سکتے ہیں۔ کوئی اور مستقل ترکیب نظر نہیں آتی۔

دانشور کہتے ہیں کہ جذبات کو عقل کے تابع کر کے مساوات و انصاف پر

Marfat.com

عمل پیرا ہونے کے لئے طویل تربیت کی ضرورت ہے۔ تہذیب و تمدن کے ارتقاء کے ساتھ ساتھ جوں جوں مساوات و انصاف کی معقولیت افراد و اقوام کے ذہن نشین ہوتی جا رہی ہے۔ حق و انصاف کا دائرۂ عمل وسیع ہوتا چلا جا رہا ہے۔ ایک زمانے میں انسانوں کو غلام بنا کر ان سے وحشیانہ سلوک کرنا معیوب نہ تھا لیکن اب غلامی، دورِ گزشتہ کی کہانی بن چکی ہے۔ اسی طرح سلاطین و ملوک کو تمام اقتدار کا مالک سمجھنا اور عوام کو ان کا خادم قرار دینا بہت پرانی بات نہیں لیکن اب سلطانیٔ جمہور کا زمانہ آگیا ہے۔ ارتقاء تمدن کے ساتھ ساتھ انسان کا قدم عدل و انصاف اور مساوات کی طرف مسلسل بڑھتا ہی چلا جا رہا ہے۔ متمدن ممالک میں تو انفرادی سطح پر مساوات و انصاف عام ہیں۔ اور باہمی معاملات میں ان ہی کا خیال رکھا جاتا ہے۔ طبقاتی، قومی اور بین الاقوامی سطحوں پر بھی قدم کافی حد تک آگے بڑھ چکے ہیں۔ اور بڑھتے ہی چلے جا رہے ہیں۔ انسان کی ذہنی ترقی کے ساتھ ساتھ انجام کار ایک وقت ایسا آجائے گا کہ معقولیت کے زور پر عدل و انصاف اور مساوات کا دور دورہ ہوگا۔

کیا دانشوروں کا یہ خیال درست ہے؟

کیا ارتقاء تمدن کی دوڑ اسی طرف اشارہ کرتی ہے؟

تہذیب و تمدن کے ارتقاء اور علم کی روشنی کے ساتھ ساتھ جوں جوں مساوات و انصاف کی معقولیت افراد و اقوام کے ذہن نشین ہوتی چلی جائیگی حق و انصاف کا دائرہ عمل وسیع ہوتا جائیگا اور انجام کار ہر طرف معقولیت کے زور پر عدل و انصاف اور مساوات کا دور دورہ ہوگا ـــــ یہ خیال نہایت مبارک خیال ہے لیکن کیا یہ درست بھی ہے؟ اور اگر یہ درست ہے تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہونا چاہیئے کہ جوں جوں افراد طبقات یا اقوام علم و حکمت کی روشنی سے منور ہو کر عدل و انصاف کی معقولیت کو بخوبی ذہن نشین کر پائیں، اس پر عمل پیرا بھی ہوتے جائیں اور عموماً حق و انصاف کے تقاضوں کے سامنے

Marfat.com

مفاداتِ ذاتی کو قربان کیا کریں۔ لیکن یہ نتیجہ ہمیں کہیں نظر نہیں آتا۔ طبقات و اقوام کے وہ تعلیم یافتہ لیڈر بھی جن کے ہاتھوں میں طبقات و اقوام کی باگ ڈور ہے اپنے اعمال سے اس نتیجہ کی تصدیق نہیں کرتے۔ وہ عموماً ذاتی، طبقاتی اور قومی مفاد کو ہی عزیز رکھتے ہیں۔ کمزوروں سے انصاف نہیں کرتے دوسروں کے حقوق کو نظر انداز کر دیا کرتے ہیں اور حق و انصاف کی رعایت صرف اسی وقت کرتے ہیں جب امن عامہ کی خاطر اس کے لئے مجبور ہو جائیں۔ ورنہ جہاں تک ان کا داؤ چلتا ہے وہ ہمیشہ مفاد پرستی ہی کی آبیاری کرتے رہتے ہیں۔

تمام متمدن اقوام کے با اقتدار اصحاب کو دیکھ لیجئے۔ علوم و فنون کے ماہر، فطرت انسانی کے نبض شناس، زمانہ کے سرد گرم سے آشنا، فلسفۂ اخلاق کے دھنی، زبانوں سے مسلسل اعلان کرتے تھکتے نہیں کہ مفاد پرستی کو حق و انصاف کے سامنے قربان کرنے میں ہی انسانیت کی فلاح ہے۔ لیکن جب کوئی پس ماندہ مظلوم قوم اپنے واجبی حقوق کی دہائی دیتی ہوئی انہیں مجلس اقوام کے اجلاس میں بلاتی اور ان سے انصاف طلب کرتی ہے تو یہی علم و فضل کے پتلے اور اخلاق و مروت کے مجسمے مسئلہ زیر بحث کو بے لاگ انصاف کی نظر سے دیکھنے کی بجائے نہایت ڈھٹائی سے اپنی اپنی قوم کے مفاداتی نقطہ نظر سے دیکھنے لگ جاتے ہیں اور حق و انصاف کو اس بے دردی سے پامال کرتے ہوئے ذرہ خفت محسوس نہیں کرتے۔ اگر ان میں سے کوئی مظلوم کا ساتھ دیتا بھی ہے تو اس لئے نہیں کہ مظلوم کی مدد اس کا فرض ہے بلکہ اس لئے کہ موجودہ صورت حال میں اس کا اپنا قومی مفاد، مظلوم کا ساتھ دینے سے ہی وابستہ ہے۔ دادرسی بھی حق و انصاف کی خاطر نہیں، ذاتی مفاد پرستی کی خاطر ہی کی جاتی ہے۔

یہ صورتِ حال بڑی بصیرت افروز ہے۔ یہ اس مغالطہ کی قلعی کھول رہی ہے کہ علم و دانش کی اشاعت سے دادرسی کو فروغ ہوگا اور اس حقیقت کو آشکار کر رہی

Marfat.com

ہے کہ جذبۂ دادرسی کا منبع علم و دانش نہیں کوئی اور شے ہے۔ علم کی تمام روشنی عقل کی تمام رہبری اور ارتقاء تمدن کی تمام تربیت متحد ہو کر بھی جذبۂ دادرسی کو بیدار کرنے کی ضمانت نہیں دے سکتے۔

انسانی جذبات میں جذبۂ مفاد پرستی بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ انسانی اعمال کا یہ سب سے بڑا محرک ہے۔ زیر بحث مسائل کا چونکہ اس سے براہ راست تعلق ہے اس لئے یہ دریافت کرنا ضروری ہے کہ اس کے اپنے محرکات کیا ہیں۔

کارخانۂ قدرت کی کارفرمائی پر غور کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ قدرت نے ہر ذی حیات میں اس کی بقا کے لئے جہد للبقاء کی صلاحیت رکھی ہے۔ مضرت سے بچنے اور منفعت کو حاصل کرنے کی یہ صلاحیت بیم و رجاء کے جذبات پر استوار کی گئی ہے۔ ہر پیش آمدنی مضرت کا خوف اور ہر پیش نظر منفعت کے حصول کی امید، یہ دو جذبات ہی ہر اختیاری حرکت، ہر انسانی فعل اور ہر عمل کے محرک ہوا کرتے ہیں۔ انسان کی تمام جدوجہد کے سوتے بیم و رجاء کے چشموں سے ہی پھوٹتے ہیں یہ دو جذبات حیات کے محافظ بھی ہیں اور رہبر بھی۔ بیم و رجاء کی یہ دو شاخہ قوت متحرکہ ہی تمام کش مکش حیات کی ذمہ دار ہے۔ مفاد پرستی کے تمام مظاہر اسی سرزمین کی پیداوار ہیں۔

علم اور عقل بذات خود قوت متحرکہ نہیں۔ قوت متحرکہ بیم و رجاء کے جذبات ہی ہیں عقل کا کام علم کی روشنی مہیا کرنا ہے اس روشنی میں انسان اپنے خوف و رجاء کے مراتب متعین کرتا اور نبرد آزمائی کے مناسب سامان مشخص کرتا ہے۔ نبرد آزمائی کا عمل بیم و رجاء کی خفیہ قوتیں بیدار ہو کر خود سر انجام دیتی ہیں۔ عاملہ قوت بیم و رجاء کا جذبہ ہی ہے نہ کہ علم و عقل۔ عقل الیکٹرونک کنٹرول کی طرح مختلف اسمات کی طرف رہبری کرتی ہے قوت عاملہ کا بدل نہیں بن سکتی۔ محرکات عمل چونکہ امید اور خوف کے جذبات

Marfat.com

ہی ہوا کرتے ہیں اس لئے یہ ممکن نہیں کہ خوف و رجا سے بے نیاز ہو کر جد و جہد مجرد علم و عقل سے ظہور پذیر ہو سکے۔ یہ خلقتِ حیات کے بنیادی اجزاء ترکیبی کے خلاف ہے اگر یہ ممکن ہوتا تو روس امریکہ اور چین اسلحہ کی دوڑ کو کبھی کا خیرباد کہ چکے ہوتے اور پُرامن ترقی کی راہوں پر گامزن ہوتے۔ یہ خوف و رجاء کے جذبات ہی ہیں جو انہیں اسلحہ کی دوڑ میں اُلجھائے ہوئے ہیں علم کی تمام روشنی، عقل کی تمام رہبری اور ارتقاء تمدن کی تمام تربیت ہمارے جذبہ خوف و رجاء کو کالعدم نہیں کر سکتے۔

بیم و رجاء کے مراجع متعین کرنے میں حضرت انسان نے بہت قلا بازیاں کھائی ہیں۔ کبھی اس نے جنگلی درندوں کی مضرت سے بچنے کے لئے اُن کی پرستش کی کبھی ناگ پوجا میں مصروف ہوا۔ کبھی وہ شیروں اور ہاتھیوں کی مورتیاں بنا بنا کر نذرِ عقیدت پیش کرتا رہا اور کبھی سورج چاند ستاروں، بادلوں اور بجلی کی گھن گرج کو اپنے بیم و رجاء کا مرجع بناتا رہا۔ بیم و رجاء کے فطرتی جذبات، مضرت سے بچنے کی تمنا اور منفعت کے حصول کی آرزو اسے مختلف دہلیزوں پر سجدے کرواتی رہی یہاں تک کہ علوم و فنون کی ترقی اور تمدن کے ارتقاء نے اس کے بیم و رجاء کے تمام قدیم بتوں کو توڑ ڈالا۔ لیکن انسان بیم و رجاء کے جذبات سے بے نیاز تو نہیں ہو سکتا۔ دیکھنا یہ ہے کہ آج انسان کس کی ضرر رسانی سے خائف اور کس کی تائید و مدد کا امیدوار ہے آج اس کے خوف و رجاء کا مرجع کون ہے؟

کیا دیوی دیوتا! جن شیاطین اور ملائکہ اس کے بیم و رجاء کا مرجع ہیں؟

نہیں۔ آج کل کا تعلیم یافتہ دوراِن "توہمات" سے آزاد ہو چکا ہے۔

پھر کیا اس کے خوف و رجاء کا مرجع خدا ہے؟

نہیں۔ خدا کا تصور بھی اب ایک موہوم اور دقیانوسی تصور سمجھا جاتا ہے

Marfat.com

جس سے اشتراکی دنیا بالکل آزاد ہو چکی ہے اور سرمایہ دار دنیا کو بھی اس کی چنداں ضرورت نہیں رہی۔ خدا سے آج کل کون ڈرتا ہے کوئی بھی تو نہیں!

پھر انسان کے خوف و رجاء کا مرجع ہے کون؟ قضاء قدر کی بے پناہ طاقتیں؟ طبیعی کیمیاوی برقی، لاشعاعی اور فضاء بسیط کی بے پایاں قوتیں؟

نہیں۔ انسان آج دن دگنی اور رات چوگنی ترقی کرنے والے علم کی بدولت ان طاقتوں پر حکمران ہوتا چلا جا رہا ہے ان سے کیا ڈریگا۔

پھر آخر انسان کے خوف و رجاء کا مرجع کون ہے؟

اس کائنات میں انسان اپنے سے بڑا کسی کو نہیں سمجھتا۔ اس فضاء بسیط میں وہی سب سے زیادہ قادر اور سب سے زیادہ علیم اور سب سے زیادہ قوی ہے پھر ڈر کس کا؟ خوف رجاء کس سے؟

یہ علیم و قدیر ہستی اپنی قوت اور ہیبت کے باوجود اس قدر ڈرپوک ہے کہ اپنے ہی سایہ سے ڈرتی ہے۔ حضرت انسان کو حضرت انسان کا خوف کھائے جا رہا ہے۔ وہ اپنے ہی بھائی بندوں کے خوف سے ترساں و لرزاں ہے اور اس کی امیدوں کا مرکز بھی اس کے اپنے بھائی بند ہی ہیں۔ خود پرست انسان خود ہی سے ڈرتا اور خود ہی سے آرزوئیں اور امیدیں وابستہ رکھتا ہے۔

ارتقاء تمدن نے حضرت انسان کو آج اس مقام پر لا کھڑا کیا ہے کہ اس کی چشم آگہیں کی ایک جنبش دھرتی کے تمام باسیوں کو آن واحد میں فنا کر سکتی ہے۔ اس کا علم رات دن تباہی و بربادی کے نئے نئے ہتھیار ایجاد کرنے میں منہمک ہے۔ اور اس کی عقل ایک دوسرے کے خلاف شاطرانہ چالوں میں مصروف ہے۔ اس کے باوجود اگر انسان یہ دعوی کرے کہ تمدن کا ارتقاء اسے عدل و انصاف کی طرف

Marfat.com

بڑھا رہا ہے اور وہ بنی نوع انسان کی ہمہ گیر بہبود کی طرف قدم اٹھا رہا ہے تو اسے ریاکاری اور خود فریبی کے سوا، اور کیا کہہ سکتے ہیں۔

انسان کے خوف ورجاء کا مرجع جب تک خود انسان ہی بنا رہے گا یہ غلام گردش ختم نہ ہوگی۔ انسان کی ہوس اپنے ہی بھائی بندوں میں نت نئے شکار تلاش کرتی رہے گی۔ اور خوف زدہ انسان اپنے ہی ہم شکلوں میں بھیڑیے اور درندے دیکھ کر لرزتا رہیگا۔ ہوس اور خوف کے نہ ختم ہونے والے جذبات نئے نئے لبادوں میں خوف ورجاء کے نئے نئے بت دیکھتے رہیں گے۔ نئی نئی کش مکش میں مبتلا ہوں گے نئے نئے معرکے سر کریں گے۔ لیکن یہ جنگ کبھی ختم نہ ہوگی۔ غلامی کا دور گیا تو ملوکیت نے سر اُٹھایا۔ ملوکیت کو کچلا گیا۔ تو سرمایہ داری اُٹھ کھڑی ہوئی سرمایہ داری سے نبرد آزمائی ہوئی تو آمریت نے سر اٹھا لیا ؎

بہر رنگے کہ خواہی جامہ می پوش
من انداز قدت را می شناسم

درپردہ ہے تو وہی دیو ــــ انسان سے انسان کا خوف ــــ لبادوں کی کیا کمی ہے قومیتوں کے لبادے فرسودہ ہو گئے تو نسلی امتیاز کے تیار کئے جا رہے ہیں۔ سرمایہ داری اور اشتراکیت کے ہنگامے ماند پڑنے لگے تو کالے گورے اور سرخ و زرد قوموں کے ڈھونگ کھڑے کر لئے جائیں گے۔ اصل بیماری بہر طور باقی رہیگی ــــ ذی اقتدار کی ہوس، کمزور کو طاقتور کا ڈر۔ اور اصحابِ اقتدار کی رقابتیں۔ علم وعقل وارتقاءِ تمدن نے ان میں کونسی کمی کی ہے؟ انسان کے خوف ورجاء کا مرجع جب تک خود انسان ہی بنا رہیگا یہ گردش کبھی ختم نہ ہوگی۔

لیکن کیا یہ ممکن ہے کہ انسان، انسان کے خوف ورجا، کا مرجع نہ رہے؟ جب روئے زمین پر انسان ہی ذی اقتدار ٹھیرا تو پھر یہ کیوں کر ممکن ہے کہ

Marfat.com

اس کے خوفناک دستِ ہوس سے ڈرا نہ جائے اور اس کی ذرہ نواز نظرِ کرم سے امیدیں وابستہ نہ کی جائیں۔ کمزور خائف اور حاجتمند امیدوار ہی بنا رہیگا۔ اور طاقتور ان سنہری موقعوں سے فائدہ اٹھاتا دھمکیاں دیتا، زرپاشی کرتا ہوا اپنے مفادات کا مزید استحکام کرتا ہی چلا جائیگا۔

ارتقاء تمدن کی یہ دوڑ مسئلہ کا کوئی مفید حل پیش کرنے کی بجائے تباہی کے نت نئے خوفناک ہتھیاروں کی ایجاد سے مسئلہ کی سنگینی میں اضافہ ہی کرتی چلی جارہی ہے اور بے بس ابن آدم ہراساں و سراسیمہ ہو کر یہ سوچنے پر مجبور ہوگیا ہے کہ مفاد پرستی کے جذبات کو حق و انصاف کے تقاضوں کے زیرنگیں کرنے کا حسین خواب کہیں سراب ہی تو نہیں؟

الغرض میدان عمل کا یہ بنیادی سوال بھی میدان علم کے بنیادی سوال کی طرح ہنوز لاینحل ہی ہے۔

تکوینِ عالم کا مقصد کیا ہے؟

مفاد پرستی کے جذبات کو حق و انصاف کے تقاضوں کے زیرنگیں کیونکر کیا جاسکتا ہے؟

یہ دونوں سوالات ہر دور میں ہر سلیم الفطرت صاحب فہم انسان کو پریشان کرتے رہے ہیں اور پریشان کرتے رہیں گے۔ دانشوران سے مدتوں الجھنے کے بعد مایوس ہو چکے ہیں۔ ان کے نزدیک یہ دونوں سوال لاینحل ہیں۔

عقل اپنی کم مائیگی کا اعتراف کرنے پر مجبور ہے کیوں کہ وہ انہیں حل کرنے سے قاصر رہی ہے۔

Marfat.com

اُن کے حل کے لئے کوئی اور ذریعہ؟

عقل کے علاوہ کوئی اور ذریعہ ہو ہی کہاں سکتا ہے!۔

پھر؟

پھر حیرانی، تجسس، تلاش اور لامتناہی جستجو!

جستجوئے آرزو؟

تلاشِ سُراب؟

واہمہ؟

یا کوتاہیٔ دامان!

کون جانے؟

کون بتلائے؟

کیسے معلوم!

دوسرے ذی فہم اور سلیم الفطرت لوگوں کی طرح صحرائے عرب کی ایک پاکیزہ روح بھی اسی تلاش و جستجو میں مدتوں سرگردان رہی جن کے متعلق فرمایا گیا تھا، وَوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدٰى (تمہیں متلاشی پایا اور رہبری کی) بنی اسی کس چیز کے متلاشی تھے اُنکی کس طرح رہبری ہوئی سوالات کے کونسے حل انہیں بتلائے گئے وہ کس حد تک تشفی بخش قرار دیئے جا سکتے ہیں ان کو واضح کرنے کیلئے یہ ضروری ہے کہ اس ماحول کا کسی قدر وضاحت سے ذکر کیا جائے جس میں حضورؐ پیدا ہوئے اور تربیت پا کر جوان ہوئے۔

پس منظر کو حسب ضرورت اجاگر کرنے کے لئے دوسرے حصہ میں متولیانِ کعبہ اور حضورؐ کی ابتدائی زندگی پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

کتاب کے تیسرے حصہ میں ان بنیادی سوالات کے وہ حل پیش کئے گئے ہیں

Marfat.com

جو حضورؐ پر منکشف ہوئے۔ اور یہ بتلایا گیا ہے کہ کن ناسازگار حالات میں حضورؐ نے قبل از قبل اعلان کے ذریعہ یہ دعویٰ کیا کہ ان حلوں کے ذریعہ آپ تاریخ کا رخ موڑ دینگے

کتاب کے چوتھے حصہ میں یہ واضح کیا گیا ہے کس طرح تیئس سال کی قلیل مدت میں حضورؐ نے نئی حاصل شدہ تعلیم کی رہبری میں تمام عالم کو تاریخ کا رُخ موڑ کر دکھلا دیا۔

Marfat.com

عہدِ عتیق اور دورِ جاہلیّت

——— ان میں کچھ سعید روحیں بھی تھیں

Marfat.com

Marfat.com

باب دوم

متولیانِ کعبہ

آج سے چودہ سو سال قبل کی بات ہے۔ مکّہ کے ایک متوسط مگر شریف گھرانے میں ایک دُرِ یتیم پیدا ہوئے۔ آپؐ کی پیدائش پر سب سے زیادہ خوشی آپ کے دادا عبد المطّلب کو ہوئی جو اپنے جوانا مرگ فرزند عبداللہ کو بے حد عزیز رکھتے تھے اور اُن کی بے وقت موت سے بہت مغموم تھے۔

یوں تو عبد المطّلب کو اولاد کی کمی نہ تھی۔ لڑکیوں کے علاوہ اُن کے دس بیٹے بھی تھے۔ لیکن عبداللہ کی وفات پر انھیں غیر معمولی دُکھ پہنچنے کی خاص وجہ تھی۔

قریش عبد المطّلب کا بہت احترام کرتے تھے۔ کیوں کہ خانہ کعبہ میں برسوں سے اَٹا پڑا چاہ زمزم انہوں نے ہی بڑی جستجو کے بعد ڈھونڈ نکالا تھا اور اہلِ مکّہ کو آبِ زمزم سے از سرِ نو سیراب کیا تھا۔ چاہ زمزم کی تلاش اور عبداللہ کی وفات میں کئی برس کا فصل تھا۔ لیکن عبد المطلب دونوں واقعات کے نفسیاتی تعلق کو

Marfat.com

بھولے نہ تھے۔ اسی لئے انہیں اپنے جواں سال بیٹے کی بے وقت موت نے نڈھال کر دیا تھا۔

جزیرہ نمائے عرب کا بیشتر حصہ ریگستانی علاقہ ہے جہاں بارش بہت کم ہوتی ہے۔ کوئی دریا یا قدرتی جھیل بھی نہیں جو ملک کو سیراب کرے۔ پتھریلی خشک زمین میں باولیاں کھودنا سخت مشکل کام ہے اور پانی کی دستیابی مشکل تر ہے۔ اس لئے پہاڑوں سے گھری ہوئی بے آب وگیاہ وادی مکہ کی آب وتاب چاہ زمزم سے وابستہ تھی اور خانہ کعبہ کی رونق کا انحصار بھی بڑی حد تک آب زمزم پر ہی تھا۔

دادا نے دریتیمؐ کا نام محمدؐ رکھا۔ لوگوں نے کہا۔ یہ اچھوتا نام ہے اس سے پہلے کبھی سنا نہیں گیا۔ عبدالمطلب کہنے لگے۔ میں چاہتا ہوں اس بچے کی اکناف عالم میں تعریف کی جائے۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

اُن کی پیدائش سے کوئی چار ہزار سال قبل اسی خانہ کعبہ اور چاہ زمزم نے زندگی کے کئی دور دیکھنے اور پھر طاق نسیان ہو جانے کے بعد ایک دن تین نفوس پر مشتمل ایک بے سہارا قافلہ آتے دیکھا تھا۔ جن کی پیشانیوں سے مکہ اور زمزم کو حیاتِ تازہ کی کرنیں نظر آئی تھیں۔

خانہ کعبہ کی ابتدا کب ہوئی۔ کوئی نہیں بتا سکتا۔ کہتے ہیں کہ حضرت انسان نے جب ہوش سنبھالا۔ اور اس کے قلب نے اپنے خالق کے سامنے سرنیاز خم کرنے کی تڑپ محسوس کی تو پہلی سجدہ گاہ کی بنیاد یہیں رکھی گئی۔ پھر یہ گھر سجود نیاز کے کئی دور دیکھتا رہا۔ صدیوں آباد رہا۔ اس کی آبادی اور ویرانی زمزم کے چشمہ کے ساتھ ہی وابستہ رہی۔ طوفانی آندھیوں یا حوادثِ زمانہ کی وجہ سے جب کبھی چشمہ اٹ کر غائب ہو جاتا خانہ کعبہ کی رونق ماند پڑ جاتی اور آبادبستی ویران ہونے لگتی۔ پھر زمانے کی نئی کروٹ

Marfat.com

کسی اتفاق یا حادثہ سے اس کی از سرِ نو دریافت ہوئی، اور لوگ پھر سے آباد ہونے لگتے۔ خانہ کعبہ کی از سرِ نو تعمیر ہوئی اور خدا کے گھر کی رونق عود کر آئی۔

گردشِ زمانہ کے ایسے ہی ایک دور میں، جب کہ زمزم کا چشمہ اٹا پڑا تھا۔ خانہ کعبہ اور مکہ کی بستی آثارِ قدیمہ کا ایک ڈھیر تھے۔ اور کسی جاندار کا وادیٔ بکہ میں گزر ہی نہ رہا تھا۔ ایک دن تین نفوس کا ایک مختصر قافلہ ادھر سے گزرا۔ ایک معمر مرد، ایک ادھیڑ عورت اور اس کی گود کا ایک کمسن بچہ۔ یہ حضرت ابراہیمؑ حضرت ہاجرہؓ اور معصوم اسمٰعیلؑ تھے۔ خدا کی رحمتیں ان سب پر نازل ہوں۔

حضرت ابراہیمؑ کلدونیا کی اُر نامی بستی کے ایک ماہر بت تراش آذر کے بیٹے تھے۔ آذر پتھر تراش کر مورتیاں بنایا کرتے جنہیں لوگ پوجا پاٹ کے لئے خرید لیتے۔ نوعمر ابراہیم نے جب ہوش سنبھالا۔ تو چاروں طرف بت پرستی کا رواج دیکھا۔ لوگ اپنے ہی ہاتھوں سے بنائے ہوئے بتوں کی عبادت کرتے اور ان سے مدد مانگتے تھے۔ ان کی طبیعت نے اس بات کو قبول نہ کیا وہ معبودِ حقیقی کی تلاش کرنے لگے۔

انہوں نے رات کی پرسکون فضا میں چاند کو دیکھا کہ کائنات میں سب سے بلند و بالا بھرپور حُسن و جمال اور چمکتے ہوئے چہرے کے ساتھ یوں جلوہ افروز ہے گویا دربار لگائے بیٹھا ہو۔ خیال کیا۔ اس سے افضل کون ہو سکتا ہے۔ شاید یہی معبودِ حقیقی ہو لیکن جب وہ غروب ہونے لگا۔ تو ابراہیمؑ کی طبیعت مکدر ہو گئی۔ سوچنے لگے زوال، قادرِ مطلق کو کہاں زیب دیتا ہے وہ تو کوئی اور ہی ہو گا۔

دن نکل آیا، سورج چمکنے لگا۔ دنیا بیدار ہو کر زندگی کے علامات کا مظاہرہ کرنے لگی۔ سورج نے سارے عالم کو نہ صرف منور ہی کیا بلکہ زندگی کی حرارت بھی بخشی

Marfat.com

تو نوجوان ابراہیمؑ پھر سوچ میں پڑ گئے۔ یہ تو چاند سے بھی بڑا ہے۔ کائنات کو نفع پہنچا رہا ہے زندگی کی رونق اسی کے دم سے قائم نظر آتی ہے۔ ہو نہ ہو، معبود حقیقی یہی ہوگا ــــ لیکن دن کا ڈھلنا ہی کیا، بام عروج پر پہنچ کر سورج ڈھلنے لگا۔ اور آہستہ آہستہ ضعف و اضمحلال کے آثار اس میں نمایاں ہونے لگے بالآخر اس کا چہرہ زرد پڑ گیا۔ اور وہ اپنی تمام شان و شوکت کھو کر دم توڑنے والے انسان کی طرح ڈوبتا ہوا نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ ابراہیم سوچنے لگے جو خود ہی رو بہ انحطاط ہو وہ رب العالمین نہیں۔

حیران و سرگردان تلاش حق کی گردش میں وہ پلٹ کر وہیں پہنچ گئے جہاں سے چلے تھے بریں ہم انہیں یقین تھا کہ کوئی ہے جو اس تمام جلوہ آرائی کے پس پردہ رونق افروز ہے۔

وہ کون ہے؟ کہاں ہے؟ میں اُسے کیسے تلاش کروں؟ کہاں ڈھونڈ پاؤں اُن کا دل بے چین ہونے لگا۔ اور وہ بے تاب ہو کر کہنے لگے ــــ اے معبود حقیقی تو خود ہی رہبری فرما!

جوئندہ یابندہ۔ رہبری ہوئی۔ بارگاہ حق سے حضرت ابراہیمؑ کو بصیرت تامہ عطا ہوئی۔ اور وہ شرف مکالمہ سے سرفراز فرمائے گئے۔ طلب دستگیری میں، اور دست گیری دوستداری میں تبدیل ہوئی۔ ابراہیم خلیل اللہ بنے اور بصیرت کلی [illegible] ایسے [illegible] گویا دریافت حقیقت ہو گیا۔

انسانوں [illegible] اس برطبعی حیثیت سے آگاہ کرنا اور انہیں راستہ پر لا ڈالنا اُن کا مقصد زندگی قرار پایا۔ بت پرستی اور توہمات کے خلاف انہوں نے علم بغاوت [illegible] دیا۔ لوگوں کو توحید اور معبود حقیقی کی عبادت کی تلقین کرنے لگے۔

یہ زمانہ کے مزاج کے خلاف تھا۔ لوگوں نے بُرا مانا۔ لیکن وہ اپنی بات پر

Marfat.com

اڑے رہے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ لوگ جان کے دشمن ہو گئے اور مجبوراً انہیں اپنا وطن چھوڑنا پڑا۔ اپنے خالقِ حقیقی کے بھروسے پر وہ کئی ملکوں میں پھرتے اور خدائے واحد کی عبادت کی تلقین کرتے رہے۔

اُن کی دو بیویاں تھیں۔ بڑی سارہؑ اور چھوٹی ہاجرہؓ۔ لیکن اولاد کوئی نہ تھی۔ بہت دعاؤں کے بعد ضعیفی میں خدا تعالیٰ نے حضرت ہاجرہ کے بطن سے ایک بچہ عطا فرمایا جس کا نام انہوں نے اسمٰعیل رکھا۔۔۔ اسمٰعیل کے معنی ہیں خدا تعالیٰ نے سن لیا۔۔۔ ابھی یہ کم سن گود کا بچہ ہی تھے کہ خدا کا حکم ملا۔ بی بی ہاجرہ اور بچے کو مکّہ کی وادی غیر ذی زرعہ میں چھوڑ آؤ۔ وہ تعمیل کے لئے نکل کھڑے ہوئے۔ لیکن جب وہاں پہنچے تو وادی میں انسان کیا، حیوان تک کا نام و نشان نہ تھا۔ حکمِ الٰہی ہوا۔ بے سہارا بیوی اور بے دست و پا بچے کو مکّہ کے غیر آباد کھنڈرات میں چھوڑ کر واپس چلے جاؤ۔ حضرت ابراہیمؑ نے سرِ تسلیم خم کیا۔ جانے لگے تو حضرت ہاجرہ نے پوچھا: ہمیں اس ویرانہ میں، جہاں دانہ ہے نہ پانی، کیوں چھوڑے جا رہے ہو۔ انہوں نے جواب دیا: حکمِ خداوندی کی تعمیل میں۔

حضرت ہاجرہؓ کہنے لگیں۔ یہ بات ہے تو وہی ہمارا محافظ ہوگا۔

حضرت ابراہیم اپنی بیوی سارہ کی طرف لوٹ گئے۔

حضرت ہاجرہ اور کمسن اسمٰعیل اس غیر آباد وادی میں اکیلے رہ گئے تھے۔ زادِ راہ ختم ہونے میں دیر نہ لگی۔ پانی کا مشکیزہ خالی ہو گیا اور بچہ پیاس سے بیتاب ہونے لگا۔ ماں کی چھاتی میں اس طویل سفر کے بعد دودھ ہی کتنا رہا ہوگا کہ بچے کی تسکین ہوتی ماں بیٹے کو پیاس نے ستانا شروع کیا۔ وہ دو پہاڑیوں صفا اور مروہ کے درمیان ایک نشیب میں بیٹھے تھے۔ بی بی ہاجرہ سے بچے کی بیتابی

Marfat.com

دیکھی نہ گئی۔ تو بچے کو زمین پر رکھ کر دونوں پہاڑیوں کے درمیان پانی کی تلاش میں دیوانہ وار دوڑنے اور خدا تعالیٰ سے مدد مانگنے لگیں۔ بہت دیر بے تحاشہ سرگرداں بھاگتی پھریں لیکن پانی کا کوئی سراغ نہ ملا۔ تھک ہار کر جب واپس لوٹیں تو دیکھا کہ جہاں بچہ بے چینی میں ایڑیاں رگڑ رہا تھا۔ وہاں ایک چھوٹا سا گڑھا پڑ گیا ہے جس میں نمی کے آثار نمودار ہو رہے ہیں۔

یہ وہی مقام تھا جہاں زمزم کا چشمہ اٹا پڑا تھا۔

حضرت ہاجرہ نے ہاتھوں سے کھودنا شروع کیا۔ تو پانی رسنے لگ گیا۔ انہوں نے ایک خاصا گڑھا کھود کر بند باندھ دیا دیکھتے ہی دیکھتے گڑھا پانی سے بھر گیا۔

ماں بیٹے نے پیاس بجھائی۔ خدا کا شکر ادا کیا اور اللہ کا نام لے کر وہیں آباد ہو گئے۔

چند سال بعد حضرت ابراہیمؑ اپنے کنبہ کی خبر گیری کے لئے لوٹے تو دیکھ کر بے حد خوش ہوئے۔ بے آب و گیاہ وادی میں چشمہ ابل رہا تھا۔ ادھر ادھر سبزہ بھی نظر آ رہا تھا۔ دو چار جھونپڑیاں بھی آباد تھیں راہ چلنے والوں نے چشمہ دیکھ کر ٹھکانا بنا لیا تھا اور ننھا اسمٰعیل ماں کے ساتھ بھاگ دوڑ کر ہاتھ بٹانے کے قابل ہو گیا تھا۔ حضرت ابراہیم نے خدا تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور اسکی قدرتوں پر نثار ہونے لگے۔

رات کو سوئے تو ایک عجیب خواب دیکھا صبح اٹھ کر بیٹے سے کہنے لگے۔

بیٹا میں نے خواب میں دیکھا کہ میں تمہیں خدا کی راہ میں ذبح کر رہا ہوں تو تمہاری کیا رائے ہے؟

خلیل اللہ کے سعید فرزند نے جواب دیا۔

Marfat.com

"اباجان جو آپ کو حکم ملا ہے اس کی تعمیل کیجئے خدا نے چاہا تو آپ مجھے صابر و شاکر پائیں گے"

دونوں ارشادِ خداوندی کی تعمیل پر آمادہ ہو گئے۔

حضرت ابراہیم اٹھے چھری لے کر آگے بڑھے بیٹے نے کروٹ پر لیٹ کر گردن آگے کر دی وہ چھری پھیرنے والے ہی تھے کہ ربانی ندا آئی۔

"ابراہیم ٹھیرو۔ تم نے اپنا خواب سچ کر دکھایا۔ یہ ہماری طرف سے ایک آزمائش تھی۔ بہت بڑی آزمائش۔ ہم اب اس کے بدلے میں ایک ایسی قربانی قبول کریں گے جس کی یادگار تا قیامت قائم رہیگی"

حضرت ابراہیم سربسجود ہوئے۔ ایک فربہ مینڈھا قربانی میں ذبح کیا اور خدا تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔

زمزم کے چشمہ کے قریب ہی حضرت ابراہیم کو بیت اللہ کے وجود کا علم دیا گیا تھا باپ بیٹے نے مل کر اس کی بنیادیں ڈھونڈ نکالیں اور انہی قدیم بنیادوں پر بیت اللہ کی نئی چار دیواری کھڑی کر کے خدائے واحد کی عبادت کرنے لگے۔

پانی کے چشمہ کی وجہ سے ادھر سے گزرنے والے قافلوں نے پڑاؤ ڈالنا شروع کر دیا تھا۔ لوگ آتے اور سیراب ہو کر رب کعبہ کی بارگاہ میں سربسجود ہوتے۔ آہستہ آہستہ کئی لوگ یہاں آباد ہونے لگ گئے۔ ان میں زیادہ تر مین کی طرف سے آنے والے قبیلہ بنو جرہم کے لوگ تھے جرہم قحطان کا بیٹا تھا۔

حضرت اسمٰعیل جوان ہوئے تو قبیلہ جرہم کے ایک شخص عضاض بن عمرو کی بیٹی رعلہ سے شادی کی طویل عمر اور کثیر اولاد پائی۔ بیت اللہ کے ذریعہ توحید

Marfat.com

تسلیم کی تلقین پھیلتی گئی۔ لوگ دین ابراہیمی اختیار کرتے چلے گئے۔ حضرت اسمٰعیل کی اولاد اس قدر پھیلی کہ وہ ابوالعرب مشہور ہو گئے۔ بنو اسمٰعیل اپنی کثرت میں بنی اسرائیل سے کم نہ تھے۔

زمانہ گزرتا چلا گیا۔ بیت اللہ کی تولیت حضرت اسمٰعیل کے بعد اُن کی اولاد میں ایک دو پشت تک ہی رہی۔ پھر بنو جرہم جو مکہ میں کثیر تعداد میں آباد ہو کر صاحب اقتدار بن گئے تھے تولیت کعبہ پر بھی قابض ہو گئے۔ اور پشت ہا پشت تک کعبہ کے متولی بنے رہے۔ چند پشتیں تو دین ابراہیمی پر قایم رہیں لیکن پھر بت پرستی در آئی۔ عمرو بن لحیٰ نامی ایک صاحبِ اقتدار شخص نے خانہ کعبہ میں ہی بت لا بٹھائے اور لوگوں کو اُن کی پوجا کرنے کی تلقین کرنے لگا۔ خدائے برحق کے ساتھ ساتھ چھوٹے اور جھوٹے معبود بھی شریک کر لئے گئے۔ اور آہستہ آہستہ خدا کا گھر صنم خانہ بن گیا۔ خانہ کعبہ کی چار دیواری کے اندر، چاہِ زمزم کے کنارے اور صحن بیت اللہ کے کونہ کونہ میں چھوٹے بڑے بت نظر آنے لگے اُن کے قدموں میں اُن کے نام پر جانور ذبح کئے جاتے اور اُن پر چڑھاوے چڑھائے جاتے۔ نذر و نیاز کی آمدنی سے بنو جرہم کا غرور و تکبر بڑھنے لگا اور وہ اہل مکہ پر بے جا ظلم و تعدّی کرنے لگے یہاں تک کہ انہوں نے آب زمزم پر بھی قیود عاید کر دیں اور لوگ پانی کی تلاش میں نئی نئی باولیاں کھودنے پر مجبور ہو گئے۔

بنو جرہم کی سرکشیاں جب حد سے بڑھ گئیں اور اقتدار کے نشے میں ان کے مظالم اہل مکہ کے لئے ناقابل برداشت ہو گئے تو بنی اسمٰعیل نے ان سے جنگ کی اور انہیں مکہ سے بدر ہو جانے پر مجبور کر دیا۔ جاتے جاتے انہوں نے خانہ کعبہ

Marfat.com

کے چڑھاوے چاہ زمزم میں ڈال دیئے اور چشمہ میں مٹی پتھر اور ریت بھر کر اُسے بالکل بند کر دیا۔

اہل مکّہ نے اس سے قبل ہی مکّہ کے مختلف محلوں میں باولیاں کھود لی تھیں بنو جرہم کے شہر بدر ہو جانے کے بعد متبادل ذرائع آب کی موجودگی میں زمزم کو دوبارہ کھولنے کی کسی نے زحمت نہ کی۔ بتوں کی قربان گاہوں میں گڑھے کھودنا نامناسب سمجھا گیا یہاں تک کہ اِمتداد زمانہ سے وہ جگہ ہی مشتبہ ہو گئی جہاں حضرت اسمٰعیل کی ایڑیوں کی رگڑ اور حضرت ہاجرہؓ کے گڑھا کھودنے سے چشمہ برآمد ہوا تھا۔

پشتیں گزرتی چلی گئیں۔ لیکن آبِ زمزم کی دریافت کی طرف کوئی قدم نہ اُٹھا۔ حُجاج کو پانی پلانے کا انتظام دوسری باولیوں سے کیا جاتا رہا جب کبھی خشک سالی کی وجہ سے باولیوں میں پانی کی کمی محسوس کی جاتی۔ زمزم کی تلاش کا خیال آتا لیکن بتوں کی بے حرمتی کھدائی کے آڑے آتی اور یہ کام معلق ہی رہ جاتا۔

جب سقایہ کی خدمت عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قُصَیٰ کے حوالے ہوئی تو عبدالمطلب نے چاہ زمزم ڈھونڈ نکالنے کا قطعی ارادہ کر لیا۔ لیکن قریش کی جانب سے اس کی سخت مخالفت کی گئی۔ بیت اللہ میں قدم قدم پر بت کھڑے تھے۔ اساف اور نائیلہ کی قربان گاہیں بڑی متبرک سمجھی جاتی تھیں زمزم کی مخصوص جگہ مشتبہ ہو چکی تھی اور چاروں طرف اندھا دھند کھدائی قریش کو گوارا نہ تھی۔

لیکن عبدالمطلب اپنے ارادے میں اٹل نظر آتے تھے۔ اُن کے دل میں تڑپ پیدا ہوئی۔ کاش! میرے بہت سے بیٹے ہوتے جو قریش کے مقابلہ میں میری مدد کر سکتے تو میں بتوں کی پروا کئے بغیر چاہ زمزم کی تلاش میں چاروں طرف کھدائی شروع کر دیتا۔ لیکن اس وقت تو اُن کا صرف ایک ہی بیٹا تھا۔

Marfat.com

حارث۔ انہوں نے نذر مانی کہ اگر ان کے بہت سے بیٹے ہوں گے اور وہ سب سن بلوغ کو پہنچکر قریش کے مقابلہ میں اُن کی حفاظت کرنے کے قابل ہو جائیں گے تو وہ ایک بیٹے کو کعبۃ اللہ کے پاس اللہ کی خوشنودی کے لئے ذبح کر دیں گے۔

چاہ زمزم کی تلاش تو اسی ایک بیٹے کی مدد اور حُسن اتفاق سے کامیاب ہو گئی لیکن کئی سال گزرنے کے بعد جب عبدالمطلب کے متعدد بیٹے جوان ہوئے تو انہیں اپنی نذر کا خیال آیا۔ وہ سب بیٹوں کو لے کر کعبۃ اللہ میں ہبل بت کے پاس آئے اور تیروں سے قرعہ اندازی کرنے والے پجاری کو سب بیٹوں کے نام کے تیر دیکر کہا کہ قربان ہونے والے بیٹے کے نام کا قرعہ نکالے۔

قرعہ عبداللہ کے نام نکلا جو انہیں سب سے زیادہ عزیز تھے۔

عہد اور محبت میں کش مکش ہونے لگی۔ عقل حیلے تلاش کرنے لگی رواج کے مطابق فدیہ کے دس اونٹوں اور عبداللہ کے درمیان دوبارہ قرعہ ڈالا گیا لیکن پھر بھی قرعہ عبداللہ ہی کے نام نکلا۔

مکرر سہ کرر بیس پھر تیس اور پھر چالیس اونٹوں کے مقابلہ پر بھی ہر بار قرعہ عبداللہ کے نام ہی نکلتا چلا گیا۔ یہاں تک کہ جب نوبت سو اونٹ تک پہنچی تو عبداللہ کی بجائے سو اونٹوں کے نام قرعہ نکلا۔ عبدالمطلب کی جان میں جان آئی۔ انہوں نے سو اونٹوں کی قربانی دے کر اپنی نذر پوری کی اور بیٹے کو گھر لے آئے۔

وہ عبداللہ کی زندگی سے اس قدر خائف ہو گئے تھے کہ فوراً ہی آمنہ بنت وہب بن عبد مناف سے اُن کی شادی کر دی۔ اُس وقت عبداللہ کی عمر کوئی بیس سال ہو گی عبداللہ شادی کے بعد زیادہ عرصہ زندہ نہ رہے۔ ملکِ شام کی طرف ایک تجارتی قافلہ کے ساتھ گئے۔ واپسی میں یثرب کے مقام پر بیمار پڑے اور وہیں

Marfat.com

فوت ہو گئے۔ شاید رب کعبہ کو عبداللہ کی قربانی ہی مطلوب تھی۔ شاید اُن کی تخلیق کا مقصد صرف یہی تھا کہ حامل نبوت کی امانت آمنہ کے حوالہ کر کے وہ محبوب حقیقی سے جا ملیں۔ رسول پاک کی پیدائش سے دو ماہ قبل ہی اُن کا انتقال ہو گیا۔

عبداللہ صاحب ثروت نہ تھے۔ بیس بائیس سالہ نوجوان نے ابھی دُنیا دیکھی ہی کیا تھی جو کچھ کما پاتے انہوں نے ترکہ میں چند اُونٹ بکریاں اور ایک خادمہ لڑکی برکہ چھوڑی تھی۔ آمنہ کے لال کی پیدائش کے وقت کل کائنات یہی تھی۔

جزیرہ نمائے عرب کا بیشتر حصہ بنجر ریگستان ہے آب و ہوا گرم ہے بارش بہت کم ہوتی ہے۔ زمین پتھریلی ہے اور اکثر گرم لو چلتی ہے۔ پانی سے محروم ایسے لق و دق صحرا میں کہیں بارش ہو گئی۔ تو سبزہ نظر آنے لگتا ہے۔ جھاڑیاں اُگ آتی ہیں۔ اونٹ بھیڑ اور بکریوں کی پرورش ہونے لگتی ہے۔ اور بادیہ نشیں بدوؤں کے لئے ذریعہ معاش پیدا ہو جاتا ہے۔ جہاں کہیں کوئی چشمہ نکل آیا تو کھجوروں کے درخت اُگ آتے ہیں تھوڑی بہت کھیتی باڑی بھی ہونے لگتی ہے۔ انگور، انار اور دوسرے پھل بھی خال خال نظر آنے لگتے ہیں لیکن زراعت اور باغبانی برائے نام ہی ہے۔ عوام کا پیشہ جنگلی درختوں اور جھاڑیوں کے بھروسہ پر بھیڑ بکریاں اور اونٹ پالنا ہی ہے آج سے چودہ سو سال پہلے بھی یہی حال تھا اونٹ اور بکری کا دودھ، گوشت، کھجور اور جَو کے ستو عام غذا تھی۔ ساحل کے کنارے مچھلی بھی مل جاتی تھی۔ مرفہ الحال لوگ تجارت پیشہ تھے جو سال میں دو مرتبہ یمن اور شام کا چکر لگاتے۔ مقامی پیداوار اونٹ بکریاں اون پنیر، کھالیں کھجور جنگلی جڑی بوٹیاں وغیرہ باہر لے جاتے اور غلہ کپڑا اور دیگر اشیاء

Marfat.com

ضرورت در آمد کیا کرتے۔

ذرایع معیشت کی کیابی اور خانہ بدوش زندگی کی وجہ سے غربت عام تھی۔ اہل ہمت نے رہزنی کو بطور پیشہ اختیار کر رکھا تھا۔ قتل و غارت گری بہادری کی علامت سمجھی جاتی تھی۔ اور مختلف قبیلے انہی کارگزاریوں پر فخریہ قصیدے پڑھا کرتے تھے۔ اکا دکا راہ روؤں کو لوٹنا کوئی عیب کی بات نہ تھی۔ اس لئے لوگ بڑے بڑے قافلوں میں سفر کرتے اور مسلح رہتے تھے۔ اہل قبیلہ اپنے مقتول کا بدلہ لینا ضروری سمجھتے تھے اس لئے فتنہ و فساد کی ایک چنگاری جنگ و جدل کی ایک مسلسل لڑی کو جنم دیتی جس میں مختلف قبیلے ایک دوسرے کے حلیف بن کر لڑا کرتے۔ آزاد قبائل کی سی زندگی تھی۔ کوئی نظم تھا نہ کوئی حکومت۔ جنگل کے قانون کی حکمرانی تھی۔

ان حالات میں ہر قبیلہ اور ہر شخص کو اپنی قوت بازو پر ہی زندہ رہنا ہوتا تھا اس لئے صحت و جوانمردی کی قدر ہر شخص جانتا تھا۔ صاحب اولاد ہونا اور کئی بہادر بیٹوں کا باپ ہونا بہت بڑی نعمت اور دولت تھی۔ نیزہ بازی تیر اندازی اور شہ سواری میں عام مقابلے ہوتے تھے۔ اور میلوں جھیلوں میں ان کے دلچسپ مظاہرے ہوا کرتے تھے۔ جرأت اور شجاعت کو بڑی عزت کی نظر سے دیکھا جاتا تھا۔

شراب نوشی عام تھی۔ کھجور کے درختوں سے رس نکال کر اس میں خمیر پیدا کیا جاتا اور اس سے شراب بنائی جاتی تھی۔ عیش و نشاط کے لئے بازاری عورتوں کی کمی نہ تھی۔ زناکاری کوئی سنگین گناہ نہ تھا۔ زرخرید لونڈیوں کو ہر طرح استعمال کرنے کا حق تھا۔ دوست احباب کی ان سے تواضع کرنا مہمان نوازی سمجھی جاتی تھی اور لونڈیوں کو عوام کے سامنے پیش کر کے انہیں ذریعہ آمدنی بنانے میں بھی کوئی عیب

Marfat.com

نہ تھا۔ قمار بازی کا رواج بھی عام تھا۔

لوگوں کے بڑے اجتماع یا تو مذہبی تہواروں پر ہوتے یا خرید و فروخت کے بازاروں پر جو وقتاً فوقتاً مختلف مقامات پر میلوں کی شکل میں لگا کرتے تھے۔ سوق عکاظ اپنے میلوں ہی کی وجہ سے مشہور تھا۔ اہل عرب کو اپنی زبان دانی پر اس قدر ناز تھا کہ وہ غیر عرب کو عجمی یعنی گونگا سمجھتے تھے۔ شعر و شاعری ان کی گھٹی میں پڑی تھی وہ اپنی محبت اور شجاعت کی داستانیں بڑے مزے لے کر بیان کیا کرتے تھے اپنی محبوبہ کے حسن و جمال کا بیان، اپنے ہجر و فراق کی داستان، اپنے قبیلہ کی بہادری سخاوت اور دریا دلی کے قصے ایک دوسرے کے مقابلہ میں فخریہ سناتے اور ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کرتے۔ اہل ثروت ہم چشموں کی ضیافتوں میں بے دریغ خرچ کرتے اور اسے اپنی سخاوت کی علامت سمجھتے تھے۔ لیکن یہ مرفہ الحال لوگوں ہی کے کام تھے۔ اور مرفہ الحالی عام نہ تھی۔ قصبوں اور شہروں میں ایسے لوگ انگلیوں پر گنے جا سکتے تھے۔ اور قصبے اور شہر تھے ہی کتنے!

عوام کی اکثریت جنگل میں بدوی زندگی گزار رہی تھی جو جنگلی جانوروں کا شکار کرتے، بھون کر کھا جاتے اور پھٹے کمبل کے تنبو میں پڑ کر لیٹ رہتے کبھی کوئی غافل مسافر مل جاتا تو اُسے لوٹ کر عیش کرتے۔ دیہات اور بستیاں خال خال ہی تھیں۔ جہاں تھیں بھی تو تمدن کے لوازمات سے معرّیٰ۔ کچے مکان، کھجور کے پتوں کی چھتوں والے گھر، رات کو روشنی کے لئے اکثر چراغ ندارد۔ اُن کی زبان میں چراغ کے لئے کوئی لفظ ہی موجود نہ تھا جب چراغ سے تعارف ہوا تو اُسے ہی معرّب کر کے سراج بنالیا۔

کپڑے کا استعمال تو عام تھا۔ لیکن کپڑا یمن یا شام سے ہی آتا تھا۔ کہیں کہیں لوگوں نے بافندگی کا پیشہ بھی اختیار کر رکھا تھا۔ سوت اور ریشم درآمد کر کے کھڈیوں پر

Marfat.com

کپڑا بن لیتے تھے۔ موچی کا پیشہ بھی تھا کھالوں کی نیم پختہ دباغت کر کے مشکیزے اور موزے بنائے جاتے تھے۔ لوہا اگرچہ نہیں تھا لیکن ضرورۃً بھالے نیزے تیروں کے پھل تلواریں اور زرہیں درآمد کی جاتی تھیں اور مقامی لوہار ان کی مرمت کر لیا کرتے تھے۔

لکڑی کا تعمیری استعمال بہت ہی کم تھا۔ کیوں کہ تعمیری لکڑی کا وجود ہی نہ تھا اس لئے کسی کاریگر بڑھئی کا ملنا بھی مشکل تھا۔ خانہ کعبہ جو پورے عرب کا مرجع اور محبوب ترین مقام تھا اس کی حیثیت ایک بے چھت کی سنگ بستہ کچی چار دیواری سے زیادہ نہ تھی اسی سے دوسرے مکانات کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ حسن اتفاق سے جب ایک رومی تاجر کی تباہ شدہ سمندری کشتی کے تختے جدہ سے مل گئے اور ایک قبطی بڑھئی کی خدمات بھی میسر آئیں تو خانہ کعبہ کی تعمیر نو کر کے اس پر چھت ڈالی گئی۔

لوگوں کا معزز ترین پیشہ تجارت ہی تھا۔ اور مرفہ الحال لوگ اسی طبقہ سے تعلق رکھتے تھے۔ مقامی پیداوار میں نجی دکانداری سے قطع نظر درآمد و برآمد کی تجارت میں منافع کی بڑی گنجائش تھی۔ کیوں کہ قیمتوں کے تعین پر انہیں کافی اقتدار تھا۔ اس لئے ایسے تاجر کافی مالدار ہو گئے تھے۔ پھر مالی لین دین پر سود در سود وصول کرنے کا رواج عام تھا عرب بنیا اس معاملہ میں ہندو بنئے سے کم نہ تھا اس طرح سرمایہ دار تاجروں کی دولت تیزی سے بڑھتی تھی۔ اور وہ سامان تعیش غلام اور لونڈیاں خرید کر آپس میں دولت و ثروت کی نمائش کے مقابلے کیا کرتے۔ تعریف و ستائش کی خاطر داد و دہش بھی کرتے اور حاجت مندوں اور غریبوں کی دستگیری بھی کیا کرتے تھے۔

اہل عرب میں کوئی نظام حکومت نہ تھا کوئی مربوط سوسائٹی نہ تھی۔ ہر کنبہ اپنے

Marfat.com

بزرگ خاندان کے زیرِ حکم تھا۔ جہاں کہیں بستیاں آباد تھیں وہاں مختلف قبیلے آپس میں وقتاً فوقتاً ٹکرا جاتے تو امن برقرار رکھنے کا کوئی ذریعہ نہ تھا۔ پورے جزیرہ نمائے عرب کی یہی حالت تھی بڑی بستیوں میں مختلف قبائل کے سردار حلیف گروہ بنا کر فتنہ و فساد دبانے کی کوشش کیا کرتے لیکن حاکم و محکوم کوئی نہ تھا۔ منظم حکومت کا تصور نظم و ضبط کے تخیل کی پیداوار ہے اور نظم و ضبط اہلِ عرب میں مفقود تھا۔

عرب کے اطراف و اکناف میں متمدن اور صاحبِ اقتدار حکومتیں قائم تھیں۔ شمال کی طرف شام میں رومیوں کا اقتدار تھا۔ جنوب میں یمنی حبشی حکومت قائم تھی مغرب میں بحیرہ قلزم کے پار نجاشی کی حکومت تھی۔ اور مشرق میں کسریٰ ایران کی حکومت عراق تک پھیلی ہوئی تھی۔ بڑے بڑے عرب تاجران علاقوں کے تجارتی دورے کیا کرتے تھے اور ان کی تہذیب و تمدن اور طرزِ حکومت سے بھی ناواقف نہ تھے۔ کئی لوگوں نے لکھنا پڑھنا بھی سیکھ رکھا تھا۔ لیکن عالمِ عرب، متمدن دنیا سے کوسوں دور تھے۔ متمدن دنیا کی ہمسایہ حکومتیں بنجر اور ریگستانی جزیرہ نمائے عرب کو اس قابل ہی نہ سمجھتی تھیں کہ اپنا دائرہ اقتدار وہاں تک وسیع کریں۔ اسی لئے یہ علاقہ صدیوں غیر کے تسلط سے محفوظ اپنی جہالت کی آزادیوں میں مست اور قبائلی خانہ جنگی میں مصروف رہا۔

حکومتی تصور کے فقدان کے باوجود اہلِ عرب میں ایک قسم کی مرکزیت موجود تھی۔ اہلِ عرب کی غالب اکثریت دینِ ابراہیم کی اس بگڑی ہوئی شکل پر قائم تھی۔ جس کا مرکز مکہ میں بیت اللہ تھا۔ اگرچہ یہودی بھی شام اور اردن سے آکر یثرب خیبر اور کئی دوسرے مقامات پر آباد ہو گئے تھے اور عیسائی مبلغین نے بھی نجران اور کئی دوسرے مقامات پر مشن قائم کر رکھے تھے اور کئی لوگ دینِ مسیحی اختیار

Marfat.com

بھی کر چکے تھے لیکن ان دونوں مذاہب کے پیروؤں کی تعداد نسبتاً ناقابل ذکر تھی۔ عرب کی غالب اکثریت بت پرست تھی اور خانہ کعبہ کی معتقد۔ خانہ کعبہ کا حج اور طواف اُن کے عقاید کا اہم جزو تھا۔ اسی لئے وہ اہل مکہ اور خصوصاً اہل قریش اور متولیان کعبہ کا بے حد احترام کرتے تھے اگرچہ یہ احترام کسی تنظیم کا باعث نہ بن سکا تھا۔

دین ابراہیم کی ابتدا تو خالص توحید سے ہوئی تھی لیکن بنو جرہم نے جب مکہ میں اقتدار حاصل کیا تو نئی نئی بدعتیں راہ پانے لگیں۔ بت پرستی کو عروج حاصل ہوا۔ خانہ کعبہ میں سینکڑوں بت نصب کئے گئے ہر قبیلہ اور ہر بستی میں ایک نہ ایک بت مقبول ہوا اور گھر گھر مورتی پوجا ہونے لگی۔ اصنام پرستی شروع ہوئی تو فرضی دیوی دیوتاؤں کی حد تک ہی محدود نہ رہی۔ ہوائے نفس کی دلفریبیوں نے مزید گل کھلائے اور بنو جرہم کی شہوت پرستی کو وہ رفعت نصیب ہوئی کہ خانہ کعبہ کے زانی بھی دیوتا بنا دیئے گئے۔ بنو جرہم میں نائیلہ بنت ویک ایک حسین عورت گزری ہے وہ نیم عریاں لباس میں نمائش حسن کے ساتھ جب کعبہ کا طواف کرتی تو ایک ہجوم مستانہ وار اس کے پیچھے طواف کرنے لگ جاتا تھا۔ بنو جرہم کے اکابر گھرانوں میں سے ایک نوجوان سردار اساف بن بغی بھی نائیلہ کے شیدائیوں میں سے تھا۔ ایک دن نائیلہ حسب معمول طواف کر رہی تھی اساف اس کے پیچھے ایسا بیخود ہوا کہ وہیں اس پر دست درازی کر کے مخالطت کرنے لگ گیا۔ شراب وکباب میں بدمست بنو جرہم حرم کعبہ کی اس انتہائی بے حرمتی پر احتجاج کرنے کی بجائے اساف و نائیلہ کے حسن و عشق کی داستان فخریہ بیان کرنے لگے انہیں عشق و محبت کا مظہر قرار دیا گیا۔ ان کے مجسمے بنا کر چاہ زمزم کے کنارے نصب کئے گئے اور ان کی پوجا ہونے لگی۔ مذہب ایک لغویت بن کر رہ گیا لیکن تمام

Marfat.com

لغویت کے باوجود اہل عرب اور بنو اسمٰعیل کے لئے خانہ کعبہ ایک مرکزیت کا باعث بنا رہا۔

جزیرہ نمائے عرب کے مختلف حصوں میں بنو اسمٰعیل کے علاوہ بنو قحطان آباد تھے جو یمن کے علاقہ سے آئے تھے ان کی تین شاخیں قضاعہ، کہلان اور ازد مشہور تھیں۔ قضاعہ کی شاخ میں بنو تغلب بنو جہنہ بنو عذرہ وغیرہ کہلان کی شاخ میں خثعم، ہمدان، لخم وغیرہ اور ازد کی شاخ میں اوس، خزرج اور دوس وغیرہ مشہور ہیں۔

حضرت اسمٰعیل کے بارہ بیٹوں سے ان گنت قبیلے پھیلے۔ ان سے چالیسویں پشت پر عدنان پیدا ہوئے۔ آل عدنان کی مشہور شاخیں بنو تمیم قیس عیلان، بنو فزارہ۔ بنو ہوازن، بنو غطفان، بنو خزاعہ۔ بنو کنانہ۔ بنو مصطلق اور بنو فہر مشہور ہیں۔

بنو خزاعہ کئی وجہ سے مشہور ہیں۔ بت پرستی کا بانی عمرو بن لحی اسی خاندان کا بانی تھا بنو جرہم کے ہم پلہ یہی لوگ تھے۔ اور بالآخر بنو خزاعہ نے ہی بنو جرہم سے اقتدار تولیتِ کعبہ چھین کر انہیں مکہ سے بھگا دیا تھا۔ پھر پشت ہا پشت تک یہ قبیلہ مکہ میں برسرِ اقتدار رہا یہاں تک کہ بنو فہر (قریش) کے ایک فرزند قصیٰ بن کلاب نے اس قبیلہ میں شادی کر کے تولیتِ کعبہ کے اقتدار پر قبضہ حاصل کیا۔ اور پہلی مرتبہ تولیتِ کعبہ اہلِ قریش میں منتقل ہوئی۔

بنو فہر ہی قریش کہلاتے ہیں۔ ان میں بنو محارب، بنی عوف، بنو حرث، بنو عدی، بنو سہم، بنو جمح، بنو تیم، بنو مخزوم، بنی زہرہ، بنو ہاشم، بنو امیہ، بنی عبدالعزیٰ اور بنی عبدالدار مشہور رہیں ان تمام خاندانوں میں کوئی نہ کوئی نامور گزرا ہے۔

Marfat.com

قصیٰ بن کلاب نے جب تولیت کعبہ سنبھالی تو بڑا استحکام حاصل کیا۔ بیت اللہ کے سامنے مشاورت کے لئے اس نے ایک مکان بنوایا جسے دارالندوۃ کہا گیا۔ یہاں اکابرین قریش کے مشورہ سے تمام اہم امور طے پاتے تھے۔ قصیٰ نے بیت اللہ کے تمام کاموں کے مختلف شعبے بنائے۔ مثلاً حاجیوں کو پانی پلانے کا شعبہ سقایہ، حاجیوں کو کھانا کھلانے کا شعبہ رفادہ، دربانی کعبہ کا شعبہ حجابہ، اور جنگ کے موقعہ پر مختلف قبیلوں کو پرچم تقسیم کرنے کا شعبہ لواء کہلائے۔ قصیٰ نے مرتے وقت تمام اقتدار بڑے بیٹے عبدالدار کے سپرد کیا لیکن عبد مناف اپنے بھائی عبدالدار سے زیادہ قابل تھا اس نے باقی دو بھائیوں عبدالعزیٰ اور عبد کو ساتھ ملا کر بنو عبدالدار سے جھگڑا کیا۔ بالآخر یہ طے پایا کہ دارالندوہ، حجابہ اور لواء کے عہدے بنو عبدالدار کے پاس رہیں اور سقایہ و رفادہ عبد مناف کو ملیں۔

عبد مناف کے چار بیٹے تھے۔ عبدالشمس، ہاشم، المطلب اور نوفل۔ بڑا بیٹا عبدالشمس سیاح تھا اور اکثر مکّہ سے باہر رہتا تھا۔ سقایہ اور رفادہ کے عہدے عبد مناف کے بعد ہاشم نے سنبھالے اور ہاشم کے بعد المطلب نے۔ المطلب کے انتقال پر ہاشم کے بیٹے عبدالمطلب نے ان دونوں عہدوں کو اپنے ہاتھ میں لیا۔

جب عبد مناف کے انتقال پر ہاشم نے سقایہ اور رفادہ کا عہدہ سنبھالا تو عبدالشمس کی اولاد نے چچا کے اقتدار کو تسلیم نہ کیا کیوں کہ امیہ بن عبدالشمس خود صاحب ثروت و اقتدار تھا۔ یہاں سے بنو امیہ اور بنو ہاشم میں رقابت کی ابتداء ہوئی۔ دونوں خاندانوں میں کوئی خاص دشمنی اور بیر نہ تھا۔ شادی بیاہ لین دین کے رشتے ناطے برقرار تھے بلکہ ان میں اضافہ ہی ہوتا رہتا تھا۔ لیکن ایک کو دوسرے کی برتری گوارا نہ تھی۔ یہ جذبہ بنو ہاشم اور بنو امیہ تک ہی محدود

Marfat.com

نہ تھا۔ عرب کے ہر قبیلہ میں یہ وبا عام تھی ۔ شعوب و قبائل کا تفاخر اور اس کے مظاہروں پر بے دریغ دولت خرچ کرنا عربوں کی گھٹی میں پڑا تھا۔ صاحب ثروت خاندان دوسرے صاحب ثروت خاندانوں میں شادی بیاہ کے رشتوں کے خواہاں بھی رہتے تھے اور اپنی خودستائی اور خودنمائی میں کسی کی برابری کو ناگوار بھی سمجھتے تھے۔

عبدالمطلب نے بنو مخزوم میں عمرو بن عایذ کی بیٹی فاطمہ سے شادی کی تھی جن سے زبیر، ابوطالب اور عبداللہ کے علاوہ کئی لڑکیاں ہوئیں۔ بنو خزاعہ کے ایک بڑے گھرانے سے عبدالمطلب لُبنیٰ بنت ہاجر بیاہ لائے تھے جس کے بطن سے سُرخ گالوں والا حسین و جمیل بچہ ابولہب پیدا ہوا جس کی پرورش ماں نے بڑی ناز و نعمت سے کی تھی اسی طرح ایک اور امیر گھرانے سے نتیلہ بنت خباب عبدالمطلب کی زوجیت میں آئیں کہتے ہیں یہ اس قدر دولت مند تھیں کہ انہوں نے بیت الحرام کو ریشم کا غلاف چڑھایا تھا۔ ان کے بطن سے عباسؓ پیدا ہوئے ایک شادی عبدالمطلب نے بنو زہرہ کی لڑکی ہالہ بنت اہیب سے اس وقت کی جب اپنے بیٹے عبداللہ کے لئے آمنہ بنت وہب کو دلہن بنا کر لائے ۔ آمنہ اور ہالہ آپس میں چچازاد بہنیں تھیں۔ ہالہ سے حمزہؓ پیدا ہوئے۔

الغرض با اثر اور دولتمند گھرانوں سے ازدواجی تعلقات پیدا کر کے عبدالمطلب نے اپنے لئے قریش میں امتیازی مقام پیدا کر لیا تھا۔ سقایہ اور رفادہ کے اعزاز ان کے تفویض تھے۔ ان کے بیٹے سال میں دو مرتبہ تجارتی قافلے یمن اور شام کو لیجایا کرتے۔ ایسے ہی ایک قافلہ کے ساتھ عبداللہ تجارت کے لئے شام گئے تو واپس آتے ہوئے یثرب میں بیمار پڑ گئے۔ عبدالمطلب نے بڑے بیٹے حارثؓ کو خبر لانے

Marfat.com

کے لئے بھیجا مگر عبداللہ کا انتقال ہو چکا تھا اور انہیں یثرب میں ہی دفن کر دیا گیا تھا۔

Marfat.com

باب سوم

یتیم کی پرورش

حساب دانوں نے حضورؐ کی تاریخ پیدائش ۹ ربیع الاول روز دوشنبہ مطابق ۲۲ر اپریل ۵۷۱ء متعین کی ہے۔ وہ سال اہلِ عرب میں عام الفیل کے نام سے مشہور ہوا تھا کیوں کہ یمن کے عیسائی حاکم ابرہہ اشرم نے اہل حبشہ کی مدد سے مکہ پر چڑھائی کی تھی۔ اور بیت اللہ کو مسمار کرنے کے لئے ہاتھی لے آیا تھا۔

شام حبشہ اور یمن میں عیسوی مذہب کا اقتدار تھا اور اہل عرب میں بت پرستی رائج تھی۔ یمن کے عیسائی حاکم نے یہ خیال کیا کہ اگر مکہ کا بیت اللہ مسمار کر دیا جائے تو اہل عرب کے دلوں سے کعبہ کی عظمت اٹھ جائیگی۔ اور وہ اس صنم خانہ سے پھر کر عیسوی مذہب آسانی سے اختیار کر لیں گے۔ وہ اس ارادہ سے اہل حبشہ کی مدد لے کر ساٹھ ہزار کی فوج کے ساتھ میمتھ نسل کے افریقی ہاتھیوں پر سوار ہو کر یمن سے مکہ کے لئے روانہ ہوا۔ یہ خبر اہل عرب میں آگ کی طرح پھیل گئی

Marfat.com

مکہ نہ تو کوئی سیاسی مرکز تھا نہ ہی فوجی چھاؤنی صرف مذہبی مرکز ہونیکی وجہ سے عربوں میں محبوب و مقبول تھا۔ اہل عرب کی کوئی سیاسی تنظیم نہ تھی۔ لیکن مذہبی عصبیت کی وجہ سے ہر قبیلہ جو ابرہہ کے راستہ میں آیا۔ اُس سے مزاحم ہوا۔ ساٹھ ہزار کی منظم فوج کا فرداً فرداً عربی قبائل سے تصادم اگرچہ یمنی فوج کو شکست دینے کا باعث نہ بن سکتا تھا۔ بریں ہم اُسے کافی نقصان پہنچانے کا باعث بن گیا۔ جب ابرہہ کی فوج مکہ کے قریب اتری تو اہل مکہ کو مقابلہ کی ہمت نہ تھی۔ اکثر شہر چھوڑ کر غاروں میں جا چھپے۔

ابرہہ کا مقصد اہل مکہ سے جنگ کر کے انہیں تہ تیغ کرنا نہ تھا وہ صرف یہ چاہتا تھا کہ اہل مکہ مزاحم نہ ہوں اور وہ خون بہائے بغیر خانہ کعبہ پر ہاتھی دوڑا دے۔ ابرہہ کے فوجیوں نے مکہ کے باہر پڑاؤ ڈالا اور وہ اہل مکہ کے اونٹ اور بکریاں کثیر تعداد میں پکڑ لے گئے۔ ان میں عبدالمطلب کے دو سو اونٹ بھی تھے۔ عبدالمطلب اپنے اونٹوں کا تقاضہ کرنے کے لئے ابرہہ کے پاس گئے۔ تو ابرہہ نے کہا۔

"تعجب ہے میں تمہارا کعبہ ڈھانے آیا ہوں۔ تمہیں اس کی تو کچھ فکر نہیں صرف اپنے اونٹوں کی ہی فکر ہے؟"

عبدالمطلب نے جواب دیا۔

"میں فقط اونٹوں کا مالک ہوں۔ مجھے اونٹوں ہی کی فکر ہے اس گھر کا بھی ایک مالک ہے۔ وہ خود اس کی فکر کریگا۔"

ابرہہ اُن کی بے بسی پر دل ہی دل میں مسکراتا پڑاؤ ڈالے اپنی شوکت و دبدبہ کا مظاہرہ کر رہا تھا کہ اچانک وادی مکہ میں بادلوں کی طرح ہزاروں پرندوں کے جھنڈ نمودار ہوئے۔ جو اپنی چونچوں اور پنجوں میں سنگریزے اٹھائے ہوئے

Marfat.com

تھے۔ وہ آتے ہی ہاتھیوں پر منڈلانے اور سنگ باری کرنے لگ گئے۔

پرندوں کی عام عادت ہے کہ کسی غیر مانوس عجیب الخلقت چیز کو دیکھ اسے اپنا دشمن سمجھنے اس پر منڈلانے اور حملہ کرنے لگ جاتے ہیں۔ وادیٔ مکہ کے پرندوں کے لئے وادی میں دیو پیکر سیاہ فام ہاتھیوں کا پہلی مرتبہ نظر آنا بالکل نئی بات تھی۔ عجب نہیں کہ وہ ان چلتی پھرتی پہاڑیوں کو دیکھ کر گھبرا گئے ہوں۔ اور مدافعت پر اتر آئے ہوں۔ اور وادی میں مداخلت بے جا کرنے والے ہاتھیوں کو بھگانے کے لئے کنکریوں سے ان پر حملہ آور ہو گئے ہوں۔ وجہ کچھ بھی ہو۔ بہرحال پرندوں کے جھنڈ کے جھنڈ سنگریزے اٹھائے آتے اور گولیاں برسا کر سنگریزوں سے مسلح ہونے کے لئے لوٹ جاتے یہ سلسلہ اتنی دیر جاری رہا کہ بے شمار لوگ زخمی ہو گئے ہاتھی پریشان ہو کر پیچھے پلٹے اور پورس کے ہاتھیوں کی طرح اپنی ہی فوج کو روندتے چلے گئے۔ زخمیوں کی آہ و فغاں سے مکہ کی وادی گونجنے لگی۔ جو بچ نکلے وہ زخمیوں کو چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ بے بس زخمیوں کا کوئی پرسان حال نہ تھا ان کے زخم سڑنے لگے۔ بیماری پھیل گئی اور وہ تباہ ہو گئے۔

کہتے ہیں کہ مکہ میں اصحاب فیل کی لاشوں کی وجہ سے پہلی مرتبہ چیچک کی وبا پھیلی تھی۔ اہل عرب اور اہل مکہ کے لئے یہ واقعہ بڑا اہم تھا یہ سال عام الفیل کے نام سے مشہور ہوا۔

صاحب کعبہ نے عبدالمطلب کی بات کی لاج رکھ لی۔ اس نے اپنے گھر کی خود ہی اپنے بے شمار وسیلوں میں سے ایک وسیلہ سے حفاظت کی۔ خانہ کعبہ کی عظمت کو چار چاند لگ گئے۔ اصحاب فیل کے حملہ کے صرف دو ماہ بعد رسول پاک کی پیدائش ہوئی۔ متولیان کعبہ میں ایک نئے متولی کا اضافہ ہوا۔

Marfat.com

ایسے متولی کا جس نے جوان ہو کر بیت اللہ کو بتوں کی آلائش سے پاک کر کے اُسے عرشِ معلی تک سربلند کرنا تھا۔

حضورؐ نے جس بے سروسامانی میں آنکھ کھولی اور جس ماحول میں تربیت پائی قرآن کریم کی آیت۔ اَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيمًا فَآوَىٰ اس پر شاہد ہے۔ پیدائش سے قبل ہی شفقتِ پدری سے محروم ہو جانا چھ سال کی صغرسنی میں بحالت مسافرت والدہ محترمہ کا فوت ہو جانا اور پھر آٹھ سال کی کم عمری میں شفیق دادا کا بھی انتقال کر جانا۔ لمحہ بہ لمحہ اس طرح دنیاوی آسروں کی جدائی نے ایک نوزائیدہ قلب پر کیا اثرات چھوڑے اور افتادِ طبع کو کس رُخ پر ڈھال گئے ان کا مطالعہ بصیرت افروز ہو گا۔

سینکڑوں یتیم بچے ماں باپ کے سایہ سے محرومی کی بنا پر ناممکل تربیت پاتے ہیں اور ہزاروں ماں باپ کے بے جالاڈ پیار سے ہی خراب ہو جاتے ہیں۔ احسن تربیت کے لئے ماں باپ کا وجود اس قدر اہم نہیں جس قدر خود بچہ کی فطری ذکاوت وسعادت۔ خارجی ماحول اپنے اثرات ڈالے بغیر نہیں رہ سکتے لیکن یہ اثرات کیا رنگ پکڑتے ہیں۔ اور ماحول کی کونسی تعبیر قبول کرتے ہیں اس کا دارومدار بڑی حد تک بچہ کی جبلی فطرت پر ہے۔ یا اہل اللہ کی زبان میں اس ایزدی رہبری پر جو انسانی فطرت کو لمحہ بہ لمحہ قدرت سے حاصل ہوتی رہتی ہے اَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيمًا فَآوَىٰ میں مادی پشت پناہی سے قطع نظر تربیت کی اس رہبری کی طرف بھی اشارہ فرمایا گیا ہے جو خدائے قدوس نے اس دُرِّ یتیم کے متعلق خود اپنی ذاتِ خاص سے وابستہ فرمائی اور جس کا لازمی نتیجہ یہ ہونا تھا کہ ماحول سازگار رہے یا ناسازگار، تاثر ہمیشہ صحت مندانہ ہی قبول کیا جائے۔

حضورؐ جب پیدا ہوئے تو تین دن تک والدہ محترمہ نے دودھ پلایا پھر

Marfat.com

نوجوان چچا ابولہب نے اپنی لونڈی ثویبہ دودھ پلانے کے لئے بھیجدی ثویبہ کئی مہینے دودھ پلاتی رہی دو سال قبل اسی ثویبہ نے حضور اکرمؐ کے ننھے چچا حمزہ کو بھی دودھ پلایا تھا۔

عرب میں عام رواج تھا کہ جنگل کی کھلی فضا میں پرورش پانے کیلئے کمسن بچوں کو لوگ دیہاتوں میں بھیج دیا کرتے تھے دیہات کی عورتیں سال میں دوچار مرتبہ آتیں اور شیرخوار بچوں کو پرورش کے لئے لے جاتیں اس کے صلہ میں دولتمند گھرانوں سے کافی انعام واکرام ملا کرتے تھے۔حضورؐ کی پیدائش کے چند ماہ بعد بنو ہوازن کے قبیلہ کی چند عورتیں مکہ آئیں اور کئی بچے لے کر خوش خوش واپس ہوئیں انہی میں ایک حلیمہ سعدیہ تھیں جنہیں کوئی لڑکا نہ ملا تھا۔عبدالمطلب کے گھر میں کئی عورتیں آئی تھیں۔لیکن بچے کو یتیم دیکھ کر واپس چلی گئی تھیں۔حلیمہ سعدیہ کو جب معلوم ہوا کہ بچہ یتیم ہے تو سوچ میں پڑگئیں۔یتیم بچہ کی سوگوار ماں سے کس صلہ کی توقع کی جاسکتی تھی۔یتیم کو کون پوچھتا تھا۔مایوس واپس لوٹنے لگیں پھر خیال آیا۔خالی ہاتھ جانے سے تو چکر ضائع ہی جائیگا نہ معلوم پھر کتنے مہینوں کے بعد آنا ہو یتیم ہی سہی۔کچھ نہ ہونے سے یتیم ہی بہتر ہے۔یہ سوچ کر حلیمہ سعدیہ دُرِ یتیم کو لیکر روانہ ہوگئیں۔

•

حضورؐ نے ابتدائی عمر کے چار سال حلیمہ سعدیہ کی گود میں، اُن کے حناوند حارث کے کندھوں پر اور اُن کی بیٹی شیما کے ساتھ کھیل کود میں گزارے۔آپؐ حلیمہ کی بکریوں کے بچوں کے ساتھ کھیلتے اور بڑے ہو کر شیما کے ساتھ انہیں جنگل سے واپس لے آتے۔اہل عرب میں بنو ہوازن اور خصوصاً بنی سعد کی زبان فصاحت میں مشہور تھی۔آمنہ کے لال نے اسی فضا میں باتیں کرنا سیکھا تھا۔

رضاعت سے فارغ ہو کر حضورؐ گھر لوٹے تو کنیز برکہ لئے لئے پھرتی تھی آپ

Marfat.com

حضورؐ سے بیحد محبت تھی۔ والدہ محترمہ خاوند کی جدائی میں مغموم و سوگوار رہتی تھیں۔ آپؐ چھ سال کے ہوئے تو حضرت آمنہ نے خاوند کے مزار کی زیارت کے لئے یثرب جانے کا ارادہ کیا اور کمسن محمدؐ اور نوخیز برکہ کو ہمراہ لئے ایک قافلہ کے ساتھ یثرب روانہ ہوگئیں۔ نہ معلوم خاوند کی یاد میں چھ سال کا طویل عرصہ کیسے گزرا ہوگا۔ عبداللہ کی کشش ایسی شدید تھی کہ اس نے واپس ہونے ہی نہ دیا۔ ایک مہینہ تک یثرب میں مقیم رہیں اور جب دل پر پتھر رکھ کر واپس لوٹنے لگیں تو راستہ میں ابواء کے مقام پر اُن کا انتقال ہوگیا۔ غریب الدیار کمسن محمدؐ ایک مرتبہ پھر بے یار و مددگار رہ گئے۔ برکہ بیچاری خود ناتجربہ کار لڑکی تھی۔ اس نے بڑی ہمت کی جو غم زدہ معصومؐ کو سنبھالے واپس مکہ عبدالمطلب کے گھر آپہنچی۔

چھ سال کا بچہ کافی سوجھ بوجھ رکھتا ہے حضورؐ جب تک حلیمہ سعدیہ کی گود میں پرورش پاتے رہے اُنہیں اپنے گھر کے متعلق کوئی شعور ہی نہ تھا۔ جب واپس ماں کی گود میں لوٹے تو اسے نرم و گرم پایا لیکن پہلی مرتبہ محسوس کیا کہ دوسرے بچوں کے تو باپ بھی ہوا کرتے ہیں آپؐ کے باپ فوت ہوچکے ہیں۔ اُن سے دو سال بڑے حمزہؓ اسی گھر میں اُنہی کی خالہ ہالہ بنت اہیب اور عبدالمطلب کے منظور نظر تھے اور اسی گھر میں اُن سے تین سال بڑے عباسؓ تھے۔ جن کی دولت مند ماں نُتیلہ بڑے چاؤ کے ساتھ اپنے شہزادے کو لئے اپنے خاوند عبدالمطلب سے ان گنت فرمائشیں کیا کرتی تھیں۔ عبدالمطلب جہاں دیدہ بھی تھے اور رقیق القلب بھی۔ انہیں عبداللہؓ سے محبت تھی اور عبداللہ کی نشانی اُن کے دل میں عبداللہ سے کم عزیز نہ تھی۔ انہیں اپنے یتیم پوتے کا جسے ماں بھی کم سنی میں داغ مفارقت دے گئی تھیں بے حد خیال تھا۔ وہ موقع بے موقع معصوم محمدؐ کی دل دہی کیا کرتے تھے۔ لیکن آخر وہ مرد ہی تو تھے۔ اور مصروف مرد۔ اپنی تجارت، خانہ کعبہ کے امور، اہل

Marfat.com

قریش کے مسائل اور متعدد بیویوں اور کثیر اولاد کے جھمیلوں میں پھنسے ہوئے اُن کی توجہ ماں کی مامتا اور باپ کے پیار کا بدل تو نہ ہو سکتی تھی۔ عہد طفلی کی مونس و غمخوار جو حضورؐ کے معصوم دل کی رمز آشنا تھی' برکہ ہی تھی۔ وہی خادمہ بھی تھی اور ماں بھی۔ حضورؐ کو بھی برکہ سے محبت تھی۔ آپؐ اُسے امی بعد امی فرمایا کرتے (رضی اللہ عنہا)۔ اس ماحول میں کم سن محمدؐ کو اپنی یتیمی کا احساس ہوا ہی ہوگا جبھی تو خدا تعالیٰ نے چالیس سال بعد یاد دلایا — اَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيمًا فَاٰوٰى — کیا تمہیں یتیم پا کر ہم نے پناہ نہیں دی؟

نو عمر محمدؐ کے لئے دادا کا دم غنیمت تھا۔ لیکن پیرانہ سالی میں یہ ٹمٹماتا ہوا چراغ کسے معلوم تھا کب تک جلے گا۔ دو سال بھی گزرنے نہ پائے تھے کہ حضورؐ کے نازک دل کو ایک اور ٹھیس لگی آپؐ ابھی آٹھ ہی سال کے تھے کہ عبدالمطلب کا بیاسی سال کی عمر میں انتقال ہو گیا۔ دادا مرتے وقت یتیم پوتے کو اپنے بیٹے ابوطالب کے حوالہ کر گئے اور رسول پاک کی معصوم زندگی ایک نئے دور میں داخل ہوئی۔

ابوطالب ماں کی طرف سے بھی عبداللہ کے حقیقی بھائی تھے۔ اسی لئے عبدالمطلب نے حضورؐ کو اُن کی تحویل میں دیا تھا۔ اَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيمًا فَاٰوٰى کا بھرپور نظارہ نوخیز محمدؐ نے ابوطالب کے گھر میں ہی دیکھا جس قدرت نے یتیمی و بیکسی کا احساس دلانے کے لئے حضورؐ کے نازک دل کو پے در پے ٹھیس لگائی تھی اُس نے اب بہترین درماں کا سامان پیدا کر دیا۔ ابوطالب پختہ عمر تھے۔ اُن کی شادی عرصہ ہوا فاطمہ اسدیہ سے ہو چکی تھی۔ لیکن اُن کا صرف ایک ہی کم سن بچہ طالب تھا۔ دونوں میاں بیوی نے بھتیجہ کو ہاتھوں ہاتھ لیا۔ اور حقیقی بیٹے کی طرح پرورش کرنے لگے۔ حضورؐ کو ماں کی لٹی ہوئی مامتا ہی نہیں

Marfat.com

باپ کا پیار بھی مل گیا اور کھیلنے کے لئے ایک چھوٹا سا بھائی بھی۔

عبدالمطلب کے انتقال کے ساتھ بنو ہاشم کے اقتدار کا ستارہ غروب ہو گیا اقتدار کے کئی نئے مدعی دانت لگائے بیٹھے تھے۔ حرب بن اُمیہ ایک طرف تاک میں تھا۔ تو دوسری طرف ولید بن مغیرہ مخزومی چوکس تھا تیسری طرف بنو نوفل مدعی تھے۔ بیت اللہ کی خدمات سقایہ و رفادہ بنو ہاشم سے رخصت ہوتی نظر آ رہی تھیں۔

عبدالمطلب کا بڑا بیٹا حارث ان کی زندگی میں ہی فوت ہو چکا تھا۔ زبیر پختہ عمر اپنے گھر دار والے ضعیف ہو چکے تھے۔ ابی طالب پختہ عمر تھے اور ابی لہب جواں سال شادی شدہ۔ ابی لہب کی شادی جاہ و جلال والے حرب بن اُمیہ کی حسین بیٹی اُم جمیل سے ہوئی تھی۔ اور بیوی کے زیر اثر ابولہب کی وفاداریاں بنو اُمیہ سے وابستہ ہو چکی تھیں۔ حمزہؓ اور عباسؓ کم سن تھے۔ خدمت کعبہ کی تقسیم کے معاملہ میں پشت پناہیاں کچھ بے طرح بٹی ہوئی تھیں۔ زبیر یا ابوطالب کو بنو مخزوم کے ننھیالی اثر سے کچھ توقع ہو سکتی تھی لیکن مغیرہ بن عبداللہ کے دونوں بیٹے ہشام اور ولید بن مغیرہ خود میدان میں تھے۔ ابولہب کو حرب بن امیہ کا سہلا مل سکتا تھا لیکن بنو امیہ بنو ہاشم کے اقتدار سے پہلے ہی خار کھائے بیٹھے تھے۔

حمزہؓ اور عباسؓ اس قدر کم سن تھے کہ وہ ابھی کسی ذمہ دار عہدہ کے قابل ہی نہ تھے۔ پھر حمزہؓ کی پشت پر تو کوئی طاقت بھی نہ تھی لیکن عباسؓ کی دولتمند اور ذی اثر ماں نتیلہ بنت خباب اپنی پوری قوت کے ساتھ میدان میں اتر گئی اور یہ طے کروانے میں کامیاب ہو گئی کہ سقایہ کی خدمت عباسؓ کے حوالے ہو گی۔ رفادہ کی خدمت بنو نوفل میں منتقل ہو گئی۔

عبدالمطلب کی ذاتی دولت اُن کی اولاد میں کس طرح تقسیم ہوئی اس کا

Marfat.com

پتا نہیں چلتا اس زمانہ کا رواج تھا کہ جو اولاد اپنے باپ کی زندگی میں ہی انتقال کر جائے اُن سے پوتوں کو دادا کی وراثت میں کچھ نہ ملتا تھا۔ عبداللہ اور حارث کا انتقال عبدالمطلب کی زندگی میں ہی ہو چکا تھا۔ اُن کی اولاد کو کچھ ملنے کا سوال ہی نہ تھا۔ عبدالمطلب کی دولت کا ایک قابل ذکر حصہ دولت مند گھرانوں سے آئی ہوئی بیویوں کی وجہ سے بھی تھا۔ وراثت کی تقسیم کے بعد عبدالمطلب کی اولاد کی مالی حالت سے اندازہ لگایا جائے تو یہی پتہ چلتا ہے کہ ابی لہب اور عباسؓ اور کسی قدر حمزہؓ اپنی ماؤں کی دولت کی وجہ سے مرفع الحال رہے۔ زبیرؓ اور ابو طالبؓ کے حصہ میں سفید پوشی ہی آئی ہوگی۔

بہر طور کمسن محمدؐ کی زندگی کا نیا دور شروع ہو چکا تھا۔ اس کی حدود نہایت واضح تھیں۔ متوسط الحال ابو طالبؓ کا مختصر گھرانا۔ چچا کا محبت بھرا سلوک۔ چچی کا ماں کا سا پیار۔ اور اپنے سے چند سال کم عمر ننھا طالب کھیلنے کے لئے۔ دن بھر بکریوں کی رکھوالی جنگل میں انہیں چراتے پھرنا جھڑبیری کے بیر کھانا۔ اونٹوں کی مہار پکڑنا بکری کے بچوں سے پیار کرنا۔ گھر کے چھوٹے موٹے کام کر دینا اس عمر اور اس ماحول میں اس کے سوا اور کیا مصروفتیں ہو سکتی تھیں۔

حضورؐ بچپن ہی سے بڑے شرمیلے اور حیادار تھے۔ ایک دن آپ کے ساتھ جنگل میں کھیلتے ہوئے بچوں نے کھیل کے لئے پتھر ڈھونا شروع کئے۔ اس عمر کے بچوں کا طریقہ تھا کہ تہبند کی چادر اُتار کر کندھے پر ڈال لیتے تاکہ کندھے پر لدے ہوئے پتھر نہ چبھیں۔ کم سنی کی وجہ سے ننگے پھرنے میں وہ کوئی عیب نہ سمجھتے تھے۔ لیکن حضورؐ ننگے کندھوں پر ہی پتھر ڈھوتے رہے اور بچوں کے اصرار کے باوجود تہبند اُتارنے سے انکار کر دیا۔ فطری حیا نے اس

Marfat.com

کم سنی میں بھی عُریانی کی اجازت نہ دی۔

سادہ زندگی اور اس کی ذمہ داریوں نے رسول پاکؐ پر کم سنی میں ہی اثر ڈالا ہوگا۔ اور زندگی کو خوش باشی اور لا ... نظر سے دیکھنے کی بجائے اس پر سنجیدگی سے غور کرنے پر مائل کیا ہوگا۔ شاید یہی وجہ تھی کہ آپؐ بارہ سال کی عمر میں ہی چچا کے ساتھ تجارتی دورے پر جانے کے لئے مشتاق نظر آتے ہیں۔ اور ساتھ چلنے کے لئے اصرار کرتے ہیں۔ حلیم چچا محبوب بھتیجے کی فرمائش کیسے ٹالتے کم عمری کے باوجود طویل سفر پر ساتھ لے جانے کے لئے تیار ہو گئے۔ شوقِ سفر اور نئی دنیا دیکھنے کے اشتیاق میں سامانِ تجارت اونٹوں پر لادنے میں کم سن حضورؐ نے دلچسپی سے حصہ لیا ہوگا۔ اور دورانِ سفر ہر چیز کا بغور مطالعہ کرنے کی کوشش کی ہوگی۔

قریش تمام تر تجارت پیشہ تھے بنو فہر کا نام قریش اس پیشہ کی وجہ سے ہی پڑا تھا۔ تقرش کے معنی اکتساب و تجارت کے ہیں۔ قریش کا ہر گھر تجارت میں مصروف تھا۔ مقامی پیداوار برآمد کرنا اور اس کے معاوضہ میں غلہ کپڑا برتن اسلحہ سونا چاندی وغیرہ درآمد کرنا اُن کا محبوب مشغلہ تھا وہ سال میں دو مرتبہ اپنا اپنا سامان لیکر قافلوں کی شکل میں نکلتے۔ کبھی شام کا رُخ کرتے کبھی یمن کا۔ اپنا سامان بیچتے ضرورت کی چیزیں خریدتے اور دو تین ماہ کے عرصے میں گھروں کو واپس لوٹ آتے۔ دولت کمانے اور دنیا کے نشیب و فراز سے واقف ہونیکا اس سے بہتر کوئی ذریعہ نہ تھا حضورؐ نے نو عمری میں ہی اس مکتب میں شرکت فرمائی۔ تجارت کو ذریعہ معاش بنانے کے لئے چچا کے ساتھ تجارتی دوروں پر جانے لگے۔

اس عمر میں شہ سواری، تیر اندازی، نیزہ بازی اور فنونِ سپاہ گری سے دلچسپی عرب نوجوانوں کا مرغوب مشغلہ ہوا کرتا تھا۔ حضورؐ کے ہم عمر چچا حمزہ اور

Marfat.com

عباس ان مشاغل میں مصروف نظر آتے ہیں۔ لیکن حضورؐ کو اِن کاموں سے کوئی دلچسپی نہ تھی۔ آپؐ پندرہ سال کے تھے کہ قریش اور بنو ہوازن میں جنگ چھڑ گئی جو حربِ فجار کے نام سے مشہور ہے۔ جنگ کا آغاز بنو کنانہ اور بنو ہوازن کے ایک جھگڑے سے ہوا۔ عکاظ کے بازار میں ماہِ حرام میں بنو کنانہ کے ایک شخص البراض نے بنو ہوازن کے ایک شخص عروہ کو قتل کر دیا۔ بنو ہوازن بنو کنانہ پر حملہ آور ہوئے۔ بنو کنانہ نے اپنے حلیف قریش کو مدد کے لئے پکارا۔ قریش بنو کنانہ کی مدد کو پہنچے تو بنی ہوازن نے قریش کو بھی مار بھگایا۔ اور خانہ کعبہ تک اُن کا پیچھا کیا۔ مضافاتِ مکہ میں کئی جھڑپیں ہوئیں۔ قریش کے تمام گھرانوں کے اکابر اس جنگ میں شریک تھے۔ بنی مخزوم ہشام بن مغیرہ کی سرکردگی میں اور آلِ ہاشم زبیر بن عبد المطلب کی ماتحتی میں لڑ رہے تھے۔ قریش اور کنانہ کا سپہ سالارِ اعظم حرب بن امیہ بن عبد الشمس تھا۔

حضورؐ کے تمام چچا زبیر، ابو طالب، عباس اور حمزہ اس جنگ میں حصہ لے رہے تھے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی موجود تھے۔ لیکن حضورؐ کا عملی حصہ کیا تھا خود فرماتے ہیں۔

"میں اپنے چچاؤں کو وہ تیر دیتا جاتا تھا جو دشمنوں کی جانب سے آتے تھے۔"

جنگ و جدال سے حضورؐ کو فطری نفرت تھی۔ خون ریزی آپؐ کی افتادِ طبع کے خلاف تھی۔ مدافعتی عمل سے بڑھ کر اور کسی قسم کی شرکت آپؐ کو گوارا نہ تھی۔

میلانِ طبع کے مطابق فعال حصہ لینے کا موقعہ اس وقت آیا جب حربِ فجار کے تباہ کن اثرات دیکھ کر عمائدینِ مکہ نے حلف الفضول کی بنا ڈالی۔ ہاشم، زہرہ

Marfat.com

اور تیم کے خاندان عبداللہ بن جدعان کے گھر میں جمع ہوئے، جو سب سے معزز تھا۔ زبیر بن عبدالمطلب عم رسول کی تحریک پر سب نے مل کر معاہدہ کیا کہ ہم میں سے ہر شخص مظلوم کی حمایت کرے گا۔ اور مکہ میں کسی ظالم کا ظلم برداشت نہ کیا جائے گا۔ آنحضرت اپنی کم عمری کے باوجود اس معاہدہ میں پیش پیش تھے اور بے حد خوش تھے۔ حضورؐ عہد نبوت میں اس واقعہ کو یاد کر کے فرمایا کرتے تھے۔

"اس معاہدہ کے مقابل میں اگر مجھے سرخ رنگ کے اونٹ بھی دیئے جاتے تو میں نہ لیتا۔ اور آج بھی ایسے معاہدے کے لئے مجھے کوئی بلائے تو میں حاضر ہوں۔"

بت پرستی کی لغویت تو ہوش سنبھالتے ہی آپؐ پر عیاں ہو چکی تھی۔ فعال اور مستعد انسان بے جان پتھروں کے سامنے سر نیاز خم کرے یہ ایک ایسی مضحکہ خیز بات تھی۔ جس کی لغویت کسی دلیل کی محتاج نہ تھی آپ کو ابتداء ہی سے بتوں سے ایسی نفرت ہوئی کہ ان کی قربان گاہوں پہ ذبح کئے ہوئے جانور کا گوشت کھانا بھی گوارا نہ تھا۔

ابوطالب جب پہلی مرتبہ آپؐ کو سفر پر لے گئے۔ تو بصرہ پہنچکر ایک عیسائی راہب بحیرا کی خانقاہ پر قیام کیا۔ راہب کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میں کچھ ایسی علامات نظر آئیں جو موعود نبی آخرالزمانؐ کے متعلق یہود و نصاریٰ کی مقدس کتابوں میں مذکور تھیں۔ بحیرا راہب نے آپؐ سے کچھ سوال کئے اور صحیح جواب کے اشتیاق میں کہنے لگا۔

Marfat.com

"میاں صاحبزادے آپ کو لات و عزیٰ کی قسم سچ سچ بتانا کہ"

حضورؐ نے اس کم سنی میں ہی ٹوک کر جواب دیا۔

"اگر قسم دے کر ہی پوچھنا ہے تو خدا کی قسم دو۔ لات و عزیٰ کیا چیز ہیں بابا"

اس جواب پر بحیرا راہب کے کان کھڑے ہو گئے۔ اہل عرب کی بت پرستی کو وہ خود بھی لغو سمجھتا تھا۔ لات و عزیٰ اس کے نزدیک بھی افسانوی ناموں سے زیادہ کوئی حقیقت نہ رکھتے تھے وہ بخوبی جانتا تھا کہ ان فرضی دیوی دیوتاؤں کی عظمت و حرمت توہم پرستی کے سوا اور کچھ بھی نہیں ـــ لیکن قریش مکہ کے خانوادہ اور متولیان کعبہ کے ایک نوخیز فرزند کے منہ سے ایسے خیالات کا اظہار بڑی ہی اچنبھے کی بات تھی۔ بالکل غیر متوقعہ اور بعید از فہم۔

وہ معصوم ابن عبداللہ کی روشن خیالی سے اس قدر متاثر ہوا کہ دیر تک خاموش نظروں سے حضور اکرمؐ کے رخ انور کو دیکھتا اور اس میں موعود نبی کی علامات تلاش کرتا رہا۔

ابو طالب کو راہب کی یہ حرکت پسند نہ آئی وہ راہب کے اندرونی جذبات سے بالکل ناواقف تھے۔ انہیں کچھ معلوم نہ تھا کہ عیسائیوں کا یہ پادری بنو ہاشم کے لال کو حیرت سے کیوں تک رہا ہے۔ اور ان کے معصوم بھتیجے کے بھولے چہرے میں کیا چیز تلاش کرنا چاہتا ہے۔ لیکن یہ دیدہ بازی انہیں ناگوار گزری وہ بے چینی محسوس کرنے لگے۔ انہیں خدشہ ہوا کہ کہیں معصوم بچے کو بے دین راہب کی نظر بد نہ لگ جائے۔ انہوں نے ہاتھ بڑھا کر بھتیجے کو اپنی طرف کھینچ لیا اور قبا کی اوٹ میں لے کر اپنے سینے سے لگا لیا۔

Marfat.com

قافلے نے پڑاؤ اُٹھایا اور آگے بڑھا لیکن حضور اکرمؐ کے الفاظ بحیرا راہب کے کانوں میں دیر تک گونجتے رہے اور اس کی نظریں اپنے تصور میں اس محبوب چہرے کو دیکھتی رہیں جسے دیکھ کر وہ روحانی تسکین محسوس کرنے لگا تھا۔ ابو طالب راہب کی خانقاہ سے بہت دور نکل جانے کے بعد بھی راہب کی حرکات پر غور کرتے رہے لیکن اس حقیقت کو نہ پا سکے کہ راہب ان کے بھتیجے کو ٹکٹکی باندھے کیوں گھور رہا تھا۔ بھتیجے کے یہ نامانوس الفاظ اُن کے کان میں بھی گونج رہے تھے کہ ۔۔۔ لات و عزیٰ کیا چیز ہیں! ۔۔۔ لیکن انہوں نے خیال کیا۔ معصوم بچہ دیوی دیوتاؤں کی عظمت کیا جانے۔ بڑا ہو کر خود ہی سب کچھ سمجھ جائیگا۔

Marfat.com

باب چہارم

مشاغل جوانی

آنکھ کھولتے ہی حضورؐ یتیمی و بیکسی سے دو چار ہوئے تھے جس نے افتادِ طبع کو لہو و لعب سے ہٹا کر سنجیدگی کی طرف مائل کر دیا تھا اب سنِ شعور کو پہنچتے ہی حالات نے جنگِ فجار کی تباہیوں کا نقشہ پیش کیا۔ جنہوں نے خیالات کی دُنیا کو غور و فکر کی طرف پلٹا دیا۔ حضورؐ سوچنے لگے کہ انسان اپنی ناعاقبت اندیشی سے اپنے لئے کس قدر مصیبتیں کھڑی کر لیتا ہے۔

بنو ہوازن نے ایک تجارتی قافلہ کو حفاظت سے گزر جانے کے لئے پناہ دی تھی اور بنو کنانہ کے کچھ شرپسند افراد اُسے لُوٹنے پر آمادہ تھے۔ وُہ پناہ دینے والوں سے چھیڑ چھاڑ کا موقعہ تلاش کر رہے تھے۔ فساد کی آگ بھڑکانا کونسا مشکل کام تھا۔ آگ بھڑک اُٹھی اور اس نے مکہ میں آرام سے بیٹھے ہوئے قریش کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ قریش بنو کنانہ کے حلیف تھے۔ اور معاہدہ کی رو سے اُن کی مدد کرنے پر مجبور تھے۔ اگرچہ زیادتی کنانہ ہی کی تھی ــــ حضورؐ پر پہلی مرتبہ یہ

Marfat.com

عیاں ہوا کہ دھڑے بندیوں میں جائز   بات کو کوئی اہمیت نہیں دی جاتی قبیلوں کی اندھی عصبیت ہی کام کیا کرتی ہے۔ ایسا کیوں؟ حضورؐ کی نوخیز عقل سلیم کے لئے یہ ایک ٹیڑھا سوال تھا۔

جب بنو ہوازن خود مکہ پر ہی چڑھ دوڑے تو قریش کا اپنی مدافعت میں ہتھیار اٹھانا تو بجا تھا حضورؐ کے چچا اور دوسرے قریشی بھائی بند مدافعتی جنگ میں حق بجانب تھے۔ لیکن جھگڑے کا آغاز کس قدر غیر اخلاقی اور اس کی اٹھان کس قدر غیر منطقی تھی! اس حقیقت نے حضورؐ کے دل میں کس قدر خلجان پیدا کیا ہوگا اس کا اندازہ اس خوشی سے کیا جا سکتا ہے جس کا حضورؐ نے حلف الفضول پر اظہار فرمایا۔ حلف الفضول قلبِ معصوم کی گہرائیوں کی آواز تھی۔ دھڑے بندیاں قبیلوں کی اندھی عصبیت پر نہیں بلکہ مظلوم کی اعانت پر ظالم کے مقابلہ میں ہونی چاہئیں ظالم خواہ غیر ہو یا اپنا حلیف، تعاونوا علی البر والتقویٰ ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان (نیکی اور خدا ترسی میں تعاون کرو گناہ و سرکشی میں تعاون مت کیا کرو) (پارہ ششم رکوع ۵) کا بلند پایہ فلسفہ جو پچیس تیس سال بعد پیش کیا جانیوالا تھا، سرچشمہ رحمت کے سینہ میں تلاطم ہونے کے لئے ابھی سے بیچین نظر آتا تھا۔

حرب فجار کی بیواؤں کی دستگیری اور یتیموں کی سرپرستی حضورؐ اپنی اخلاقی ذمہ داری سمجھنے لگے۔ اور کسبِ معیشت کی ابھرتی ہوئی اُمنگوں نے امدنی سے قبل ہی اپنے خرچ کے مَدّات میں ایک مستقل مد کا اضافہ کر لیا۔ آپؐ نے ارادہ فرمایا کہ محنت و مشقت سے کمائیں گے اور محتاج لوگوں کی مدد کرنے میں دل کھول کر خرچ کیا کریں گے۔ اہل عرب کی مدنی زندگی کی ایک خامی نے اجاگر ہو کر ننھے ہادی کے معصوم دل کو یوں ٹٹولا کہ بود و باش کی کئی اور خامیاں حضورؐ کو اپنی طرف متو

Marfat.com

کرنے لگیں۔ حرب فجار نے آپؐ کو ایک جدید زاویہ نظر عطا کیا۔

حضورؐ نے تجارت کو ذریعہ معاش بنایا۔ جب کبھی موقعہ ملتا جانے والے قافلوں کے ساتھ ہو جاتے۔ اپنے پاس کوئی قابل ذکر سرمایہ نہ تھا۔ دوسروں کا مال ہی لے کر جاتے اور تبادلہ اشیاء کر کے واپس لوٹتے۔ سامانِ تجارت کا مالک کبھی مقررہ معاوضہ دے دیتا کبھی منافع کا ایک حصّہ۔ حضورؐ اپنی گاڑھے پسینہ کی کمائی لے کر خوش خوش گھر آتے ایک حصّہ چچی کی خدمت میں روزمرہ کی ضروریات کے لئے پیش کرتے اور دوسرا حصّہ یتیموں بیواؤں ضعیفوں اور محتاجوں میں تقسیم کر دیتے۔

دیکھتے ہی دیکھتے حضورؐ درآمد و برآمد کی تجارت کے تمام رُموز سے واقف ہو گئے۔ آپؐ کئی تجربہ کار قریشی تاجروں کے ساتھ سفر کر چکے تھے۔ شام اور یمن کی کئی منڈیاں دیکھ چکے تھے۔ طلب و رسد قیمتوں کے تعین پر کس طرح اثر انداز ہوتے ہیں بخوبی سمجھ چکے تھے۔ اور چند ہی سال میں اس قابل ہو گئے تھے کہ بڑے بڑے تاجر اپنا قیمتی سامان بے جھجک آپؐ کے حوالے کر دیں۔ آپؐ بھرپور قافلے لے کر جاتے اور اپنی ہی ذمّہ داری سے اُن کے سودے طے کر کے مالکوں کو پائی پائی کا حساب چکا دیتے تھے۔

آپؐ کی معاملہ فہمی اور دیانت داری شہرت پانے لگی اور جلد ہی مکّہ کے معمولی پرچون فروش سے لے کر بڑے بڑے تھوک بیوپاری آپؐ کی تعریف کرنے لگے۔ یوں تو امانت و دیانت، کامیاب تجارت کی شرطِ اوّلین ہے لیکن مکّہ کے اس پاکیزہ بیوپاری میں چند خاص خوبیاں ایسی تھیں جو دوسروں میں مشکل ہی سے ملتی تھیں۔ آپؐ اپنے مال کو بیچنے سے پہلے اچھی طرح پرکھ لیا

Marfat.com

کرتے تھے۔ اور اس کی خوبیوں کے ساتھ اس کی خامیوں پر بھی نگاہ رکھتے تھے جہاں دوسرے تاجر اپنے مال کی خوبیاں بیان کرتے۔ وہاں حضور اکرمؐ اپنے مال کی خوبیوں کے ساتھ اس کی خامیاں بھی واضح فرما دیتے۔ خریدار اندھیرے میں نہ رہتا اُسے اطمینان ہو جاتا کہ وہ کیا خرید رہا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ بیرونی منڈیوں میں لوگ محمدؐ کے مال پر ٹوٹ پڑتے اور وہ ہاتھوں ہی ہاتھوں بک جاتا کیونکہ خریدار مطمئن ہوتے کہ مال ویسا ہی ہوگا جیسا بیان کیا گیا ہے۔

حضورؐ کی تجارت کی دوسری خوبی یہ تھی کہ قیمت کے تعین میں طلب و رسد کی رعایت رکھنے کے باوجود حضورؐ خریدار کی بے بسی سے فائدہ نہ اُٹھاتے تھے۔ کمیابی کی وجہ سے اگر کسی مال کی قیمت آسمان سے باتیں کرنے لگتی تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک مناسب منافعہ سے بڑھ کر گراں فروشی سے پرہیز کرتے اور دوسروں کے مقابلہ میں کسی قدر سستے داموں ہی بیچ ڈالتے "نفع اندوزی" حضورؐ کے ہاں مکروہ تھی۔

تجارت کے ان اصولوں کی پابندی نے آپؐ کو ایک ماہر اور کامیاب تاجر بنا دیا تھا۔ اور لین دین میں آپؐ صادق اور امین مشہور ہو گئے تھے آپؐ کی صدق و امانت پر لوگوں کو پورا اعتماد تھا۔ وہ اپنی امانتیں بے کھٹکے آپؐ کے پاس رکھوا جاتے جو انہیں کسی خیانت کے بغیر طلب کرنے پر بلا تامل اور بروقت واپس مل جایا کرتی تھیں۔

ان سب خوبیوں کے باوجود یہ عجیب بات نظر آتی ہے کہ محمدؐ کی تجارت نے ترقی نہیں کی۔ اُن کے دونوں چچا حمزہؓ اور عباسؓ اُن کے سامنے تجارت ہی کے ذریعہ دولتمند ہو گئے۔ ان کا دولت مند چچا ابولہب ہزاروں میں کھیلتے

Marfat.com

لکھ پتی بن گیا۔ بنی مخزوم کے تاجر ولید بن مغیرہ اور ہشام ترقی کرتے چلے گئے۔ بنو امیہ کے عفان بن ابی العاص اور ابوسفیان بن حرب کی دولت بڑھتی چلی گئی۔ بنو عبد شمس کے عتبہ اور شیبہ ہزاروں اور لاکھوں میں کھیلنے لگے۔ بنو تیم کے ابوقحافہ اور ان کے بیٹے ابوبکر کی دکانیں چمکتی چلی گئیں حد تو یہ ہے کہ قریش کی عورتوں کے تجارتی قافلوں نے دور دور تک شہرت پائی' لیکن اگر کسی نے تجارت میں ترقی نہ کی تو وہ اس محمدؐ کی ذاتِ پاک تھی جنہیں گماشتہ اور کارندہ بنانے کے لئے ہر تاجر مشتاق تھا۔ اس کا راز کیا تھا؟

محمدؐ عیال دار نہ تھے۔ اُن کا کوئی کُنبہ نہ تھا۔ نہ ماں نہ باپ نہ بھائی نہ بہن' نہ بیوی نہ بچے۔ اُن پر کوئی ذمّہ داری نہ تھی۔ ایک اکیلی جان کھلانے والی اور وہ بھی تجارت جیسے ترقی پذیر کسبِ معیشت کے رموز سے واقف' پھر تجارت میں دن دونی رات چوگنی ترقی کرنے کے موانعات کیا تھے؟ کمانے کے اصولوں سے واقفیت موجود۔ پس انداز کرنے اور سرمایہ کاری کے لئے مواقع موجود سرمایہ داری کس طرح ترقی کرتی ہے آپؐ کے روز مرّہ کے مشاہدات تھے۔ پھر کیا بات تھی حضورؐ نے تجارت میں ترقی کیوں نہیں کی؟

اپنے ارد گرد پھلتے پھولتے تاجروں کو دیکھنے کے باوجود' حضورؐ نے اسی پیشہ میں پڑ کر جو شعار اختیار کیا اس سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ اس پاک فطرت نے بیس بائیس سال کی عمر میں ہی کسبِ معیشت کی غایت' اور مروّجہ طریق کسب کی قباحتوں کو بخوبی سمجھ لیا تھا۔ اور مروجہ طریق سے دولت اندوزی کو اپنے لئے ناپسند فرمایا تھا۔ آپؐ آسانی سے پس انداز کر کے اپنے لئے چھوٹا موٹا سرمایہ فراہم کر سکتے تھے۔ جس سے متوسط پیمانے پر ذاتی تجارت کو قایم کیا جا سکتا تھا۔ اس میں کوئی قباحت نہ تھی۔ حضورؐ کی بعد میں جاری کردہ شریعت میں بھی اس کی ممانعت

Marfat.com

نہیں۔ لیکن اپنے لئے حضورؐ نے اس کو بھی ناپسند فرمایا۔ تجارت میں حضورؐ نے اپنے لئے سرمایہ کی آلائش سے پاک، خالص ذاتی محنت کے صلہ کو ہی منتخب کیا اور اس پاکیزہ کمائی میں بھی ہر محتاج و مسکین کو شریک کر کے اپنا حصہ صرف اسی قدر متعین کیا جو موقتی ضروریات کے لئے ناگزیر تھا۔

عقل حیران ہے کہ بیس سالہ ناتجربہ کار نوجوان نے تقویٰ و طہارت کا یہ بلند معیار کہاں سے اپنایا ہوگا۔ لامحالہ وَوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدَىٰ (آپ کو متلاشی پایا اور آپ کی رہبری کی) کی یہ ابتدائی کارفرمائیاں ہی تھیں۔ اس کے علاوہ اور کوئی توجیہ سمجھ میں نہیں آتی۔ بعد کی چالیس سالہ زندگی کے ہر نشیب و فراز میں حضورؐ اپنی معیشت کے اس اصول پر جس استقامت سے قائم رہے۔ اسے دیکھ کر، خدا تعالیٰ کی رزاقیت پر، دیکھنے والوں کا ایمان، خود بخود تازہ ہو جاتا ہے۔

آج کی طرح اس زمانہ میں بھی، سرمایہ داری کو سود کے خون سے سینچا جاتا تھا اور سود خواری کی حرمت گویا حضورؐ کی فطرت میں ہی ودیعت ہو چکی تھی۔ اہل عرب کی دولتوں کی نشوونما بھی ہمیشہ کی طرح سرمایہ کاری، سود خواری، ذخیرہ اندوزی اور نفع اندوزی کی رہین منت تھیں۔ ایسی معیشت کو ایک بیس سالہ نوجوان بدل تو نہیں سکتا تھا لیکن اپنی ذات کو تو پابند کر سکتا تھا۔ حضورؐ نے یہی کیا۔ دولت میں ترقی اور تجارت میں کامیابی نہ آپؐ کا مقصود تھا اور نہ ہی آپؐ نے اس کے لئے کوشش کی۔

اور کرتے بھی کیوں؟

دولت اپنی جلو میں کیا لاتی تھی؟

شراب نوشی، حرامکاری، جوا اور تمام خبائث۔ الا ماشاء اللہ عرب کی اکثریت دولت کی فراوانی کی بدولت انہی معائب میں گرفتار نظر آتی تھی۔ اور

Marfat.com

یہ معائب حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلّم کی نظر میں معائب ہی تھے۔ اگر یہ محاسن ہوتے تو شاید دولت کی آرزو ہوتی۔ آپ کی جوانی کے مشاغل تو کچھ اور ہی تھے۔

حضورؐ کی جوانی کے زمانہ میں اہل مکہ کی زندگی کے اُجاگر خدوخال کیا تھے؟ مدنیت کی تعمیر خاندان اور قبیلہ کی بنیادوں پر استوار ہونے کی وجہ سے ہر چیز کو قبیلہ داری نقطہ نظر سے دیکھا جاتا تھا۔ افرادِ خاندان کی کوششیں قبیلہ کی سرفرازی اور سربلندی کے لئے صرف ہوا کرتی تھیں قبیلہ کے ننگ و ناموس کے لئے ہر چیز قربان کی جاتی تھی اور قبائلی تقابل و تفاخر کو زندگی کا اہم ترین نصب العین سمجھا جاتا تھا۔ دولت اس لئے کمائی جاتی تھی کہ قبیلہ کی جاہ و ثروت میں چاند لگیں اور اُن کاموں میں صرف کی جاتی تھی جن سے قبیلہ کی بڑائی ظاہر ہو۔ کوئی بھی نمایاں کام جس سے شہرت میں اضافہ ہو اور لوگوں کی واہ واہ ہو، خاموشی سے غریب غربا کی امداد اور عوام کی بھلائی میں صرف کرنے سے کہیں زیادہ اہم سمجھا جاتا تھا۔ قبائلی خود پرستی زندگی کی سب سے زیادہ قوی محرک تھی۔ اور مکہ کے تمام خاندان اور قبیلے اس میں مبتلا تھے زندگی کے حُسن و قبح کو اسی معیار سے جانچا جاتا تھا۔

تقابل و تفاخر میں کئی گھرانے ممتاز تھے۔ جو اپنی بڑائی منوانے کے لئے بے دریغ فضول خرچی کیا کرتے تھے۔ جب دو گھروں میں مقابلہ ٹھن جاتا تو مکہ کی زندگی میں ایک نئی بہار آجاتی تھی۔ گھوڑ دوڑ کے میلے لگ رہے ہیں — دونوں خاندانوں کے نوجوانوں میں شہ سواری کے مقابلے ہو رہے ہیں سارا مکہ کھیل تماشہ دیکھنے کے لئے باہر نکل آیا ہے۔ کوئی ایک پارٹی کا ہمدرد ہے تو

Marfat.com

کوئی دوسری کا۔ ہر طرف واہ واہ کا شور ہے جو جیتا اس کا سر غرور میں آسمان سے ٹکرانے لگا۔ جو ہارا اس نے مقابلہ کے لئے ایک نیا چیلنج دے دیا۔ اب تیر اندازی اور شمشیر زنی میں مقابلہ ہوگا۔ اکھاڑے نے نئی ترتیب حاصل کرلی۔ شاعری تو ہر گھر کی باندی ٹھیری۔ اپنی خود ستائی میں اکابر خاندان شعر پڑھ پڑھ کر اپنے اپنے نوجوانوں کا خون گرمانے لگے۔ قصیدہ خوانی اور دادطلبی کے لئے کرائے کے شاعر بھی بلالئے گئے۔ ہمدرد تماشائیوں کی ضیافتیں ہونے لگیں اور زندگی کا تمام جوش و خروش اکھاڑے کے نتیجہ پر مرتکز نظر آنے لگا۔

نتیجہ میں ایک کی جیت اور ایک کی ہار تو ہوتی ہی ہے۔ اگر پہلے مقابلہ میں کامیاب فریق یہ بازی بھی لے جاتا تو اپنے جوش و خروش میں وہ اخلاق و تدبّر کی تمام حدود توڑ کر شکست خوردہ حریف کو ایسے حقارت آمیز انداز میں مشتعل کرتا کہ ننگ و ناموس کی خاطر وہ جذبات سے مغلوب ہو کر تیسرے مقابلہ کی طرح ڈالنے پر مجبور ہو جاتا اور اگر فریقِ ثانی نے یہ بازی جیت کر تقابل کو مساوی کر دیا ہوتا تو پھر دونوں فریق مستعد ہو کر مقابلہ کا تیسرا میدان تلاش کرنے لگ جاتے۔

اس طرح شاہ خرچی کی باری آتی۔ اونٹ ذبح کئے جاتے تنور چالو ہوتے ہر طرف پکوان کا دورہ دورہ ہوتا۔ اہل مکہ کیا مضافات سے بھی لوگ کھانے کے لئے ٹوٹ پڑتے ــــــ کیا کسی کی بارات ہے؟ ــــ نہیں بھائی بارات ورات کچھ نہیں، بنو فلاں اور بنی فلاں میں ضیافت کا مقابلہ ہو رہا ہے۔ آج بنو فلاں کی باری ہے۔ کل دوسرے فریق کے ہاں کھائیں گے ــــ کھاپی کر لوگ ڈکار لیتے ہوئے رائے زنی کیا کرتے۔ بھئی فلاں کا قورمہ بے حد لذیذ تھا۔ نہیں بھائی فلاں کی شرید کا تو مقابلہ ہی نہیں ہوسکتا ـــــ اور عموماً اس مسابقت کا فیصلہ کچھ غیر یقینی سا ہی رہ جاتا کیوں کہ پیٹ کا حافظہ کمزور ہوتا ہے اور قطعی

Marfat.com

رائے قائم کرنے سے پہلے ہر شخص کا جی ایک اور تازہ بتازہ دعوت کھانے کی تمنا کرنے لگتا ہے۔

اس طرح مقابلوں کے میدان بڑھتے ہی چلے جاتے۔ دونوں فریق اپنی اپنی کامیابیوں کے ڈنکے بجاتے رہتے اور صائب الرائے اصحاب کو ہموار کرنے کے لئے شراب و کباب کی ایک مخصوص دعوت ناگزیر سمجھی جانے لگتی۔ پھر یہ دعوت بڑے اہتمام سے منعقد کی جاتی۔ اعلیٰ درجہ کے کھانے، نایاب اور قیمتی درآمد شدہ شرابیں، حسین و جمیل اٹھلاتی ہوئی لونڈیوں کے ذریعہ تقسیم کی جاتیں۔ کھانے پینے کے ساتھ ناچ گانا بھی چلتا اور معزز مہمان شکم سیر ہو کر شراب کی مستی میں لونڈیوں سے شغل کرنے لگ جاتے۔ اسے بُرا نہیں منایا جاتا۔ حسین لونڈیاں اسی دن کے لئے تو چُن چُن کر خریدی گئی تھیں تا نامور قبیلوں کے نامور لوگ ان سے لطف اندوز ہو کر تحسین و آفرین سے سرفراز کریں۔ تمام رات محفلیں گرم رہتیں اور دوسرے دن میزبان تحسین و آفرین کے شور و شغب میں جھومتے نظر آتے۔ ان کے لئے زندگی صرف تلاطمِ جذبات ہی سے تعبیر تھی۔

مکّہ کے نامور خاندانوں میں یہ مقابلے چلتے ہی رہتے تھے۔ بنو عبد شمس، بنو امیہ، بنو ہاشم، بنو مخزوم، بنو عدی اور بنو تیم ان میں پیش پیش تھے۔ ہاشم اپنے زمانے میں سب پر سبقت لے گئے تو بنو عبد شمس، بنو امیہ اور بنو مخزوم بہت تلملائے۔ ہاشم کے انتقال کے بعد عبد المطلب کو اپنی خاندانی عظمت برقرار رکھنے کے لئے بہت جد و جہد کرنی پڑی۔ کبھی حرب بن امیہ چیلنج کرنے لگتا کبھی بنو مخزوم کے نامور سردار مغیرہ اور اس کے بیٹے ولید اور ہشام مبارزت پر اُکساتے اور کبھی عبد شمس کا پوتا ربیعہ اپنے بیٹوں عتبہ اور شیبہ کے ساتھ اپنی دولت

Marfat.com

کے مظاہروں سے گرمانے لگتا۔ لطف کی بات یہ تھی کہ یہ سب خاندان آپس میں شادی بیاہ کے متعدد رشتوں میں ایسے گتھے ہوئے تھے کہ ہر گھر میں ساس بہوئیں بھی خاندانی چوٹیں چلتی رہتی ہوں تو بعید نہیں۔ عبدالمطلب کی بڑی بیگم فاطمہ بنت عمرو بنو مخزوم سے تھیں انہوں نے اپنی ایک بیٹی برہ مغیرہ کے بھتیجے عبدالاسد کے ساتھ بنو مخزوم میں ہی بیاہی تھی۔ دوسری بیٹی عاتکہ اسی خاندان میں مغیرہ کے بیٹے ابوامیہ سے بیاہی گئی۔ عبدالمطلب کی ایک اور بیٹی ام حکیم بیضاء بنو عبدشمس کے سردار ربیعہ کے بیٹے کریز سے بیاہی گئی تھی جو عتبہ اور شیبہ کا بھائی تھا۔ اسی طرح عبدالمطلب نے اپنے بیٹے ابولہب کی شادی حرب بن امیہ کی بیٹی ام جمیل سے کی تھی جو ابوسفیان کی بہن اور معاویہ کی پھوپھی تھی۔ اور عبدالمطلب نے اپنی بیٹی صفیہ حرب بن امیہ کے بیٹے حارث سے بیاہی تھی جو معاویہ کا چچا تھا۔ گویا مغیرہ مخزومی، حرب اموی، اور ربیعہ عبدشمسی تینوں عبدالمطلب کے سمدھی تھے۔ چوٹیں سب برابر کی تھیں۔ حرب، المغیرہ اور ربیعہ بجا طور پر برابری کا دعویٰ کرتے تھے۔ لیکن عبدالمطلب نے اپنی خاندانی عظمت کو کامیابی کے ساتھ برقرار رکھا تھا اور بنو ہاشم کے گھرانے کو کبھی نیچا ہونے نہ دیا تھا۔

عبدالمطلب کی وفات کے بعد نقشہ بدل گیا وہ پہلی سی بات نہ رہی بنو ہاشم کا گھرانا فخر و مباہات کے میدان میں چاروں طرف سے دبایا جانے لگا۔ عتبہ و شیبہ ابنان ربیعہ اکڑ اکڑ کر بنو ہاشم کے سامنے سے گزرتے۔ ابوسفیان بن حرب بنو ہاشم کو خاطر میں ہی نہ لاتا۔ اور مغیرہ کے بیٹے ولید اور ہشام علی الاعلان کہتے۔ بنو ہاشم اب ہمارا کیا مقابلہ کریں گے۔

عبدالمطلب کے فرزند اکبر حارث کا انتقال تو والد کی زندگی میں ہی ہو چکا تھا۔ زبیر بن عبدالمطلب باپ کے انتقال کے کچھ عرصہ بعد فوت ہو گئے تھے

Marfat.com

بزرگ خاندان اب ابوطالب ہی تھے جو خانوادۂ ہاشم کے سربراہ سمجھے جاتے تھے خاندان کی عظمت اب چند متفرق عناصر کی یکجائی سے برقرار تھی۔ ابوطالب کی بزرگی و متانت، ابولہب اور عباس کی ترقی پذیر تجارت، عباس کے عہدۂ سقایہ کی عظمت اور حمزہ کے فنون سپہ گری کے شغف نے بنو ہاشم کا وقار سنبھال رکھا تھا۔

ابوطالب میں خاندانی عصبیت کا جذبہ وافر تھا۔ انہیں خاندانی عظمت اور وقار کا بے حد خیال تھا۔ انہیں بڑی خواہش تھی کہ اپنے چچاؤں ابولہب اور عباس کے نقش قدم پر چل کر محمدؐ اور طالب بھی کامیاب تاجر بنیں اور ڈھیروں دولت کما کر خاندان کا نام روشن کریں۔ لیکن حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے اُجاگر ہوتے ہوئے رجحانات سے انہیں مایوسی ہوئی ہوگی۔ اکیلے طالب کی محنت تو خاندانی ضروریات کی بجاآوری پر ہی صرف ہو جاتی تھی۔ پس انداز کرنے اور سرمایہ جمع کر کے تجارت کو فروغ دینے کے لئے حضورؐ کو سنہری مواقع حاصل تھے لیکن آپؐ کی اُٹھان کسی اور ہی رُخ پر تھی۔ آپؐ چچا اور بھائی کے کام میں شریک تو رہتے تجارتی دوروں میں بھی برابر حصہ لیتے اور محنت اور مستعدی سے کماتے بھی لیکن کمائی ہوئی دولت کو اٹھا کر رکھنے اور جمع کر کے کاروبار کو بڑھانے کی طرف آپؐ کی طبیعت راغب نہ تھی۔ حضورؐ سمجھتے تھے کہ سڑکوں پر پھرتے ہوئے محتاج بھکاری اُن کی کمائی کے زیادہ مستحق ہیں۔ وہ خیال کرتے تھے کہ گھروں میں بیٹھی مجبور بیوائیں انہی کا انتظار کر رہی ہیں کہ وہ کما کر لائیں اور یہ چولہا جلا کر اپنے بچوں کا پیٹ پالیں۔ وہ محسوس کرتے تھے کہ اپنی مختصر حلال کمائی سے کسی محتاج مسافر کو پیٹ بھر کھانا کھلا دینے سے روح کو جو فرحت حاصل ہوتی ہے وہ دولت کو اُٹھا رکھنے سے کہاں حاصل ہو سکتی ہے

Marfat.com

وہ دیکھ رہے تھے کہ جو لوگ اپنی دولت پس انداز کر کے حاجتمندوں کو سود در سود پر قرض دیکر اُسے بڑھاتے اور بڑھا کر اسکے انبار لگا لیتے ہیں وہ بھی بالآخر اُسکے خرچ کرنے ہی لطف اندوز ہوتے تھے نہ کہ جمع کرنے سے۔ لیکن ان کے خرچ کے طریقے حضورؐ کو لغو اور غیر دلچسپ معلوم ہوتے تھے۔ اُنکے نزدیک بے سود نمائشوں، فضول دعوتوں، شراب سے مدہوش کرنے والی رنگ رلیوں سے کہیں زیادہ دل خوش کن اور فرحت افزا یہ کام تھا کہ انسان تھوڑا بہت کما کر محتاجوں اور بے کسوں کی دستگیری کرے۔ یہ اُن کا اپنا ذاتی تجربہ تھا انہیں بیواؤں اور یتیموں کی مدد کر کے جو خوشی حاصل ہوتی تھی وہ اپنی کمائی کو پس انداز کرنے سے مانع ہی ہوتی رہی۔ اور خاندان بنو ہاشم کے گرتے ہوئے وقار کو، جسے تھامنے کا ابو طالب کو بے حد خیال تھا، سرمایہ کاری سے سہارنے کی حضورؐ نے مطلق کوئی کوشش نہ کی۔ عزت و وقار کے ایسے خام معیار، حضورؐ کی نوجوان مگر بالغ نظر میں ہیچ قرار پا چکے تھے۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

ابتدائی تجربوں نے ہی حضورؐ کو یہ سکھلا دیا کہ لوازمات معیشت قدرت نے خود فراہم کر رکھے ہیں۔ کسب معیشت کے لئے انسان کو عقل اور ہاتھ پاؤں دیئے گئے ہیں۔ تھوڑی سی محنت سے حسب ضرورت معیشت بآسانی کمائی جا سکتی ہے اور کمائی ہوئی دولت کا بہترین مصرف یہ ہے کہ اپنی جائز ضروریات کی تکمیل کے علاوہ ان لوگوں کی بھی مدد کی جائے جو اپنی جائز ضروریات پوری کرنے سے قاصر و محروم ہیں۔ جمع کرنے 'انبار لگانے' اور انہیں فخر و مباہات کے لئے فضول طور پر خرچ کرنے کے پاکھنڈ انہیں لغو نظر آنے لگے۔ اور اُن کی طبیعت نے اِن لغو حرکات میں پڑنا گوارا نہ کیا۔ و وجدک یتیماً فاوی کا شاید یہ بھی ایک مطلب تھا کہ یتیم و یسیر بچے، پر حکمت سرپرستی سے محروم ہو کر زندگی کے غلط راستوں پر پڑ جاتے ہیں اُن سے بچانے کے لئے خدا تعالیٰ نے حضورؐ کو خود اپنی سرپرستی میں

Marfat.com

لے لیا اور زندگی کے صحیح رموز جن کو صاحب فہم و ذکا سرپرست بھی بمشکل سمجھ پاتے ہیں، انہیں حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے کم عمر میں ہی ایسا سمجھا یا کہ کوئی دوسرا کیا سمجھا پاتا۔

حضورؐ کی طبیعت کی سنجیدگی اور فطرت کی حقیقت رسی نے اپنی مصروفیت کے لئے ٹھوس میدان تلاش کرنے شروع کر دیئے تھے۔ قدرت نے زندگی کے خوش کن اور دلفریب کھلونوں سے بے نیاز دل عطا فرما کر یہ کام اور بھی سہل کر دیا تھا۔ آپؐ جوانی میں ہی کائنات کے کھیل تماشوں اور لوگوں کی بے ہنگم مصروفیتوں پر غور و تدبر کرنے لگے تھے۔

اہل مکہ کو فلسفۂ حیات کون بتلائے۔ انہوں نے تو خود اپنا فلسفۂ حیات تیار کر رکھا تھا جس کی جڑیں گھنٹے خانہ کعبہ میں تلقین ہوا کرتی تھی۔ اور اسے دین ابراہیم کے نام سے موسوم کیا جاتا تھا۔ عرب کا بچہ بچہ اس کے رسوم سے واقف تھا لیکن درحقیقت دین ابراہیم کیا ہے کسی کو معلوم نہ تھا۔ صرف خانہ کعبہ اس کی ایک یادگار بتلائی جاتی تھی۔ لیکن خانہ کعبہ کی حالت ایسی تھی کہ کسی سلیم الطبع شخص کو وہاں جانے سے ہی گھن آتی۔ جابجا پتھر کے بت کھڑے ہیں۔ پجاری عقیدت مندوں کو تلقین کر کے بتوں کے لئے چڑھاوے طلب کر رہے ہیں۔ جانور قربان کئے جا رہے ہیں پجاریوں کی جیبیں گرم ہو رہی ہیں۔ اور خوش اعتقادی کو بے وقوف بنایا جا رہا ہے۔ خانہ کعبہ کے گرد اگرد صبح شام چکر کاٹے جا رہے ہیں۔ لیکن طواف میں کوئی احترام ملحوظ نہیں ننگے مرد اور نیم عریاں عورتیں بھی اسی میں شریک ہیں۔ ایک طرف کچھ بزرگ صورت عالم لوگ بیٹھے ہیں۔ جو لوگوں کو فلسفۂ حیات سمجھا رہے ہیں۔ وہ بتاتے ہیں کہ خدا نے دنیا کو پیدا کیا اور وہ فرشتوں، دیویوں اور دیوتاؤں کے ذریعہ اس کے کاروبا

Marfat.com

چلا رہا ہے۔ فرشتے خدا کی اولاد ہیں۔ خدا کی کئی بیٹیاں بھی ہیں۔ جو انسانوں کی خدا کے پاس سفارش کیا کرتی ہیں۔ انسان اپنی مرادیں انہی کے ذریعہ خدا سے طلب کرے تو وہ مرادیں بر آتی ہیں۔ خدا کی ان بیٹیوں کی اور فرشتوں کی جن کی مورتیاں خانہ کعبہ میں موجود ہیں، انہیں عبادت کرنی چاہیئے اور انہی سے اپنی مرادیں مانگنی چاہیئے تاکہ وہ خوش ہو کر خدا سے ہماری سفارش کریں اور ہمارے کام بنوا دیں۔ کئی کام تو خدا نے انہی کے سپرد کر رکھے ہیں کہ یہ خود ہی جس کو چاہیں خوش ہو کر سرفراز کریں اور دوسرے کاموں کے لئے خدا کے ہاں سفارش کریں۔ خدا کی بارگاہ اتنی عظیم ہے کہ وہاں کوئی انسان بغیر سفارش رسائی حاصل نہیں کر سکتا۔ سفارش اور وسیلہ کے لئے ان بتوں کا دامن پکڑنا ضروری ہے ــــ لوگ جاتے مرادیں مانگتے اور دیکھتے کہ کئی لوگوں کی مرادیں پوری ہوتی ہیں۔ اُن کی عقیدت اور پختہ ہوتی وہ نذریں نیازیں گزرانتے اور مکّہ کے پجاریوں کے کاروبار کامیابی سے چلتے رہتے۔

یہ سوچنے کی کسی کو ضرورت ہی نہ تھی کہ خدا نے یہ کائنات کیوں پیدا کی اور انسان مر کر کہاں جاتے ہیں اس لئے کہ دونوں سوالوں کے جواب بالکل واضح تھے۔ خدا نے کائنات اپنی دل بستگی کے لئے پیدا کی تھی۔ اور انسان اور جانور سبھی مر کر مٹی میں مل جاتے، ہمیشہ کے لئے فنا ہو جاتے تھے۔ یہ رات دن کا مشاہدہ تھا۔ انسان کی تمام ہنگامہ آرائی اسی وقفۂ حیات کی حد تک تھی۔ اور اسی وقفۂ حیات میں عیش و عشرت کی زندگی بسر کرنا منتہاء مقصود تھا جس کے لئے کچھ فہم کی چالاکی اور کچھ ناخن تدبیر کی گرہ کشائی مطلوب تھی اور باقی دیوی دیوتاؤں کی نظر عنایت۔ تدبیریں انسان خود ہی لڑا لیا کرتا ہے۔ جہاں بے بس ہو جائے وہاں دیوتاؤں کی نظر کرم کی ضرورت ہوتی ہر انسان کا اُن سے رشتہ اسی قدر ہے کہ کسی طرح خوشامد درآمد کر کے، نذر و نیاز کا لالچ دے کر انہیں اپنی موقتی مطلب برآری کے لئے ہموار کر لیا جائے ورنہ چہ نسبت

Marfat.com

خاک را با عالم پاک ، مٹی کے پتلے کو کمار سے کیا کام ـــ وہ ایک مرتبہ ٹوٹا کمار نے اٹھا کر پھینک دیا۔ اور اس کی جگہ نیا کھلونا تیار کر لیا۔ اہل عرب کا فلسفۂ کائنات یہی کچھ تھا

اہل مکہ کے دوسرے افراد کی طرح حضورؐ کے لئے بھی خانہ کعبہ کی زیارت وطواف ضروری تھا۔ بت پرستی کی لغویت تو ہوش سنبھالتے ہی آپ پر عیاں ہو چکی تھی اور مکہ کے چند سنجیدہ فطرت لوگوں کی طرح آپ اس سے شروع ہی سے متنفر تھے۔ لیکن فلسفۂ کائنات والوہیت کی جو تلقین علمار کعبہ کر رہے تھے اس نے حضورؐ کے سمند خیال کو ایک تازیانہ لگایا ـــ کیا ایسا خدا بھی ہو سکتا ہے جو صاحب اولاد ہو؟

آپؐ نے سوچنا شروع کیا ـــ اگر خدا نے ہی سب کچھ پیدا کیا ہے تو اپنی اولاد کو بھی اس نے خود ہی پیدا کیا ہوگا ایسی صورت میں تو وہ مخلوق ہوئی محتاج اور ماتحت وہ شریک خدا کیسے ہو سکتی ہے ـــ اور اگر خدا نے اپنی اولاد کو پیدا نہیں کیا بلکہ وہ خدا کی طرح ازل سے ہی موجود ہے تو وہ برابر کی شریک ہوئی۔ گویا کئی خدا ہوئے نہ کہ ایک۔

کیا کئی قادر مطلق خدا ہونا ممکن ہیں ؟ ـــ نہیں ایک میان میں دو تلواریں کیسے سما سکتی ہیں ایک کا وجود دوسرے کی قدرت تامہ کے لئے کھلا چیلنج ہوگا۔ خدا ایک ہی ہو سکتا ہے زیادہ نہیں۔ اس کا بیوی بچوں سے بے نیاز ہونا بھی قدرتی ہے اور یہ بھی ضروری ہے کہ تمام طاقتیں تمام قدرتیں اور تمام اختیارات اسی کو حاصل ہوں ـــ یہ باتیں بالکل بدیہی ہیں۔ عقل سلیم انہیں تسلیم کرنے پر مجبور ہے ہاں دنیا کے کاروبار چلانے کے لئے خدا تعالےٰ نے کیا کیا ذرائع اختیار کر رکھے ہیں کن کن قوتوں کو کن کن خواص کے ساتھ میدان عمل میں چھوڑ رکھا ہے، لائق مطالعہ اور قابل غور ہیں۔ لیکن خدا کی وحدانیت اپنی ذات اور اقتدار میں ایسی اظہر من الشمس ہے کہ اس میں کسی کلام کی گنجائش نہیں۔

Marfat.com

ایک دن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خانہ کعبہ کا طواف کرنے گئے تو دیکھا ایک ضعیف آدمی خانہ کعبہ کی دیوار سے ٹیک لگائے بیٹھا ہے اور کہ رہا ہے۔

"اے اہل قریش۔ تم میں سے کوئی شخص بجز میرے ابراہیم کے دین پر نہیں ہے۔"

حضور اکرم اسکی طرف متوجہ ہوئے۔ معلوم ہوا یہ زید بن نفیل ہیں آپ نے ان سے باتیں کیں اور ان کی باتوں کو پسند کیا۔ وہ بزرگ بھی حضورؐ کے ہم خیال نکلے کہ خدا تو ایک ہے۔ خدا کے بیٹے بیٹیوں کے قصے من گھڑت ہیں۔ اور بت پرستی لغو ہے۔ دین ابراہیم ان لغویات سے بالاتر ہونا چاہیے۔ لیکن دین ابراہیم کیا ہے۔ زید بن عمرو بن نفیل خود بھی ابھی متلاشی ہی تھے۔ اگرچہ انہیں یقین تھا کہ وہ، وہ کچھ نہیں جس کا بیت اللہ میں مظاہرہ ہو رہا تھا۔

زید بن عمرو کی زبان سے بتوں کی تحقیر ان کے خاندان کو گوارا نہ تھی ان کے چچا خطاب بن نفیل ان کی پٹائی کیا کرتے لیکن زید خاموشی سے مار کھا لیتے اور اپنے عقیدے پر قائم رہتے۔ ان کے کئی اشعار اب بھی محفوظ ہیں کہتے تھے ۔

"کیا میں ایک پروردگار کی عبادت کروں یا ایک ہزار کی جیسا کہ لوگوں نے انہیں بانٹ رکھا ہے؟"

"میں نے لات و عزیٰ سب کو چھوڑ دیا۔ قوت والا اور مستقل مزاج شخص ایسا ہی کرتا ہے۔"

"پس میں نہ عزیٰ کی پوجا کرتا ہوں اور نہ اس کی دونوں بیٹیوں کی
"اور نہ میں بنی عمرو کے بتوں کی زیارت کرتا ہوں۔
"اور نہ غنم کی پوجا کرتا ہوں جو اس زمانہ سے ہمارا پروردگار سمجھا جاتا تھا

Marfat.com

جب میں کم عقل تھا۔"

زید بن عمرو بن نفیل کی طرح نوجوان محمدؐ کے دل میں بھی یہ جستجو پیدا ہوئی کہ دین ابراہیم کی تلاش کی جائے۔ حضورؐ کی سیرت پاک کے اس زمانہ کے حالات تفصیل سے نہیں ملتے۔ لیکن جستہ جستہ اشارات اور قرآن سے جو دستیاب ہیں یہی ظاہر ہوتا ہے کہ ووجدك ضالاً فهدى (تمہیں متلاشی حقیقت پاکر ہم نے تمہاری رہبری کی) کی داستان کی ابتداء کچھ اسی طرح ہوئی ہوگی۔

Marfat.com

باب پنجم

متاہل زندگی

ساقی زمزم، عباس بن عبدالمطلب کی شادی بڑی دھوم دھام سے ہوئی تھی ماں اور بہن کو دلی تمنائیں پوری کرنے کا موقع ملا تھا۔ خدا کا دیا ہوا سبھی کچھ تھا نتیلہ بنت خباب خود بھی بڑے گھرانے والی اور دولت مند بیگم تھیں۔ بیٹا بھی بڑا باسلیقہ اور کفایت شعار نکلا تھا۔ تجارت کو فروغ دے کر اور سودی کاروبار بڑھا کر عباس نے بھائی ابولہب کے نقش قدم پر چلتے ہوئے کافی دولت اکٹھی کر لی تھی۔ اور اب شادی کے لئے کسی اچھے گھرانے سے رشتہ کی تلاش تھی۔

عباس کی بڑی بہن صفیہ بنی امیہ میں ہی بیاہی گئی تھیں عبدالمطلب اور حرب بن امیہ نے آپس میں دوہرے تہرے رشتے قائم کر رکھے تھے۔ عبدالمطلب نے حرب کی شوخ و شنگ بیٹی ام جمیل اپنے حسین بیٹے ابولہب کے لئے پسند کی تھی اور اپنی بیٹی صفیہ حرب کے بیٹے حارث کو دی تھی۔ عورتوں میں کانا پھوسی چپناہی کرتی ہے ام جمیل اور صفیہ کے ملاپ سے یہی خیال تھا کہ بنو امیہ ہی کی کوئی صاحبزادی عباس کی بھی دلہن بنے گی۔

Marfat.com

لیکن عبدالمطلب کی وفات کے بعد حارث بن حرب کا اچانک انتقال ہو گیا صفیہ بیوہ ہو گئیں اور میکے میں آ گئیں۔ ابھی جوان تھیں کئی پیام آنے لگے۔ عوام بن خویلد کا رشتہ ماں کو پسند آیا۔ کھاتا پیتا گھرانا تھا اور دور سے رشتہ داری بھی تھی۔ خویلد کے والد اسد بن عبدالعزیٰ، ہاشم بن عبدمناف کے چچیرے بھائی تھے۔ خویلد بڑے ہی مالدار تاجر تھے۔ ان کے دونوں بیٹے نوفل اور عوام باپ کے کاروبار میں شریک تھے اور دونوں بیٹیاں خدیجہ اور ہالہ بڑے اونچے گھرانوں میں بیاہی گئی تھیں۔ ہالہ کی شادی امیہ کے بھائی ربیع بن عبدشمس بن عبدمناف سے ہوئی تھی اور خدیجہ کی شادی عتیق بن عابد بن عبداللہ بن عمرو بن مخزوم سے، جو ولید اور ہشام نامور ابنان مغیرہ بن عبداللہ کا چچازاد بھائی تھا۔

صفیہ اور نتیلہ نے عباس کے لئے دلہن کی تلاش میں نئے گھرانے ٹٹولنے شروع کئے۔ صفیہ کی نئی نند خدیجہ بنت خویلد بنی مخزوم کے معزز گھرانے کی بہو تھیں۔ مشہور سردار ولید بن مغیرہ کے چچازاد بھائی عتیق بن عابد کی دلہن ولید کی بیگم لبابۃ الکبریٰ بنت حارث یمن کے شاہی خاندان کی چشم و چراغ تھیں۔ لبابہ کی ماں ہند بنت عوف بن زہیر حمیری بادشاہان یمن کی نسل سے تھیں۔ لبابۃ الکبریٰ کی چھوٹی بہن لبابۃ الصغریٰ عباس کے لئے پسند کی گئی۔ بڑی دھوم دھام سے شادی رچائی گئی۔ کئی دن دعوتیں ہوتی رہیں۔ بنو عبدالمطلب کے تمام افراد کے ساتھ نوجوان محمدؐ بھی اپنے ہم عمر چچا کی شادی میں شریک تھے۔

عتیق بن عابد مخزومی کا جلد ہی انتقال ہو گیا۔ اور خدیجہ بنت خویلد بیوہ ہو گئیں خدیجہ نہایت ہی خوش خلق باسلیقہ بی بی تھیں اور دولت مند بھی۔ پیغاموں پر پیغام آنے لگے۔ اُن کے والد خویلد نے بنو تمیم کے ایک شریف نوجوان ابوہالہ بن زرارہ کو پسند کیا اور بیٹی کی دوبارہ شادی کر دی۔ ابوہالہ سے ہالہ، حارث اور

Marfat.com

ہند تین لڑکے ہوئے۔ لیکن ابو ہالہ بھی داغ مفارقت دے گئے اور خدیجہ بنت خویلد ایک مرتبہ پھر بیوہ ہو گئیں۔

بدقسمتی سے اسی زمانہ میں خدیجہ کے والد خویلد بن اسد کا بھی انتقال ہو گیا۔ اور خدیجہ دوہرے غم میں مبتلا ہو گئیں۔

دولت عزت عیش و آرام کی کمی نہ تھی۔ لیکن دو مرتبہ رفیق حیات کے بچھڑ جانے اور شفیق باپ کے سایہ سے محرومی نے خدیجہ کی طبیعت میں سنجیدگی پیدا کر دی۔ خدا کی طرف لگاؤ، توکل کی عادت اور خیرات و مبرات کی طرف رغبت ہونے لگی وہ بیواؤں اور یتیموں کی دستگیری میں مصروف رہتیں۔ لوگ انہیں طاہرہ کے نام سے یاد کرنے لگے۔

حسن برقرار تھا۔ جوانی ڈھلی نہ تھی۔ صحت اچھی تھی۔ باعزت گھرانوں سے شادی کے پیام مسلسل آرہے تھے لیکن خدیجہ نے ان کی طرف کوئی توجہ نہ کی۔ اپنے تجارتی کاروبار کو خود سنبھالنے اور یتیموں اور غریبوں اور بیواؤں کی دستگیری کرنے میں دل لگائے رکھا۔

ادھر محمدؐ بن عبداللہ اپنی سادہ اور پاکیزہ تجارت میں مشغول تھے۔ لوگوں کا سامانِ تجارت شام اور یمن لے جاتے، ڈیوڑھا دگنا کر کے واپس لوٹتے اور اپنا حق الخدمت وصول کر کے یتیموں اور بیواؤں کی دستگیری کرتے۔ کاروباری دیانت کا یہ حال تھا کہ لوگ صادق اور امین پکارتے تھے اور بڑے بڑے تاجر خواہش کرتے تھے کہ آپؐ اُن کا مال تجارت لے کر جائیں۔ آپ کی شہرت خدیجہ کے کانوں تک بھی پہنچی۔ اپنے غلام میسرہ کے ذریعہ حضورؐ کو بلا بھیجا اور سامان تجارت شام لے جانے کی فرمائش کی۔ حضورؐ نے منظور فرمایا اور میسرہ کو ساتھ لے کر روانہ ہو گئے

Marfat.com

میسرہ جہاندیدہ اور ہوشیار غلام تھا۔ اسے کئی مہینے مسلسل رات دن حضورؐ کی صحبت میں رہنے اور حضورؐ کے اخلاق و عادات، سلوک اور برتاؤ، تجارت کے ڈھنگ اور لین دین کی راست معاملگی کا بغور مطالعہ کرنے کا موقعہ ملا۔ وہ خدیجہ کا پرانا اور معتمد غلام تھا۔ اس سے قبل بیسیوں مرتبہ خدیجہ کے سامان تجارت کے ساتھ دوسرے کارندوں کی معیت میں رہ چکا تھا اور تجارتی کارندوں کے ڈھنگوں سے خوب واقف تھا۔ لیکن حضورؐ کے ڈھنگ ہی کچھ نرالے تھے۔ یہ تئیس چوبیس سالہ نوجوان کچھ نرالی ہی قسم کا تاجر تھا۔ انسان کے روپ میں فرشتۂ مجسم۔ اخلاق و مروت کے سانچے میں ڈھلی ہوئی چلتی پھرتی دیانت و امانت۔ کاروباری چالوں سے بیگانہ، عریاں صداقت۔ لیکن بڑے بڑے تاجروں کے دل موہ لینے والی جاذبیت کا حامل۔ میسرہ حضورؐ کی خوبیوں پر والہانہ فریفتہ ہو کر اظہار عقیدت کرنا چاہتا لیکن حضورؐ کی نوعمری اور میسرہ کی اپنی کبرسنی آڑے آتی اور وہ اپنے جذبات کو چھپانا ہی مناسب سمجھتا۔

تجارتی دورہ کامیاب رہا۔ حضورؐ نے خدیجہ کو پائی پائی کا حساب چکا دیا اور اپنا حق الخدمت لے کر رخصت ہوئے، تو خلوت میں میسرہ کو موقعہ ملا وہ مالکن کے سامنے حضورؐ کے گن گانے لگا۔ خدیجہ دلچسپی سے سنتی رہیں۔ حضورؐ سے مکرر سہ کرر استدعا کی کہ ان کا مال بیرون ملک وہی لے جایا کریں۔ حضورؐ نے خدیجہ کے مال تجارت کے ساتھ کئی دورے کیے۔

دو مرتبہ بیوہ ہونے کے بعد خدیجہ کے دل میں شادی کی آرزو بجھ چکی تھی لیکن فرشتہ سیرت محمدؐ کو دیکھ کر اور ان کے حسن اخلاق اور حسن تدبیر کی تعریفیں سن سن کر خدیجہ کے خیالات میں ہیجان پیدا ہونے لگا۔ انہوں نے مختلف ذرائع سے حضورؐ کے متعلق معلومات حاصل کرنی شروع کیں۔ انہوں نے اپنی بھاوج صفیہ کو کریدا۔

Marfat.com

صفیہ کہنے لگیں۔

"محمدؐ میرا بھتیجا! ان کا تو نام ہی ابا جان نے سوچ سمجھ کر رکھا تھا۔ وہ تو مجسم محمد ہیں۔ محمدؐ ہی محمدؐ۔ سنتی نہیں ہو لوگ انہیں صادق اور امین پکارتے ہیں!۔ تمہیں لوگ طاہرہ کیوں کہتے ہیں؟ کچھ بات ہے جبھی تو! وہ بھی تو اسی لئے صادق اور امین کہلاتے ہیں ہم میں کتنے دولت مند ہیں جو یتیموں کا ملجاء اور ضعیفوں کا ماویٰ کہلاتے ہوں۔ لیکن میرا بھتیجا۔ وہ جو کماتے ہیں غریبوں میں لٹاتے ہیں۔ ابھی دنیا نے محمدؐ کو دیکھا ہی کیا ہے۔ وہ جوں جوں بڑے ہوں گے ان کا محمدؐ پن نکھرتا چلا جائیگا دنیا دیکھے گی وہ کس قدر محمدؐ ہیں بے حد قابل تعریف ۔۔۔ مگر تم پوچھتی کیوں ہو کیا تم جانتی نہیں؟ کئی مرتبہ تو انہیں تجارتی دوروں پر بھیج چکی ہو۔ کیا کوئی خاص بات ہے؟"

"نہیں کچھ نہیں!" مسکراتے ہوئے کہ کر خدیجہ خاموش ہو جاتیں اور اپنے کمرے میں جا کر گہری سوچ میں پڑ جاتیں۔

عتیق کے انتقال کے بعد خدیجہ نے زندگی میں ایک خلا محسوس کیا تھا اس خلاء کو ابوہالہ نے پُر کیا تھا۔ ابوہالہ کے انتقال کے بعد کوئی خلاء محسوس کرنے کی بجائے انہوں نے یہ محسوس کیا تھا کہ زندگی کی تمام آرزوئیں اور اُمنگیں بجھ گئی ہیں دنیا اور اس کی تمام دلفریبیاں ایک سراب ہیں ایک دھوکہ۔ حقیقت کچھ اور ہی ہے۔ جس قدر دنیا کا ظاہری رنگ دیکھا جا چکا تھا۔ بہت کافی تھا۔ اب اُس کے باطن کو دیکھنے کی ضرورت تھی۔ اور اس باطن کو دیکھنے کے لئے وہ نیکی، خدا ترسی، انسانی ہمدردی، اور خدا شناسی کی طرف رجوع کئے ہوئے تھیں۔ روزمرہ کی مصروفیت برقرار رکھنے کے لئے وہ گماشتوں، کارندوں اور اپنے غلاموں کے ذریعہ اپنی تجارت کے شغل کو بھی چلائے جا رہی تھیں لیکن اُن کا دل دنیاوی

Marfat.com

دلفریبیوں سے بالکل بے نیاز ہو چکا تھا انہیں دولت کی ضرورت تھی نہ شادی کی۔ اُن کی منزل بالکل جُدا گانہ تھی وہ تو خداشناسی کے راستہ پر گامزن ہونے کے لئے کوشاں تھیں ـــــ

اور اب اچانک انہیں ایک ایسے نوجوان سے سابقہ پڑا جو اُن سے عمر میں پندرہ سال کم، لیکن اتنی نوعمری کے باوجود، خداشناسی کے میدان میں سینکڑوں سال آگے نظر آتا تھا۔ دونوں ہم خیال تھے۔ دونوں ہم ذوق تھے۔ دونوں کی منزلیں یکساں تھیں۔ دونوں ایک ہی راستہ پر گامزن تھے۔ کیا دونوں ہم سفر بن سکتے تھے؟

خدیجہ اس مسئلہ پر جس قدر غور کرتیں اسی قدر اُن کا اشتیاق بڑھتا چلا جاتا۔ کاش یہ ممکن ہو۔ کاش! ہم دونوں خداشناسی کے لئے ہم سفر بن سکیں۔ ـــــ کیا میں چھیڑ کر دیکھوں؟ ـــــ کیا وہ مان جائیں گے؟ ـــــ میری کبر سنی آڑے تو نہیں آئے گی؟ ـــــ کیا میری دولت یاوری کرے گی؟ ـــــ میری دولت؟ ـــــ محمدؐ کے سامنے! جو غریبوں میں بانٹنے کے لئے کماتے ہیں۔ کیا اُنہیں دولت خرید سکتی ہے! ان کی نظر میں دولت کی کیا حقیقت! وہ تو دولت کے سنہری جال سے بہت دور نکلے ہوئے ہیں کوسوں دور ـــــ یہ خیال ہی گمراہ کن ہے کہ میری دولت اُن کے لئے کوئی جاذبیت رکھتی ہوگی ـــــ پھر؟ ـــــ پھر کیا میری عمر میرے آڑے آئیگی۔ کیا وہ انکار کر دیں گے ہوسکتا ہے! کیوں نہ کریں کیا انہیں نوجوان حسین بیوی نہیں مل سکتی جو وہ دوہری بیوہ اور اپنے سے پندرہ سال بڑی عورت کو قبول کریں؟ ـــــ میں کس خوش فہمی میں مبتلا ہوں! ـــــ لیکن اے میرے مالک تو تو دلوں کے بھید جانتا ہے تجھ سے خفتہ آرزوئیں اور پوشیدہ خواہشیں بھی مستور نہیں تو جانتا ہے کہ میں تو صرف خداشناسی کے لئے جیون ساتھی کی تلاش میں محمدؐ کی طرف کھچی چلی جا رہی ہوں۔ مجھے محمدؐ کی جوانی کی آرزو نہیں۔ اُن کی نیک نفسی کی معیت مطلوب ہے۔ میرے مولا میری حسن آرزو کی

Marfat.com

لاج رکھو۔ میری تمنا قبول فرما۔ میں سلسلہ جنبانی کرتی ہوں تو میری نیتوں کا پھل دینا"
اور خدیجہ بنت خویلد نے ایک دن محمدؐ بن عبداللہ کو بلوایا اور جھجکتے جھجکتے حرف مدعا بیان کر ہی دیا۔

حضورؐ کو ایسے سوال کا وہم و گمان ہی نہ تھا۔ وہ اس کے جواب میں کیا کہتے! تھوڑی دیر سوچ کر انہوں نے فرمایا۔

"میں اپنے سرپرست اور چچا ابوطالب سے مشورہ کروں گا اس کے بعد جواب دے سکوں گا"

ایک ابوطالب ہی سے نہیں سب چچاؤں سے مشورہ کیا پھوپھیوں سے بھی رائے لی۔ سبھی نے اتفاق کیا اور کہا

"پاکیزہ محمدؐ اور طاہرہ خدیجہ سے بہتر جوڑا کون ہوگا۔ الطیبات للطیبین"
خدیجہ کے چچا عمرو بن اسد بن عبدالعزیٰ نے بھتیجی کی شادی محمدؐ بن عبداللہ سے کر دی۔ ابوطالب نے نکاح پڑھا، حمزہؓ، عباسؓ اور دوسرے چچا شریک تھے۔ مہر ایک روایت کے مطابق پانچسو طلائی درہم اور دوسری کے مطابق بیس نو عمر اونٹنیاں تھا۔

شادی کے وقت حضورؐ کی عمر پچیس سال اور حضرت خدیجہ کی عمر چالیس سال تھی۔

شادی کیا ہوئی خدیجہ بنت خویلد کو دونوں جہاں مل گئے۔ ان کی دلی تمنا پوری ہوئی انہوں نے اپنی تمام دولت لاکر حضورؐ کے قدموں میں رکھ دی۔
خدا تعالےٰ نے ربوبیت محمدؐ کا تیسرا مرحلہ چشم زدن میں پورا کیا۔ الم یجدک یتیماً فاویٰ کے بعد ووجدک ضالاً فھدیٰ کا دور جاری ہی تھا کہ

Marfat.com

ووجدك عائلاً فاغنیٰ[1] کا کرشمہ بھی دکھلا دیا۔ اور حضورؐ کے اوقات اب پہلے سے کہیں زیادہ تلاشِ حق میں صرف ہونے لگے۔

شادی کے بعد حضورؐ متاہل زندگی کے نئے دور میں داخل ہوئے۔ حضرت خدیجہ کے اصرار پر آپؐ خدیجہ کے مکان میں ہی منتقل ہو گئے۔ حضرت خدیجہ کا مکان مکہ کے اس ممتاز محلہ میں تھا جہاں مکہ کے بڑے بڑے تاجروں کی رہائش تھی۔ آپؐ کے چچا ابولہب آپؐ کے ہمسایہ میں قریب ہی رہتے تھے۔ ابولہب خود بھی دولتمند تھے اور دولت مندوں کو پسند کیا کرتے تھے۔ جب اُن کے یتیم بھتیجے بھی فارغ البال نظر آئے تو اُن کی نظرِ عنایت اور بڑھنے لگی ــــ ابوبکر بن ابی قحافہ بھی اسی محلہ میں رہتے تھے حضرت خدیجہ کے ایک چچیرے بھائی حکیم بن خزام بھی بڑے دولت مند تاجر تھے اور اسی محلہ میں مقیم تھے حضورؐ کے ان سب سے مراسم تھے۔

حضرت خدیجہ کا کمسن لڑکا ہند بن ابوہالہ انہی کے پاس تھا۔ حضورؐ اس سے شفقت سے پیش آتے۔ اس کی دیکھ بھال کرتے اور اسی کی نسبت سے حضرت خدیجہ کو اُمّ ہند کے نام سے مخاطب فرماتے۔

شادی کے دو تین سال بعد خدا تعالےٰ نے پہلا فرزند عطا فرمایا حضورؐ نے اس کا نام قاسم رکھا۔ اُس دن سے خدیجہ حضورؐ کو ابوالقاسم کے نام سے مخاطب کرنے لگیں۔ قاسم پاؤں پر چلنا سیکھ چکے تھے کہ بیمار ہوئے اور فوت ہو گئے۔

اس کے بعد خدا تعالےٰ نے یکے بعد دیگرے چار لڑکیاں عطا فرمائیں پہلی زینب، پھر رقیہ پھر ام کلثوم اور پھر فاطمۃ الزہرا۔ حضورؐ بچوں سے بے حد

---

[1] کیا ہم نے تمہیں یتیم پاکر پناہ نہیں دی؟ اور متلاشیِ حق دیکھ کر رہبری نہیں کی اور کیا تمہیں محتاج پاکر بے نیاز نہیں کر دیا؟

Marfat.com

محبت کرتے تھے۔

حضرت خدیجہ آبائی رسوم کے مطابق بتوں سے عقیدت کے واہمہ میں مبتلا تھیں لیکن حضورؐ نے گھر میں قدم رکھتے ہی پہلا سبق یہ دیا کہ خدا ایک ہے اُسی کی تلاش کرنی چاہیئے اور اپنی تمام آرزؤں کا مرجع اسی کو بنانا چاہیئے۔ بت، پتھر کے ٹکڑوں سے زیادہ کچھ حقیقت نہیں رکھتے۔ اور اُن کے متعلق تمام مروجہ خیالات بے بنیاد ہیں۔ حضرت خدیجہ تسلیم مجسم تھیں۔

حضرت خدیجہ نے شادی سے قبل حضورؐ کے جو محاسن سُن رکھے تھے شادی کے بعد آپؐ کو اُن سے کہیں زیادہ متصف پایا۔ حضورؐ حضرت خدیجہ سے بے حد محبت رکھتے تھے اور حضرت خدیجہ بھی حضورؐ پر دل وجان سے نثار تھیں۔ میاں بیوی کی باہمی محبت، یکرنگی اور ہم خیالی کی وجہ سے گھر جنت کا نمونہ بن گیا تھا۔ ہمسایے اور اہل محلہ اِن دونوں کی تعریف میں رطب اللسان تھے۔ خدیجہ کی بہن ہالہ نے بچپن ہی سے بڑی لڑکی زینب کو اپنے بیٹے ابو العاص بن ربیعہ بن عبد شمس سے منسوب کرلیا تھا۔ دوسری اور تیسری لڑکی رقیہ اور اُم کلثوم پر آپؐ کے چچا ابولہب کی، اپنے بیٹوں عتبہ اور عتیبہ کے لئے نظر تھی۔ حضورؐ کنبہ پرور، اقربا نواز، صلہ رحم اور محبت کرنے والے تھے۔ آپؐ سمجھتے تھے کہ اپنے رشتہ داروں سے بہتر کون ہوسکتا ہے بشرطیکہ حسنِ سلوک دوطرفہ برقرار رہے۔ بیٹیاں تو پرایا مال ہی ہوتی ہیں بڑا ہوکر بہر طور انہوں نے دوسرے گھروں میں ہی جانا ہوتا ہے۔

حضورؐ کی عمر کوئی پینتیس سال کی ہوگی کہ مکہ میں سخت قحط پڑا۔ لوگ فاقوں مرنے لگے۔ گراں فروش اور سود خور تاجروں کی بن آئی۔ غریبوں کے لئے موت آگئی۔ حضرت محمدؐ اور خدیجہ نے کئی اور خدا ترسوں کی طرح اپنی تھیلیوں کے منہ کھولدیئے باہر سے غلہ منگا کر مفت تقسیم کیا۔ اور سینکڑوں کو موت کے منہ سے بچایا۔ اسی

Marfat.com

اسی زمانہ میں ابوطالب کا کاروبار مندا پڑا ہوا تھا۔ اولاد بھی بڑھ گئی تھی۔ دو لڑکیوں کے علاوہ، طالب کے بعد عقیل اور عقیل کے بعد جعفر پیدا ہوئے تھے اور اب علی ابن ابی طالب چار پانچ سال کے تھے۔ حضورؐ سے چچا کی حالت دیکھی نہ گئی۔ قحط سالی نے بُری طرح پریشان کر رکھا تھا چچا عباس کو بلاکر حضورؐ نے فرمایا۔

"ان کی مدد ہمارا فرض ہے آپ ایک لڑکے کو لے لیجئے اور ایک کو میں سنبھالتا ہوں"

عباس نے جعفرؓ کو اپنی نگرانی میں لے لیا اور علیؓ کو رسول کریمؐ نے سنبھالا۔ اُس دن سے علیؓ حضورؐ کی سرپرستی میں ہی رہے اور آپؐ کی نگرانی میں ہی پرورش پائی۔ حضورؐ علیؓ کو بیٹوں کی طرح چاہتے تھے۔

اسی زمانہ میں اہل مکہ نے خانہ کعبہ کی تعمیر نو کا ارادہ کیا بیت اللہ ان دنوں قدِ آدم سے کچھ ہی اونچی سنگ بستہ چار دیواری تھی جس پر چھت نہ تھی۔ قریش کا خیال تھا کہ اُسے اونچا کر کے چھت بھی ڈال دیں۔ انہی دنوں رومی تاجروں کا ایک جہاز ساحلِ جدہ کے قریب ٹوٹ گیا تھا۔ اس کی لکڑی حاصل کر کے ایک قبطی بڑھئی کی مدد سے یہ کام شروع کیا گیا پرانی دیواریں ڈھاکر ازسرِ نو تعمیر کرنا تھا یہ کام مختلف قبیلوں میں تقسیم کیا گیا تھا تاکہ کوئی اس سعادت سے محروم نہ رہے۔ جب حجر اسود کو اس کی جگہ رکھنے کا وقت آیا تو ہر قبیلہ کی یہی خواہش تھی کہ اُسی کا نمائندہ اس مخصوص کام کو سرانجام دے۔ اس پر جھگڑا اس قدر بڑھا کہ تلواریں نکل آئیں۔ بنو عبدالدار نے خون سے بھرا ہوا ایک کٹورا لا رکھا۔ بنو عدی نے لڑنے مرنے کا عہد کیا۔ جب تصفیہ کی کوئی صورت نظر نہ آئی تو ابوامیہ ابن مغیرہ بن عبداللہ مخزومی نے جو قریش میں اس وقت سب سے زیادہ سن رسیدہ تھا کہا۔

"ہمیں اس تنازعہ کے لئے کوئی حَکَم مقرر کرنا ہوگا بیت اللہ کے دروازہ

Marfat.com

سے کل صبح جو بھی پہلا شخص داخل ہو اسے اپنا حکم مقرر کر لو جو فیصلہ وہ دے اسے قبول کرو اور خون خرابہ سے بچو۔"

سب نے اس رائے کو تسلیم کیا۔ دوسرے دن علی الصبح سب سے پہلے آنے والی پاکیزہ ہستی حضور محمدؐ بن عبداللہ ہی کی تھی۔ جب لوگوں نے آپ کو آتے دیکھا تو کہنے لگے۔

"لو وہ امین آگئے جنہیں ہم سب لوگ جانتے ہیں ابوالقاسم محمدؐ بن عبداللہ۔ ہم اُن کے فیصلہ کو تسلیم کریں گے۔"

جب حضورؐ اُن کے پاس پہنچے تو آپؐ کو معاملہ کی خبر دی گئی۔ آپؐ نے فرمایا۔

"میرے پاس ایک چادر لاؤ۔"

ایک کپڑا لایا گیا۔ آپؐ نے اپنے دستِ مبارک سے حجر اسود اٹھا کر پھیلائی ہوئی چادر پر رکھ دیا پھر فرمایا۔

"ہر قبیلہ کا نمائندہ اس چادر کا ایک ایک کونہ پکڑ لے اور سب مل کر اسے اٹھائیں۔"

انہوں نے ایسا ہی کیا۔ یہاں تک کہ وہ اُسے اُٹھا کر اس مقام تک پہنچے جہاں حجر اسود نصب کرنا تھا۔ پھر حضورؐ نے حجر اسود کو اپنے دستِ مبارک سے اٹھا کر نصب کر دیا۔ اور اس پر تعمیر شروع ہو گئی۔

حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے تدبّر نے ایک خطرناک جھگڑے کو بطریق احسن سُلجھا دیا۔ قوم آپؐ کو صادق اور امین تو پکارتی ہی تھی۔ آپؐ کی حُسن تدبیر کی بھی قائل ہو گئی۔

حضرت خدیجہ کے چچیرے بھائی حکم بن حزام شام سے کچھ غلام خرید لائے۔ اُن

Marfat.com

یں سے ایک نو عمر لڑکا زید حضرت خدیجہ کو پسند آیا اور انہوں نے حضورؐ کی خدمت کے لئے اُسے خرید لیا۔ حضورؐ نے اس لڑکے کو قبول فرمایا لیکن لیتے ہی آزاد کر دیا اور بچوں کی طرح اُسے اپنی سرپرستی میں رکھا۔ زید حضورؐ کے خادم خاص قرار پائے۔

زید کا والد حارث اپنے بیٹے کی تلاش میں پھرتا پھراتا پتہ اُٹھاتا مکہ آپہنچا اور حضورؐ سے لڑکے کی واپسی کا مطالبہ کرنے لگا۔ حضورؐ نے فرمایا۔

"زید آزاد ہے اور خود مختار۔ اس کی مرضی جو چاہے کرے اگر وہ جانے پر آمادہ ہو تو بخوشی اُسے لے جاؤ"۔

لیکن زید حضورؐ کی شفقت اور حسنِ سلوک کا ایسا گرویدہ ہوا کہ باپ کے ساتھ جانے سے انکار کر دیا۔ زید کے والد نے جب دیکھا کہ بیٹا کیسے شریف النفس شخص کی سرپرستی میں ہے اور کس قدر خوش ہے مطمئن ہو کر لوٹ گیا۔

حضورؐ کی متاہل زندگی کافی مصروف تھی۔ بچوں سے گھر بھرا تھا۔ خدیجہ کا فرزند ہند حضورؐ کی ربوبیت میں اسی گھر میں پل رہا تھا۔ علی ابن ابی طالب بھی کمسن بچہ ہی تھے اور یہیں رہتے تھے۔ زینب اُم کلثوم اور رقیہ چھوٹی چھوٹی بچیاں تھیں۔ گھر میں چہل پہل رہتی تھی۔ تجارتی کاروبار کی نگرانی حضورؐ نے سنبھال لی تھی۔ میسرہ اور دوسرے قابل اعتماد غلام مدد کے لئے ہر وقت موجود رہتے۔ مکہ کے متمول تاجروں سے آپ کا لین دین ہوتا۔ اور نشست و برخاست رہتی تھی جن میں دوسروں کے علاوہ ابوبکر بن ابی قحافہ بھی تھے۔ ابوبکرؓ سے حضورؐ کے تعلقات مخلصانہ تھے۔

گھر میں بچیاں ہوش سنبھالنے لگیں۔ کم سنی کی شادی کا عام رواج تھا۔ لڑکیاں اکثر سسرال میں ہی جا کر جوان ہوا کرتی تھیں۔ بڑی صاحبزادی زینب پر شروع ہی سے اپنی خالہ ہالہ بنت خویلد کی نظر تھی۔ وہ اُسے اپنی بہو بنانا چاہتی تھیں۔ زینبؓ ابھی آٹھ نو سال کی ہی تھیں کہ خالہ نے تقاضہ شروع کر دیا۔ ایک بہن کی بیٹی ایک

Marfat.com

بہن کا بیٹا۔ اس سے اچھا رشتہ کیا ہو سکتا تھا حضرت خدیجہ اس شادی پر رضامند ہو گئیں تو حضورؐ نے بھی اپنی رضامندی کا اظہار فرمایا۔ جہیز کی تیاری ہونے لگی۔ دعوتوں کا انتظام شروع ہوا۔ رؤسا مکہ تمام مدعو کئے گئے۔ ابوالعاص بن ربیع دولہا بن کر آئے۔ برات جمع ہوئی۔ نکاح پڑھا گیا دستر خوان بچھے اور پر تکلف کھانوں سے حاضرین کی تواضع کی گئی۔

کھانا پسند کیا گیا۔ ہر پکوان کی تعریف ہوئی۔ خصوصاً ہرن کے کباب بے حد لذیذ تھے۔ جب چاروں طرف سے کبابوں کی تعریف ہوئی تو حمزہ خوش ہو کر کہنے لگے۔

"حمزہ کا شکار کیا ہوا ہرن اور خدیجہ کے اپنے ہاتھوں سے بنائے ہوئے کباب، پھر لذیذ کیوں نہ ہوتے لوگ کھاتے ہوئے اپنی انگلیاں کاٹ لیں تو قصور ان کا نہیں۔ میرا ہے یا خدیجہ کا!"

طعام اور اہتمام دعوت پر جب مدحیہ کلمات دیر تک بلند ہوتے رہے تو ایک طرف سے آواز آئی۔

"ہاں بھئی۔ محمدؐ اور خدیجہ نے سب انتظام اچھا کیا لیکن ایک چیز کی کمی شدت سے محسوس کی جا رہی ہے!"

"وہ کیا؟" کئی لوگوں نے تجاہل عارفانہ سے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"شراب!"

لوگ زیر لب مسکرانے لگے اور کئی قہقہے بلند ہوئے۔

"یہ کمی تو ہم سب محسوس کر رہے ہیں۔"

اور سب کی نظریں استفہامیہ انداز میں حضرت خدیجہؓ کی طرف اٹھ گئیں۔ امِ جمیل نے کہا۔

"کیوں خدیجہ کیا بات ہے، شاید تم بھول گئیں۔ منگاؤ نا جلدی سے!"

Marfat.com

ابولہب نے کہا۔

"ہاں بھئی۔ شراب کے بغیر تو کھانا ہضم ہی نہیں ہوتا۔"

حضرت خدیجہؓ نے سادگی سے جواب دیا۔

"جس دن سے ابوالقاسمؐ اس گھر میں تشریف لائے ہیں شراب بند ہو گئی ہے آپؐ کی یہی خواہش تھی۔ اور ہم نے بخوشی قبول کیا اسی لئے تو آپ حضرات کی شربت سے تواضع کی جا رہی ہے۔"

کئی چہروں پر کھسیانی مسکراہٹ پھیل گئی۔ عتبہ بن ربیعہ جو طائف میں انگوروں کے کئی باغات کا مالک تھا اور جس کے ہاں کی شراب مشہور تھی کہنے لگا۔

"شراب تو وہی پی پلا سکتے ہیں جن کے ہاں انگوروں کے باغ ہوں!"

پختہ عمر ولید بن مغیرہ نے مسکراتے ہوئے فلسفیانہ انداز میں کہا۔

"عتبہ یہ بات تو نہ کہو۔ انگوروں کے باغات کی میرے پاس کیا کمی ہے۔ شراب میرے گھر میں بھی بنتی ہے۔ لیکن میں نے پینا بہت کم کر دیا ہے۔ طویل تجربہ کے بعد معلوم ہوا کہ یہ کوئی اچھی چیز نہیں۔ اچھا خاصا انسان بہک کر حیوان سے بھی بدتر حرکتوں پر اتر آتا ہے۔ عقل و شعور کی خبر نہیں رہتی محمدؐ پر ہی کیا موقوف ہے۔ کئی سمجھ دار لوگوں نے شراب چھوڑ رکھی ہے۔ عبداللہ بن جدعان اور عثمان بن مظعون کو تو تم جانتے ہی ہو۔ اور بھی کئی لوگ شراب سے پرہیز کرتے ہیں۔ ہاں فرق یہ ہے کہ دوسروں کو پختہ عمر میں سمجھ آئی لیکن ابوالقاسم نے تو پی ہی نہیں۔"

گفتگو کے موضوع کا رخ بدلتا رہا۔ کاروبار کی طرف پلٹا تو بڑے بڑے تاجر منڈی کے اُتار چڑھاؤ کی باتیں کرنے لگے۔ ذخیرہ اندوزی کی تفصیلات بیان ہونے لگیں پھر سرمایہ کاری کی خوبیوں اور سود کی برکات پر تبصرہ ہونے۔ عباسؓ نے باتوں باتوں میں خدیجہ سے انکے کاروبار کا حال دریافت کیا اور تفصیلات پوچھنے لگے۔ خدیجہ بولیں۔

Marfat.com

"آج کل ہمارا کاروبار محض اشیاء ہی میں مرکوز ہے۔"

"کیوں سود بیاج لینا دینا بند کر دیا گیا؟"

"قرضوں کا لین دین تو بند نہیں۔ لیکن جس دن سے میں نے اپنے کاروبار کا اختیار ابوالقاسمؐ کو سونپا۔ انہوں نے سودی کاروبار یکسر بند کر دیا اور میں نے بخوشی قبول کیا۔"

ابولہب نے کہا۔

"پھر تو آمدنی میں خاصی کمی ہو گئی ہوگی؟"

خدیجہ کہنے لگیں۔

"مجھے آمد و خرچ میں تو دلچسپی نہیں رہی اس لئے نہیں کہہ سکتی کہ کمی ہوئی یا زیادتی البتہ برکت ضرور نظر آتی ہے۔"

ابولہب اور عباس ایک دوسرے کو دیکھ کر مسکرانے لگے۔

لوگوں نے کہا۔

"محمدؐ کے سوچنے کے انداز نرالے ہیں۔"

اُمِ جمیل حضرت خدیجہؓ سے دلہن کے متعلق باتیں کرتی رہی۔ پھر آنکھوں ہی آنکھوں میں اپنے خاوند ابولہب سے اشارے کرنے لگی۔ پھر بولی۔

"ابنِ لبنیٰ۔ یہاں تو آؤ۔"

ابولہب کو بچپن میں ماں کی نسبت سے ابنِ لبنیٰ ہی پکارا جاتا تھا۔ اُمِ جمیل ترنگ میں ہوتی تو خاوند کو اسی نام سے پکارتی تھی۔

"کیا کہتی ہو۔ اُمِ عتبہ؟" ابولہب نے جواب دیا۔

"ارے توبہ! برخاست کا وقت آگیا اور ابھی تک تم نے کام کی بات ہی نہ چھیڑی۔" اُمِ جمیل بگڑ کر کہنے لگی۔

"ارے ہاں۔ وہ تو میں بھول ہی گیا تھا۔ پیارے بھتیجے محمدؐ اور بہو بیگم زینب

Marfat.com

کی ذمہ داری سے فراغت مبارک ہو۔ اب دوسری بچیاں بھی سیانی ہوتی جارہی ہیں بھولنا نہیں۔ ہم نے عتبہ عتیبہ کے لئے رقیہ اور ام کلثوم کو مانگ رکھا ہے۔ اپنی ہی بیٹیاں تو ہیں۔ ہمارا حق ہے نا۔ اب اُن کی بھی تیاری شروع کردو۔ ہم کسی دن آدھمکیں گے کیوں بیگم ٹھیک ہے نا؟"

اور یہ کہہ کر ابولہب پہلے اُمِ جمیل پھر خدیجہ اور پھر حضورؐ کی طرف دیکھنے لگ گیا۔

خدیجہ مسکرائیں اور کہنے لگیں۔

"چچا جان آپ بھی کمال ہی کرتے ہیں۔ بہن ہالہ کے اصرار پر میں نے چھوٹی سی زینب کی شادی کردی ابھی تو بمشکل آٹھ سال کی ہوگی۔ آپ چاہتے ہیں کہ رقیہ اور ام کلثوم کی بھی ابھی سے شادی کردوں۔ شادی نہ ہوئی گڑیوں کا کھیل ہوگیا۔"

اُمِ جمیل ہنسنے لگی اور بولی۔

"ہاں ہمیں گڑیوں کا کھیل ہی منظور ہے۔ بہو وہی اچھی جو سسرال میں پل کر جوان ہو۔ ہم دودھ بیتی بچیوں کی ہی شادی کریں گے۔ آپ کو کیا اعتراض — دیکھو ہم کسی بھی دن آدھمکیں گے۔"

دونوں عورتیں کھِل کھلا کر ہنسنے لگیں۔

حضورؐ نے چچا اور چچی کو رخصت کرتے ہوئے فرمایا۔

"جو اللہ تعالیٰ کا حکم۔"

خدیجہ مسکرائیں اور کہنے لگیں۔

"لو اب گڑیوں کی شادی ہوگی!"

حضورؐ اس دورِ جاہلیت میں بھی ایک شفیق باپ، ایک محب شوہر اور ایک روشن ضمیر اور محبوب شہری کی پاکیزہ زندگی بسر کر رہے تھے کہ ———

Marfat.com

Marfat.com

لیلۃ القدر

—— شبِ تاریک لیکن کِس شان کی

Marfat.com

Marfat.com

۱

باب ششم

انکشافِ حقیقت

حضورؐ ایک روشن ضمیر شہری کی زندگی بسر فرما رہے تھے کہ مزید روشنی کی آرزو پیدا ہوئی۔ زندگی کے کئی اہم سوال آپ کے دل میں اُٹھنے لگے۔ تمدن کے کئی پیچیدہ مسائل آپ کو بے چین کرنے لگے۔ کائنات کے کئی سربستہ رازوں سے آشنا ہونے کی تڑپ آپؐ کو ستانے لگی۔ آپ کی طبیعت دن بدن سنجیدہ سے سنجیدہ تر ہوتی چلی گئی اور آپ غور و تدبر میں مستغرق ہوتے چلے گئے۔

اپنے تجارتی کاروبار سے وقت بچا کر آپ مکہ کی آبادی سے دور نکل جاتے اور اکیلے پہاڑیوں میں غور و فکر میں ڈوبے ٹہلا کرتے۔

پھر گوشہ نشینی کے لئے ایک پہاڑی کی بلندی میں آپ نے ایک غار پسند فرمایا یہ راستہ سے ہٹ کر بھی تھا۔ اور وہاں تک پہنچنا بھی قدرے دشوار تھا خلوت گزینی کے لئے یہ عمدہ جگہ تھی۔ اور غارِ حرا کے نام سے موسوم تھی آپؐ نے

Marfat.com

اسی میں بیٹھ کر غور و تدبر شروع کیا۔

ابتداءً آپؐ وہاں علی الصبح جاتے۔ دن بھر بیٹھتے۔ پہاڑ کی بلندی سے اطراف و اکناف پر نظر ڈالتے، کارخانۂ قدرت پر غور کرتے، تخلیقِ عالم پر تدبر فرماتے اور شام کو گھر واپس آجاتے۔ لیکن بعد میں آپ نے راتیں بھی وہیں گزارنی شروع کر دیں۔ چند دن کی غذا اور پانی کا مشکیزہ لے کر جاتے اور رات دن عبادت الٰہی میں مصروف رہتے۔ جب خوراک ختم ہو جاتی تو واپس تشریف لے آتے اور چند دن اپنے کاروبار میں مصروف رہ کر پھر مختصر چلّہ کشی کا پروگرام بناتے۔

غارِ حرا میں اس ریاضت کا سلسلہ بڑھتا ہی چلا گیا۔ زینب کے علاوہ رقیہؓ اور امّ کلثوم کی شادیوں سے بھی حضورؐ فارغ ہو چکے تھے۔ صلہ رحمی کے مجسم نے اپنے چچا ابولہب کی فرمائش پوری کر دی تھی اور ام جمیل کرٹیوں کو ہی بیاہ لے گئی تھی۔ حضرت خدیجہ کی گود میں ایک کمسن بچی فاطمہ ہی تھیں۔ ان کے علاوہ گھر میں نوعمر حضرت علی اور نوجوان خادم، آزاد کردہ غلام زید تھے۔ تجارتی کاروبار اب بھی چالو تھے۔ لیکن ان کی دیکھ بھال زیادہ تر میسرہ اور دوسرے کارندوں کے حوالے تھی۔ حضورؐ کی توجہ اب دن بدن ادھر سے کم ہونے لگی۔ اور ریاضت و مراقبہ کا شغف اس قدر بڑھنے لگا کہ خورد و نوش کے لئے رسد کی فراہمی کی بھی فکر نہ رہی۔ کبھی آپ کی شریک حیات حضرت خدیجہ خود جا کر آزوقہ پہنچا آتیں کبھی حضرت علی کو بھیج دیتیں اور کبھی زید یہ فریضہ انجام دیتا۔

آپؐ کی نئی مصروفیات کو گھر والے بڑی سنجیدگی سے دیکھ رہے تھے وہ جانتے تھے کہ حضورؐ یاد الٰہی میں مصروف اور تلاشِ حق کے لئے بے چین ہیں۔ مکّہ کے تجارتی حلقوں نے بھی بازاروں میں آپ کی عدم موجودگی محسوس کی۔ اور جب انہیں پتہ چلا کہ غریبوں کا والی اور یتیموں کا مولیٰ غارِ حرا میں یادِ الٰہی میں مصروف ہے تو

Marfat.com

وہ سنجیدگی سے کہنے لگے۔

"صادق الامین محمدؐ کی ہستی بھی نرالی ہے اور ان کی مصروفیات بھی نرالی ہیں۔"

غار حرا میں آپؐ کیا کرتے تھے۔ آپ کی عبادت کیا تھی۔ آپؐ کن مسائل پر غور و تدبر فرماتے تھے۔ اس کے متعلق صحیح بخاری میں مذکور ہے کہ غار حرا میں آپؐ تحنث یعنی عبادت کیا کرتے تھے اور عینی شرح بخاری میں لکھا ہے۔

"یہ سوال کیا گیا کہ آپؐ کی عبادت کیا تھی۔ جواب یہ ہے کہ غور و فکر اور عبرت پذیری۔"

اور ہر سلیم الطبع انسان کی فطرت گواہی دیگی کہ آپؐ کے غور و فکر کا موضوع وہی ہو سکتا تھا جو ہر صاحب فکر و تدبر کا ہوا کرتا ہے جب وہ کائنات کے کارخانے پر غور کرنے لگتا ہے۔ یعنی

کارخانۂ قدرت کا یہ سب کھیل تماشہ کیوں؟

تخلیق عالم کا مقصد کیا ہے؟

خدا تعالیٰ نے انسان کو کیوں پیدا کیا؟

کیا مرنے کے بعد کوئی اور زندگی بھی ہے؟

بنی نوع انسان کی بھلائی کے لئے ہمیں کیا کرنا چاہیئے؟

شخصی خودغرضیاں حقوق انسانیت سے مسلسل ٹکراتی اور بناء فساد بنتی رہتی ہیں ان کا پائیدار علاج کیا ہے؟

اور یہ تمام سوالات سمٹ سمٹا کر علم و عمل کے انہی دو بنیادی سوالوں میں سمو جاتے ہیں کہ

Marfat.com

تکوین عالم کا مقصد کیا ہے ؟
اور حق و انصاف کے تقاضوں کو مفاد پرستی کے جذبات پر مستقل غلبہ دینے کی عملی صورت کیا ہو سکتی ہے ؟

علم و عمل کے ان دو بنیادی سوالوں کو حل کرنے کی تمام کوششیں ناکام ہو چکی تھیں عقل کی تمام رہبری اور عقدہ کشائی کی تمام صلاحیتیں ہتھیار ڈال کر اپنی شکست کا اعتراف کر رہی تھیں۔ دنیا کے تمام دانشور اپنے عجز و بے مائگی کا اعلان کر چکے تھے اور جب حضرت انسان کی عقل نارسا بلوغ کے تمام مدارج ارتقا طے کرنے کے بعد بھی بے دست و پا نظر آنے لگی تو صحرائے عرب کا یہ اُمی بادیہ نشین کمر ہمت باندھ کر اٹھا اور اپنے خالق کے حضور میں سر بسجود ہو کر گڑگڑانے لگا تھا کہ ـــــ

"اے کون و مکان کے بے نیاز مالک۔ تو خود ہی رہبری فرما"
آپؐ کی تڑپ اس قدر پُر خلوص تھی کہ آپؐ کے نالے عرش معلیٰ تک پہنچ کر لوح و قلم میں ہل چل مچانے لگ گئے۔ یہاں تک کہ رحمت حق جوش میں آئی۔ اور انسانیت کی قسمت جاگ اٹھی۔ رہبری کے دروازے کھلنے لگ گئے۔

شروع شروع میں حضورؐ کو صاف اور سچے خواب نظر آنے لگے۔ آپ جو کچھ خواب میں دیکھتے۔ بالکل وہی پیش آتا تھا۔ ان سچے خوابوں کی وجہ سے تائید ایزدی پر آپؐ کا یقین مستحکم ہوتا چلا گیا۔

آپؐ کی خدا طلبی پر اہل بیت کا ایقان ترقی کرتا چلا جا رہا تھا حضرت خدیجہؓ جو کسی زمانہ میں زر و جواہر میں ملبوس دولت کی دیوی بنی پھرتی تھیں اپنے مجذوب الی اللہ محبوب شوہر کیلئے پانی کا مشکیزہ اُٹھائے غار حرا تک پیادہ پا جانے میں وہ لذت محسوس کرتی تھیں جو دولتمندی کے عروج میں بھی کبھی نصیب نہ ہوئی تھی آپ دبے پاؤں آگے بڑھتیں اور خاموشی سے ستو کی تھیلی اور پانی کا مشکیزہ غار میں ایک طرف رکھکر اُلٹے پاؤں واپس

Marfat.com

لوٹ آتیں مبادا خدا اور اس کے بندے کی خلوت میں مخل نہ ہو جائیں۔

ان دنوں حضورؐ کی غذا خشک ستو اور پانی کے سوا کچھ نہ تھی۔

رمضان کا مہینہ تھا اور آخری عشرہ ایک دن آپؐ حسبِ معمول غارِ حرا میں مراقبہ میں مصروف تھے کہ آپؐ کو ایک فرشتہ نظر آیا جو آپؐ سے کہنے لگا۔

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِىْ خَلَقَ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ الَّذِىْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ يَعْلَمْ۔

(پارہ ۳۰ رکوع ۲)

اپنے پرورش کرنے والے رب کے نام سے پڑھ جس نے کائنات کو پیدا کیا۔ اس نے انسان کو گوشت کے لوتھڑے سے ترقی دے کر پیدا کیا۔ پڑھ تیرا رب تو بڑا ہی کریم ہے جس نے قلم کے ذریعہ علم پھیلایا اس نے انسان کو وہ کچھ بھی سکھلایا جو وہ جانتا ہی نہ سکتا تھا۔

یہ حیران کن تجربہ حضورؐ کے لئے بالکل ہی نرالا تھا۔ فرشتہ کا وجود اور یہ واضح گفتگو، جلالِ الٰہی کے نزول سے آپؐ کی بشریت مرعوب تھی۔ تحیّر، انہماک اور ہیبت کے ملے جلے جذبات سے معمور آپؐ گھبرائے گھر تشریف لے آئے اور فرمانے لگے۔

"خدیجہ۔ مجھے کمبل اڑھادو۔ مجھے کمبل اڑھادو۔"

حضرت خدیجہ یہ کیفیت دیکھ کر گھبرا گئیں اور کمبل اڑھا دیا۔ جب طبیعت میں ذرا سکون آیا تو حضورؐ نے حضرت خدیجہ سے فرمایا۔

"مجھے اپنی جان کا خوف ہو گیا تھا۔"

اور تمام واقعات بیان فرمائے۔

Marfat.com

خدیجہ الکبریٰ سب سن کر کہنے لگیں۔

"گھبرائیے نہیں۔ آپ اقربا پر شفقت فرماتے، سچ بولتے، بیواؤں یتیموں اور بیکسوں کی دستگیری کرتے اور مصیبت زدوں سے ہمدردی فرماتے ہیں خدا آپ کو ہرگز غمگین نہیں کرے گا۔"

حضورؐ کو دلاسا دینے کے باوجود اس پُرہیبت نامانوس انکشاف پر خدیجہ خود بھی حیران تھیں مشرکین عرب کی داستانوں میں کوئی ایسی روایت نہ تھی جس کی روشنی میں حضورؐ کے اس نئے تجربہ پر قیاس آرائی کی جاسکتی۔ حضرت خدیجہؓ کے ایک چچیرے بھائی ورقہ بن نوفل عیسائی تھے اور عیسوی مذہب کے عالم وہ بنی اسرائیل کے نبیوں اور فرشتوں کے نزول کی روایات سے واقف تھے خدیجۃ الکبریٰ اُن کے پاس گئیں اور تمام واقعہ بیان کیا۔

ورقہ بن نوفل نے کہا۔

"یہ تو وہی ناموس اکبر معلوم ہوتے ہیں جو حضرت موسیٰ کے پاس آتے تھے خدیجہ خدا نے چاہا تو تمہارے شوہر اس اُمّت کے نبی ہوں گے۔"

حضورؐ کی پریشانی رفع ہوئی تو آپؐ نزول وحی کے متن پر غور فرمانے لگے اور اس کی تعلیم اور اندازِ تعلم پر تدبّر کرنے لگے۔ آج پہلی مرتبہ انہیں ذاتی مشاہدہ سے یہ معرفت حاصل ہوئی تھی کہ اللہ تعالیٰ کی ذات برحق ہے۔ وہی حضورؐ کی ربوبیت کرنے والا ہے اور وہی کائنات کا خالق ہے۔ فہم و ادراک کے دریچوں سے جھانک کر جس خالقِ کل کے متعلق قیاس آرائیاں کی جایا کرتی تھیں اور ذوقِ تمنا کے پروں پر اڑتے ہوئے جس کی تلاش میں بے چین راتیں گزاری جاتی تھیں آج اسی ذاتِ پاک کا خاص ایلچی سلسلۂ پیام جاری کرنے آیا تھا۔ یہ احساس کس قدر

Marfat.com

فرحت بخش تھا حضور اکرمؐ کا سرِ نیاز خود بخود سجدۂ شکر میں جھکا جا رہا تھا۔

اور نامہ بر پیام اول میں ہی علوم کے وہ خزانے بھر لایا جو ایک اُمّی تو کجا، دنیا کے بڑے بڑے مفکرین اور علماء کے پاس موجود نہ تھے۔

اور پہلے ہی پیام میں جو پہلا سبق دیا گیا وہ حصولِ علم کا تھا۔ اقراء کا۔ پڑھنے کا۔ علم حاصل کرنے کا ___ کیسی نیچرل تھی یہ ابتداء!

اور پھر اسی میں حصول علم کے طریقے بھی بیان فرما دیئے گئے تھے۔

طریقِ اول کی طرف توجہ دلاتے ہوئے یہ بتلایا گیا تھا کہ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ، خَلَقَ الْإِنسَانَ مِنْ عَلَقٍ ___ یعنی تخلیق کائنات اور تخلیق انسان کیسے ہوئی۔ اس پر غور و تدبر کرنے سے علم کے دروازے کھلا کرتے ہیں گویا حواس خمسہ کے مشاہدات اور فہم و ادراک کے استعمال سے علم حاصل ہوا کرتا ہے۔ مشاہدہ اور عقل حصولِ علم کا طریق اول ہے۔

پھر دوسری مرتبہ حکم ہوا۔ اقراء۔ "پڑھ"

یہ تکرار کیوں؟ خدائی کلام میں تکرار کچھ معنی رکھتی ہے۔

ظاہر ہے کہ دوسری مرتبہ پڑھنے کا حکم کسی دوسرے طریق حصول علم کیطرف توجہ دلانے کے لئے ہی تو تھا۔ ورنہ پہلی مرتبہ کا اقراء ہی کافی ہوتا۔

نبی اُمّی پر درس اول میں ہی یہ انکشاف فرمایا گیا کہ ___ رَبُّكَ الْأَكْرَمُ الَّذِي

آپ کا رب ایسا مہربان ہے کہ مشاہدہ و عقل کے ذریعہ علم کے علاوہ جو قلم کے ذریعہ اشاعت پذیر ہوا کرتا ہے اور عرفِ عام میں قلم کا علم یا کتابی علم کہلاتا ہے ___ وہ اپنے پاس ایک اور ذریعہ علم بھی رکھتا ہے اور اپنی مہربانی سے آپ کو وہ بھی پڑھانا چاہتا ہے۔

اور بتلایا کہ اس دوسرے ذریعہ علم سے خدا تعالیٰ انسان کو وہ باتیں سکھلاتا ہے

Marfat.com

جو انسان مروجہ ذریعہ علم یعنی مشاہدہ و عقل سے حاصل نہیں کر سکتا۔ علم و معرفت کا وہ میدان جو تفکر و تدبر کی دسترس سے باہر ہے۔ اس دوسرے ذریعہ علم سے ہی وہاں تک انسان کی رسائی ہوا کرتی ہے۔

یہ دوسرا طریقہ کیوں اختیار کیا گیا۔ اس کی وجہ بھی بیان فرما دی خدا تعالیٰ جو خالق ہونے کے علاوہ سب کا رب بھی ہے اس کی شانِ ربوبیت کے منافی ہوتا اگر انسان کو ان ضروری علوم سے، جو اس کی عقل کی دسترس سے باہر ہیں محروم رکھا جاتا۔ آپ کا رب۔ ربِ کریم ہوتے ہوئے یہ کیسے گوارا کرتا کہ انسانیت امور غیب کے ضروری اجزاء سے بے خبر رہے اس لئے اس نے حصول علم کا یہ دوسرا طریقہ بھی جاری فرما دیا۔ آیئے آپ وہ بھی پڑھ لیجئے۔ اس کا نمونہ یہ پہلا سبق ہی تو ہے۔

یہ پہلا سبق تھا کتاب ھدیٰ کا۔

اور اس پہلے سبق نے حضورؐ پر علوم کے نئے دروازے کھول دیئے۔

خود حضورؐ کا مشاہدہ ہی اپنی واضح دلیل تھا اور روشن برہان۔ عینی مشاہدہ اور ذاتی تجربہ سے بڑھ کر اور کونسی دلیل ہو سکتی ہے۔ خدا خود فرما رہا تھا کہ حصول علم کے دو ذریعے ہوا کرتے ہیں۔ ایک مشاہدہ و عقل کا استعمال دوسرا خدا تعالیٰ کی طرف سے راست نزول وحی۔ اور نزول وحی کا نمونہ آپؐ کے سامنے تھا جیتا جاگتا مشاہدہ، جسے ماننے سے دنیا کے لوگ شاید ہچکچائیں لیکن خدا کے رسولؐ کے لئے تو اپنا مشاہدہ لاکھ ثبوتوں کا ایک ثبوت تھا۔ عرفانِ مجسم۔

وحی کی ابتداء کس قدر سائنٹفک تھی۔ اس کے موضوع کا انتخاب کتنا فطرتی تھا۔ اور اس کا متن منطقی دلائل سے کس قدر لبریز تھا، مہبط وحی۔ قلب رسولؐ کو اس سے کتنی تسکین ہوئی ہوگی اس کا اندازہ کون کر سکتا ہے!

Marfat.com

اس پہلی وحی میں ہی حضورؐ کو ان بے چین کرنے والے لاینحل مسائل کے جوابات ملنے کی امید نظر آئی جن سے اقوام عالم کے دانشور مایوس ہو چکے تھے۔ اور جنہیں حضورؐ خود بھی حل نہ کر سکے تھے۔ نزول وحی کا مقصدِ اولین جب یہی ٹھیرا کہ ان الجھنوں کو سلجھایا جائے جو عقلِ گرہ کشا کی دسترس سے باہر ہیں۔ تو ان اہم مسائل کے متعلق رہبری کے لئے آس لگانا بالکل فطری تھا۔

وحی اول پر غور فرمانے کے بعد حضور اکرمؐ نے یہ بھی محسوس کیا کہ بنی آدم کی تفہیم کے لئے اگرچہ وحی الٰہی کو الفاظ کا وہی جامہ اختیار کرنا پڑتا ہے جو فہم انسان کے قریب تر ہو۔ بریں ہم اس قید کے باوجود معارف و بلاغت کے سمندر اس جامہ میں یوں متلاطم نظر آتے ہیں گویا دریا کو کوزہ میں بند کر دیا گیا ہو۔ وحی الٰہی کے مندرجہ بالا گنتی کے چند الفاظ نے کس خوبی سے اس تمام مفہوم کو دلائل کے ساتھ ادا فرما دیا تھا کہ ــــــ

(۱) کائنات پر غور و تدبر جس خالق کی طرف رہبری کرتا ہے وہ برحق ہے

(۲) وہ صرف خالق ہی نہیں رب بھی ہے۔ تخلیق کے ساتھ مسلسل ربوبیت کے سامان بھی اُسی نے پیدا کئے ہیں۔

(۳) تخلیق کے بعد ربوبیت کا انتظام کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ تخلیق و قیام کا کوئی مقصد ہوگا۔ ذرا اس مقصد کو تلاش کرنے کی کوشش تو کیجئے!

(۴) اور پھر انسان کی تخلیق کو لے کر اس کے مدارج تخلیق پر غور و تدبر کیجئے۔ کیا منازل ارتقائی کے لامتناہی مدارج اس میں جھلک نہیں رہے۔ ان پیچیدہ خود کار مخلوق میں منازلِ ارتقائی طے کرنے کی لگن کیا یوں ہی بے مقصد

Marfat.com

لگادی گئی ہوگی؟

(۵) مقصد وارادہ کے یہ سنگِ میل پہچاننے کے لئے ہی تو انسان کو حصول علم کے ذرائع بخشے گئے ہیں۔ اُسے مشاہدہ کے لئے حواس خمسہ اور استخراج کے لئے عقلِ سلیم عطا کی ہے تاکہ وہ عقل و مشاہدہ کے استعمال سے علوم و فنون کے انبار لگا کر قلم و کتابت کے ذریعہ اُن کی اس قدر اشاعت کرے کہ ہر فرد انسان کا دل یہ گواہی دے اُٹھے کہ کائنات کے یہ تمام مظاہر بے مقصد نہیں۔ کسی مقصدِ حیات کے قوی قرائن واضح طور پر نظر آرہے ہیں۔ اگرچہ یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ مقصدِ حیات کیا ہوگا؟

(۶) اگر یہ سب کچھ مغالطہ ہوتا تو عقل کی اس نارسائی کو اس کے حال پر ہی چھوڑ دیا جاتا اور انسان ازل سے ابد تک یوں ہی اندھیرے میں ٹٹولتا رہ جاتا۔ لیکن اے محمدؐ تیرا مہربان رب جو کریم ہی نہیں بلکہ اکرم ہے۔ اس کی شانِ کریمی سے یہ بہت بعید تھا کہ انسان کو رہبری کے بغیر ہی چھوڑ دے۔ لہٰذا اس نے خود ہی ان امورِ غیب کی تعلیم کے لئے جو عقلِ انسانی کی دسترس سے باہر ہیں ایک اور ذریعہ تعلیم مقرر فرمایا۔ اور وہ نزولِ وحی کا ذریعہ ہے اس سے اُن چیزوں کی تعلیم دی جاتی ہے۔ جو انسان حصولِ تعلیم کے مروجہ ذریعوں سے حاصل نہیں کرسکتا۔

(۷) اور اے محمدؐ آپ پر اس وحی کے نزول کا مقصد اس کے سوا اور کیا ہوسکتا ہے کہ آپؐ مطمئن رہیں کہ اب اسی ذریعہ تعلیم یعنی نزولِ وحی سے آپؐ پر امورِ غیب کے حقائق منکشف کئے جائیں گے اور اُن دلائل و براہین کے ساتھ منکشف ہوں گے جو عقلِ سلیم کی تشفی کے ضامن ہوں۔

وحی الٰہی کی اس جامعیت نے حضورؐ اکرم کو نورِ بصیرت سے لبریز کردیا اور حضورؐ اپنے رب کریم کی بارگاہ میں سجدۂ شکر ادا کرتے ہوئے جھک گئے۔

Marfat.com

یہ تھی انکشافِ حقیقت کی پہلی قسط جس میں حصولِ علم کی طرف متوجہ کرتے ہوئے اس کے دو طریقے بتلائے گئے تھے۔ طریقِ معروف اور طریقِ مخصوص۔

انکشافِ وحی کی دوسری قسط کے لئے وحیٔ نبوت کا دروازہ کھلا تو جبرئیل امین نے آکر بتلایا۔

اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا	جب زمین سخت جنبش سے ہلائی جائیگی
وَاَخْرَجَتِ الْاَرْضُ اَثْقَالَهَا	اور وہ اپنے بوجھ باہر نکال پھینکے گی
وَقَالَ الْاِنْسَانُ مَا لَهَا	اور لوگ پریشان ہوکر پکار اٹھیں گے
يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا	یہ کیا ہوگیا اس دن زمین اپنے رب
بِاَنَّ رَبَّكَ اَوْحٰى لَهَا	کے حکم سے تمام واقعات بیان کردیگی
يَوْمَئِذٍ يَّصْدُرُ النَّاسُ	اس دن لوگ گروہ در گروہ نکلیں گے
اَشْتَاتًا لِّيُرَوْا اَعْمَالَهُمْ	تاکہ اپنے اعمال کو دیکھ پائیں۔
فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا	پس جس نے ذرہ بھر بھی نیکی کی ہوگی وہ
يَّرَهٗ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ	اُسے دیکھ لیگا اور جس نے ذرہ بھر بھی
شَرًّا يَّرَهٗ۔	بدی کی ہوگی وہ بھی اُسے دیکھ لیگا۔

(پارہ ۳۰۔ رکوع ۲۴)

انکشاف ہوا کہ کائنات پر ایک وقت ایسا بھی آئے گا جب یہ زمین بالکل تہ و بالا ہو جائیگی لوگوں کا حشر ہوگا اور انہیں اپنے اعمال کا سامنا کرنا پڑے گا۔ فنا کے بعد لوگ اس لئے دوبارہ حاضر کئے جائیں گے۔ تاکہ اپنے اعمال کے ردِ عمل سے دوچار ہوں۔ عمل اور ردِ عمل کا طبعی قانون انہیں معاف نہیں کرے گا۔

یہ ایک نئی خبر تھی۔ عرب کی روایات کسی حشر و نشر کی قائل نہ تھیں لیکن حضورِ اکرم کو

Marfat.com

خدا تعالیٰ مطلع فرما رہا تھا کہ نیکی اور بدی کا ایک ذرہ بھی محاسبہ سے آزاد نہیں اور انسان کو اس سے مفر نہیں۔

اسی ضمن میں ارشاد خداوندی ہوا۔

تَبَارَكَ الَّذِيْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ	صاحب اقتدار ہستی باری تعالیٰ بڑی خوبیوں
وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ	کی حامل ہے اور وہ ہر چیز پر قادر بھی ہے
نِ الَّذِيْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ	یہی وجہ ہے کہ اس نے زندگی اور موت
لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا۔	کو پیدا کیا تاکہ تمہیں حسن عمل میں آزمائے
وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْغَفُوْرُ الَّذِيْ	اور وہ غالب بھی ہے اور درگزر
خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا	کرنے والا بھی اسی نے اوپر نیچے سات
مَا تَرٰى فِيْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ	آسمان بنائے خدا کی تخلیق میں تمہیں
تَفٰوُتٍ فَارْجِعِ الْبَصَرَ هَلْ	کہیں بھی کوئی سقم نظر نہ آئے گا بیشک
تَرٰى مِنْ فُطُوْرٍ۔ ثُمَّ ارْجِعِ	چاروں طرف نظر دوڑا دیکھو کیا کہیں
الْبَصَرَ كَرَّتَيْنِ يَنْقَلِبْ	کوئی خلل نظر آتا ہے؟ بار بار غور کرو
اِلَيْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَّهُوَ	اور نظریں دوڑاؤ۔ تہماری نظریں در
حَسِيْرٌ۔	ماندہ اور شرمندہ ہو کر تمہاری ہی طرف
(پارہ ۲۹ رکوع ۱)	پلٹ آئیں گی۔

لیکن تمام جستجو اور تلاش کے بعد بھی تمہیں کوئی سقم نظر نہ آئے گا جب یہ بات ہے تو پھر ایسی پُر حکمت تخلیق بے مقصد کیوں ہونے چلی۔ مقصد تخلیق تو ہونا ہی چاہیئے وہ کیا ہے؟ یہی جو ابھی بتلا دیا کہ حیات کو جب خودکار و خود مختار بنایا تو اس کے حسن عمل کا تماشہ کیوں نہ دیکھا جاتا۔ اعمال نیک و بد کا محاسبہ کیوں نہ ہوتا۔ مجبور مخلوق تو اضطراری طور پر پابند تعمیل ہے ہی۔ یہ باختیار انسان اپنی آزادی سے رموز فطرت سے کس قدر

Marfat.com

ہم آہنگی اختیار کرتا ہے یہ مظاہرہ کیوں نہ دیکھ لیا جاتا — یہی منشاءِ فطرت ہے اور یہی مقصدِ تخلیق۔ زندگی کی تخلیق مظاہرۂ حُسنِ عمل کے لئے کی گئی ہے۔

اور اسی طرح فرمایا۔

هَلْ اَتٰی عَلَی الْاِنْسَانِ حِیْنٌ
مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ یَكُنْ شَیْـٔاً مَّذْكُوْرًا
اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ
اَمْشَاجٍ نَّبْتَلِیْهِ فَجَعَلْنٰهُ
سَمِیْعًا بَصِیْرًا۔ اِنَّا هَدَیْنٰهُ
السَّبِیْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّ اِمَّا
كَفُوْرًا۔ اِنَّا اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِیْنَ
سَلٰسِلَا۠ وَ اَغْلٰلًا وَّ سَعِیْرًا

(پارہ ۲۹ رکوع ۱۹)

کیا زمانے میں ایسا دور نہیں گزرا کہ انسان کا وجود بالکل نہ تھا۔ پھر ہم نے انسان کو نر و مادہ کے مخلوط نطفہ سے اس لئے پیدا کیا تاکہ اُسے آزمائیں اسی لئے ہم نے اسے سُننے اور دیکھنے کی صلاحیتیں عطا کیں اور پھر اسے صحیح راستہ بتلا کر اختیار دیا چاہے شکر گزار رہے یا ناشکری کرے۔ ناشکروں کے لئے ہمارے پاس زنجیریں طوق اور آتش سوزاں تیار رکھی ہیں۔

لم یکن شئی مذکورا کو سمیع و بصیر کیوں بنایا۔ سمیع و بصیر بنا کر نیک و بد کی فطری تمیز اس کے خمیر میں کیوں رکھی۔ اور یہ تمیز عطا کرنے کے بعد اسے آزادیٔ عمل سے کیوں نوازا کیا یہ سب کچھ دیکھتے ہوئے بھی کوئی صاحبِ فہم یہ سمجھنے سے محروم ہے کہ آزادانہ حُسنِ عمل کا مظاہرہ ہی مقصود تھا۔ اور اگر کوئی ایسا ہی بے سمجھ ہے تو اس کی تفہیم کے لئے اے محمدؐ تمہارے ذریعہ اعلان کیا جاتا ہے کہ مقصدِ حیات آزمائشِ حُسنِ عمل ہے تزئینِ کائنات کا تقاضائے فطری، شاہکارِ تخلیق کے حسنِ عمل کی نمائش ہے۔

غور تو کیجئے۔ کلام پاک کا انداز بیان بھی کس قدر عجیب ہے سر سری نظر میں ایسا

Marfat.com

معلوم ہوتا ہے کہ مجرد اظہار حقیقت مقصود ہے لیکن غور کرنے پر اظہار حقیقت کا پیرایہ خود بخود مجسم دلیل اور برہان بنتا چلا جاتا ہے قدم قدم پر منطقی دلائل بکھرے نظر آتے ہیں۔ الفاظ کے ہر بُن مُو سے معقولیت کے چشمے پھوٹتے دکھائی دیتے ہیں۔ ہر آیۃ عقل سلیم کی تشنہ لبی کی تسکین کے سامان فراہم کر رہی ہے۔

بنی اُمیؐ کے لئے تو پیام مجرد ہی پیام حیات تھا۔ کسی دلیل و برہان کی ضرورت نہ تھی۔ نزول وحی بذاتِ خود مجسم دلیل تھی۔ خدا کا مجرد فرمان کہ ـــ انسان آزمائش عمل کے لئے پیدا کیا گیا ہے اور اس کے اعمال کا محاسبہ ہوگا ـــ برہانِ مجسم تھا کیوں کہ خدا خود فرما رہا تھا اور محمدؐ خود سن رہے تھے مشاہدہ سے بڑھ کر اور کونسی دلیل ہوا کرتی ہے۔ اس لئے نبی کو تو کسی مزید شہادت کی ضرورت ہی نہ تھی۔ لیکن یہ نامہ و پیام جس لامتناہی نسلِ انسانی کی ہدایت کے لئے جاری ہوا تھا وہ خود تو درجہ شہود سے محروم تھی۔ مخاطبت نبی سے ہو اور غائبانہ لذتِ شہود اُمت میں پیدا ہو جائے ایسے اعجازی کلام میں کچھ مستور خوبیوں کا ہونا ضروری تھا یہی وجہ ہے کہ کلام پاک پر جس قدر غور و تدبر کیا جائے اسی قدر دلائل و براہین کے دفاتر کھلتے چلے جاتے ہیں اور جس قدر حضوری قلب سے اسے پڑھا جائے اسی قدر نور بصیرت سے فیضیابی ہوتی چلی جاتی ہے۔ اسی لئے نزول وحی کے بعد حضورؐ مسلسل تلاوت فرماتے اور لذتِ عرفان میں ڈوبے گھنٹوں اسی میں کھوئے رہتے تھے۔

تخلیق کائنات کا مقصد کیا ہے؟

نیض کائنات کے ساتھ شاہکار تخلیق کی خود ارادی ہم آہنگی!

خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا!

یہ تھا علم کے اس بنیادی سوال کا جواب جس نے مفکرین عالم کو پریشان کر رکھا تھا

Marfat.com

اور جسے نبیٔ امیؐ نے خداتعالےٰ سے راست علم پاکر دنیا کے سامنے آشکار کیا۔

جب تک صحیح حل سامنے نہ آجائے دنیا کے اکثر مسائل بے حد پیچیدہ نظر آتے ہیں صحیح حل دستیاب ہوتے ہی پیچیدگی کافور ہوجاتی ہے اور جواب کے فطری خدو خال اس قدر واضح نظر آنے لگتے ہیں گویا سوال میں کچھ الجھن ہی نہ تھی۔

بھلا یہ سمجھنا بھی کچھ مشکل ہے کہ ارتقائی مدارج کی طرف بڑھتی چلی جانے والی اس خودکار کائنات کا مقصد اس کے سوا اور کیا ہوسکتا ہے کہ جس تسلیم و رضا اور ہم آہنگی کا مظاہرہ اس کی بے جان مضطر مجبور اور بے اختیار وحدتیں اضطرار اً کر رہی ہیں اس کی خودکار و با اختیار وحدتیں بھی اسی تسلیم و رضا، اور ہم آہنگی کا مظاہرہ خود اختیاری طور پر کرنے لگ جائیں کیوں کہ کاروان ارتقا اسی منزل کی طرف گامزن نظر آتا ہے ارتقاء و ہم آہنگی جب تعمیرِ کائنات کے خمیر میں سموئی جاچکی ہے تو خود اختیاری تسلیم و رضا اور ہم آہنگی کی منزل اس کا منطقی نتیجہ ہے۔ اس کے بغیر کوئی دوسری منزل مقصود ہو ہی نہیں سکتی۔ اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ خالق کون و مکان کے ہاں تسلیم و اسلام کے بغیر اور کوئی مسلک کیسے قبول کیا جاسکتا ہے؟

تخلیق کائنات کا مقصد اس کے سوا اور کیا ہوسکتا ہے کہ خالقِ کائنات کے ساتھ شاہکار کائنات پوری طرح ہم آہنگ ہوجائے۔

یہی جذبہ اس کے خمیر میں سمویا گیا تھا۔

یہی اس کے ضمیر کی آواز تھی۔

اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ؟ قَالُوْا بَلٰی!

کس قدر عجیب بات ہے کہ مشرق و مغرب کے سنجیدہ دانشور جو خالق اور مقصد تخلیق کا معمہ لاینحل سمجھتے ہیں وہ بھی یہی کہتے ہیں کہ انسانی کردار کی بلندی یہی ہے کہ خود اختیاری طور پر آئین قدرت سے ہم آہنگی اور رموز فطرت سے

Marfat.com

ہم نوائی اختیار کی جائے وہ بھی قالوا بلیٰ ہی کے قائل ہیں۔

حضورؐ کو بارگاہ ایزدی سے علم کے بنیادی سوال کا تشفی بخش جواب مل چکا تھا۔ یہی نہیں اسی جواب میں عمل کے بنیادی سوال کا جواب بھی مستور تھا۔ اگر لوگوں کو یہ یقین ہوجائے کہ وہ اپنے خالق کی طرف سے حسنِ عمل پر مامور ہیں اور اُن کے تمام اعمال کا محاسبہ ہوگا۔ اور جہاں کہیں انہوں نے شخصی، قومی اور طبقاتی مفادات کو، حق وانصاف کے تقاضوں پر ترجیح دی ہوگی انہیں اس کی جواب دہی کرنی پڑیگی اور سزا بھگتنی ہوگی۔ تو ایسے اعتقاد اور یقین کے بعد وہ جادۂ اعتدال سے کیوں ہٹنے چلے۔

گویا بنی نوع انسان کی ہمہ گیر بھلائی اور حق وانصاف کے خلاف خودغرضی اور مفاد پرستی کے جذبات کی مستقل روک تھام کے لئے اس سے بہتر اور کیا ضامن ہوسکتا ہے کہ خدا اور یوم احتساب پر اعتقاد مستحکم کیا جائے۔ یہی وہ واحد حربہ ہے جس سے امن عالم کے قیام کی امید وابستہ کی جاسکتی ہے۔ اللہ پر اور یوم الحساب پر ایمان اور حسنِ عمل یہی وہ چیزیں ہیں۔ جو قیام امن کی ضامن ہوسکتی ہیں۔ دینِ فطرت یعنی اسلام کی بنیاد اسی لئے صرف انہی تین چیزوں پر رکھی گئی ہے۔

مَنْ آمَنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَھُمْ اَجْرُھُمْ عِنْدَ رَبِّھِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ ط۔ (پارہ اول رکوع ۸) جو لوگ اللہ پر اور یوم آخر پر ایمان لائیں گے اور نیک کام کریں گے اُن کا اجر یہ ہے کہ وہ خوف اور غم سے نجات پاجائیں گے۔ خدا کی جانب سے محاسبہ کا خوف اُنہیں تمام دوسرے خوفوں سے بے نیاز کردے گا۔ اور جب انسانی خوف اُن کے نزدیک حقیر قرار پائے گا تو اُن کی حق گوئی اور حق کوشی ظالموں کے لئے موت

Marfat.com

کا پیام بنے گی۔ حق کا بول بالا ہوگا اور باطل کا سر کچلا جائے گا۔ دنیا بھی چین پائیگی اور آخرت میں بھی اپنے مالک سے ہم آہنگی کرنے والوں کے لئے اجر عظیم ہوگا۔

ایمان باللہ، محاسبہ کا خوف اور حسن عمل' ان تین چیزوں میں بنی نوع انسان کی فلاح مستور ہے۔ حسن عمل پر استقامت' ایمان باللہ اور روزِ حساب پر ایمان لائے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ ایسی صورت میں مفاد پرستی کی قوت غالب آجاتی ہے۔ انسان اُس کے مقابلہ میں بے دست و پا ہو جاتا ہے اور کوئی کتنا ہی دانشور اور صاحب کردار کیوں نہ ہو' شخصی قومی یا طبقاتی مفادات کی رو میں بہ کر حق و انصاف کو نظر انداز کر ہی دیتا ہے۔ حق پرستی کی نظری خوبیاں مفادات کے حقیقی فوائد کے سامنے اپنی اہمیت کھو بیٹھتی ہیں اور انسان سمجھنے لگتا ہے کہ وہ دوسروں کی حق تلفی کر کے اپنے مفادات کو مستحکم کرنے میں کوئی غلطی نہیں کر رہا۔ بلکہ بعض اوقات تو ایسا نہ کرنا اُسے خودکشی کے مترادف نظر آتا ہے۔ اور وہ جہد للبقاء کے دھوکے میں اندھا دھند حق و انصاف کا خون کئے چلا جاتا ہے۔ روس' چین اور امریکہ کی موجودہ کش مکش اور اسی روشنی میں اقوام عالم کے سیاسی مسائل کو حل کرنے کی بڑی طاقتوں کی موجودہ کوششیں اس کی واضح مثالیں ہیں۔

حق و انصاف اور مفاد پرستی کے تقاضوں کا بے لاگ موازنہ اور محاسبہ وہ شخص کس طرح کر سکتا ہے جس کے اپنے مفادات متاثر ہو رہے ہوں جو اپنے مفادات کو غیر معمولی اہمیت بھی دیتا ہو اور یہ بھی سمجھتا ہو کہ اس کی کوئی باز پرس نہیں۔ بے لاگ محاکمہ تو وہی شخص کر سکتا ہے جس کی نظر بدرجہ اقل اس قدر بلند ہو کہ وہ ذاتی مفادات کو حق و انصاف کے تقاضوں سے زیادہ اہمیت نہ دے اور قطعی انصاف کی توقع اُسی سے کی جا سکتی ہے جس کی نظر میں حق و انصاف کے تقاضے ذاتی مفادات سے کہیں بلند و بالا ہوں۔

Marfat.com

اور انسان کس چیز سے ایسی نظر حاصل کر سکتا ہے کہ اس کے اپنے ذاتی مفادات بھی حق و انصاف کے تقاضوں کے سامنے ہیچ نظر آنے لگیں؟ ایسی نظر صرف ایک ایسے پختہ ایمان و اعتقاد سے ہی پیدا ہو سکتی ہے کہ خدا کی ذات برحق ہے اور اس نے ہمیں اپنے ذاتی مفادات کے مقابلہ میں بھی حق و انصاف پر قائم رہنے کا حکم دیا ہے اور اگر ہم اس کی سرتابی کریں گے تو قیامت کے دن اس کی جواب دہی ہوگی۔ اور ہمیں سزا بھگتنی پڑیگی۔

یہ اعتقاد اور صرف یہ اعتقاد ہی ایسی چیز ہے جو حق و انصاف کی علم برداری کی ضامن ہو سکتی ہے۔ اور صرف یہی ایک واحد حل ہے جس کے ذریعہ مفاد پرستی کے جذبات کو دبا کر حق و انصاف کے تقاضوں کو کامیاب بنانے کی امید کی جا سکتی ہے۔

خدا اور اس کے احتساب پر اعتقاد مجرد عقل کی قیاس آرائیوں سے پیدا نہیں کیا جا سکتا بلکہ انکشافات وحی کی منطق بھی خواہ کتنی ہی قرین قیاس کیوں نہ ہو۔ محض اپنی معقولیت کی وجہ سے باعث ایمان نہیں بن سکتی۔ وہ ایمان محکم جو حسن عمل کا قوی محرک ہوا کرتا ہے صرف اس یقین سے پیدا ہو سکتا ہے کہ نازل شدہ وحی فی الحقیقت وحی الہٰی ہے۔ سچ مچ خالق کل کا اپنا بھیجا ہوا خصوصی پیام ہے یہ کسی مفکر یا بنی نوع انسان کے کسی ہمدرد دانشور کی دماغی تخلیق نہیں جو انہوں نے لوگوں کی بھلائی کے لئے ایجاد کر لی ہو۔ وہ خالق کائنات کی طرف سے فی الحقیقت حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر اسی طرح نازل ہوئی جیسا کہ حضورؐ نے بیان فرمایا وہ خدا تعالےٰ کی طرف سے بھیجی ہوئی شمع ہدایت ہے اور نور بصیرت اور اسی کے بیان اور اسی کی تصدیق سے ہم یقین کرتے ہیں کہ محاسبہ کا دن اتنا ہی حقیقی ہے جتنا ہمارا اپنا وجود۔

اگرچہ ایمان باللہ، ایمان بالیوم الآخر اور اعمال صالح، یہی تین قصر اسلام کے

Marfat.com

بنیادی پتھر ہیں جن پر پوری عمارت استوار کی گئی ہے۔ لیکن ان تین پتھروں کی تنصیب کسی ایسی سرزمین میں مستحکم طور پر نہیں ہو سکتی جو محض افادی نظریاتی قیاس سے سیراب ہو۔ اُن کی مستحکم تنصیب کے لئے اس شاہد اصلی کی صداقت پر ایمان لانا جس پر حقائق منکشف ہوئے اس لئے ناگزیر ہے کہ اس کے بغیر خدا اور روزِ جزا پر وہ ایقان پیدا نہیں ہو سکتا جو اعمال صالح کا محرک اور ضامن ہوا کرتا ہے یہی وجہ ہے کہ ایمانیات کی تفصیل میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر ایمان لانا شرط اولین ہو نامہ بر کی نامہ بری ہی اگر مشتبہ ہو تو پیغام کا اعتبار ہی کیا۔ اور اگر پیغام کی صداقت پر یقین نہ ہو تو وہ کوئی اثر پیدا نہیں کر سکتا۔

رسول عربیؐ کی غلامی اس لئے ضروری ہے کہ انہی پر نازل شدہ وحی خدا تعالیٰ اور یوم آخر کا یقین دلاتی ہے۔ اگر ہمیں اللہ اور یوم آخر پر یقین عزیز ہے اور ہم اس پر اپنے ایقان کو مستحکم کرنا چاہتے ہیں تو ہمیں معلوم ہونا چاہیئے کہ اللہ اور یوم آخر پر ہمارا ایمان اسی نسبت سے مستحکم ہوتا چلا جائیگا جس نسبت سے ہم اپنے ایمان کو محمدؐ پر مستحکم کریں گے۔ اگر محمدؐ کے صادق اور امین ہونے پر ہمارا ایمان متزلزل ہوگا تو ہستی باری تعالےٰ اور یوم الحساب پر بھی ہمارا ایمان اسی نسبت سے متزلزل رہے گا اور اُسے استحکام نصیب نہ ہو سکے گا کیونکہ اس ایمان کا ماخذ وہی وحی ہے۔ جو حضورؐ پر نازل ہوئی اور جس پر ہمارا یقین قوی نہیں۔

فلسفۂ ایمان کے اسی پہلو کے مدنظر خدا تعالیٰ نے اپنے رسول کو بتلایا۔

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى	تمہارے رب کی قسم اس وقت تک
يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ	مسلمان صاحب ایمان نہ بنیں گے جب
ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنْفُسِهِمْ	تک وہ تمہیں اپنے باہمی جھگڑوں کا
حَرَجًا مِمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا	ثالث بنا کر تمہارے فیصلوں پر اپنے

Marfat.com

تَسۡلِيۡمًا ﴿ﮦ﴾ دل میں کوئی ناگوار خیال تک محسوس نہ کریں اور انہیں بطیب خاطر تسلیم کریں۔ (پارہ ۵ رکوع ۶)

ایمان، زبان سے کچھ کہہ دینے کا نام نہیں۔ یہ محض دل کی ایک ایجابی کیفیت ہی نہیں بلکہ اس سے کہیں بڑھ کر تحت الشعور کی ایک انمٹ ایقانی کیفیت کا نام ہے جہاں ایجاب کے بعد شبہات کے واہموں کا گزر بھی ممنوع اور ناممکن ہوجاتا ہے اس کے وجود کا معیار کس قدر نازک لیکن کس قدر صحیح بتلایا گیا ہے۔ باہمی تنازعوں میں ہر فریق خود کو حق بجانب سمجھتا ہے۔ نظم و ضبط کے مدنظر، اور منصف کے احترام کی خاطر، اپنے خلاف فیصلہ صادر ہونے کے بعد اسے خندہ پیشانی سے قبول کرلینا مشکل سہی ناممکن نہیں لیکن اس کے خلاف دل ہی دل میں کسی اختلافی خیال کا گزر نہ ہونے پائے یہ تو کسی کے بس کی بات نہیں، ـــ یہ درست ہے لیکن ـــ جس شخص کے صدق و دیانت پر ایمان کامل ہو اس کے متعلق کسی ناپسندیدہ خیال کا دل میں گزرنا تو خود ہی اس امر کی دلیل ہے کہ اس کی صداقت و دیانت پر ایمان ابھی ناپختہ ہی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دلوں میں بے اختیاری خیالات کے غیر شعوری گزر کو ہی معیار ایمان قرار دیا گیا۔

دنیا کا کوئی متنفس جب بھی ایمان باللہ کے استحکام کی آرزو کرے گا کسی صاحبِ مشاہدہ کی وحی الٰہی کا سہارا پکڑے گا تاکہ اس سے اپنے ایمان کو سیراب کرسکے آج روئے زمین پر حضورؐ پر نازل شدہ وحی کے علاوہ کوئی ایسی وحی ہے ہی نہیں جو وحی الٰہی ہونے کا دعویٰ ہی کرسکے۔ حضورؐ پر نازل شدہ وحی پر یقین حاصل کرنے کے لئے، اندرونی و بیرونی شہادتوں کے قطع نظر، حضور اکرمؐ کے کردار و عمل، حضور اکرمؐ کی صداقت و دیانت اور حضور اکرمؐ کی سیرت و زندگی کو بے لوث تنقیدی نظر سے جانچنا کس قدر ناگزیر ہوجاتا ہے محتاج بیان نہیں پیام محمدؐ کے

Marfat.com

ساتھ سیرت محمدیؐ کا پورا پس منظر پیش کرنا اسی لئے ضروری ہے۔

روح ایمان واسلام کے مندرجہ بالا انکشافات کے بعد کچھ عرصہ کے لئے حضور اکرمؐ پر نزول وحی کا سلسلہ بند رہا۔ قدرت کو شاید تقاضائے بشری کے تحت یہ منظور تھا کہ پیغام حق کی روح کو پوری طرح جذب کرنے کے لئے وقفہ دیا جائے حضرت خدیجۃ الکبریٰ، علی اور زید کا تو ذکر ہی کیا۔ وہ اٹھتے بیٹھتے دیکھ رہے تھے کہ حضور اکرمؐ پر کیا گزر رہی ہے۔ پھول کا کھلنا تو بعد کی بات تھی وہ لوگ تو غنچہ کی بالیدگی کا بھی ہر لمحہ مشاہدہ کر رہے تھے۔ حضرت خدیجہ اول المسلمین تھیں ان کے بعد نوعمر حضرت علیؓ اور پھر جواں سال حضرت زید خادم رسولؐ۔

گھر سے باہر نکل کر حضور اکرمؐ نے وحی اول کی پہلی اطلاع ابوبکر بن ابی قحافہ کو دی جو آپؐ کے مخلص دوست تھے۔ حضرت ابوبکر تصدیق مجسم تھے۔ سنتے ہی فوراً ایمان لائے۔

بیوی، بیٹا، خادم اور دوست یہی انسان کے رازداں ہوا کرتے ہیں اور انسان کے اندرونی کردار سے واقف بھی یہی لوگ ہوتے ہیں ان سبھوں کا بے ساختہ ایمان لانا حضور اکرمؐ کی پاکدامنی کی قوی دلیل ہے۔

حضور اکرمؐ انکشاف حقیقت کا منتخب لوگوں سے ذکر فرمانے لگے حضرت ابوبکرؓ نے بھی مخلص اور سعید الفطرت احباب سے تذکرہ کیا۔ اگرچہ امر نبوت کو عموماً اخفاء میں رکھا جا رہا تھا کیوں کہ اشاعت امر کا بھی کوئی حکم نہ ملا تھا۔ پھر بھی جیدہ جیدہ لوگ جنہوں نے اطلاع پائی، تصدیق کرنے لگے۔

صادق الامین جو لوگوں سے کبھی جھوٹ نہ بولتے تھے خدا تعالیٰ پر بہتان تراشی کیوں کرتے۔ لوگ آپؐ کے پاکیزہ کردار سے بخوبی واقف تھے اسی لئے سنتے ہی تصدیق

Marfat.com

پر مائل ہو جاتے تھے۔

حضور اکرمؐ نازل شدہ وحی کی چاشنی سے مخصوص احباب کو فیض یاب کرتے رہے اور مزید نزول وحی کا انتظار فرمانے لگے۔ کافی عرصہ کے لئے وحی کا رک جانا حضور اکرمؐ پر بار گزرا۔ آپ بے چین ہونے لگے۔ مکالمہ کی جو حلاوت نصیب ہوئی تھی۔ اس کے لئے دل بے قرار تھا جب وقفہ نے طول پکڑا تو آپؐ کی بے چینی اور بڑھنے لگی۔

Marfat.com

باب ہفتم

قانون بالائے قانون

آپ کی بے چینی بجا تھی حصول علم کی ایک نئی راہ ابھی ابھی آپ پر کھلی تھی آپ کو ایک نئی دنیا سے تازہ سابقہ پڑا تھا۔ ایک نئے عالم کی حقیقت آپ پر منکشف ہونے لگی تھی۔ اور آپ نور بصیرت کی چمک کے چند مشاہدات ہی کر پائے تھے کہ مشاہدات کا یہ سلسلہ رک گیا۔ اس سے آپ کو بے چینی تو ہونی ہی تھی۔

آپ نے حدیث الفت کے ابھی چند سبق ہی پڑھ پائے تھے رموز عشق کی کئی منزلیں ابھی باقی تھیں۔ عقل نارسا کی ابھی چند گتھیاں ہی سلجھ پائی تھیں بیسیوں الجھنیں سلجھنے کے لئے پر تولنے ہی لگی تھیں کہ باب وحی مسدود نظر آیا۔ ایسی حالت میں بشریت کی بے چینی بے جا نہ تھی۔

مزید مشکل یہ تھی کہ پیام وکلام کا یہ سلسلہ یک طرفہ ہی تھا۔ مکالمہ صرف اسی وقت ممکن تھا جب حُسن بے پروا مائل بہ التفات ہو عشق کتنا ہی بے قرار کیوں نہ ہو پس

Marfat.com

عرضداشت سے زیادہ کسی بات پر قادر ہی نہ تھا۔

رسول پاکؐ کے دل میں طرح طرح کے خیالات گزرنے لگے۔ کہیں بے نیاز ذاتِ پاک ناراض تو نہیں ہوگئی؟ کہیں مجھ سے کوئی غلطی تو سرزد نہیں ہوئی؟ مجھے ایسی حالت میں کیوں چھوڑ دیا گیا ہے؟

بے نیازی حُسن کے حقوقِ خصوصی میں داخل ہے ـــ اور بیقراری عشق کے خمیر میں ودیعت کی گئی ہے۔ حق تعالیٰ کی بے نیازی برحق اور رسولِ پاک کی بے چینی بجا تھی ـــ لیکن محرومی تا کجے ـــ حُسن عشق سے ملتفت نہ ہوگا تو اور کس سے ہوگا۔ جبرئیل امین کو حکمِ الٰہی ہوا کہ جاؤ اور بے چین محمدؐ کو ہماری طرف سے یہ پیغام سنا دو۔

وَالضُّحٰی وَاللَّیْلِ اِذَا سَجٰی	منور دن اور رات کی قسم جبکہ اس
مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا	کی تاریکی چھا جاتی ہے تمہارے رب
قَلٰی وَلَلْاٰخِرَةُ خَیْرٌ لَّكَ	نے نہ تو تمہیں نظر انداز کیا اور نہ ہی
مِنَ الْاُوْلٰی وَلَسَوْفَ	وہ تم سے ناراض ہوا۔ تمہارا انجام
یُعْطِیْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰی	تو تمہاری ابتدا سے کہیں زیادہ
اَلَمْ یَجِدْكَ یَتِیْمًا فَاٰوٰی	شاندار ہے اور تمہارا رب عنقریب
وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰی	تمہیں وہ کچھ عطا کرے گا کہ تم خوش
وَوَجَدَكَ عَآئِلًا فَاَغْنٰی	ہو جاؤ گے کیا اس نے تمہیں یتیم پا کر
فَاَمَّا الْیَتِیْمَ فَلَا تَقْهَرْ وَاَمَّا	پناہ نہیں دی؟ اور متلاشی حق پا کر
السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ وَاَمَّا	تمہاری رہبری نہیں کی؟ اور نادار
بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ	پا کر اس نے تمہیں مالدار نہیں بنا دیا؟
(پارہ ۳۰ رکوع ۱۸)	لہٰذا تم یتیموں کو قابلِ درشتی مت سمجھو

Marfat.com

اور سائیلوں کو جھڑکنے کے قابل
مت جانو اور اپنے رب کے احسانات
پر غور و فکر، اور اُن کا ذکر کیا کرو۔

تمام محدثین، مورخین اور سیرت نگار متفق ہیں کہ آغاز نبوت میں حضور اکرمؐ پر چند مختصر سورتیں نازل ہوئی تھیں۔ اور پھر نزول وحی میں کچھ عرصہ کے لئے وقفہ پڑگیا تھا جسے فترة الوحی کا زمانہ کہا جاتا ہے یعنی وحی بند رہی۔ اس وقفہ کے بعد جو پہلی وحی نازل ہوئی وہ مندرجہ بالا سورة ہی تھی۔

مکرر اجراء وحی سے حضور اکرمؐ کو کس قدر خوشی ہوئی ہوگی اس کا تصور ہی کیا جا سکتا ہے بے چین محمدؐ و فور عقیدت سے سربسجود تھے۔ نفس پیغام پر توجہ تو بعد میں ہوتی حضور اکرمؐ ذات بے نیاز کی ذرہ نوازی پر نثار ہو رہے تھے۔ جسم کا ہر ریشہ، زخمۂ الفت سے چھیڑے ہوئے ستار کے تاروں کی طرح لرزاں تھا۔ اور روح کا ہر جوہر شراب عقیدت میں تحلیل ہوا جا رہا تھا۔ سرورِ پاک سرورِ سرمدی میں مدہوش سجدۂ شکر میں سرنگوں تھے لیکن پیغام خداوندی اپنے پورے جلال و جمال کے ساتھ حضور اکرمؐ کے رگ و پے میں سرایت کرتا چلا جا رہا تھا۔

سجدۂ عبودیت سے فرصت ملی تو حضور اکرمؐ پیام کے متن پر غور فرمانے لگے جو حضور اکرمؐ کے رگ و ریشہ میں سما چکا تھا۔

گردش لیل و نہار کی قسم کھا کر حق تعالیٰ کا یہ فرمانا کہ تمہارا رب تم سے غافل نہیں گویا ایک متعارف قانون قدرت کی طرف توجہ دلا کر ایک مستور اور غیر نمایاں قانون قدرت سے متعارف کرانا تھا اور یہ بتلانا مقصود تھا کہ جس طرح خدا تعالیٰ نے کائنات کو ایک مخصوص قانون عمل کا پابند کر رکھا ہے اسی طرح انسان اور خدا تعالیٰ کے

Marfat.com

باہمی تعلقات بھی ایک خاص قانون کے پابند ہیں۔ اس قانون کی رو سے خدا تعالیٰ اپنے برگزیدہ بندوں کو اُن کے حال پر چھوڑ نہیں دیا کرتا۔ بلکہ اُن سے خصوصی برتاؤ کیا کرتا ہے۔

اہل دنیا اس خیال پر قائم ہیں کہ انسان حوادثِ زمانہ کے رحم وکرم پر چھوڑ دیا گیا ہے۔ اور کوئی بالادست طاقت اُن میں دخل انداز نہیں ہو سکتی۔ رسول پاکؐ کے قادرِ مطلق خدا نے رسولِ پاکؐ کو بتلایا کہ ایسا نہیں ہے۔ انسان کا مستقبل مجرد حوادثِ زمانہ کا رہین نہیں انسان کی جد وجہد کے علاوہ ہماری مشیت بھی در پردہ مصروفِ کار ہوا کرتی ہے۔ لوگ مشیتِ الٰہی کے مظاہرے تو دیکھتے ہیں لیکن مشیت سے عدم واقفیت کی بنا پر اسے "حادثہ یا اتفاق" قرار دیتے ہیں۔ حالانکہ وہ جانتے ہیں کہ قوانینِ قدرت میں، یا علیم وقدیر کی سلطنت میں، "حادثہ یا اتفاق" نا ممکن ہی نہیں خدا کے علیم و قدیر ہونے کے منافی بھی ہے۔ صاحبِ بصیرت کے لئے یہی حادثہ یا اتفاق "غور و تدبر کا ایک سنہری موقعہ فراہم کیا کرتا ہے تاکہ اس کی اصل وجہ تلاش کی جائے۔ ایسے مواقع پر مناسب غور و تدبر اکثر مستور قوانینِ فطرت کے انکشاف کا باعث اور سنتِ الٰہیہ کے سمجھنے کا سبب بن جایا کرتا ہے۔

خدائے پاکؐ نے حضور اکرمؐ پر واضح فرمایا کہ اس مادی دنیا میں طبعی اسباب و علل کے در پردہ ہماری مشیت اور ہمارا ہی ارادہ کارفرما ہے۔ ہم جو چاہتے ہیں کرتے ہیں۔ ہمارا بنایا ہوا اسباب وعلل کا قانون اپنی جگہ کام کرتا رہتا ہے اس کے باوجود ہماری مشیت جدھر چاہتی ہے اسباب وعلل کا رخ موڑ دیتی ہے اور اسباب و علل کی رعایت میں کوئی تصادم بھی واقع نہیں ہوتا اور ہماری مشیت کی بالادستی بھی برقرار رہتی ہے۔

ہمارا قانون بالائے قانون یہی ہے کہ ہمارے تمام طبعی قوانین ہماری مشیت

Marfat.com

کے تابع اور ہمارے ارادے کے فرماں بردار ہیں۔ ہم جب کبھی جہاں کہیں اور جس طرح چاہیں تمام ذیلی قوانین کے عمل کا رُخ اپنی مشیت کی فرماں برداری کے لئے موڑ لیا کرتے ہیں۔ اقتدار اعلیٰ ہر آن اور ہر لمحہ ہماری مشیت اور ہمارے ارادہ کو ہی حاصل ہے۔

مشیت اور ارادہ الٰہی کے ساتھ اسباب و علل کی ایسی ہم آہنگی کا ادراک بیشک دقیق نظر کا محتاج ہے۔ لیکن وہ صاحب بصیرت سے بعید نہیں۔

اس میں شک نہیں کہ اس کائنات کو اسباب و علل کی مسلسل کڑیوں میں جکڑ کر ہی چلایا جا رہا ہے اور ایک کے پیچھے ایک سبب اس طرح لگا دیا گیا ہے کہ کائنات کی ساری مشینری ایک وسیع آٹومیٹک کارخانہ کی مانند خود بخود چلتی نظر آتی ہے۔ اور انسان کا تجسس اس آٹومیشن کی کڑیوں میں اُلجھ کر یہ سمجھنے لگ جاتا ہے کہ یہ خودکار کارخانہ تمام تر اسباب و علل کے کندھوں پر ہی تعمیر کیا گیا ہے۔ ظاہری اسباب و علل سے قطع نظر کسی پوشیدہ مشیت کا پتہ نہیں چلتا۔

لیکن بنظر غائر مطالعہ کرنے سے یہ انکشاف ممکن ہے کہ اسباب و علل بہت کچھ ہوتے ہوئے بھی سبھی کچھ نہیں۔ علت و اسباب کے وسیع تر قانون کے اوپر مشیت و ارادہ کا قانون بھی کارفرما ہے یہ قانون بالائے قانون اکثر و بیشتر اسباب و علل کے پردوں میں ہی کارفرما رہتا ہے اس لئے لوگوں کی نظر اس پر نہیں پڑتی۔ اسباب کی توجیہہ سے ہی اُن کی تشفی ہو جاتی ہے۔ مشیت کی مستوری انکار کا باعث بن جاتی ہے۔ لیکن اس کے باوجود اگر نظر بصیرت کوشش کرے تو مشیت و ارادہ کی کارفرمائی واضح طور پر دیکھی جا سکتی ہے۔

ایمان باللہ اور محاسبۂ اعمال کے بعد جو اہم مسئلہ وحی ہی کے ذریعہ فیصلہ

Marfat.com

اوّلین ہیں انسان کو سمجھایا گیا وہ یہی مسئلہ ہے کہ خداتعالیٰ قادر مطلق ہے اور وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ قوانین قدرت اسی کی ایجاد ہیں اسی کے حکم سے کارفرما ہیں اسی کی مشیت کے پابند ہیں۔ اسی کے ارادے کے مظہر ہیں۔ لیکن اس کے ارادے پر محیط نہیں اس کا ارادہ ہی قوانین قدرت پر قانون بالائے قانون ہے اور ہر شے پر محیط ہے۔ اور اسباب وعلل کے ناقابل شکست جال کے پس پشت بھی خدا تعالیٰ کی مشیت ہی کارفرما ہے۔

آزاد مشیت وارادہ اور مقررہ قوانین قدرت کی ایسی ہم آہنگی جس میں مشیت وارادہ کو بالادستی حاصل ہو' دانشوران ظاہر بین کے لئے ناقابل فہم رہی ہے کیوں کہ اس میں انہیں ناقابل شکست قوانین قدرت کی شکست نظر آتی ہے۔ جسے تسلیم کرنے پر وہ مائل نہیں۔ وہ صرف ایسی ہم آہنگی کو ہی سمجھ سکتے ہیں جس میں قوانین قدرت کو مشیت وارادہ پر بالادستی حاصل ہو۔ بالفاظ دیگر خدا اپنے ہی بنائے ہوئے قوانین کا ایسا پابند ہو کہ اس نے اپنی آزادی عمل سے ان انین کے حق میں دست برداری اختیار کر لی ہو۔ اور اب انہی کا غلام اور پابند بن کر رہ گیا ہو۔

مشیت وارادہ اور قوانین قدرت کی ایسی ہم آہنگی جس میں مشیت وارادہ کو بالادستی حاصل ہو اور قوانین قدرت کی شکست بھی نہ ہو ایسی ناقابل فہم نہیں جیسی کہ دانشوران ظاہر سمجھتے رہے ہیں، اور یہی بات اس وحی میں سمجھائی گئی ہے۔

قوانین قدرت کو شکست سے محفوظ رکھتے ہوئے مشیت وارادہ کی بالادستی کے کئی اشکال ہو سکتے ہیں۔ ایک عام فہم اور آسان طریقہ یہ ہے کہ مشیت وارادہ کے مظاہرے سے اسباب وعلل کی کارفرمائی کا صرف رخ پھیر دیا جائے۔ اور

Marfat.com

اسباب وعلل حسب معمول اپنے خواص کے مطابق کام کرتے رہیں۔ ماضی میں جب کہ کائنات پر انسان کا کچھ تصرف نہ تھا یہ بات سمجھنی شاید کسی قدر مشکل رہی ہو لیکن زمانہ حال میں تو خدا تعالیٰ نے حضرتِ انسان کو علم کی دولت سے مالا مال کر کے کائنات پر تصرف کا اُسے اس قدر اختیار دے دیا ہے کہ انسان خود ہی رات دن اپنی مشیت کے مطابق کائنات کی طاقتوں کی کارفرمائی کے رُخ موڑ موڑ کر اُن سے ہزاروں قسم کے کام لے رہا ہے۔ انسان کی مشیت بھاپ سے ریل گاڑیاں اور تیل سے ہوائی جہاز چلواتی ہے۔ حرارت، نور، برق، مقناطیسی لاشعاعی اور ریڈیائی قوتوں کو رات دن جس طرح چاہتی ہے نچاتی رہتی ہے۔ اسی پر اکتفا نہیں اب تو چاند اور ستاروں پر انسانی مشیت ایسی خودکار مشینیں بھیج رہی ہے جو خود بخود اڑتی ہیں اور بیسیوں متفرق فرائض انجام دیتی ہیں۔ یہ سب کچھ قانونِ علل واسباب کی رعایت سے ہی ہوتا ہے لیکن انسانی مشیت کے تابع۔ انسانی مشیت کا دائرہ عمل دن بدن وسیع ہوتا چلا جاتا ہے۔ ارض وسماوات کی طاقتیں اس کے اشاروں پر ناچنے لگی ہیں۔ وہ خودکار مشینوں سے فضاؤں پر حکومت کرنے لگا ہے۔ انسانی مشیت جب چاہتی ہے زمین پر بیٹھے بیٹھے ریموٹ کنٹرول سے اُن خودکار مشینوں کا رُخ پھیر لیتی ہے۔ اور ان کی کارکردگی کو جس طرح چاہے متاثر کر لیتی ہے اس کے باوجود اسباب وعلل کے قوانین قدرت میں کچھ خلل نہیں پڑتا۔ کیا تصرف کائنات میں مشیتِ انسانی کی بالادستی کے اس قدر وسیع مظاہرے اب بھی انسان کو یہ سمجھانے سے قاصر ہیں کہ کس طرح کائنات میں اسباب و علل کے قوانین اور مشیت ایزدی کا قانون بالائے قانون ہم آہنگی کے ساتھ جاری و ساری ہیں۔ اور مشیت الٰہی اپنے اقتدار اعلیٰ کو برقرار رکھے ہوئے ہے؟

اسپیس ایج کا ریموٹ کنٹرول سے واقف انسان، اب یہ تو نہیں کہہ سکتا کہ قوانین قدرت اور مشیت و ارادہ کی ہم آہنگی اور مشیت کی بالادستی ناقابل فہم

Marfat.com

ہے وہ اپنی کم نظری کی وجہ سے صرف یہی کہہ سکتا ہے کہ خدائی مشیت کہیں نظر نہیں آتی۔

انسان کی کوتاہ نظری کی بھی حد ہے۔ اسے کائنات میں خدائی ارادہ کارفرما نظر نہیں آتا۔ یہ کس قدر ناسمجھی کی بات ہے کہ خالقِ کائنات نفاذِ امر پر قادر نہ ہو۔ اسی جہالت کو دور کرنے کے لئے خدائے علیم و قدیر نے چودہ سو سال قبل ہی یہ فرما دیا تھا کہ میری مشیت تو بہت ہی بڑی چیز ہے میں اس کمزور و ناتوان انسان کی مشیت کو بھی تمام کائنات پر مختار و متصرف کئے دیتا ہوں۔ انسان جس طرح چاہے اپنی انسانی مشیت کو کائناتِ عالم پر نافذ کرے اسے پورا اختیار ہے۔ ہم نے زمین و آسمان کو اس کے لئے مسخر کر دیا ہے۔ لیکن غافل انسان تیرہ صدیاں جہالت کی گہری نیند ہی سوتا رہا۔ اب ایک صدی سے اس نے تسخیرِ کائنات کے لئے پر تولنے شروع کئے ہیں۔ اور اپنی مشیت و ارادہ کے نفاذ کا ابتدائی مزہ چکھنے لگا ہے۔ اور یہ سمجھنے کے قابل ہوا ہے کہ کس طرح قوانینِ اسباب و علل کو برقرار رکھتے ہوئے انسانی مشیت و ارادہ کی بالادستی قائم کی جاتی ہے۔ یہ سب کچھ سمجھ جانے کے باوجود اگر اب بھی وہ یہی کہتا پھرے کہ اسے اپنی مشیت کی کارفرمائی تو نظر آتی ہے لیکن قادرِ مطلق، خالقِ کل اور صاحبِ امر کی مشیت کی کارفرمائی کہیں نظر نہیں آتی تو اس کی کور بینی کا کیا علاج؟

•

رسولِ پاک پر اپنی مشیت کی بالادستی واضح کرنے کے لئے خدا تعالیٰ نے آپ سے بطور پیشین گوئی فرمایا — "اے محمدؐ آپ کا مستقبل آپ کے ماضی سے کہیں زیادہ شاندار ہے آپ کا رب آپ کو عنقریب ایسے انعامات سے نوازے گا کہ آپ خوش ہو جائیں گے ——— ان نوازشات کے اسباب و علل کو وجود میں لانے سے برسوں پہلے، مشیت و ارادہ کا ایسا واضح اعلان، اور پھر مخالف اسباب و علل کو

Marfat.com

آہستہ آہستہ آپؐ کی موافقت میں اس طرح ڈھالنا کہ قبل از قبل تبلائی ہوئی مشیت کے مطابق واقعات کا ظہور ہو ـــــ اس سے بڑھ کر قانون بالائے قانون کی شہادت اور کیا ہو سکتی تھی یہ ایک نہایت واضح اور شاندار پیشین گوئی تھی۔ جو حضور اکرمؐ کے کندھوں پر بار رسالت رکھنے سے بھی پہلے خدا تعالیٰ کی طرف سے شائع فرما دی گئی حضور اکرمؐ پر کیا کیا ذمہ داریاں عاید کی جانے والی تھیں ان کی تو ابھی اطلاع ہی نہیں دی۔ ان ذمہ داریوں سے عہدہ برا ہونے کیلئے آپؐ کو کیا کیا مصیبتیں جھیلنی پڑینگی کیا کیا تکالیف اٹھانی پڑیں گی۔ ان کا ابھی کچھ ذکر ہی نہیں۔ لیکن ان سب کا انجام کیا ہوگا اس کی قطعی اور یقینی اطلاع دی جارہی ہے کہ دیکھو ہم کیا کرنے والے ہیں۔
اگر ہم یہ سب کچھ کر دکھائیں تو کیا پھر بھی ہماری مشیت و قدرت مستور ہی سمجھی جائیگی کیا پھر بھی ابن آدم کی آنکھوں پر ظاہری اسباب و علل کا پردہ پڑا ہی رہے گا۔ اور ان کے درپردہ ہمارا ارادہ کارفرما نظر نہ آئے گا؟

مستقبل حقیقت بن کر سامنے آجانے کے لئے، پھر بھی کچھ وقت کا محتاج تھا۔ مشیت الٰہی کے حاضر نمونے پیش کرتے ہوئے خدا تعالیٰ نے حضور اکرمؐ کو ان کی زندگی کے تین اہم مگر گزشتہ امور کی طرف توجہ دلائی اور فرمایا ـــــ کیا ہم نے آپؐ کو یتیم دیکھ کر پناہ نہیں دی؟ بحالت یتیمی آپؐ کی پرورش میں آپؐ کی جدوجہد کو کہاں تک دخل تھا۔ اسی طرح آپؐ متلاشئ حق بن کر ایک عرصہ تک کوشاں رہے کیا آپؐ نے اپنی کوشش سے نزول وحی کا انتظام کیا تھا؟ پھر آپؐ کی غربت و بے سروسامانی کو دیکھ کر آپؐ کی آسائش کے لئے کس نے سامان فراہم کئے؟ کیا آپؐ نے کوئی ایسی ترکیب کی تھی کہ خدیجہ کی دولت آپؐ کے قدموں میں آن پڑے؟ اگر آپؐ کی گزشتہ زندگی کے ان تین اہم واقعات میں ہماری مشیت نے آپؐ کی مدد نہ کی ہوتی تو آپؐ کہاں ہوتے۔ ہماری مشیت کی کارفرمائی کے اس سے بہتر ثبوت اور کیا

Marfat.com

ہوں گے؟

حضور اکرمؐ کے لئے جدوجہد، اسباب و علل اور مشیت الٰہی کے باہمی تعلقات کا انکشاف اس وضاحت سے ہوا کہ کوئی اشتباہ باقی نہ رہا۔ آپؐ محسوس فرمانے لگے کہ علل و اسباب کے پردہ میں یہ چلتی پھرتی دنیا درحقیقت مشیت ایزدی کی فرماں برداری کر رہی ہے اسباب و علل سب مادی لبادے ہیں۔ جن کے پس پردہ مشیت و ارادہ کی کارفرمائی کے سوا اور کچھ نہیں۔

اس زاویۂ نگاہ سے دیکھنے پر یہ محسوس ہونے لگا کہ یتیم درحقیقت ایسا حقیر نہیں جیسا کہ نظر آ رہا ہے۔ اور سائل دراصل ایسا بے بس نہیں جیسا کہ دکھائی دے رہا ہے۔ انہیں ان مقامات پر کھڑا دیکھ کر یہ سمجھنا کہ یہ اسی کے مستحق ہیں درست نہیں یہ سب خدا تعالےٰ کی مشیت کے مظہر ہیں۔ اور اس کی قدرت کے کرشمے۔ نظر آنے والی محض تصویریں ہیں جو خدائی اشاروں پر ناچ رہی ہیں۔ اور اس کے حکم کی تعمیل کر رہی ہیں۔

یہ ایک بالکل ہی نرالا زاویہ نگاہ تھا جو حضور اکرمؐ کو عطا کیا گیا۔ اور اس کے ساتھ ہی حکم ہوا کہ خدا تعالیٰ کی دی ہوئی نعمتوں پر غور و فکر بھی کیا کرو اور ان کا ذکر بطور شکر بھی کیا کرو کیوں کہ یہی مزید قربت الٰہی کا سبب بنے گا۔

پھر ایک دن مشیت ایزدی نے حضور اکرمؐ کو یوں مخاطب فرمایا۔

يَا اَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ قُمِ الَّيْلَ اِلَّا	اے کملی والے رات کو عبادت میں
قَلِيْلًا نِّصْفَهٗ اَوِ انْقُصْ مِنْهُ	قیام کیا کرو نصف شب یا کسی قدر
قَلِيْلًا اَوْ زِدْ عَلَيْهِ وَ	کم و بیش اور قرآن پاک کی ٹھیر ٹھیر کر

Marfat.com

رَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا۔ اِنَّا	تلاوت کیا کرو۔ ہم آپ پر عنقریب
سَنُلْقِیْ عَلَيْكَ قَوْلًا ثَقِيْلًا۔	ایک بھاری ذمہ داری ڈالیں گے۔
اِنَّ نَاشِئَةَ الَّيْلِ هِيَ اَشَدُّ	شب بیداری حضور قلب کے لئے
وَطْأً وَّاَقْوَمُ قِيْلًا۔ اِنَّ لَكَ	مفید ہے۔ اور کلام پاک کی تاثیر کے
فِی النَّهَارِ سَبْحًا طَوِيْلًا وَ	لئے بھی۔ دن میں تو آپ کو بہت مصروفیت
اذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ	رہتی ہے۔ لہٰذا راتوں کو سب سے
اِلَيْهِ تَبْتِيْلًا۔ رَبُّ الْمَشْرِقِ	منقطع ہو کر اپنے رب کی طرف متوجہ
وَالْمَغْرِبِ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ	ہوا کرو۔ اور ذکر الٰہی کیا کرو وہ رب
فَاتَّخِذْهُ وَكِيْلًا۔	جو مشرق و مغرب کا رب ہے اس
(پارہ ۲۹۔ رکوع ۱۲)	کے سوا کوئی اور لایق عبادت نہیں
	اسی کو اپنا کارساز بناؤ۔

اس عظیم ذمہ داری کے لئے جو آپ پر عنقریب ڈالی جانے والی تھی تیاری کا یہ پیش خیمہ تھا۔ شب بیداری اور آہ سحر گاہی کن برقی توانائیوں سے معمور ہیں اور سلوک کے کن منازل کو طے کرانے کا باعث ہوا کرتی ہیں۔ عوام اس سے بے خبر ہیں۔ لیکن جس طرح عوام کی جہالت انجنیر کے فن ایجاد اور ڈاکٹر کے رموز طب کی تکذیب نہیں کر سکتی اسی طرح یہ جہالت سالک کی شب بیداری اور آہ سحر گاہی کے اعجازی اثر میں کوئی کمی نہیں کر سکتی۔

بار رسالت عاید کرنے سے قبل خدائے بزرگ و برتر نے حضور اکرمؐ کو دریائے معرفت کا دہ نایاب گوہر عطا فرمایا جس میں تہذیب و تمدن کے تمام رموز سمو دیئے گئے تھے۔ ارشاد ہوا۔

وَالْعَصْرِ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ	زمانہ کی قسم انسان ہمیشہ گھاٹے میں ہی

Marfat.com

خُسرٍ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ

رہے گا بجز ان لوگوں کے جو ایمان لائیں اور اچھے کام کریں اور حق بات کی اور برداشت کی تلقین کیا کریں۔

(پارہ ۳۰ رکوع ۲۸)

بتلایا گیا کہ بنی نوع انسان کی بہبود چار چیزوں سے وابستہ ہے۔

اوّل خدا تعالیٰ اور یوم الحساب پر ایمان لانا کیونکہ حق شعاری کا ضامن صرف یہ اعتقاد ہی ہو سکتا ہے۔ ورنہ مفاد پرستی سر اٹھا کر حق و انصاف کی راہ سے برگشتہ کر دیتی ہے۔

دوم اس اعتقاد کی روشنی میں صالح جد وجہد کرنا۔ صالح جد وجہد زندگی کی روح رواں ہے۔ بے عملی موت کا پیش خیمہ ہے اور بد عملی تباہی کا۔ عمل صالح ہی تمام ترقیوں اور سربلندیوں کا باعث ہوا کرتا ہے۔ عمل صالح ایک وسیع لفظ ہے اور جد وجہد کے وہ تمام میدان جو انفرادی اور اجتماعی ترقیوں کا باعث بن سکتے ہیں اسی کی ذیل میں داخل ہیں۔ ایمان ایک مخصوص قسم کی رہبری کا کام دیتا ہے لیکن میدان عمل کی جد وجہد ہی اقوام کی ترقی و عروج کا باعث بنا کرتی ہے۔ عصر حاضر کی تاریخ شاہد ہے کہ ایمان کی نعمت کے بغیر ہی محض عملی جد وجہد کے بل بوتے پر قومیں سرفراز و سربلند ہوتی چلی جا رہی ہیں۔ جد وجہد اور قوتِ عمل انفرادی قوموں کی سربلندی کا باعث تو بن سکتی ہے لیکن قومی اور طبقاتی مفاد پرستی کے جذبات کو حق و انصاف کے تقاضوں کے زیر نگیں کرنے کے لئے جو عالمی امن اور انسانی بہبود کے لئے ضروری ہے' ایمان کی ضرورت پڑ جاتی ہے۔ اقوام عالم چونکہ قوتِ عمل سے سرشار اور نعمت ایمان سے محروم ہیں۔ اسی لئے انفرادی طور پر ترقی پذیر اور عالمی فساد و بگاڑ کا باعث بنی ہوئی ہیں۔

بنی نوع انسان کی بہبود کے لئے تیسری ضروری چیز تواصوا بالحق ہے ــــ حق کی

Marfat.com

مسلسل تلقین، سچ کی پیہم اشاعت۔ نیک کاموں پر لوگوں کو ابھارتے رہنا اور بُرائی کے خلاف آواز بلند کرتے رہنا۔ ظالم کے ظلم پر بے دھڑک احتجاج کرنا۔ محتاج و بے کس مظلوم کی تائید میں ببانگ دہل کمربستہ ہونا۔ جھوٹی خوشامد اور چاپلوسی سے پرہیز کرنا۔ ذی اقتدار طبقہ کی غفلت اور سرکشی پر اگر بے جھجک احتجاج نہ کیا جائے اور اُس کے خوف سے زبان بند کرلی جائے تو سوسائٹی خطرناک اخلاقی بیماریوں میں مبتلا ہوکر چشم زدن میں زوال کی انتہا کو پہنچ جاتی ہے۔ اس لئے بنی نوع انسان کی بہبود مسلسل تلقین حق کی متقاضی ہے۔

چوتھی ضروری چیز یہ ہے کہ پہلی تین چیزوں کے نفاذ میں جس قدر مصائب اور مشکلات پیش آئیں، مستقل مزاجی اور بہادری سے انہیں برداشت کیا جائے اور مشکلات یا ذاتی نقصان کو دیکھ کر جد و جہد میں کسی قسم کی کوتاہی نہ کی جائے۔ عربی زبان میں صبر سے مراد برداشت استقلال، مستقل مزاجی، مشکلات کا ڈٹ کر مقابلہ کرنا، اپنے ارادے پر جمے رہنا اور اپنی جد و جہد کو بہر قیمت جاری رکھنا ہی ہے۔ بدقسمتی سے اردو زبان نے اس لفظ کو جو معنی پہنائے ہیں اس نے مسلمانوں کو اس قدر نقصان پہنچایا ہے جس قدر دو عالمگیر جنگیں بھی بنی نوع انسان کو نہیں پہنچا سکیں۔

غور فرمائیے اگر مندرجہ بالا چار امور پر عمل ہونے لگے تو خود غرضوں، خود پسندوں مادی طاقتوں سے حق پرستوں کو دبانے والوں، اور حق گو لوگوں کا منہ بند کر کے اپنے جھوٹے اوصاف کا ڈھنڈورہ پٹوانے والے آمروں کا ٹھکانہ کہاں ہوگا۔ لیکن اگر ان چار چیزوں میں سے کسی ایک کی بھی کمی ہوگی تو باطل سر اٹھانے میں کامیاب ہو جائے گا۔ خود پرستیاں اپنا مظاہرہ کرنے لگیں گی۔ مادی طاقتیں اخلاقی قدروں کو کچلنے میں کامیاب ہونے لگیں گی۔ اور علم و تمدن کی انتہا کے

Marfat.com

باوجود انسان، انسان سے خائف اور اس کا غلام بنا رہیگا۔

حق گوئی اور حق گوئی کے لئے قوت برداشت کا مظاہرہ آج کل کی متمدن قومیں بھی ایک حد تک کرتی ہیں مگر کس حد تک؟ اسی حد تک جہاں تک اُن کے اپنے ذاتی یا قومی مفاد وابستہ ہوں۔ اسی حد تک جہاں تک انہیں امن عامہ کو خطرہ نظر نہ آتا ہو۔ لیکن محض حق کی سربلندی کے لئے حق گوئی و بے باکی صرف اس ایمان سے پیدا ہوتی ہے جو قادر و قیوم کی ذات سے وابستہ ہو اور جو محاسبہ و احتساب کی مسلسل یاد سے سیراب ہو۔

عملی جد وجہد میں اقوام مشرق و مغرب نے انتہا کر دی ہے۔ قوت عمل کے مظاہروں اور جد وجہد کی استقامت کے ریکارڈ قائم کر دیئے ہیں۔ لیکن ایسا حسن عمل ایسا عمل صالح جو حق و انصاف کے تقاضوں کی خاطر مفاد ذاتی کو بھی قربان کرنے پر آمادہ ہو جائے اقوام عالم کے بس میں نہیں اس کی توفیق ایمان باللہ اور ایمان بالیوم الآخر سے ہی ملتی ہے۔

ایمان، عمل صالح، تلقین حق اور تلقین صبر و استقامت یہ چاروں امور عالمی امن اور عالمی بہبود کے لئے لازم و ملزوم اور ناگزیر ہیں۔ چند مختصر الفاظ میں امن عالم اور بہبود اقوام کے تمام مسائل کا صحیح حل پیش کرنا کسی انسان کا کام نہیں۔ وحی الٰہی کا اعجاز ہی اس جامعیت کا حامل ہو سکتا ہے۔

تہذیب مغرب کی چکاچوند سے مرعوب ہونے والوں کے لئے مقام غور ہے۔ وہ سوچیں کہ مغربی اخلاق کی سربلندی، میدان عمل میں مفاد پرستی کی چٹان سے ٹکرا کر بے بس کیوں ہو جاتی ہے۔ کمزور اور مظلوم اقوام کی تائید میں آواز بلند کرنے کے لئے وہ صرف حق اور ناحق پر نظر رکھنے کی بجائے سیاسی مصلحتوں کی تار و پود میں کیوں اُلجھ

Marfat.com

جاتی ہے۔ اور اس اُلجھنے میں ضمیر کی کوئی ملامت کیوں نہیں محسوس کرتی؟ اس کی وجہ یہی اور صرف یہی ہے کہ مغربی تہذیب کو کسی خدا پر اعتقاد نہیں، کسی محاسبہ کا ڈر نہیں۔ ان کی منزل مقصود یہی دنیا ہے۔ اور اس کے مادی ذرائع پر زیادہ سے زیادہ اقتدار کا حصول اُن کا مقصدِ حیات ہے۔ اس مقصد کے حصول میں جو فلسفۂ اخلاق ممد ثابت ہو وہی اُن کے نزدیک صحیح فلسفۂ اخلاق ہے اور جو فلسفۂ اخلاق اُن کے آڑے آئے وہ قابل قبول نہیں۔

ظاہر ہے کہ یہ راہ نوردی اقوام عالم کو میدان جنگ میں ہی لے جا سکتی ہے۔ میدان امن میں نہیں۔ مقصود بالذات جب مفاد قومی ٹھہرا تو قوموں کا ٹکراؤ ناگزیر ہے اور میزائیلوں، ایٹم بموں اور چاند ستاروں کو ایٹمی اسلحہ سے مسلح کرنے والی قوموں کے ٹکراؤ کا نتیجہ کیا ہوگا — مشیت ایزدی کو جو اکثر و بیشتر اسباب و علل کے پردوں میں ہی کار فرما نظر آتی ہے، شاید یہی منظور ہو کہ جس قیامت سے ہمیں آگاہ کیا گیا ہے وہ انہی سیاہ کار بدبخت انسانوں کے ہاتھوں برپا ہو۔ آخری دم تک غافل انسان تو اسی مغالطہ میں مبتلا رہے کہ یہ سب کچھ اسباب و علل کا نتیجہ ہے لیکن مشیت ایزدی چپکے سے اپنا کام کر جائے۔

اقوام عالم کی شاہراہ پر امن عالم اور مظلوم کے حقوق کے تحفظ کی کوئی گنجائش نظر نہیں آتی۔ جہد للبقاء کے مغالطہ وہ نعروں کے پس پردہ قوی تر حق و انصاف کا خون کرتے ہی چلے جائیں گے اور اس موہوم خوف کے بہانے خود کو معصوم ہی سمجھتے رہیں گے کہ کہیں کمزور سر اٹھا کر ہماری تباہی کا سبب نہ بن جائے۔ یہ شیطانی چکر چلتا ہی رہے گا تا وقتیکہ اقوام عالم کو خدا تعالیٰ اور یوم الحساب پر ایمان نصیب ہو۔ یہی فلسفۂ حیات تھا جس کی رسولِ پاک کو تفہیم کی گئی۔ اور یہی پیغام رسالت تھا جس کے لئے آپؐ کو مبعوث فرمایا گیا۔

Marfat.com

باب ہشتم

تعلیم و تربیت

زندگی کے مندرجہ بالا اہم رموز سے آشنا کرنے کے بعد بالآخر وہ دن بھی آن پہنچا جب خدا تعالےٰ نے لوگوں سے خطاب کرنے کا آپؐ کو حکم دیا۔ فرمایا

یَاۤاَیُّھَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَاَنْذِرْ ۔ اے کمبلی والے اُٹھو اور لوگوں کو خدا سے ڈراؤ۔ (پارہ ۲۹۔ رکوع ۱۵)

حضور اکرمؐ کمر ہمت باندھ کر اُٹھے اور کوہ صفا پر چڑھ کر اہل مکہ کو پکارنے لگے۔

"یا معشر القریش۔ یا معشر القریش"

سب لوگ جمع ہو کر پوچھنے لگے۔

"کیوں کیا بات ہے؟"

آپؐ نے کہا

"لوگو سچ سچ بتاؤ۔ تم مجھے سچا سمجھتے ہو یا جھوٹا؟"

Marfat.com

لوگوں نے کہا

"ہم نے کوئی غلط یا بیہودہ بات آپ سے کبھی نہیں سنی۔ ہم آپ کو صادق اور امین جانتے ہیں"

آپ نے فرمایا۔

"میں کوہ صفا کی چوٹی پر کھڑا ہوں اور تم نیچے ہو۔ تم ایک ہی طرف دیکھ رہے ہو اور میری نظر دونوں طرف ہے اگر میں کہوں کہ پہاڑ کے عقب سے تم پر حملہ کرنے کے لئے ایک لشکر آرہا ہے تو کیا تم یقین کر لو گے ؟"

لوگ کہنے لگے۔

"ہاں ہم یقین کریں گے کیونکہ ہم نے آپ کو ہمیشہ سچ ہی بولتے دیکھا ہے"

آپ فرمانے لگے

"تو پھر یقین جانو کہ موت تمہارے سامنے کھڑی ہے اور تمہیں خدا کے سامنے حاضر ہونا ہے میں تمہیں آخرت کے عذاب سے ڈراتا ہوں۔ کیونکہ میں عالم آخرت کو بھی ایسا ہی دیکھ رہا ہوں جیسا تم اس دنیا کو دیکھ رہے ہو۔ لوگو۔ اچھے کام کرو برائیوں سے بچو، تمہارے ہر فعل کا مواخذہ ہوگا"

لوگوں نے سن کر تعجب کیا۔ وہ مرنے کے بعد پھر زندہ ہونے کے قائل نہ تھے انہیں حضورؐ کے کلام پر حیرانی ہوئی یقین نہ آیا۔ سوچنے لگے۔ محمدؐ کو کیا ہو گیا کیسی باتیں کر رہے ہیں بڑے بوڑھوں کو غصہ بھی آیا کہ اجتماع کے لئے یہ کیا موضوع تھا۔ آپؐ کے چچا ابولہب نے غصہ میں کہا۔

"ابو القاسم۔ تم پر افسوس۔ کیا تم نے ہمیں اسی لئے زحمت دی تھی ؟"

اور مجمع حضورؐ کی اس ناقابل فہم حرکت پر تعجب کرتا ہوا منتشر ہو گیا۔

Marfat.com

آپ لوگوں کو موقع بے موقع سمجھانے لگ گئے۔ قرآن کریم کے نازل شدہ اجزا۔ پڑھ کرسناتے جو عموماً خدا اور یوم جزا پر ایمان لانے اور نیک کام کرنے کی تلقین تک ہی محدود تھے تازہ بتازہ وحی جوں ہی نازل ہوتی آپ معتقدین کو بھی سناتے اور عوام کو بھی۔

وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا وَالْقَمَرِ اِذَا تَلٰهَا وَالنَّهَارِ اِذَا جَلّٰهَا وَاللَّيْلِ اِذَا يَغْشٰهَا وَالسَّمَآءِ وَمَا بَنٰهَا ـ وَالْاَرْضِ وَمَا طَحٰهَا ـ وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰهَا فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰهَا قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا وَ قَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا

(پارہ ۳۰ رکوع ۱۶)

سورج اور اس کی روشنی کی قسم اور پیچھے آنے والے چاند کی اور منور ہونے والے دن کی قسم اور چھا جانے والی رات کی قسم اور آسمان کی قسم اور اس ذات کی جس نے اسے بنایا اور زمین کی قسم اور اس ذات کی جس نے اسے بچھایا اور انسان کی قسم اور اس ذات کی جس نے اسے متناسب بنایا اور پھر اس کے دل میں نیکی اور بدی کی تمیز ڈالی۔ حق یہ ہے کہ بامراد وہی ہوگا جس نے اپنی جان کو پاک کر لیا اور وہ برباد ہوگا جس نے اسے فسق و فجور میں ڈال دیا۔

لوگ سن کر کلام کی خوبی کو سراہتے۔ انداز بیان کی تعریف کرتے۔ کہتے کیا بہیا شاعری ہے اچھا مضمون باندھا ہے لیکن ـــــ لیکن محمدؐ کو تو کچھ جنون سا ہو گیا ہے اگلے جہاں کی کہتے ہیں۔ دیکھا کس نے ہے؟

اس کے باوجود کبھی کوئی خوش قسمت حقیقت کی تہ کو پہنچ کر دولت ایمان سے مالا مال ہو جاتا۔

Marfat.com

وحی نازل ہوئی۔

وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى وَالنَّهَارِ
اِذَا تَجَلّٰى وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ
وَالْاُنْثٰى اِنَّ سَعْيَكُمْ لَشَتّٰى
فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰى وَاتَّقٰى وَ
صَدَّقَ بِالْحُسْنٰى فَسَنُيَسِّرُهٗ
لِلْيُسْرٰى وَاَمَّا مَنْ بَخِلَ وَاسْتَغْنٰى
وَكَذَّبَ بِالْحُسْنٰى فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰى وَمَا يُغْنِىْ
عَنْهُ مَالُهٗٓ اِذَا تَرَدّٰى
اِنَّ عَلَيْنَا لَلْهُدٰى وَاِنَّ
لَنَا لَلْاٰخِرَةَ وَالْاُوْلٰى فَاَنْذَرْتُكُمْ
نَارًا تَلَظّٰى لَا يَصْلٰىهَآ اِلَّا
الْاَشْقَى الَّذِىْ كَذَّبَ وَ
تَوَلّٰى وَسَيُجَنَّبُهَا الْاَتْقَى
الَّذِىْ يُؤْتِىْ مَالَهٗ يَتَزَكّٰى
وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰٓى
اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِ
الْاَعْلٰى وَلَسَوْفَ يَرْضٰى۔

(پارہ ۳۰ رکوع ۱۷)

قسم ہے رات کی جب وہ چھا جائے
اور دن کی جب وہ روشن ہو اور
قسم ہے اس ذات کی جس نے مذکر و
مونث کو پیدا کیا تم لوگ مختلف چیزوں
کے پیچھے پڑے ہوئے ہو۔ اور تمہاری
کوششوں کے مراجع مختلف ہیں
جس نے خیرات میں مال دیا خدا
سے ڈرتا رہا اور اچھی باتوں کو سچ سمجھا
اس کی راحت کے سامان مہیا کئے
جائیں گے۔ لیکن جس نے کنجوسی اور
لاپرواہی کی اور اچھی باتوں کی تکذیب
کی اُس کے لئے مشکلات فراہم ہونگی
اور جب وہ برباد ہونے لگے گا تو
اس کا مال کچھ کام نہ آئے گا۔ ہدایت
نمائی کرنا ہمارا کام ہے اور آغاز و
انجام بھی ہمارے ہی ہاتھ میں ہے
ہم نے تمہیں بھڑکتی ہوئی آگ سے
ڈرایا ہے جو صرف اس بدبخت تک
ہی پہنچے گی جو جھٹلاتا اور روگردانی
کرتا ہے۔ اس آگ سے ایسا شخص دور

Marfat.com

رکھا جائے گا جو ڈرتا ہے اور اپنا مال
اس لئے خرچ کرتا ہے تاکہ پاکیزگی حاصل
کرے۔ کسی کا اس پر کوئی احسان نہیں جس
کا وہ بدلہ دے رہا ہو بلکہ صرف اپنے
خدائے برتر کی رضا جوئی کے لیے خرچ
کرتا ہے۔ وہ عنقریب خوش کیا جائیگا۔

لوگ سنتے۔ خوب کان لگا کر سُنتے۔ سننے کے لئے کھچے چلے آتے۔ کلام میں کچھ جاذبیت ہی ایسی تھی۔ اس کا نغمہ خود بخود ہر ایک کان میں گونجنے لگ جاتا۔ لیکن اکثر لوگوں کے دلوں کے دروازے بند پاکر وہ صرف کانوں میں ہی گونج کر رہ جاتا۔ کوئی صدائے بازگشت پیدا نہ ہوتی۔ لوگ اس کی معنوی خوبیوں سے محروم ہی رہتے۔ ہاں کبھی کبھی اُن میں کوئی اہل دل آنکلتا تو وہ سُن کر مرغ بسمل کی طرح آستانۂ نبوی پر آگرتا اور حلقہ بگوش اسلام ہو جاتا۔

حضور اکرمؐ اٹھتے بیٹھتے ہر ایک کو اس بات کی طرف توجہ دلاتے کہ لوگ دنیا کی اُمنگوں اور آرزوؤں میں کس قدر کھوئے گئے ہیں اور بالکل ہی بھول گئے ہیں کہ ان کا کبھی محاسبہ بھی ہوگا۔

الھکم التکاثر حتیٰ	کثرت مال کی ہوس نے تمہیں اسقدر
زرتم المقابر کلا سوف	غافل کر دیا ہے کہ تم قبروں میں جا پہنچے
تعلمون ثم کلا سوف	تم جان لوگے اور ضرور جان لوگے
تعلمون۔ کلا لو تعلمون	کاش تم علم یقین کے ساتھ قبل از قبل
علم الیقین لترون	ہی جان لیتے تو دوزخ کو گویا دیکھ ہی
الجحیم ثم لترونھا	پاتے۔ انجام کار تو تم یقین کی آنکھوں کے

Marfat.com

عین الیقین ثم لتسئلن	ساتھ دیکھ ہی لو گے۔ اس وقت تم
یومئذٍ عن النعیم ؕ	سے ان نعمتوں کے متعلق باز پرس ہوگی
(پارہ ۳۰ رکوع ۲۷)	جو تمہیں یہاں میسر تھیں۔

عیش و طرب میں بدمست لوگوں کو چھوٹے چھوٹے موثر جواہر پاروں میں اسی طرح تلقین کی جاتی رہی۔ لیکن جن کی آنکھوں پر جاہ و حشم کی چربی چڑھی ہوئی تھی انہیں کیا دکھائی دیتا وہ سنتے اور کترا کر نکل جاتے حضورؐ سے تعرض نہ کرتے۔ سمجھتے آپ کسی خیالی دھن میں کھوئے گئے ہیں کسی شدید واہمہ میں مبتلا ہیں۔ آپ کو جنون ہو گیا ہے۔

پھر آپؐ کو تعالیٰ نے حکم دیا ــــ اے محمدؐ لوگوں سے کہہ دو ــــ

قُل ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ اللّٰہُ	ان سے کہہ دو اللہ ایک ہے اللہ
الصَّمَدُ لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ	بے نیاز ہے نہ اس کی کوئی اولاد ہے
وَلَمْ یَکُن لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ ؕ	اور نہ ماں باپ اور نہ ہی اس کا
(پارہ ۳۰ رکوع ۳۷)	کوئی کنبہ ہے۔

آپؐ نے تعمیل حکم میں توحید خالص کا اعلان کر دیا۔ خانہ کعبہ میں جا کر کہنے لگے ــــ

"لوگو سنو! اللہ ایک ہے پاک اور بے نیاز ہے نہ وہ کسی سے پیدا ہوا اور نہ ہی اس سے کوئی پیدا ہوا اس کا کوئی کنبہ نہیں۔ فرشتوں اور بتوں کو جو تم لوگ اس کی اولاد سمجھتے ہو۔ سب غلط ہے۔ وہی اکیلا عبادت کے لائق ہے اسی کی اور صرف اسی کی پوجا کیا کرو۔

مشرکین مکہ کے لئے یہ ناقابل برداشت تھا۔ اس میں ان کے دیوتاؤں اور دیویوں کی توہین تھی۔ وہ لوگ اللہ کو سب سے بڑا خدا تو سمجھتے تھے لیکن اس کی توحید

Marfat.com

اُن کے لئے ناقابلِ قبول تھی۔ خدا کو اولاد اور کنبے سے محروم قرار دینا اُن کے موروثی عقاید کی کھلی تردید تھی۔ بزرگوں کی اہانت تھی۔ مقدس دیوتاؤں کی بے حرمتی تھی۔ اس اعلان سے گویا بڑے بوڑھوں کا مذاق اڑایا گیا تھا۔ اُن کے محبوب بتوں کی تذلیل کی گئی تھی۔

قریش اسے خاموشی سے برداشت کرنے والے نہ تھے۔

انہوں نے اب تک حضور اکرمؐ کے اعلیٰ کردار کی وجہ سے اُن کے پند و نصائح سے تعرض نہ کیا تھا لیکن حضور اکرمؐ کی طرف سے اُن کے عقاید پر حملہ کی یہ ابتدا ایک کھلا چیلنج تھا جسے وہ نظر انداز نہیں کر سکتے تھے۔

عمایدین قریش نے مشورہ کیا۔ عمرو بن ہشام مخزومی جو دیوی دیوتاؤں کے حسب نسب کا بڑا عالم اور ابوالحکم کے اعزاز سے پکارا جاتا تھا بہت پیچ و تاب کھا رہا تھا۔ خود حضورؐ کے چچا ابولہب کا خون بتوں کی ہمدردی میں غیر معمولی جوش میں آرہا تھا۔ کیونکہ اُن کی رگوں میں اپنی ماں لبنیٰ بنت ہاجر خزاعی کا خون تھا جو عرب میں بت پرستی کے بانی اوّل عمرو بن لحیؔ کی نسل سے تھی۔ ربیعہ بن عبد شمس کے دونوں بیٹے عتبہ اور شیبہ الگ آستینیں چڑھا رہے تھے۔ کہ محترم دیوتاؤں کے نام پر جان لڑا دیں گے۔ مشہور ولید بن مغیرہ مخزومی جو اپنی خوبیوں اور کارناموں کی وجہ سے الوحید مشہور تھا اور جسے اپنے وحید ہونے پر اس قدر ناز تھا کہ خدا کا وحید ہونا گوارا نہ تھا۔ بتوں کی اس بے حرمتی پر سخت غصّہ میں تھا۔ اسی طرح اور کئی سرداران مکہ طیش میں تھے۔ اور مختلف رائیں دی جا رہی تھیں کسی نے سختی کا مشورہ دیا کسی نے تشدد کا۔ بالآخر کچھ بوڑھوں کی رائے غالب آئی۔ اور یہ طے پایا کہ بوڑھے ابوطالب کے احترام کے مدنظر جو بنو ہاشم کے بزرگ ہیں محمدؐ سے فی الحال راست تعرض نہ کیا جائے۔ پہلے خود ابوطالب سے ہی کہا جائے کہ وہ اپنے بھتیجے کا تدارک کر لیں۔

Marfat.com

عمایدین مکہ کا ایک وفد ابوطالب کے پاس آیا۔ وفد میں ابوسفیان بن حرب بن امیہ، ابوالبختری جس کا نام عاص بن ہشام بن حارث بن اسد تھا، اور الاسود بن مطلب بن اسد، الولید بن مغیرہ (خالد بن ولید کا باپ) ابوالحکم عمرو بن ہشام (جو بعد میں ابوجہل بنا) العاص بن وائل، عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ اور الحجاج بن حذیفہ کے دونوں بیٹے منبہ اور نبیہ، نامی عمایدین شامل تھے وفد نے آکر ابوطالب سے شکایت کی۔

"آپ کے بھتیجے نے ہمارے معبودوں کی توہین کی۔ ہمارے دین میں عیب نکالے۔ ہم میں سے عقلمندوں کو بے وقوف اور ہمارے بزرگوں کو گمراہ بتایا۔ لہٰذا یا تو آپ خود انہیں ان باتوں سے روک دیجئے۔ یا ہمارے اور اُن کے درمیان دخل نہ دیجئے۔ کیوں کہ آپ بھی اُن کے خلاف ہمارے ہی دین پر ہیں۔ ہم خود اُن کا بندوبست کرلیں گے۔"

ابوطالب نے حکمت عملی سے کام لے کر اُن لوگوں کو سمجھا بجھا کر ٹال دیا۔
لیکن حضور اکرمؐ نے اپنا کام جاری رکھا۔

خاندانی افتخار و غرور اہل عرب کی قبائیلی زندگی کی خصوصیت تھی۔ ہر قبیلہ اپنے لئے کوئی نہ کوئی وجہ افتخار ڈھونڈ نکالتا۔ خودستائی کے قصاید سے اس کی تشہیر کرتا اور دوسرے قبیلوں کو مقابلہ پر اُبھارا کرتا تھا۔ قریبی خاندانوں میں یہ رقابت اور زیادہ شدت اختیار کرلیتی تھی اور ہر خاندان اپنی جاہ و حشمت کی دھاک بٹھانے کے لئے بے دریغ دولت خرچ کیا کرتا۔ قریش کے ذی ثروت خاندان بھی اسی مرض میں مبتلا تھے۔ بنو مخزوم اور بنو عبد مناف میں مقابلے ہوا کرتے تھے۔ خود بنی عبد مناف کے اندر بنو امیہ اور بنو ہاشم میں یہ رقابتیں جاری تھیں۔ عبدالمطلب کی زندگی تک بنو ہاشم کا پلہ

Marfat.com

بھاری رہا۔ اور اُن کے انتقال کے بعد ... میہ کے ابوسفیان بن حرب نے بڑا نام پیدا کر لیا تھا۔

جب رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے رسالت کا اعلان فرمایا تو اُن رؤساء قریش نے جو ہر چیز کو خاندانی افتخار کی روشنی میں دیکھنے کے عادی تھے یہ کہنا شروع کیا کہ بنو ہاشم جب جرأت و شجاعت، دولت و ثروت اور سخاوت و مہماں نوازی کے میدانوں میں ہار گئے تو انہوں نے اپنے افتخار کے لئے ایک نبی کھڑا کر لیا۔ اگر خدا کو اہل عرب ہی سے ہی کسی کو نبی بنانا تھا تو مکہ و طایف کے معزز ترین لوگوں میں سے کسی کو بنایا ہوتا۔ ہم بنو ہاشم کی نبوت کو کبھی تسلیم نہ کریں گے۔ بنو مخزوم میں ولید بن مغیرہ اور عمرو بن ہشام بن مغیرہ (ابو جہل) اور بنو امیہ میں ابوسفیان بن حرب بن امیہ شدت سے اس خیال کے قائل تھے۔

دیگر عمایدین قریش جو خاندانی تعصب میں اس قدر شدید نہ تھے محمدؐ بن عبداللہ کے اعلیٰ کردار کا احترام کرتے تھے۔ اور اُن کے پند و نصائح سے تعرض نہ کرتے تھے لیکن انہیں بھی یہ بات پسند نہ آئی کہ محمدؐ بزرگوں کے مسلمہ دیوتاؤں کی تحقیر کریں جذبات سے مشتعل ہو کر وہ سوچتے ——— ہمارے بتوں کو برا کہنے والا کون! ہم اُسے اس کا مزا چکھا دیں گے ——— ان سوچنے والوں میں ابوسفیان اور ابولہب بھی تھے اور اُن کی بیویاں ہندہ اور ام جمیل بھی۔ ہر ایک اپنے اپنے طریقہ سے حضور اکرمؐ کو زک پہنچانے کی فکر میں تھا۔ ام جمیل ابوسفیان کی بہن ابولہب کی بیوی، اور ہندہ آپس میں نند بھاوج تھیں۔ وہ اکٹھی ہوئیں تو ایک بولی۔

"محمدؐ بن عبداللہ تو ہمارے قبضہ میں ہیں اُن کی یہ مجال کہ لات و عزیٰ کو برا بھلا کہیں۔ ہم انہیں ایسی زک پہنچائیں گے کہ وہ یاد ہی رکھیں گے۔"

دوسری نے جواب دیا۔

Marfat.com

"بھابی میں سمجھتی ہوں تمہارا مطلب کیا ہے۔ بڑی عزت والے ہبل کی قسم میں ابھی محمدؐ کی دونوں لڑکیوں کو اپنے بیٹوں سے طلاق دلوادوں گی۔ وہ انہیں پاس بٹھا کر اپنا کلیجہ ٹھنڈا کرلیں۔"

"اور ام جمیل۔ کیا سمجھتی ہو۔ میں بھلا تیسری کو بھی چین سے بیٹھنے دوں گی۔ لات و عزیٰ کی قسم اگر میں زینب کو باپ کے گھر نہ بھجوادوں تو عتبہ کی بیٹی نہیں۔ ابوالعاص ہالہ کا بیٹا سہی، ہے تو بنو عبد شمس۔ میری اور ابوسفیان کی بات ہرگز نہ ٹالی جائیگی۔"

ام جمیل اور ابولہب کے حکم پر اُن کے دونوں بیٹوں، عتبہ اور عتیبہ نے رقیہ اور اُم کلثوم کو طلاق دیدی۔ ابھی سنِ بلوغ کو بھی نہ پہنچی تھیں کہ حضور اکرمؐ کی دونوں کم سن صاحبزادیاں حضور اکرمؐ کی خدمت میں پہنچ گئیں۔ حضرت خدیجہ نے صبر کیا۔ خدا کا رسول ان اوچھے حربوں سے تعمیل حکم الٰہی سے کہیں رُکنے والا تھوڑا ہی تھا۔

زینب کو طلاق دلوانے کے لئے ابوسفیان اور ہندہ نے بہت زور ڈالا لیکن ابوالعاص کو رام نہ کر سکے۔ ابوالعاص نے کہا۔

"مجھے لات و عزیٰ بھی عزیز ہیں اور زینب بھی۔ محمدؐ جانیں اور اُن کے کام۔ اگر وُہ بتوں کو بُرا کہتے ہیں تو اس میں زینب کا کیا قصور۔ میں کیوں تمہارے کہنے پر گھر پھونک تماشہ دیکھوں۔ زینب میری محبوب بیوی ہے اور میری ہی رہیگی۔"

ابوسفیان اور ہندہ اپنا منہ لے کر ناکام لوٹ آئے۔

ضروری نہ تھا کہ ہر شخص جذبات اور تعصب سے ہی کام لیتا۔ اہل قریش میں ایسے لوگوں کی بھی کمی نہ تھی جو بے لاگ فہم و ادراک سے کام لینے کے عادی تھے۔ انہوں نے حضور اکرمؐ کی تعلیم پر غور کیا اور اسے قبول کیا۔ ایسے لوگ ہر طبقہ میں موجود

Marfat.com

تھے۔ امیر اور غریب، آزاد اور غلام ہر قسم کے لوگ اسلام میں داخل ہونے لگے مرفہ الحال طبقہ میں سے ابوبکر، عبدالرحمان بن عوف، عثمان بن عفان۔ زبیر بن العوام سعد بن ابی وقاص، متوسط طبقہ میں سے طلحہ، ارقم، سعید بن زید، عبداللہ بن مسعود اور غربا میں سے عثمان بن مظعون، صہیب رومی، عمار بن یاسر، عبیدہ اور خباب بن الارت سابقون الاولون میں گنے جاتے ہیں۔

حضور اکرمؐ کی تعلیم سادہ اور عام فہم تھی، اور جامع و مانع بھی۔ اس کا سر چشمہ وحی الٰہی تھا۔ لیکن معقولیت اس کی نمایاں خصوصیت تھی۔ آپ میلوں، تہواروں اور لوگوں کے اجتماعوں میں جا کر تلقین فرماتے۔ لوگو سنو!

۱۔ خدا ایک ہے دیویوں اور دیوتاؤں کا کوئی وجود نہیں بت پرستی توہم پرستی ہے۔

۲۔ خدا نے ہمیں آزادی عمل دے کر حسن عمل کے لئے پیدا کیا ہے اور وہ ہمارے اعمال کی تفصیلی باز پرس کرے گا۔

۳۔ ہر چیز کا پیدا کرنے والا اللہ ہے اور وہی سب کی ربوبیت بھی کرتا ہے اس کے سوا کسی دیوتا فرشتہ یا انسان کو کارساز سمجھنا غلطی ہے۔

۴۔ اس نے ہمیں عقل و فہم اس لئے عطا کئے ہیں کہ ہم غور و فکر سے کام لے کر اس کائنات کی تخلیق اور کارکردگی کے اصولوں کو دریافت کریں انہیں خداشناسی کا ذریعہ بنائیں اور ان سے استفادہ بھی حاصل کریں۔ کائنات کی کارکردگی کے اصول خدا کی تقدیریں ہیں۔ اور خدا تعالیٰ کا منشاء اور مشیت یہ ہے کہ انسان ان رموز سے واقف ہو کر ان سے استفادہ کرے اللہ تعالے نے ارض و سماوات انسان کے فائدہ کے لئے پیدا کئے ہیں۔ اور انہیں انسان کے لئے ہی مسخر کر دیا ہے۔

Marfat.com

۵۔ کائنات کی تمام نعمتیں تو خدا تعالیٰ نے انسان کے لئے پیدا کر دیں لیکن چونکہ انسان کو آزادی عمل کا اختیار دیا گیا تھا اس لئے ان نعمتوں سے استفادہ جدوجہد کا محتاج رکھا۔ جدوجہد انسان پر عاید کر دی گئی ہے ہر انسان کو وہی کچھ دستیاب ہو گا جس کے لئے وہ جدوجہد کرے گا۔ اس کا ہر فعل اور ہر عمل ایک تاثر چھوڑے گا جس کا ثمر اسے مل کر رہیگا اعمال کے ثمرات کچھ تو اسی دنیا میں مل جاتے ہیں اور کچھ، جو انفرادی آزادیٔ عمل کے تصادم یا قوانین قدرت سے عدم ہم آہنگی کے باعث معرض التوا میں پڑ جائیں، وہ مرنے کے بعد ملیں گے۔

۶۔ چونکہ ہر چیز کا خالق اور آمر خدا تعالیٰ ہی ہے اس لئے خوف و رجار کا حقیقی مرجع اسی کی ذات ہے اس کے منشاء و مشیت سے ہم آہنگی خوش آیند مستقبل کی ضامن، اور اس سے طغیان و بغاوت مصائب و آلام کا پیش خیمہ ہوا کرتے ہیں۔ انسانی آزادی عمل و اقتدار کے ناجائز استعمال سے کبھی کبھی افراد و اقوام عارضی طور پر لوگوں کے خوف و رجار کا مرجع بننے کی کوشش کیا کرتے ہیں۔ اور لوگ فوری استفادہ کی خاطر یہی مناسب سمجھتے ہیں کہ انہیں اپنے خوف و رجار کا مرجع بنا لیں۔ لیکن موقتی کار اجرائی یا دفع شر کے لئے باغی انسانوں کی خوشنودی کی خاطر اُن کی بغاوت میں شریک ہونا ایسا ہی ہے جیسے برائے نام آمر کے خوف سے بچنے کے لئے جبار مطلق کے غضب کو دعوت دی جائے۔ ایسی حرکات سراسر احمقانہ ہیں۔ اس لئے خوف خدا کے مقابلہ میں انسانوں کے خوف کو وقعت دینا یا خدا تعالیٰ کے مقابلہ میں انسانوں کو اپنی امیدوں کا مرجع سمجھنا، سمجھدار انسان اور مومن کی شان سے بہت بعید ہے۔

Marfat.com

۷۔ غیر ذی حیات کائنات، قضاء و قدر یعنی قوانین قدرت کے ماتحت اور ذی حیات کائنات، قضاء و قدر اور جد و جہد، یعنی قوانین قدرت اور قانون عمل دونوں کے ماتحت اس طرح چل رہی ہیں جیسے اسباب و علل کی مسلسل اور لامتناہی کڑیوں نے ایک خود کار و خود مختار آٹومیشن کو کھڑا کر دیا ہو جس میں اندرونی قوانین قدرت اور جد و جہد کے سوا اور کوئی طاقت، قدرت یا ارادہ کار فرما نظر نہ آتا ہو۔ لیکن حقیقت اس کے علاوہ کچھ اور بھی ہے۔ بیشک یہ کائنات قانون قدرت اور قانون عمل پر ہی چل رہی ہے اور تماشہ گاہ عالم کی اکثر و بیشتر کار فرمائیاں انہی قوانین کی رہین منت ہیں جن کے عمل میں سر مو فرق نہیں آتا بریں ہم مشیت الٰہی اگر ان ہی قیود کی پابند ہو کر رہ جاتی تو قادر مطلق کی آزادی منشاء اور آزادئ عمل مشتبہ ہو جاتے۔ قدرت کے قوانین اور خدا تعالیٰ کی ذات کے درمیان امتیاز اٹھ جاتا اور خداشناسی دہریت بن کر رہ جاتی۔ اس لئے مشیت الٰہی اپنی کار فرمائیوں میں یوں مصروف ہے کہ کبھی قبل از قبل اپنے ارادے کا اعلان کر کے اسباب و علل کے پردوں میں ہی ظہور فرماتی ہے اور کبھی ان پردوں کو بھی چاک کر کے عریاں جلوہ افروز ہو جایا کرتی ہے۔

رسول خداؐ لوگوں کو بتلاتے کہ جس طرح اسلام کی تعلیم فطرت اور عقل کے عین مطابق ہے اور عقل و فطرت کی مظہر ہے اسی طرح تحریک اسلام مشیت و ارادۂ الٰہی کی مظہر ہے۔ آپ فرماتے کہ خدا تعالےٰ نے مجھ پر پیغام رسانی کی یہ ذمہ داری عاید کرنے سے ایک عرصہ قبل ہی، یہ اعلان فرمایا تھا کہ یہ تحریک اعجازی طور پر کامیاب ہو گی۔ اور مخالفین کی سر توڑ کوششوں کے باوجود وسیع مقبولیت حاصل

Marfat.com

کرے گی۔

عوام اس ہفت نکاتی تعلیم کو بمشکل ہی پورے طور پر سن پاتے۔ اکثر و بیشتر کے لئے بت پرستی کے خلاف اعلان اشتعال کا باعث بن جاتا اور بقیہ امور کی تفہیم مخصوص لوگوں کے حصہ میں ہی آتی۔ لیکن جو سعید روحیں حضور اکرمؐ کے کلام کو توجہ سے سنتیں اور ان پر بے لوث غور فکر کرتیں، نور ایمان سے منوّر ہو جاتیں اور حلقہ بگوش اسلام ہو کر حضور اکرمؐ کی تربیت میں داخل ہو جاتیں۔

مسلمان ہونے کی شرط یہی قرار پائی تھی کہ خدائے واحد کی معبودیت اور سرورِ کائنات کی رسالت پر ایمان لایا جائے۔ لاالہ الا اللہ محمد الرسول اللہ۔ رسالت پر ایمان، ذہنی انقلاب کا باعث بنتا۔ اور اسلامی تعلیم کو جذب کرنے میں ممد و معاون ثابت ہوتا اور جو لوگ حلقۂ اسلام میں داخل ہو جاتے حضور اکرمؐ ان کی تربیت کا انتظام فرماتے۔

تعلیم اسلام کی تلقین کے ساتھ ساتھ حضور اکرمؐ نے وحی الٰہی کی رہبری میں مسلمانوں کی روحانی تربیت کا انتظام کیا۔ تربیت نفس کے لئے حضور اکرمؐ نے نماز کی تلقین کی اور اخلاق و تمدن کے احکام بتلائے۔ حضور اکرمؐ نے نماز پڑھنے کا تفصیلی طریقہ بھی بتلایا اور اس کے فوائد سے بھی آگاہ کیا۔ فرمایا کہ نماز کے دو بڑے فائدے ہیں۔ یہ بُرے کاموں اور معیوب باتوں سے روکتی ہے اور خدا تعالےٰ کو یاد کرنے اور یاد رکھنے کا بہترین طریقہ ہے۔

آپؐ نماز پڑھنے کے لئے مکّہ سے باہر دور پہاڑیوں میں نکل جاتے تھے تاکہ لوگ مُخل نہ ہوں۔ اور پریشان نہ کریں۔ آپؐ کے پیرو بھی چوری چھپے باہر نکل کر آپؐ کے

Marfat.com

ساتھ نماز ادا کر لیا کرتے۔ جب مسلمانوں کی تعداد کسی قدر بڑھی تو بنو مخزوم کے ایک مسلمان حضرتِ ارقمؓ نے ہمت کر کے اپنا مکان نماز کے لئے مختص کر دیا لوگ چھپ چھپا کر وہاں اکٹھے ہوتے اور نماز پڑھتے۔

حضور اکرمؐ کی تعلیم انسانی فطرت کے عین مطابق تھی۔ سعید الطبع لوگوں کے دلوں میں آہستہ آہستہ گھر کرنے لگی۔ اور مسلمانوں کی تعداد بڑھنے لگی۔ اِن کی بڑھتی ہوئی تعداد مشرکین مکہ کے لئے اشتعال کا باعث بنتی چلی جا رہی تھی۔ ہر قبیلہ اور ہر خاندان میں سے آئے دن کوئی نہ کوئی اسلام قبول کر لیتا بت پرستی سے توبہ کرتا اور اپنے قبیلہ کے لوگوں کو بت پرستی کی لغویت سمجھانے کی کوشش کرتا۔ لیکن یہی بات بنائے فساد بن جایا کرتی۔ بزرگوں کے دین سے برگشتگی اور قابلِ احترام دیوتاؤں کی بے حرمتی خاندان کے بزرگوں کے لئے نو مسلم افرادِ خاندان پر ہاتھ اٹھانے کی وجہ جواز بن جاتی اچھے اچھے صاحبِ ثروت اور صاحبِ اولاد حضرات کی پٹائی ہوتی جسے وہ بزرگ خاندان کے احترام کے مدنظر برداشت کرتے لیکن اپنے عقیدہ پر قایم رہتے۔

حضرت عثمان بن عفان نے صاحب ثروت وعز وجاہ ہونے کے باوجود اسلام لانے پر مار کھائی اُن کے چچا نے انہیں رسی سے باندھ دیا اور خوب پیٹا حضرت زبیر بن العوام کی بھی اُن کے چچا نے ہی مرمت کی وہ انہیں چٹائی میں لپیٹ کر اُن کی ناک میں دھواں دیتا تھا۔ حضرت سعید بن زید کو اُن کے بہنوئی عمر ابن الخطاب رسی سے باندھ کر مارا کرتے تھے یہی حالت دوسروں کی بھی تھی۔ حضرت ابوبکر کے والد ابی قحافہ بہت ضعیف تھے بیٹے پر ہاتھ اٹھانے کے قابل نہ رہے تھے وہ صرف گالی گلوچ سے ہی غصہ نکال لیا کرتے تھے۔

Marfat.com

خاندانی عصبیت اہل عرب میں اس قدر شدید تھی کہ کسی خاندان کے نومسلم پر کسی دوسرے خاندان کا کوئی فرد ہاتھ نہ اٹھا سکتا تھا۔ اسی خاندان کے اکابر کے ذمہ یہ فرض عاید کر دیا جاتا تھا کہ وہ اپنے خاندان کے نومسلموں کو ایذائیں دیں۔ ان حالات میں جب کہ خود بزرگ خاندان ہی پٹائی کر رہے ہوں دادرسی کی کسی سمت سے کوئی توقع نہ ہو سکتی تھی اور اس سزا کو ذوقِ ایمان کی خیرات سمجھ کر برداشت کیا جاتا تھا۔

لیکن مکہ میں کچھ ایسے لوگ بھی تھے جن کا کوئی یار و مددگار نہ تھا۔ جو ایک دو پشت سے مکہ میں آکر آباد ہوئے تھے۔ غریب الوطن تھے۔ یا اہل ثروت لوگوں کے لونڈی غلام تھے۔ ان میں بھی سعید روحیں تھیں جب ان میں سے کوئی ایمان لاتا تو سارے مکہ کے اوباشوں اور ظالموں کے لئے ایک کھلونا بن جاتا تھا۔ ان پر ہر کوئی ظلم ڈھا سکتا تھا عام اجازت تھی کوئی روک ٹوک نہ تھی۔ بلکہ ایسے لوگوں کی سربازار پٹائی دیوتاؤں کی تائید میں ایک مستحسن کام اور بڑی بھاری دینی خدمت سمجھی جاتی تھی۔ اور دوسروں کے لئے تازیانہ عبرت قرار پاتی تھی۔

خدا اور اس کے رسول کے لئے بے کسی اور بے زبانی کے عالم میں خندہ پیشانی سے اذیت اٹھانے والی خوش قسمت ہستیوں میں حضرت خباب بن الارت، حضرت بلال حبشی، حضرت عمار بن یاسر اور ان کے والدین، حضرت صہیب رومی، حضرت ابوفکیہہ اور حضرۃ لبنیہ، زنیرہ، نہدیہ اور ام عبیس کے اسماء مبارک ممتاز ہیں۔

اہل قریش میں یوں تو درجنوں اشد مشرکین تھے لیکن مسلمانوں کی ایذا رسانی میں دو اشخاص نے نمایاں مقام پیدا کر لیا تھا۔ اتفاق سے دونوں کا نام عمرو تھا اور دونوں آپس میں قریبی رشتہ دار بھی تھے۔ بنو مخزوم کے عمرو بن ہشام اور بنو عدی

Marfat.com

کے عمر ابن الخطاب۔ عمرو بن ہشام بن مغیرہ، عمر ابن الخطاب کے ماموں[1] تھے۔ ماموں بھانجا دونوں ہم پیالہ وہم نوالہ بھی تھے۔ بتوں کے متشدد پجاری۔ آبائی مذہب کے نام پر مشتعل ہوکر آگ بگولہ بن جانے والے اور بتوں کی بے حرمتی کرنے والوں کے جانی دشمن۔ دونوں کو اہل قریش میں سے کسی کا مسلمان ہونا ایک آنکھ نہ بھاتا تھا۔ اور دونوں ایسے مواقع کی تلاش میں رہتے تھے کہ کلمہ گو لوگوں کو زک پہنچائی جائے اور انہیں ایذائیں دی جائیں۔ خوبی یہ تھی کہ دونوں ممتاز شخصیتیں تھیں۔ معمولی آدمی نہ تھے۔ عمرو بن ہشام رئیس بنو مخزوم اور دین اصنام کا ملہر عالم تھا اور ابوالحکم کہلاتا تھا۔ حضور اکرمؐ نے اسے ابوجہل کے خطاب سے سرفراز فرمایا۔ عمر بن الخطاب بنو عدی کے ممتاز فرد اہل قریش میں نسب دانی کے علم کے ماہر تھے۔

"یاسر" نامی ایک غریب الدیار مسافر مکہ میں آکر آباد ہوگیا تھا اور مزدوری کر کے اپنا پیٹ پالا کرتا تھا۔ عمرو بن ہشام کے چچا ابو حذیفہ مخزومی کی خدمت کیا کرتا تھا۔ تعلقات بڑھنے پر ابو حذیفہ نے اپنی ایک لونڈی سمیہ سے اس کی شادی کر دی۔ دونوں اسی خاندان میں خدام کی حیثیت سے رہتے تھے۔ ان کا ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام عمار رکھا گیا۔ عمار کی جوانی تھی اور والدین کا بڑھاپا کہ دین حق کا اعلان انہیں سنائی دیا۔ گاڑھے پسینہ کی کمائی سے روکھی سوکھی کھانے والے تینوں سعادت مندوں نے لبیک کہا۔ ماں باپ اور بیٹا مسلمان ہو گئے۔ ان کا مسلمان ہونا ایسا سخت جرم تھا جسے بنو مخزوم معاف نہ کر سکے۔ بتوں کے مختار کل عمرو بن ہشام نے معاملہ اپنے ہاتھ میں لیا۔ تینوں کو سخت سزائیں دی جانے لگیں۔ انہیں گرم ریت سے جلتی ہوئی زمین پر لٹایا جاتا اور سخت زدو کوب کیا جاتا پھر کہا جاتا کہ اسلام چھوڑ دیں

---

[1] سیرۃ ابن ہشام ج ۱ ۲۵۱

Marfat.com

وہ تکالیف برداشت کرتے خدا کا شکر ادا کرتے لیکن اپنے عقیدہ کا مزید پختگی سے اعلان فرماتے۔ تربیت رسول کریمؐ نے عجیب قوت ایمانی عطا کی تھی۔

حضرت خباب بن الارت ایک غریب لوہار تھے۔ لوگوں کی چھریاں تلواریں، نیزے، بھالے درست کر کے اپنا پیٹ پالتے تھے۔ انہیں بھی دین اسلام پسند آیا اور مسلمان ہو گئے اس سے کسی کا کیا بگڑا۔ مگر نہیں قریش انہیں بھی ستانے لگے۔ اُن سے کام کرواتے اور معاوضہ نہ دیتے۔ کہتے۔ محمدؐ کا انکار کرو گے تو دیں گے۔ کبھی کہتے تم تو قیامت کے قائل ہو وہیں لے لینا یہاں لے کر کیا کرو گے۔۔۔ اسی پر اکتفا نہیں، غنڈے آتے اُن ہی کی بھٹی میں سے کوئلے نکال کر زمین پر پھیلا دیتے۔ حضرت خباب کو اس پر چت لٹا کر ان کی چھاتی پر پاؤں رکھ کر کھڑے ہو جاتے۔ اور کروٹ تک نہ بدلنے دیتے۔ کوئلے جسم کو جلا کر وہیں ٹھنڈے ہو جاتے۔ لیکن حرارت ایمانی میں سرِ مو فرق نہ آتا۔

حضرت بلال حبشی جو مؤذن کے لقب سے مشہور ہوئے ہیں امیہ بن خلف کے غلام تھے وہ نورِ ایمان سے منور ہوئے تو اُمیہ انہیں طرح طرح کی اذیتیں دینے لگا کبھی گرم ریت پر لٹا کر سینہ پر پتھر رکھ دیتا۔ اور کہتا "بتوں کو مانو ورنہ یوں ہی مار ڈالوں گا۔" وہ زبان سے "احد ۔ احد" ہی کہتے رہتے۔ اُمیہ گلے میں رسی ڈال کر لونڈوں کے حوالے کر دیتا وہ انہیں سڑکوں اور گلیوں میں گھسیٹتے پھرتے مگر شراب عرفان میں سرمست بلال کے منہ سے "احد ۔ احد" ہی نکلا کرتا جسمانی اذیت کی انتہا اُن کی نظر میں ہیچ تھی۔

حضرت ابو فکیہہ بھی حضرت بلال کی طرح صفوان بن امیہ کے غلام تھے انہیں بھی اُمیہ اسی طرح ایذائیں دیتا تھا جس طرح حضرت بلال کو۔ لیکن کبھی اُن کے ایمان نے لغزش نہیں کھائی عمرو بن ہشام ابو جہل نے حضرت عمار کی والدہ

Marfat.com

حضرۃ سمیہ کو بالآخر ایک دن برچھی مار کر شہید کر دیا۔ اور حضرت عمار کے والد یاسر کو ایمان لانے کے جرم میں اس قدر سزائیں دیں کہ وہ اذیتیں اٹھاتے ہوئے جاں بحق ہو گئے۔

عمر ابن الخطاب اپنی لونڈی حضرۃ زنیرہ کو بے حد مارتے تھے اس مار پیٹ میں ابو جہل بھی شریک ہو جاتا تھا۔ ایک دن ابو جہل نے حضرۃ زنیرہ کو اتنا مارا کہ ان کی آنکھیں ضائع ہو گئیں۔ عمر ابن الخطاب کی ایک اور لونڈی مسلمان تھیں اُن کا نام لبینہ تھا انہیں بھی عمر ابن الخطاب اس قدر مارتے کہ وہ بے ہوش ہو جاتیں مارتے مارتے تھک جاتے تو کہتے "میں تمہیں رحم کی وجہ سے نہیں چھوڑ رہا بلکہ تھک جانے کی وجہ سے چھوڑتا ہوں"۔ وہ جواب دیتیں "عمر اگر تم اسلام نہ لاؤ گے تو خدا اس کا انتقام لے گا"۔

حضرت نہدیہ اور حضرت ام عبیس بھی ایسی ہی دو کنیزیں تھیں جنہوں نے مسلمان ہونے کے جرم میں اہل قریش سے بہت دکھ اٹھائے۔

حضرت ابوبکر صدیق نے بھاری بھاری رقمیں ادا کر کے جن غلاموں اور لونڈیوں کو مشرکین سے خریدا اور خدا تعالےٰ کی راہ میں آزاد کیا اُن میں حضرت بلال، حضرت عامر بن فہیرہ، حضرۃ لبینہ، حضرت زیرہ، حضرۃ زنیرہ اور حضرۃ ام عبیس شامل ہیں۔

تعجب ہوتا ہے کہ یہ بے کس و بے بس لوگ کس آہنی عقیدت کے مالک تھے۔ سوسائٹی میں اُن کا کوئی مقام نہ تھا۔ لوگ انہیں منہ لگانے کے قابل نہ سمجھتے تھے۔ عقل اور فہم و فراست کو آزاد لوگوں کا اثاثہ سمجھا جاتا تھا جس میں لونڈی غلاموں کا کوئی حصہ نہ تھا۔۔۔ خدا ایک ہے، وہی سب کا پالنے والا ہے سب کا کارساز

Marfat.com

ہے ـــــ اس عقیدہ سے ان پس ماندہ، سوسائٹی کے راندہ لوگوں کی کچھ ڈھارس ضرور بندھتی ہوگی دل کو کچھ تسلی ہوتی ہوگی یہ تو قابل فہم ہے لیکن جب یہی عقیدہ الٹا اذیت رسانی کا سبب بن جائے مصیبتوں کے پہاڑ ڈھا دے اور بظاہر ان مصائب سے چھٹکارا پانے کے لئے کوئی خدائی نصرت بھی نظر نہ آتی ہو تو یہ دیکھ کر تعجب ہی ہوتا ہے کہ کون سی قوت ان کے پائے استقلال کا باعث ہوا کرتی تھی۔ وہ کون سی طاقت تھی جو تپتے ریگ زاروں کو سرد اور سلگتے انگاروں کو ٹھنڈا کر دیتی تھی۔ جو کوڑوں، نیزوں اور بھالوں کو اس قدر نرم و بے ضرر بنا دیتی تھی کہ لوگ نہایت اطمینان و سرور میں "ھو اللہ احد" کی رٹ لگائے جاتے تھے ـــــ غیر اس راز کو کبھی نہ پاسکے گا لیکن درون خانہ کے راز دان یہ کہتے ہیں کہ ان کے پیارے رسول نے انہیں ایک مرتبہ خدا کا یہ پیغام سنایا تھا کہ

اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا
اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا
تَتَنَزَّلُ عَلَیْہِمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ
اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا ـ
(پارہ ۲۴ رکوع ۱۸)

جو لوگ صرف خدا تعالےٰ ہی کو اپنا رب مانتے ہیں اور ہر حالت میں مستقل مزاجی سے اس عقیدہ پر قائم رہتے ہیں اُن پر فرشتے نازل ہوا کرتے ہیں جو انہیں تسلی دیتے ہیں کہ ڈرنے اور گھبرانے کی کوئی بات نہیں۔

اور یہ لوگ اُن فرشتوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھتے اور ان کی تسلیوں کو اپنے کانوں سے سنا کرتے تھے اور یہی ان کی استقامت اور تسکین کا سبب تھا۔

خدا کے رسول اور اُن کے متبعین کی جد وجہد ایک آہنی عزم والی جماعت تیار کرنے میں مصروف تھی، جو کسی نامعلوم مستقبل میں اُن محترز بن مکہ

Marfat.com

کے لئے فولادی گرز بننے والے ننھے جو ان حقیر لوگوں کو اپنی خاطر ہی میں نہ لاتے تھے۔

خدا تعالیٰ کی مشیت ہر چیز پر حاوی ہے۔ اس کی تدبیریں لطیف اور ناقابل فہم ہیں۔ اس کی گرفت یقینی اور مضبوط ہے۔ اس کی رسی کی درازی سے غافل ہونے والے وہ احمق ہیں جو اپنے آپ کو بڑا ہی عقلمند سمجھتے ہیں۔

Marfat.com

باب نہم

جد و جہد

رسول پاکؐ کی صاحبزادیوں کو طلاق دلوا کر ابو لہب بہت خوش تھا کہ ابو القاسم کو زک پہنچائی۔ لیکن خدا تعالےٰ کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ پاک فطرت اور بدطینت کا جوڑ ہی کیا۔ خدا تعالےٰ نے تو صاحبزادیوں کی بہتری کا انتظام فرمانا تھا۔ آپؐ کی صاحبزادی رقیہؓ کے لئے حضرت عثمان ابن عفان نے استدعا کی رسول پاکؐ نے بطیب خاطر اسے قبول فرمایا اور اُن کی شادی کر دی صاحبزادی ام کلثوم والدین کے سایہ عافیت میں رہیں۔

صحابہ رسولؐ کے لئے مکہ کی زندگی کڑی آزمائش بنی ہوئی تھی۔ غریبوں کا تو ذکر ہی کیا فارغ البال اور ذی عزت مسلمان بھی بڑی مشکلات میں تھے۔ مشرکین کی جانب سے ہر قسم کی ایذا رسانیاں جاری تھیں۔ معاشی مقاطعہ کے ذریعہ اُن کے کاروبار تجارت میں مسلسل رکاوٹیں ڈالی جاتیں۔ مسلمانوں سے سودا سلف خریدنے پر کڑی نظر رکھی جاتی اور اُن کی معاشی بدحالی کے لئے ہر ممکن کوشش کی جاتی رہتی۔ رسول پاکؐ

Marfat.com

صحابہ کی کوئی عملی مدد نہ فرما سکتے تھے ان مصائب سے بچانے کے لئے آپ کے پاس کوئی ذریعہ نہ تھا ان کی معاشی بدحالی اور جسمانی اذیتیں بڑھتی ہی چلی گئیں تو رسول پاک نے انہیں مشورہ دیا کہ وہ سرزمین حبشہ کی طرف ہجرت کر جائیں تاکہ وہاں امن و امان کی زندگی بسر کر سکیں اور آزادی سے اپنے مذہبی عقاید کی پیروی کر پائیں۔

۵ھ نبوی میں دس پندرہ آدمیوں کا جو پہلا قافلہ ہجرت کے لئے روانہ ہوا اس میں بنو امیہ کے حضرت عثمان ابن عفان اور ان کی بیگم حضرت رقیہ بنت رسول، بنی عبد شمس کے حضرت ابو حذیفہ بن عتبہ بن ربیعہ اور ان کی بیوی شہلہ بنت سہیل، بنو اسد کے حضرت زبیر بن العوام بن خویلد بن اسد، بنی عبد الدار کے حضرت مصعب بن عمیر، بنی زہرہ کے حضرت عبد الرحمان بن عوف، بنی مخزوم کے ابو سلمہ بن عبد الاسد اور ان کی بیوی ام سلمہ بنت ابی امیہ بن مغیرہ۔ بنی جمح کے حضرت عثمان بن مظعون، بنی عدی کے حضرت عامر بن ربیعہ اور ان کی بیوی لیلیٰ بنت ابی حشمہ شامل تھے۔ حضور اکرمؐ نے حضرت عثمان بن مظعون کو ان کا امیر مقرر فرمایا۔ حبشہ کی سرزمین میں پہنچکر اس قافلہ کو جب اطمینان نصیب ہوا تو آہستہ آہستہ اور ٹولیاں بھی ہجرت کرنے لگیں یہاں تک کہ بچوں کے علاوہ کوئی تراسی مسلمان مرد اور عورتیں مکہ سے نکل کر سرزمین حبشہ میں پہنچ گئے انہی میں حضرت جعفر بن ابی طالب بھی تھے۔

اہل قریش کو جب معلوم ہوا کہ مکہ چھوڑ کر چلے جانے والے مسلمان حبشہ میں بڑے آرام سے ہیں تو انہیں بہت دکھ ہوا۔ انہوں نے نجاشی شاہ حبشہ اور اس کے درباریوں کے لئے قیمتی تحایف کے ساتھ اپنے دو نمائندوں عبد اللہ بن ابن ربیعہ اور عمرو ابن العاص کو حبشہ بھیجا۔ قریش کے سفیروں نے بادشاہ

Marfat.com

کی خدمت میں تحایف پیش کر کے کہا۔

"اے بادشاہ' ہمارے شہر کے چند سر پھرے اپنے آبائی مذہب سے برگشتہ ہو گئے ہیں۔ انہوں نے ایک ایسا مذہب ایجاد کیا ہے جو نہ ہم سمجھ سکتے ہیں اور نہ آپ۔ یہ اپنی قوم میں تفرقہ ڈال کر اور اپنے قبیلہ کے بزرگوں سے سرکش ہو کر آپ کے ملک میں آ گئے ہیں۔ یہ ہماری قوم کے مجرم ہیں۔ اور معززین قوم نے ہمیں اس لئے آپ کی خدمت میں بھیجا ہے کہ آپ انہیں پناہ نہ دیں۔ اور انہیں ہمارے حوالے کر دیں۔ تاکہ قوم کے بزرگ ان کی فہمائش کر کے انہیں راہ راست پر لے آئیں۔"

بادشاہ نے یہ سن کر مہاجرین کو طلب کیا اور واقعات دریافت کئے تو حضرت جعفر ابن ابی طالب جواب کے لئے کھڑے ہوئے اور کہنے لگے۔

"بادشاہ سلامت۔ ہماری قوم کی حالت یہ تھی کہ ہم سب جاہل تھے۔ بتوں کی پوجا کرتے مردار کھاتے۔ زنا کرتے۔ پڑوسیوں سے برا سلوک کرتے۔ لوٹ مار اور قتل و غارت میں مبتلا تھے' کمزور کا مال دبا لیا کرتے تھے۔ پھر خدا نے ایک شخص کو ہماری جانب اپنا رسول بنا کر بھیجا جس کے عالی نسب کو ہم جانتے تھے۔ اور جس کی سچائی دیانت اور پاک دامنی کے ہم گواہ تھے۔ اس نے ہمیں بتوں کی پوجا سے منع کیا' ایک خدا کی عبادت کی تلقین کی اچھے کام کرنے اور برے کاموں سے رکنے کی تاکید کی۔ راست بازی دیانت داری' صلہ رحمی ہمدردی اور عدل و انصاف کا سبق پڑھایا۔ ہم نے اس کی تعمیل کر کے تقویٰ و طہارت کی راہ اختیار کی تو ہماری قوم ہمیں دکھ دینے لگ گئی۔ اور ہم آپ کے زیر سایہ امن و امان کی زندگی بسر کرنے کے لئے اپنا وطن چھوڑنے پر مجبور ہو گئے اے بادشاہ ہمیں ان ظالموں کے حوالے ہرگز نہ کیجئے۔ ہمیں امید ہے کہ آپ کے پاس ہم پر ظلم نہ ہو گا۔"

بادشاہ نے کچھ سوچ کر حضرت جعفر سے کہا

Marfat.com

"تمہارے رسول پر جو کلام اُترا ہے وہ سناؤ:"

حضرت جعفرؓ نے سورۃ مریم کا ابتدائی حصہ سنایا جس میں حضرت عیسیٰ کی پیدائش حضرت مریم کی پاک دامنی اور خدا کی توحید کا مدلل بیان تھا۔ نجاشی شاہ حبشہ جو عیسائی تھا سن کر بے حد متاثر ہوا۔ اس نے قریش کے تحایف لوٹا دیئے اور قریش کے نمائندوں کو بے نیل و مرام واپس کر دیا۔

ہجرت کرنے والے تو امن و امان میں رہے۔ لیکن جو لوگ اپنی مجبوریوں کی وجہ سے ہجرت نہ کر سکتے تھے اُن کے لئے مکہ حسب معمول تکالیف و مصائب کا گھر بنا رہا۔ اور قریش کے مظالم اور ایذا رسانیوں میں کوئی کمی نہ ہوئی۔

نبوت کا چھٹا سال تھا لیکن ابھی تک رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوتِ اسلام بہت کم لوگوں نے قبول کی تھی۔ خالص توحید کا اقرار اور بت پرستی سے اجتناب، اہل مکہ کے لئے بڑی کڑی شرائط تھیں۔ اسلامی تعلیم عام فہم سہی لیکن سوسائٹی میں باعزت مقام رکھنے والے حضرات کے لیے یہ بہت ہی مشکل تھا کہ پشت ہا پشت سے پوجے جانے والے بتوں کو حقیر اور اپنے ہی بزرگوں کو نادان اور گمراہ قرار دے کر معززین قریش کی نظروں سے گر جائیں۔ جن چند معززین نے اس اخلاقی جرأت کا مظاہرہ کیا تھا اُن کا حشر دوسروں کے لئے درس عبرت تھا۔ وہ اپنے قبیلہ ہی کے ہاتھوں پٹتے تھے اور عمائدین قریش کی نظروں سے گر چکے تھے۔ سعادتِ اسلام سے فیضیاب ہونے والے غربا کے لئے تو زندگی ایک مستقل آزمائش بن گئی تھی۔ اگر رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات کسی قدر محفوظ تھی تو اس کی وجہ محض خاندانی عصبیت ہی تھی جو قبائل عرب کی خصوصیت تھی۔ بنی ہاشم کے بزرگِ خاندان ابوطالب بن عبد المطلب نے آپ کو اپنی پناہ میں لے رکھا تھا جس کی وجہ سے آپ پر علانیہ دست درازی بنو ہاشم

Marfat.com

کو دعوت مبارزت بھی جاتی۔ بریں ہم قریش موقعہ بموقعہ رسول پاک سے چھیڑ خانی اور آپؐ کی ایذا رسانی سے چوکتے نہ تھے۔ وہ جانتے تھے کہ بنو ہاشم کے چند جوانوں کے سوا اکابرین بنو ہاشم میں سے کوئی بھی ابو القاسم کی تعلیم کا پیرو نہیں سا بو طالب سمیت اُن کے تمام چچا اپنے آبائی مذہب پر قائم تھے۔ بلکہ حضور اکرمؐ کا ایک چچا ابولہب تو آپؐ کی تحقیر اور ایذا رسانی میں پیش پیش تھا۔

خدا تعالیٰ کی تدبیریں بڑی مصلحت آمیز ہوا کرتی ہیں۔ ابتدائی دور میں جب کہ اپنے اور پرائے تمام رسول پاک کے دشمن بن گئے تھے۔ اس وقت وہی چچا جو حضور اکرمؐ کو اپنی جان سے زیادہ عزیز رکھتے تھے، لیکن جن میں یہ اخلاقی جرأت نہ تھی کہ اُن کی رسالت پر ایمان کا اعلان کریں، جنہیں یہ سُننا گوارا نہ تھا کہ لوگ اُن کے متعلق یہ کہیں کہ ابو طالب اپنے آبائی مذہب سے پھر گئے ہیں، وہی اپنے بھتیجے کے لئے سینہ سپر ہو کر کھڑے ہو گئے۔ اگر ابو طالب اس وقت اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کر دیتے تو وہ خدا کے رسولؐ اور اس کے دین کی کوئی خدمت نہ کر سکتے۔ اہل قریش کی نظر سے وہ ایک دم گر جاتے۔ بنو ہاشم کے بزرگ خاندان ہونے کا سارا بھرم جاتا رہتا۔ خود بنو ہاشم اُن کی بزرگی پر قلم پھیر دیتے اور اُن کا بھتیجے کے لئے سینہ سپر ہونا کچھ کام نہ آتا جب بنو ہاشم اور اہل قریش کی نظروں میں اُن کی کوئی وقعت ہی نہ رہتی تو ایک معمر ضعیف اور کمزور چچا کا سہارا، قوت آزمائی کے میدان میں اتنا بھی تو کام نہ آسکتا جتنا ایک حقیر مگر صحت مند غلام کا آسرا۔

علماء ابو طالب کے ایمان لانے یا نہ لانے کو موضوع بحث بنا کر یہ بھول جاتے ہیں کہ ہر شخص کا معاملہ خدا تعالیٰ اور اس کی ذات کے مابین مخصوص ہے جس میں تیسرے کو مطلق دخل نہیں۔ حفاظتِ رسول اور جانثاری اسلام کے لئے، اُس زمانہ میں جن جن مواقع پر جو جو خدمات ابو طالب نے انجام دیں وہ

Marfat.com

شاید ہی اس زمانہ میں کسی بڑے سے بڑے سابقون الا ولون کے حصہ میں آئی ہوں۔ ہمیں تو یہی نظر آتا ہے کہ اس مدبّر الامر ذات پاک نے انسان کی آزادیٔ عمل میں دخیل ہوئے بغیر اُس نازک دور میں اس خوبصورتی سے اپنے رسول کی حفاظت کا انتظام فرمایا کہ اسباب وعلل کا قانون اپنی جگہ آزادی سے کام کرتا رہا انسان کی آزادیٔ عمل بھی برقرار رہی اور مشیت ایزدی اُن کے پردے چاک کئے بغیر اپنی بالادستی کے مظاہرے فرماتی رہی۔

جب مشیت ایزدی نے یہ دیکھا کہ اہل قریش کی سرکشیاں بڑھنے لگی ہیں، رسول پاک پر اُن کی دست درازیاں اپنی حدود سے متجاوز ہونے لگی ہیں تو اُس نے ایک اور چچا کو شمشیر برہنہ کی طرح لا کھڑا کیا۔ حمزہ بن عبد المطلب کو فلسفہ الٰہیات سے چنداں دلچسپی نہ تھی۔ نہ وہ بتوں کے مبلغ تھے اور نہ خدائے واحد کے علم بردار وہ صرف ایک شہ سوار سپاہی تھے۔ بہترین تیر انداز اور شوقین شکاری۔ اپنے تجارتی کاروبار سے قطع نظر اُن کی دلچسپی کا مرکز شکار اور تیر اندازی ہی تھا۔ وہ اکثر صبح صبح تیر کمان لے کر شکار کے لئے جنگلوں میں نکل جاتے اور شام کو لدے پھندے واپس آتے۔ خانۂ کعبہ کا طواف کرتے دوست احباب میں شکار تقسیم کرتے اور خود شوق سے کھاتے۔

ایک دن ایسے ہی شکار سے لوٹ رہے تھے۔ کوہ صفا کے قریب عبداللہ بن جدعان کے گھر کے پاس سے گزرے تو عبداللہ کی ایک لونڈی سامنے آئی اور کہنے لگی۔

" ابو عمارہ۔ تمہیں اپنے شکار سے فرصت ہی نہیں۔ کچھ اپنے بھتیجے کی بھی خبر ہے؟"

حمزہ نے لونڈی سے دریافت کیا۔

Marfat.com

"کیوں کیا بات ہے؟"

"کچھ دیر پہلے ابوالقاسم یہاں ہمارے مکان کے پاس بیٹھے تھے۔ ادھر سے عمرو بن ہشام (ابوجہل) آیا اور اُن سے سخت کلامی کرنے لگا۔ ابوالقاسم نے سمجھانا چاہا عمرو گالی گلوچ اور ہاتھا پائی پر اُتر آیا ابوالقاسم کو ایذائیں پہنچائیں اور ناگفتہ بہ باتوں کی انتہا کر دی۔" لونڈی نے بیان کیا۔

یہ سنتے ہی حمزہؓ آگ بگولہ ہو گئے۔ اسی حالت میں تیر کمان سنبھالے خانہ کعبہ پہنچے دیکھا ابوجہل قریش کی مجلس جمائے اپنی انہی کارستانیوں کی داستان مزے لے لیکر سنا رہا ہے۔

حمزہؓ جوانمرد بھی تھے اور غصیلے بھی۔ آگ بگولہ ہو کر آگے بڑھے اور دونوں ہاتھوں سے کمان اٹھا کر ابوجہل کے سر پر دے ماری اور کہنے لگے۔

"بد دماغ مخزومی کس نشے میں ہو؟ کیا ابوالقاسم کو لاوارث سمجھ رکھا ہے میں اس کی پشت پناہ ہوں۔ اور سنو۔ پشت پناہی نہیں اس کے دین کا پیرو بھی ہوں اسلام کا علمبردار۔ آؤ میرا جو کچھ بگاڑ سکتے ہو بگاڑ لو۔ میں بھی دیکھوں تم اور تمہارے ساتھی کتنے پانی میں ہیں؟"

ابوجہل کا سر زخمی ہو گیا۔ خون بہنے لگا۔ اور وہ سر پکڑ کر بیٹھ گیا۔ یہ دیکھ کر اس کے ساتھی بنو مخزوم حضرت حمزہ سے دست بگریبان ہونے کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے۔ ابوجہل نے معاملہ کو بڑھتا دیکھ کر اپنے ساتھیوں کو روکا اور کہنے لگا۔

"ابوعمارہ کو چھوڑ دو۔ واللہ میں نے اُن کے بھتیجے سے اس سے بھی بُرا سلوک کیا ہے۔ بُری بُری گالیاں دی ہیں!"

حادثہ معمولی تھا، شرپسندوں کے معمول میں سے روزمرہ کا ایک واقعہ۔ حمزہ خونی رشتہ کے جوش میں نہ جانے کیا کچھ کہہ گئے تھے۔ اس پر انہوں نے غور ہی

Marfat.com

نہ کیا تھا۔ لیکن جب جوش ٹھنڈا ہوا اور سکونِ قلب سے غور کرنے لگے تو انہوں نے اپنے جذباتی فیصلہ کو ہی معقول فیصلہ پایا۔ سیدھے رسول پاکؐ کی خدمت میں پہنچے، کلمۂ توحید پڑھا اور مسلمان ہو گئے۔

جذبات کا مظاہرہ اور پھر دیدۂ بینا کا وا ہونا تحریک اسلام کے لئے کوئی غیر معمولی واقعہ نہ تھا۔ لیکن حمزہ دبنگ آدمی تھے۔ قریش ان کی بہادری کے معترف اور اُن کے غضب سے مرعوب تھے۔ اُن کا ایمان لانا مسلمانوں کی ڈھارس کا باعث بنا۔ مسلمان محسوس کرنے لگے کہ وہ بالکل ہی لاوارث نہیں ہیں۔ حضور اکرمؐ کو بے حد خوشی ہوئی۔ خدا تعالیٰ مسلمانوں کی تقویت کے سامان پیدا کرنے لگا تھا۔ حضور اکرمؐ دربار ایزدی میں شکر بجا لائے اور دعا مانگنے لگے۔

"اے قادرِ مطلق، مسبب الاسباب۔ میرا کام کوشش کرنا ہے۔ کوششوں کو کامیابی کے رُخ پر ڈھالنا تو تیرا ہی کام ہے۔ تیری تحریک کے اشد ترین دشمنوں میں دو عمر مخالفت میں پیش پیش ہیں۔ اگر تو اُن میں سے کسی ایک عمر کو ہی نورِ ایمان سے منور فرما دے تو کمزور مسلمانوں کے لئے بڑی تسکین کا باعث ہو گا۔"

ایک عمر تو وہ تھا جس کے سر پر حضرت حمزہ نے کمان ماری تھی۔ ابوجہل عمرو بن ہشام مخزومی اور دوسرا عمر اُسی کا بھانجا تھا عمر بن الخطاب جن کی اسلام دشمنی اس حد تک بڑھ گئی تھی کہ تحریک اسلام کی مقبولیت اُن کے لئے جلتی پر تیل کا باعث بن رہی تھی۔ انہوں نے سوچا۔ یوں کام نہ بنے گا۔ نئے مذہب کی جڑ کاٹنے کے لئے ضروری ہے کہ ابوالقاسم کا ہی خاتمہ کیا جائے۔ دل میں یہ ناپاک ارادہ مستحکم کر کے عمر ابن الخطاب ایک روز تلوار حمائل کئے ہوئے گھر سے نکلے۔ انہیں معلوم تھا کہ رسول کریمؐ اپنے معتقدین کے ساتھ کوہ صفا کے پاس ارقم کے گھر میں نماز پڑھا کرتے ہیں۔ انہوں نے ادھر ہی کا

Marfat.com

رُخ کیا۔ تیز تیز بڑھے چلے جا رہے تھے کہ انہی کے قبیلہ عدی کے ایک شخص نعیم بن عبداللہ نے اُن کے تیور دیکھ کر پوچھا۔

"عمر۔ بہت تیز تیز جا رہے ہو۔ کہاں کا ارادہ ہے؟"

عمر ابن الخطاب نے جواب دیا۔

"اس بے دین شخص، محمدؐ کی جانب جس نے قریش میں پھوٹ ڈال دی ہے۔ دین میں عیب نکالتا اور عقلمندوں کو بے وقوف بناتا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ آج اسے قتل کر ڈالوں۔"

نعیم بن عبداللہ نے خود بھی اسلام قبول کر لیا تھا۔ لیکن قبیلہ کے خوف سے ایمان کو چھپا رکھا تھا۔ عمر ابن الخطاب کی بہن فاطمہ اور اُن کے شوہر سعید بن زید بن عمرو، جو عمر ابن الخطاب بن عمرو کے چچیرے بھائی تھے، دونوں مسلمان ہو چکے تھے اور حضرت خباب بن الارت چوری چھپے اُن کے گھر میں آتے اور انہیں قرآن شریف پڑھایا کرتے تھے۔ یہ سب باتیں نعیم بن عبداللہ کو معلوم تھیں۔ اور عمر دبن الخطابؓ سے مخفی تھیں۔ نعیم نے عمر سے کہا۔

"عمر، تمہارے نفس نے تمہیں دھوکا دیا ہے۔ کیا تم سمجھتے ہو محمدؐ کو تم نے قتل کر دیا تو بنی عبد مناف تمہیں چھوڑ دیں گے۔ تم زمین پر چل بھی سکو گے؟ تم پہلے اپنے گھر کی تو خبر لو۔ تمہاری بہن اور تمہارا بہنوئی اُسی محمدؐ پر تصدق ہو چکے ہیں پہلے انہیں تو اپنے دین پر لوٹا دیکھو۔"

عمر ابن الخطاب کے لئے یہ انکشاف نہایت تکلیف دہ تھا۔ اُن کا سارا غصہ رسول کریمؐ کی طرف سے منتقل ہو کر بہن اور بہنوئی کی طرف پلٹ گیا۔ اور وہ خود اُلٹے پاؤں اپنی بہن کے گھر کی طرف لوٹے۔ دروازے پر کھڑے ہو کر کان لگایا اندر خباب بن الارت، سعید اور فاطمہ کو سورۃ طٰہٰ پڑھا رہے تھے۔ انہوں نے باہر

Marfat.com

آہٹ پاکر خاموشی اختیار کی۔ اور فاطمہ نے کتاب کو اپنی ران کے نیچے چھپالیا۔ خباب حجرے کے اندرونی حصہ میں جا چھپے عمر ابن الخطاب نے اندر گھستے ہی سعید کو گریبان سے پکڑلیا اور کہا۔

"یہاں کون گنگنا رہا تھا مجھے معلوم ہو چکا ہے تم دونوں مرتد ہو گئے ہو۔"

اور یہ کہتے ہوئے بہنوئی کو پیٹنے لگے۔ فاطمہ بنت خطاب خاوند کو چھڑانے کے لئے آڑے آئیں تو عمر نے انہیں ایسا مارا کہ ان کا سر زخمی ہو گیا۔ اور خون بہنے لگا۔ اپنی یہ حالت دیکھ کر بہن اور بہنوئی دونوں نے کہا۔

"بیشک ہم نے اسلام اختیار کر لیا ہے تم جو چاہو کر لو۔"

اُن کی بے بسی اور بہن کے سر میں سے خون بہتا دیکھ کر عمر ابن الخطاب کی حسِ انسانیت نے کروٹ لی۔ انہیں اپنی بیہودہ حرکات پر ندامت ہوئی اور نہایت نرمی سے بہن سے پوچھنے لگے۔

"وہ کیا کتاب تھی۔ جو تم پڑھ رہے تھے۔ میں بھی تو دیکھوں محمدؐ پر کیا کتاب اتری ہے۔"

بہن نے جواب دیا۔

"ہمیں تم سے ڈر لگتا ہے۔ تم اس کی بے حرمتی کرو گے۔"

عمر کہنے لگے۔

"لات و عزیٰ کی قسم میں اسے دیکھ کر واپس کر دوں گا تم اطمینان رکھو۔"

فاطمہ بولیں

"بھائی جان اگر ایسی ہی دلچسپی ہے تو پہلے نہا دھو کر پاکیزہ ہو لو۔ ہم پاکیزگی کے بغیر اس کتاب کو نہیں چھوا کرتے۔"

عمر پڑھے لکھے آدمی تھے۔ جذباتی ہونے کی وجہ سے مجبوراً اتنی سی بات پر

Marfat.com

کہ محمدؐ ہمارے معبودوں کو حقیر سمجھتے اور صرف ایک خدا کی پوجا کی تلقین کرتے ہیں آبائی مذہب کی پشت پناہی میں سخت گیر ہو گئے تھے۔ اور کبھی یہ سوچنے کی زحمت ہی نہ کی تھی کہ محمدؐ کے پیغام کو توجہ سے سنا جائے یا اس پر غور کیا جائے موجودہ جذباتی ماحول نے اس تجسس کو نمایاں کر دیا کہ دیکھیں محمدؐ کی کتاب میں لکھا کیا ہے با دلِ ناخواستہ بہن کی کڑی شرط کو تسلیم کیا اور نہانے چلے گئے۔

واپس آکر جب کتاب کو دیکھنے لگے تو دماغ کافی پرسکون ہو چکا تھا اور وہ سورۂ طٰہٰ کو توجہ سے پڑھنے لگ گئے۔

طٰهٰ مَا اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ	طٰہٰ ہم نے آپ پر قرآن اس لئے تو
الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰۤى اِلَّا تَذْكِرَةً	نہیں نازل کیا کہ آپ مصیبت میں پڑ جائیں
لِّمَنْ يَّخْشٰى تَنْزِيْلًا مِّمَّنْ	یہ تو محض ایک نصیحت ہے ان لوگوں
خَلَقَ الْاَرْضَ وَالسَّمٰوٰتِ	کے لئے جن کے دل میں تھوڑا بہت
الْعُلٰى ؕ اَلرَّحْمٰنُ عَلَى	خوف خدا ہے یہ ایک نازل شدہ
الْعَرْشِ اسْتَوٰى ۞	پیغام ہے اس ہستی کی جانب سے
لَهٗ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا	جس نے زمین اور بلند آسمان پیدا
فِى الْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَ	کئے جو بڑی رحمت والا ہے اور
مَا تَحْتَ الثَّرٰى ۞ وَاِنْ	سلطنتِ کائنات پر قادر و قائم
تَجْهَرْ بِالْقَوْلِ فَاِنَّهٗ	ہے۔ زمین و آسمان کے اندر اُن
يَعْلَمُ السِّرَّ وَاَخْفٰى ۞	کے درمیان اور پاتال تک جو کچھ
اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ لَهُ	بھی ہے سب اسی کا ہے۔ آپ کی
الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ـــــ	بلند آواز باتیں تو ایک طرف وہ
قُلْ كُلٌّ مُّتَرَبِّصٌ	تو پوشیدہ باتوں سے بھی واقف

Marfat.com

فَتَرَبَّصُوْا فَسَتَعْلَمُوْنَ مَنْ اَصْحٰبُ الصِّرَاطِ السَّوِيِّ وَمَنِ اهْتَدٰى (سورۂ طٰہٰ پارہ ۱۶)

ہے اور ان سے بھی جنہیں چھپانے کی کوشش کی جاتی ہے اللہ پاک کی ذات ایسی ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود ہے ہی نہیں تمام پاکیزہ نام اور پاکیزہ صفات اسی کے لئے ہیں —— آپ ان لوگوں سے کہہ دیجئے کہ رب کو مہلت دی گئی ہے چندے انتظار کرو جلد ہی معلوم ہوجائے گا کہ راہ راست پر کون تھا اور منزل مقصود پر کون پہنچا۔

عمر ابن الخطاب پڑھتے رہے اور غور کرتے رہے —— ہم نے قرآن اس لئے تو نہیں نازل کیا کہ تمہیں مشقت میں ڈالیں یہ تو سمجھ داروں کے لئے نصیحت ہے جو چاہے فائدہ اٹھائے جو چاہے غافل رہے۔ اس میں محمدؐ کی تو کوئی غرض وابستہ ہی نہیں پھر انہوں نے اپنی جان کو کیوں ہلاکت میں ڈال رکھا ہے۔ تمام دنیا کے سامنے نہتے آلام کا مقابلہ کرنے کیوں کھڑے ہو گئے ہیں۔ صرف یہ سمجھانے کے لئے کہ معبود ایک ہے اسی کی عبادت کرو اسی کو حاجت روا سمجھو۔ اسی کے سامنے تمہیں جوابدہ ہونا پڑے گا! —— عمر ابن الخطاب خدا لگتی کہو بات تو سچی ہی معلوم ہوتی ہے اور پھر بلا معاوضہ خدا کے حکم کے لئے زندگی وقف کر دینا۔ محمدؐ کو کیا پڑی تھی جو یہ جوکھم اٹھاتے۔ خدا نے خود کہا ہی ہوگا۔ جبھی تو محمدؐ کی یہ استقامت ہے —— غافل عمر اٹھو تمہیں ہدایت پکار رہی ہے۔ سعادت ابدی میں سے اپنا حصہ لو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ محروم رہ جاؤ۔

Marfat.com

عمر ابن الخطاب سوچتے رہے اور پھر سر اٹھا کر کہنے لگے۔

"مجھے محمدؐ کے پاس لے چلو۔ میں بھی مسلمان ہوتا ہوں۔"

خباب بن الارت اُچھلتے کودتے باہر نکل آئے۔

عمر ابن الخطاب اسی طرح تلوار حمائل کئے دربار نبوی میں پہنچے حضرت حمزہؓ نے دور سے دیکھتے ہی للکارا۔

"عمر نیت بخیر ہے؟"

کہنے لگے۔

"مسلمان ہونے آیا ہوں۔ سعادت ابدی حاصل کرنے آیا ہوں بہت غفلت میں رہا۔ بہت کوتاہی کی اب خدا تعالےٰ نے نور بصیرت عطا کیا ہے۔"

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو حضرت عمر کے مسلمان ہونے پر اتنی خوشی نہیں ہوئی ہوگی جتنی اس بات پر کہ خدا تعالےٰ کس طرح اپنے بندوں کی استدعائیں سُنتا اور انہیں شرف قبولیت عطا فرماتا ہے۔ آپؐ نے بے ساختہ اس زور سے نعرۂ تکبیر بلند کیا کہ کفار سمجھ گئے آج عمر ابن الخطاب بھی ہاتھ سے گیا۔

اور حضرت عمر کو یہ خواہش ہوئی کہ اپنے مسلمان ہونے کی خوش خبری سب سے پہلے اپنے ماموں دشمن اسلام عمرو بن ہشام ابوجہل کو سنائیں اور یہ بتلائیں کہ دونوں عمروں میں سے یہ سعادت جس عمر کے حصہ میں لکھی تھی وہ بنو عدی کے خطاب کا بیٹا تھا نہ کہ بنو مخزوم کے ہشام کا۔

ابوجہل نے سنتے ہی عمر ابن الخطاب کو یہ کہتے ہوئے گھر سے باہر نکال دیا کہ

"اللہ تجھے اور اس چیز کو جو تو لایا ہے برباد کرے۔"

Marfat.com

حضرت حمزہؓ اور حضرت عمرؓ کی وجہ سے مسلمانوں کے حوصلے بلند ہونے لگے انہوں نے پہلی مرتبہ علی الاعلان خانہ کعبہ میں با جماعت نماز پڑھی۔

لیکن دو مخالف فریقوں کے حوصلوں کی بلندی حالات کو نازک تر کر دیا کرتی ہے۔ سرداران قریش ایک مرتبہ پھر جمع ہوئے کہ ابو طالب سے دو ٹوک فیصلہ کیا جائے انہیں تذبذب میں چھوڑا نہیں جا سکتا۔ سرداران قریش کے مجبور کرنے پر ابو طالب نے رسول پاک کو بلا کر کہا۔

"اے میرے بھتیجے۔ قوم کا پیمانہ صبر لبریز ہو رہا ہے۔ مناسب ہوگا کہ تم اپنی جان پر بھی رحم کرو اور میری حالت پر بھی۔ مجھ پر ایسا بار نہ ڈالو جسے میں برداشت نہ کر سکوں"

حضور اکرمؐ نے خاموشی سے سنا اور گمان کیا کہ شاید اب چچا بھی امداد سے دست کش ہو جائیں گے۔ آپؐ چچا کی اعانت کے بے حد مشکور تھے لیکن فرائض منصبی پر چٹان کی طرح مستحکم۔ فرمانے لگے۔

"چچا جان۔ واللہ۔ اگر یہ لوگ میرے دائیں ہاتھ میں سورج اور بائیں ہاتھ میں چاند بھی رکھ دیں۔ اور شرط یہ ہو کہ میں اس معاملے سے دست بردار ہو جاؤں تو میں اسے ہرگز نہ چھوڑوں گا۔ یہاں تک کہ خدا تعالٰی خود اسے غلبہ عطا کرے یا میں ہلاک ہو جاؤں"۔

اور یہ کہتے ہوئے حضور اکرمؐ کی آنکھیں پرنم ہو گئیں۔ آپ اٹھ کھڑے ہوئے اور روانہ ہونے لگے۔ ابو طالب یہ دیکھ کر بے تاب ہو گئے۔ فرمانے لگے۔

"ابو القاسم دلگیر نہ ہو۔ خدا کی قسم جب تک بوڑھے ابو طالب کے جسم میں کچھ توانائی باقی ہے میں کسی حالت میں بھی تمہیں ان کے حوالے نہ کروں گا"

Marfat.com

معاملات اگرچہ سنگینی اختیار کرتے چلے جا رہے تھے بریں ہم فریقین میں معاملہ فہمی اور تدبّر کا کلی فقدان نہ تھا۔ حضور اکرمؐ کا تو اندازِ تفہیم نہایت ہی متحمل ہوا کرتا تھا۔ اور بجز اس انذاری وحی کے جس میں کبھی کبھی خدا تعالےٰ کی طرف سے سخت الفاظ میں سرکش مشرکین کی تنبیہہ ہوا کرتی آپ کا اپنا اندازِ تکلم نہایت نرم، دلائل نہایت معقول اور طریقِ تفہیم نہایت شفقت آمیز ہوا کرتا تھا۔ قریش کے معمر اکابرین میں کچھ معاملہ فہم لوگ بھی تھے۔ اور حضور اکرمؐ کی بڑی خواہش تھی کہ اگر وہ بھی دینِ اسلام اختیار کریں۔ تو بہت ہی اچھا ہو۔ ایسے لوگوں میں ولید بن مغیرہ۔ اور عتبہ بن ربیعہ خاص طور پر حضور اکرمؐ کے پیشِ نظر تھے اور آپ اکثر موقع کی تلاش میں رہتے کہ کس طرح ان کی موثر تفہیم کی جائے۔

ایک دن حضور اکرمؐ ولید بن مغیرہ کے ساتھ بیٹھے باتیں کر رہے تھے۔ توحید کی معقولیت سمجھانے میں منہمک تھے کہ ایک نابینا مسلمان عبداللہ بن ام مکتوم آئے اور کوئی دینی مسئلہ دریافت کرنے کے لئے اُن کی گفتگو میں مخل ہونے لگے حضور اکرمؐ کو یہ بے موقعہ مداخلت ناگوار ہوئی تو بارگاہ ایزدی سے فرمان نازل ہوا۔

عَبَسَ وَتَوَلّٰىٓ اَنْ جَآءَهُ	رسول خداؐ چین بہ جبین ہو کر پلٹ گئے
الْاَعْمٰى وَمَا يُدْرِيكَ	اور متوجہ نہ ہوئے اس لئے کہ ان کے
لَعَلَّهٗ يَزَّكّٰىٓ ۔ اَوْ يَذَّكَّرُ	پاس ایک نابینا آیا! آپؐ کو کیا خبر
فَتَنْفَعَهُ الذِّكْرٰى ۝	شاید وہ نابینا پاکیزگی اختیار کرتا اور
اَمَّا مَنِ اسْتَغْنٰى فَاَنْتَ	سمجھ کر نصیحت سے فائدہ اٹھاتا۔
لَهٗ تَصَدّٰى وَمَا	جو لاپرواہی کرتا ہے آپ اس کی تو
عَلَيْكَ اَلَّا يَزَّكّٰى وَ	فکر میں پڑے ہوئے ہیں حالانکہ اسکی

Marfat.com

أَمَّا مَنْ جَآءَكَ يَسْعٰى وَ هُوَ يَخْشٰى فَأَنْتَ عَنْهُ تَلَهّٰى. كَلَّآ إِنَّهَا تَذْكِرَةٌ فَمَنْ شَآءَ ذَكَرَهُ.

(پارہ ۳۰ رکوع ۵)

ہدایت آپ کی ذمہ داری نہیں اور جو آپ کے پاس شوق سے دوڑتا آتا ہے اور وہ خدا سے ڈرتا بھی ہے اس سے آپ بے اعتنائی کرتے ہیں آئندہ ہرگز ایسا نہ کیجئے قرآن تو ایک نصیحت ہے جو چاہے اس سے مستفیض ہو آپ کسی کی ہدایت کے ٹھیکہ دار نہیں۔

باتیں اکثر چھوٹی چھوٹی ہوا کرتی ہیں لیکن اُن کے نتائج بہت بڑے ہوا کرتے ہیں۔ جو کچھ حضور اکرمؐ نے کیا بشری فراست کا وہی تقاضا تھا۔ جو کچھ خدا نے فرمایا اس کے محیطِ علم کا بھی وہی تقاضا تھا۔ نفسِ واقعہ کوئی خاص اہمیت نہیں رکھتا۔ لیکن قرآن کریم میں سورۂ عبس و تولی کا وجود بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ ماہرین نفسیات جانتے ہیں کہ اس کا وجود حضور اکرمؐ کی صداقت کی منہ بولتی دلیل ہے۔ کوئی مدعی کاذب اپنی کسی ذاتی خامی یا کوتاہی کا ذکر گوارا نہیں کرتا۔ اور کوئی مصلحت بین دانشور مصلح بھی ایسی چیزوں کا اپنی کتاب میں ذکر کرنا مناسب نہیں سمجھتا جس سے اس کی کوئی خامی ظاہر ہوتی ہو۔ یہ صرف ایک سچے رسول سے ہی توقع کی جا سکتی ہے کہ وہ پیغام الٰہی کو بلا کم و کاست انسانوں تک پہنچا دے۔ اور اس کی بالکل پروا نہ کرے کہ اس کی کسی بشری خامی یا عملی کوتاہی پر تنقید تفہیم یا سرزنش ہو رہی ہے۔ قرآن کریم میں سے ایسے کئی اور نظائر پیش کئے جا سکتے ہیں جو قلب رسول اکرمؐ کی پاکیزگی کی روشن دلیلیں ہیں۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

ذکر ولید بن مغیرہ کا تھا۔ بنو مخزوم کے سب سے بڑے سردار ولید الوحید کا۔ حضرت خالد بن ولید کے والد کا جو اس وقت تمام سرداران قریش میں سے معمر ترین تھے۔ اور جن کی ہدایت سے بنو مخزوم میں اسلام کی وسیع اشاعت کی توقعات

Marfat.com

وابستہ تھیں۔ جدوجہد اور رعایت اسباب حضور اکرمؐ کی نظر میں اپنی مناسب وقعت رکھتے تھے۔ اور اسی لئے حضور اکرمؐ کوشاں تھے۔ یہ علیحدہ بات ہے کہ یہ سعادت ولید کی قسمت ہی میں نہ تھی۔ دانشوران ظاہر بین گردش لیل ونہار سے مسلسل پنجہ کشی کرتے ہوئے جن نتائج کو برآمد ہوتے دیکھا کرتے ہیں انہی کے تربیتی ماحول میں، مادہ پرستی اور سیاست پسندی کے خوگر ہوجاتے ہیں۔ اور وہ مسائل کے اخلاقی اقدار اور روحانی پہلوؤں کو بالکل ہی نظرانداز کردیا کرتے ہیں۔ ولید بن مغیرہ بھی ایسے ہی دانشور سیاست دان تھے۔ رسول پاکؐ ان سے گھنٹوں کھل کر باتیں کرتے، مسائل درپیش کے تمام پہلو سامنے آتے۔ رسول کریم کے دلائل ولید الوحید کو متاثر کرتے اور یوں بھی ہوتا کہ حضور اکرمؐ سمجھنے لگتے کہ میدان مار لیا لیکن ———

لیکن انگوروں کے باغات کا مالک، زر و جواہر میں کھیلنے والا، بنو مخزوم کے تزک و احتشام کا امین، اور خالد بن ولید جیسے نصف درجن جواں بخت اور جواں سال فرزندوں کا خوش قسمت باپ کبھی نور بصیرت کی چمک دیکھتا اور کبھی سوچ میں پڑجاتا کہ ——— کہ اگر خدا کو اپنا کلام نازل ہی کرنا تھا تو مکہ وطائف کی بستیوں میں سے کسی بڑے سردار پر کیوں نہ نازل کیا ——— اور عتبہ بن ربیعہ کی طرح ولید بن مغیرہ بھی تو مکہ اور طایف کے بڑے سرداروں میں سے تھا۔ اس کی بھی مکہ میں جائدادیں تھیں۔ اور طایف میں باغات بھی۔ وہ خود کو مہبط وحی کے لئے کسی طرح نامناسب نہ سمجھتا تھا ——— محمدؐ بن عبداللہ تو اس کی نظر میں کوئی موزوں انتخاب نہ تھے ——— اور وہ "اوں ہوں" کہہ کر بڑی بے اعتنائی سے منہ بناتا ہوا اٹھ کھڑا ہوتا۔ اور رسول پاک کی کئی گھنٹوں کی محنت یوں ہی اکارت چلی جاتی۔

خدائے پاک کی طرف سے ان واقعات کا نفسیاتی تجزیہ بھی ہونا اور منطقی

Marfat.com

تردید بھی۔ لیکن سیاست دانوں کی کج نگاہی ہمیشہ ہی ہدایت کے آڑے آتی رہی ہے۔ اور آتی رہے گی:

اِنَّهٗ فَكَّرَ وَقَدَّرَ فَقُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ثُمَّ قُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ثُمَّ نَظَرَ ثُمَّ عَبَسَ وَبَسَرَ ثُمَّ اَدْبَرَ وَاسْتَكْبَرَ فَقَالَ اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ يُّؤْثَرُ اِنْ هٰذَآ اِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ (پارہ ۲۹۔ رکوع ۱۵)	اس نے بہت کچھ جانچ پڑتال کی سوچا اور غور کیا۔ لیکن کم بخت نے کیا سوچا اس کی بدبختی قابل دید ہے کہ اس نے کیا نتیجہ نکالا۔ پھر سیاست بین کی نظر سے دیکھ کر پیشانی سکڑائے، منہ بنائے متکبرانہ انداز میں پلٹے ہوئے کہنے لگا کلام بیشک نہایت ہی موثر جادو ہے لیکن ہے تو انسان کا ہی کلام۔ خدا کا نہیں۔
وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ۔ اَهُمْ يَقْسِمُوْنَ رَحْمَتَ رَبِّكَ نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَّعِيْشَتَهُمْ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا۔ (پارہ ۲۵۔ رکوع ۹)	اور وہ کہتے ہیں یہ قرآن مکہ وطائف کی دو بستیوں میں سے کسی بڑے آدمی پر کیوں نہ نازل کیا گیا۔ کیا تمہارے رب کی رحمت کو یہ خود تقسیم کرنے بیٹھے ہیں۔ یہ جانتے تو ہیں بھی کہ ان کی اپنی ہی دنیوی معیشت کی تقسیم خود ہم نے کی ہے اور اس سے کوئی رائے نہیں لی۔

مال و دولت عزت وجاہ اور کثرت اولاد کی نعمتوں سے مالا مال ہونے کے باوجود جب ولید بن مغیرہ اپنی کج بین سیاسی نظر سے ہی پیام الٰہی کو جانچتا

Marfat.com

رہا تو خدا تعالیٰ کا حکم ہوا کہ

ذَرْنِیْ وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِیْدًا وَّجَعَلْتُ لَهٗ مَالًا مَّمْدُوْدًا وَّبَنِیْنَ شُهُوْدًا وَّمَهَّدْتُّ لَهٗ تَمْهِیْدًا ثُمَّ یَطْمَعُ اَنْ اَزِیْدَ كَلَّا اِنَّهٗ كَانَ لِاٰیٰتِنَا عَنِیْدًا ؕ

(پارہ ۲۹ رکوع ۱۵)

میں نے جس ولید کو پیدا کر کے وحید بنایا اور جس کو میں نے کثرت سے مال و دولت اور حاضر باش اولاد دی اور آرام و آسائش کے تمام سامان جس کے لئے مہیا کئے اور پھر بھی وہ ہمارے دلائل و براہین کی مخالفت کرتے ہوئے مزید اور مزید کے لالچ میں مبتلا ہے، اُسے اور مجھے الگ چھوڑ دو۔ میں خود اسے سنبھال لوں گا۔ وہ ہماری ہدایت سے تعصب رکھتا ہے۔

حضور ولید بن مغیرہ کے مخاصمانہ اطوار سے مایوس ہو گئے۔ اور مزید تلقین و تفہیم ترک فرما دی۔ خدا تعالےٰ نے ولید کی عبرت کے لئے اس کے ایک فرزند ولید ابن ولید بن مغیرہ کو اسی کی آنکھوں کے سامنے ہدایت عطا فرمائی۔ ولید کے حقیقی اور چچیرے بھائیوں کی اولاد میں سے کئی لوگ مسلمان ہوئے۔ اور اپنی بیویوں سمیت حبشہ کی طرف ہجرت کر گئے۔ لیکن حالات کی یہ کروٹ ولید کی آنکھیں کھولنے کی بجائے اس کی کوتاہ سیاست بینی اور شقاوت کا باعث ہی بنتی چلی گئی۔ ولید بن مغیرہ کی معاملہ فہمی، اس کی سیاست کی نظر ہو کر اس کی گمراہی پر مہر بن گئی۔

Marfat.com

دو بڑی بستیوں کے اکابر رجال میں عتبہ بن ربیعہ بن عبد شمس کی حیثیت بھی ممتاز تھی اور رسول پاکؐ کے کئی پاکیزہ دن اس کی ہدایت کی کوشش میں بھی صرف ہوئے تھے۔ عتبہ ابوسفیان کا خسر اور معاویہ کا نانا تھا۔ دولت و ثروت عزت و جاہ اور معاملہ فہمی میں عتبہ سرداران قریش میں کسی سے کم نہ تھا۔ اس کی دوربینی اور معاملہ فہمی کی انتہا یہ ہے کہ اس زمانہ میں جب کہ مسلمانوں کی تعداد انگلیوں پر گنی جاسکتی تھی۔ جب ان کی بے کسی کا یہ عالم تھا کہ مارے کھا کر سب کچھ چھوڑ کر وہ دیار غیر میں جا کر پناہ گزین ہو رہے تھے، جب خود عتبہ کا اپنا بیٹا ابوحذیفہ بن عتبہ اپنے باپ کی سخت گیری سے نالاں ہو کر مسلمان ہونے کے جرم میں حبشہ کی طرف ہجرت کر گیا تھا ـــــ اس بیکسی و کس مپرسی کے زمانہ میں عتبہ کو مسلمانوں کی حکومت نظر آئی۔ وہ حکومت اور سلطنت نظر آئی جس کے وارث خود عتبہ ہی کے نواسہ معاویہ بن ابوسفیان بنے۔ بصیرت کی اس جھلک کے باوجود بدنصیب عتبہ نور ایمان سے فیضیاب نہ ہو سکا۔ اور رسول پاکؐ کی تمام کاوشیں اس سنگلاخ زمین میں کشت آوری کرنے میں ناکام ہی رہیں۔ لیکن عتبہ کی تاریک زندگی میں بصیرت کی اس جھلک کا واقعہ اس امر کی ایک روشن مثال ہے کہ ثروت و اقتدار کے نشہ میں مخمور انسان کس طرح سب کچھ دیکھتا ہوا اندھا اور سب کچھ جانتا ہوا بے وقوف بن جاتا ہے۔ وہ حالات کی مادی تعبیروں میں اس قدر منہمک ہو جاتا ہے کہ حقایق کا چمکتا ہوا سورج بھی اس کی آنکھوں کو منور اور اس کے دل کو متاثر نہیں کر سکتا۔ اور اپنی نگاہ کج انداز کی وجہ سے اس محاورہ کا مصداق بن جاتا ہے جو قرآن کریم میں بکثرت استعمال ہوا ہے کہ خدا تعالیٰ ان کے کانوں میں ڈاٹ لگا دیتا ہے، ان کی آنکھوں پر پردے ڈال دیتا ہے اور ان کے دلوں پر مہریں لگا دیتا ہے کیوں کہ وہ سب کچھ دیکھتے ہوئے بھی نہیں دیکھتے سب

Marfat.com

سنتے ہوئے بھی نہیں سنتے اور سمجھنے کی صلاحیت رکھنے کے باوجود سمجھنے سے انکار کر دیتے ہیں۔

رموز مجلس سے آشنا، آداب محفل سے واقف، عوامی نفسیات کے راز دان اور سیاست مدن کے ماہر لوگ، جس طرح خود اعتمادی میں مستغرق ہو کر خود کو ہر مشکل گرہ کا مشکل کشا سمجھتے اور درپیش آمدہ مسئلہ سے پنجہ کش ہو جاتے ہیں اسی طرح اور ایسی ہی خود اعتمادی سے معمور ہو کر اہل قریش کی مجلس میں بیٹھے عتبہ بن ربیعہ نے ایک دن کہا۔

"ابو القاسم محمدؐ بن عبد اللہ نے ہر قبیلہ، ہر خاندان اور ہر گھر میں نفرت اور نفاق کے بیج بو دیئے ہیں۔ کوئی گھرانہ ایسا نہیں جہاں انہوں نے باپ بیٹے اور ماں بیٹی میں جدائی نہ ڈلوائی ہو۔ خود میرے بیٹے ابو حذیفہ کے سر میں کیا سمائی کہ نئے دین کے جنون میں دولت و عشرت کو لات مار کر دیار حبشہ کی خاک چھاننے نکل گیا ہے۔ ہمیں اس اٹھتے ہوئے طوفان کو فہم و تدبر، پیش بینی اور دور اندیشی سے تھامنا ہوگا۔ اندھی مخالفت اور جابرانہ تشدد ناکام نظر آتے ہیں محمدؐ کو تدبیر و سیاست سے رام کرنے کی ضرورت ہے۔ محمدؐ آخر انسان ہی ہیں، ہمارے جیسے انسان، نیا مذہب ایجاد کرنے میں کوئی نہ کوئی ذاتی مقصد لازماً مستور ہوگا۔ میں نہیں سمجھتا اگر ہم محمدؐ کے دل کی گہرائیوں میں ہاتھ ڈالنے کی کوشش کریں تو ان کی دکھتی رگ پکڑنے میں کامیاب کیوں نہ ہوں۔"

تمام سرداران قریش نے جو محفل میں موجود تھے عتبہ کی رائے سے اتفاق کیا اور کہنے لگے۔

"عتبہ، دکھتی رگوں کو پکڑنے میں آپؐ سے بہتر کون ماہر ہوگا۔ ہماری طرف

Marfat.com

سے اجازت ہے آپ جا کر محمدؐ سے گفتگو کیجئے۔ سمجھوتہ کی جو شرائط بھی آپ طے کریں ہمیں منظور رہیں۔ محمدؐ آخر ہم میں سے ہی ہیں۔ ضرورت پڑی تو ہم انہیں اپنا قائد بھی بنا لیں گے۔ لیکن یہ نفاق و انتشار اور بتوں کی یہ بے حرمتی اور آبا و اجداد کی تحقیر ہمیں گوارا نہیں۔ ہم اسے ختم کرنا چاہتے ہیں۔"

عتبہ بن ربیعہ خود اعتمادی سے معمور اور اہل مکہ کی مختار کاری سے بھرپور رسول پاکؐ کے دولت کدہ پر پہنچا۔ بنو عبد شمس کے معزز سردار کی، حضور اکرمؐ نے حسب مناسب عزت افزائی کی۔ احترام سے بٹھایا اور دریافت کیا۔

"کیسے آنا ہوا؟"

"بھتیجے، میں آج ایک اہم کام کے لئے آیا ہوں۔"

"فرمائیے۔ میں کیا خدمت کر سکتا ہوں۔"

"اتفاق، محبت اور صلہ رحمی بڑی اچھی چیزیں ہیں۔"

"بیشک"

"اور ہمیں ان کے حصول کے لئے کچھ قربان کرنا پڑے تو بھی انہیں حاصل کرنا چاہیئے۔"

"شاید"

"لیکن میں کچھ لینے کے لئے نہیں بلکہ دینے کے لئے آیا ہوں اور قوم کی طرف سے پورے اختیارات لے کر آیا ہوں۔"

"فرمائیے۔ میں سن رہا ہوں۔" حضورؐ نے فرمایا۔

عتبہ بن ربیعہ کہنے لگا۔

"میں معمر آدمی ہوں اور جہاں دیدہ۔ قوم آپ کی عزت کرتی ہے۔ آپ کی عالی نسبی مسلّم ہے۔ اگر ہم آپؐ کو اپنا سردار بنا لیں تو کسی کو عار نہ ہوگی۔ میں یہ کہتا

Marfat.com

چاہتا ہوں کہ یہ جو ایک نیا مسئلہ آپ نے لا کھڑا کیا ہے، قوم اس سے الجھن میں پڑ گئی ہے۔ گھر گھر میں نفاق نے سر اٹھا لیا ہے اور باپ بیٹے کے دلوں میں تنفر پیدا ہو گیا ہے۔ اگر آپؐ کا اس سے مقصد دولت حاصل کرنا ہے تو ہم اس قدر مال و دولت جمع کر دیتے ہیں کہ آپؐ ہم سب میں زیادہ مال دار ہو جائیں۔ اگر آپؐ کو رتبہ مطلوب ہے تو ہم آپؐ کو اپنا سردار مقرر کر لیتے ہیں اور آپؐ کے مشورہ کے بغیر کوئی اہم کام سر انجام نہ دیا کریں گے۔ اگر آپؐ حکومت قائم کرنا چاہتے ہیں، بادشاہ بننا چاہتے ہیں تو ہم لوگ آپؐ کو اپنا بادشاہ بھی بنا لیتے ہیں اور اگر——"

"جی فرمائیے میں سن رہا ہوں —— اور اگر کیا؟"

"بھتیجے، برا نہ منانا —— یہ جو تمہارے پاس کوئی جن یا موکل آیا کرتا ہے نا اس کے لئے جھاڑ پھونک کے انتظام بھی موجود ہیں —— ہم دولت خرچ کر کے آپؐ کا علاج کروائیں گے —— کیوں کہ علاج کے بغیر یہ نہیں جاتے۔ ہم ہر خدمت کے لئے تیار ہیں۔"

حضور اکرمؐ خاموشی سے سنتے رہے۔ جب عتبہ کہہ چکا تو حضور اکرمؐ نے دریافت کیا۔

"ابو الولید۔ آپ نے جو کچھ کہنا تھا اگر کہہ چکے ہوں تو مجھ سے بھی کچھ سن لیجئے۔ توجہ سے سننا۔"

"ہاں بھتیجے فرمائیے۔ میں سننے کے لئے ہی تو آیا ہوں۔"

آپؐ نے قرآن پاک کی تلاوت شروع کی

"حٰمٓ ۔ تَنْزِيْلٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۔ كِتٰبٌ

حٰم۔ یہ خدائے رحمان و رحیم کی طرف سے نازل شدہ ایسی کتاب ہے جس

Marfat.com

فُصِّلَتْ آيَاتُهُ قُرْآنًا
عَرَبِيًّا لِّقَوْمٍ يَعْلَمُونَ۔
بَشِيرًا وَنَذِيرًا
فَأَعْرَضَ أَكْثَرُهُمْ فَهُمْ
لَا يَسْمَعُونَ وَقَالُوا قُلُوبُنَا
فِي أَكِنَّةٍ مِّمَّا تَدْعُونَا
إِلَيْهِ وَفِي آذَانِنَا وَقْرٌ
وَمِن بَيْنِنَا وَبَيْنِكَ
حِجَابٌ فَاعْمَلْ إِنَّنَا
عَامِلُونَ۔ قُلْ إِنَّمَا
أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحَىٰ
إِلَيَّ أَنَّمَا إِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ
وَاحِدٌ فَاسْتَقِيمُوا
إِلَيْهِ وَاسْتَغْفِرُوهُ
وَوَيْلٌ لِّلْمُشْرِكِينَ الَّذِينَ
لَا يُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُم
بِالْآخِرَةِ هُمْ كَافِرُونَ۔
إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا
وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَهُمْ
أَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُونٍ

میں دلائل کھول کھول کر بیان کیئے
گئے ہیں اور عربی میں لسے پڑھا
گیا ہے تاکہ لوگ سمجھ پائیں۔ یہ
نیک انجام کی خوشخبری اور بد انجام
کی تنبیہہ ہے اس کے باوجود لوگ
اس سے کتراتے ہیں اور توجہ
سے سنتے ہی نہیں کہتے ہیں جس
بات کی طرف آپ ہمیں بلاتے ہیں
ہمیں اس سے دلی تعصب ہے
اور ہمارے کان وہ سننا نہیں
چاہتے اور آپ کے اور ہمارے
درمیان جذبات و تعصب کا پردہ
حائل ہے آپ جو مرضی کر لیجئے ہم
بھی دیکھ لیں گے۔ پیارے رسولؐ
آپ ان سے کہہ دیجئے بھائی میں تو
تمہاری طرح کا انسان ہوں میری
طرف خدا نے وحی بھیجی ہے کہ
تمہارا خدا خدائے واحد ہے
اسی کے سیدھے فرمانبردار بنو اور
اس سے اپنے گناہوں کی معافی
مانگو۔ ان مشرکین کا انجام بہت برا

Marfat.com

ہے جو نہ تو خیرات دیتے ہیں اور نہ
ہی پاداش عمل لو روز یوم جزا کو ملنتے
ہیں۔ وہ لوگ جو خدا اور یوم جزا
پر ایمان لاکر اچھے کام کرتے ہیں اُن
کے لئے بے پایاں ثواب اور اجرِ
عظیم ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا
اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا
تَتَنَزَّلُ عَلَیْھِمُ
الْمَلٰٓئِکَةُ اَلَّا تَخَافُوْا
وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا
بِالْجَنَّةِ الَّتِیْ کُنْتُمْ
تُوْعَدُوْنَ نَحْنُ
اَوْلِیٰٓؤُکُمْ فِی الْحَیٰوةِ
الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَةِ
وَلَکُمْ فِیْھَا مَا تَشْتَھِیْٓ
اَنْفُسُکُمْ وَلَکُمْ فِیْھَا
مَا تَدَّعُوْنَ نُزُلًا
مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِیْمٍ
وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا
مِّمَّنْ دَعَآ اِلَی اللّٰہِ

وہ لوگ جو خدا تعالےٰ کو ہی اپنا
رب سمجھتے ہیں اور اس پر ہر حالت
میں مستقل مزاجی سے قایم رہتے
ہیں اُن پر فرشتے نازل ہوا کرتے ہیں
جو انہیں تسلی دیا کرتے ہیں کہ خوف و
حزن کی کوئی بات نہیں اور انہیں
اس جنت کی خوشخبری سناتے ہیں
جس کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے۔
ہم دنیا میں بھی تمہارے رفیق ہیں
اور آخرت میں بھی اور تمہارے
لئے اس جنت میں جو تمہارا جی
چاہے موجود ہے اور جو مانگو گے
ملے گا۔ مغفرت کرنے والے رحم کرنے
والے خدا کی طرف سے مہمانی ہے
بھلا اس سے بہتر کس کی بات ہو سکتی

Marfat.com

وَعَمِلَ صَالِحًا وَّ قَالَ اِنَّنِیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ وَلَا تَسْتَوِی الْحَسَنَۃُ وَلَا السَّیِّئَۃُ ؕ

ہے جو خدا تعالےٰ کی طرف بلائے اور جس کا ذاتی کردار مجسم حسن عمل ہو اور جو یہ کہے کہ میں تو خدا کی ہی فرمانبرداری کرتا ہوں بھلا نیکی اور بدی برابر ہو سکتی ہیں؟

وَمِنْ آیَاتِہٖ اَنَّکَ تَرَی الْاَرْضَ خَاشِعَۃً فَاِذَا اَنْزَلْنَا عَلَیْھَا الْمَآءَ اھْتَزَّتْ وَرَبَتْ اِنَّ الَّذِیْ اَحْیَاھَا لَمُحْیِ الْمَوْتٰی اِنَّہٗ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔

اور دلائل خداوندی میں سے ہی یہ ہے کہ تم زمین کو افتادہ دیکھتے ہو پھر جب ہم اس پر بارش برساتے ہیں تو وہ ابھرتی پھلتی پھولتی اور لہلہانے لگتی ہے جو ذات پاک اسے زندہ کرتی ہے وہی قیامت کے دن مردوں کو بھی زندہ کرے گی۔ وہ ہر بات پر قادر ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یُلْحِدُوْنَ فِیْ آیَاتِنَا لَا یَخْفَوْنَ عَلَیْنَا ۔ اَفَمَنْ یُّلْقٰی فِی النَّارِ خَیْرٌ اَمْ مَّنْ یَّاْتِیْ آمِنًا یَّوْمَ الْقِیٰمَۃِ اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ اِنَّہٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ۔

وہ لوگ جو ہماری واضح دلیلوں کو کٹ حجتیوں سے توڑ موڑ کر بگاڑنا چاہتے ہیں وہ ہم پر مخفی نہیں بھلا وہ اچھا رہے گا۔ جو قیامت کے دن اپنی بدعملی کی وجہ سے دوزخ میں ڈالا جائے گا یا وہ جو امن وامان سے آئیگا

Marfat.com

تم جو مناسب سمجھو عمل کئے جاؤ خدا تمہارے اعمال کو دیکھ رہا ہے۔

قُلْ اَرَئیتُم ان کان من عند اللہ ثُمَّ کفرتم بہٖ مَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ ھُوَ فِی شقاقٍ بعید سنریھم آیاتنا فی الآفاقِ وَفِی اَنْفُسھم حتّٰی یتبیّنَ لَھُم انّہ الحقُّ۔ اولم یکفِ بربک انّہ علٰی کُلِّ شئی شھید۔ الا اِنّھُمْ فِی مریۃٍ مِنْ لقاء رَبِّھِم الا انہٗ بکُلِّ شئٍ مُحیط۔

(پارہ ۲۴ رکوع ۱۹ اور پارہ ۲۵ رکوع ۱)

کہہ دیجئے بھلا یہ تو بتاؤ کہ اگر یہ کلام خدا تعالےٰ کی طرف سے ہی ہوا اور تم اس کا انکار کر بیٹھو تو اس سے زیادہ کون غلطی پر ہوگا۔ جو بڑی گمراہی میں پڑا ہو ہم ان کفار کو اُن کی اپنی جانوں میں بھی اور اُن کے ماحول میں بھی عنقریب ایسی واضح نشانیاں دکھلائیں گے کہ وہ کہہ اُٹھیں کہ یہ قرآن حق ہے۔ اے محمدؐ کیا تمہارے رب کی طرف سے یہ کافی نہیں کہ وہ قدم قدم پر ہر چیز کی گواہی دیئے جا رہا ہے۔ بات یہ ہے کہ یہ کفّار خدا تعالےٰ سے ملاقات کرنے پر یقین نہیں رکھتے۔ حالانکہ انہیں خبردار ہونا چاہیئے کہ وہ ہر چیز پر احاطہ کرنے والا ہے۔

Marfat.com

عتبہ بن ربیعہ غور سے سنتا رہا۔ اور رسول پاکؐ پڑھتے چلے گئے۔ جب آپ سجدہ تک پہنچے تو آپؐ نے سجدہ کیا پھر تلاوت پاک ختم کرنے پر فرمایا۔

"اے ابو الولید۔ آپ نے جو سننا تھا وہ تو سن ہی لیا اب آپ جانیں اور وہ۔"

اور آپؐ نے سنجیدگی سے ہاتھ اوپر اٹھا کر خدا تعالےٰ کی طرف اشارہ فرمایا اور خاموش ہو گئے۔

عُتبہ یہ دیکھ کر تھرا گیا۔ دیر تک سکتہ میں رہا۔ پھر خاموش اٹھ کھڑا ہوا اور قریش کی محفل میں جا پہنچا۔ جب قریش نے عتبہ کو غور و فکر میں مستغرق سنجیدہ صورت بنائے واپس آتے دیکھا تو کہنے لگے۔

"ابو الولید، تمہارا چہرہ اُترا ہوا ہے۔ کیوں کیا ابو القاسم نے تمہاری بات نہیں مانی؟"

عتبہ نے کہا۔

"اہل قریش۔ واللہ میں نے وہ بات سُنی جو کبھی نہیں سُنی تھی۔ واللہ نہ تو وہ شعر ہے نہ جادو اور نہ کہانت ـــ میری بات مانو اور اس کام کو میری رائے کے موافق کرو۔ تم لوگ اس شخص کو اسی کی حالت پر چھوڑ دو اور اس سے الگ رہو۔ کیوں کہ اس کی جو بات میں نے سنی ہے اُسسے بڑی اہمیت حاصل ہوگی ـــ اگر عربوں نے اس کا خاتمہ کر دیا تو سمجھ لینا تمہاری مراد بر آئی اور اگر اُس نے عربوں پر غلبہ حاصل کر لیا تو اس کی حکومت تمہاری حکومت اور اس کی عزت تمہاری عزت ہوگی۔ تم اس کے طفیل تمام لوگوں میں سب سے زیادہ خوش حال ہو جاؤ گے۔"

تحریک کی پاکیزگی اور بے غرضی سے متاثر ہونے کے باوجود بیٹے

Marfat.com

پھرے سیاست والوں کو ہر چیز میں سیاست ہی سیاست نظر آتی ہے۔ عتبہ کو بھی تحریک کا صرف یہی پہلو نظر آیا۔ اور اسی کے مطابق اس نے تلقین کی۔ لوگ کہنے لگے۔

" ابو الولید واللہ اس نے آپ پر بھی اپنی زبان کا جادو چلا لیا۔"

عتبہ نے جواب دیا۔

" میری رائے تو محمدؐ کے متعلق یہی ہے۔ تمہیں جو مناسب معلوم ہو کرو۔ تم اپنی مرضی کے مالک ہو۔"

دور بین سیاسی نظروں کی دور بینی کے باوجود کفر و اسلام کی کش مکش یوں ہی چلتی رہی۔ رسول پاکؐ کی تبلیغی جد و جہد اپنی جگہ جاری رہی اور مشرکین کی طرف سے مزاحمت میں بھی کوئی کمی نہ آئی۔

Marfat.com

باب دہم

استقامت

اہلِ قریش نے جب دیکھا کہ اسلامی تحریک آہستہ آہستہ پھیلتی ہی چلی جارہی ہے۔ ابوطالب نے بنو ہاشم کی عصبیت کو رسول پاکؐ کی ڈھال بنا رکھا ہے اور قریش کی کوئی ترکیب کارگر نہیں ہوتی۔ تو مکّہ کے تمام قبائل نے ۷ نبوی میں متفق الرائے ہو کر یہ طے کیا کہ تمام بنو ہاشم کو مکّہ سے نکال دیا جائے اور اُن سے مکمل سماجی اور معاشی مقاطعہ کیا جائے۔ اور یہ مقاطعہ اس وقت تک جاری رکھا جائے تا آنکہ وہ فاقہ کشی سے مجبور ہو کر ابوالقاسم کو قوم کے حوالہ کر دیں تاکہ قوم اُن سے جو چاہے سلوک کرے۔

یہ فیصلہ نہایت سنجیدگی سے کیا گیا بہت سوچ بچار کے بعد کیا گیا اور پھر اسے ایک تحریری معاہدہ کی شکل دی گئی جس پر اہلِ مکّہ کے ہر ایک قبیلہ کے سردار نے دستخط کئے اور یہ تحریر پورے اہتمام کے ساتھ کعبۃ اللہ کے اندر

Marfat.com

لٹکا دی گئی تاکہ تمام قبیلے اس کی پابندی کریں۔ ابولہب کے گھر کے سوا بنو ہاشم کے تمام افراد مردوں، عورتوں اور بچوں کو بلالحاظ مذہب و عقیدہ جبراً اُن کے گھروں سے نکال کر مکہ کے حدود سے باہر کر دیا گیا۔ اور اُن سے شادی بیاہ لین دین اور بات چیت کی قطعی ممانعت کر دی گئی۔ یہ لوگ شہر سے تین میل باہر پہاڑوں کے ایک درّہ، شعب ابی طالب میں جو ابوطالب کی ملکیت تھا۔ جمع ہوئے اور وہیں کچی جھونپڑیاں ڈال کر رہنے لگے۔ غلّہ اناج اور پانی کی دستیابی اُن کے لئے ایک سنگین مسئلہ بن گئی تھی کیوں کہ مکہ کی باولیاں اور بازار اُن پر مسدود تھے۔ قرب و جوار میں نہ کوئی کنواں تھا اور نہ کوئی منڈی یا بازار۔

یہ زمانہ بنو ہاشم کے لئے بڑا ہی صبر آزما زمانہ تھا۔ چوری چھپے غلّہ منگانا بڑا جان جوکھوں کا کام تھا۔ مدد کے لئے کوئی تیار نہ تھا۔ جن قریبی رشتہ داروں کو ان سے دلی ہمدردی تھی وہ بھی اپنے قبیلہ کے زیر اثر اظہار ہمدردی سے ڈرتے تھے۔ بریں ہم آنکھ بچا کر غلّہ پہنچانا انہی کا کام تھا۔ انتہائی رازداری کو برقرار رکھتے ہوئے اس پاکیزہ سمگلنگ کی مقدار اس قدر قلیل ہوا کرتی تھی کہ روزمرہ کا راشن گھٹتے گھٹتے اکثر مفقود ہو جایا کرتا۔ کئی مرتبہ مسلسل فاقہ کرنا پڑتا اور پرانے چمڑے درخت کے پتوں اور چھال سے پیٹ پالنا پڑتا تھا۔

اس انتہائی ظلم و تشدد پر قریش شرمندہ ہونے کی بجائے فخریہ خوشی کا اظہار کیا کرتے۔ کبھی کوئی رشتہ دار چوری چھپے اپنے قریبی رشتہ داروں کو غلہ پہنچانے کی کوشش میں پکڑا جاتا تو اس کی بری طرح گت بنتی اور پوری قوم اسے نشانۂ ملامت بنالیا کرتی تھی۔

Marfat.com

مقاطعہ طول کھینچتا ہی چلا گیا۔ ہفتے مہینوں میں اور مہینے برسوں میں تبدیل ہونے لگے۔ لیکن اس کا خاتمہ نظر ہی نہ آتا تھا شعب ابی طالب کے مکینوں کی آنکھیں اندر دھنس گئیں۔ ہڈیاں نکل آئیں اور صحتیں خراب ہونے لگیں دوسرے قبایل کے قریبی رشتہ داروں کے لئے اپنی آنکھوں کے سامنے ان ناقابلِ برداشت مصائب کا دیکھنا برداشت سے باہر ہو چلا تھا۔ انہوں نے احتجاج کرنا شروع کیا۔ ان انسانیت سوز مظالم کو دیکھ کر چند۔ اور مہدود نے بھی ہاں میں ہاں ملائی اور تین سال کے طویل عرصہ کے بعد عاتکہ بنت عبدالمطلب کے بیٹے زبیر بن ابی امیہ مخزومی' ابوالبختری بن ہشام، مطعم بن عدی، بنو اسد کے زمعۃ بن الاسود اور بنو لوی کے ہشام بن عمرو کی مشترکہ کوششوں سے یہ مقاطعہ ختم ہوا اور بنو ہاشم شعب ابی طالب سے نکل کر اپنے اپنے گھروں کو واپس آئے۔

ضعیف العمر ابوطالب اور سن رسیدہ حضرت خدیجہ کی صحتیں شعب ابی طالب کی سہ سالہ قید و بند میں بُری طرح متاثر ہو چکی تھیں۔ سنہ نبوی میں شعب ابی طالب سے واپس ہو کر چند روز بھی نہ گزرے تھے کہ ابوطالب کا انتقال ہو گیا۔ پھر چند ہفتہ بعد حضرت خدیجہؓ بھی انتقال فرما گئیں۔ اور رسول پاکؐ ان دو ضعیف مگر مستحکم سہاروں سے بھی محروم ہو گئے یہ سال حضور اکرمؐ کے لئے غم و اندوہ کا سال تھا آپؐ اسے عام الحزن (غم کا سال) کے نام سے یاد فرمایا کرتے تھے۔

بے کسی اور بے سروسامانی انتہا کو پہنچ چکی تھی حضرت خدیجہ اور ابو طالب کی وفات کے بعد اب قریش کو کسی کا ڈر، خوف یا لحاظ باقی نہ رہا تھا

Marfat.com

وہ کھلے بندوں حضور اکرمؐ کو ستایا کرتے۔ آپؐ کی راہ میں کانٹے بچھاتے۔ نماز پڑھتے وقت ہنسی اُڑاتے۔ مردار جانوروں کی اوجھڑی لاکر آپ پر ڈال دیتے۔ گلے میں چادر لپیٹ کر اس زور سے کھینچتے کہ نشان پڑ جاتے آپؐ کے سرِ مبارک پر خاک پھینکتے۔ شریر لونڈوں کو۔ پاگل دیوانہ اور جادوگر کے نعروں کے ساتھ آپؐ کے پیچھے لگا دیتے۔ حضرت ابوبکر، حضرت علی اور حضرت زید آپؐ کے بچاؤ کی حتی المقدور کوشش کرتے لیکن اُن کی اوقات ہی کیا تھی۔ اُن کے ساتھ بھی اسی قسم کا سلوک ہوتا تھا۔ حضور اکرمؐ اکثر اوقات خاک آلودہ خستہ حال گھر لوٹتے اور آپ کی صاحبزادیاں ام کلثومؓ اور فاطمہؓ آپؐ کا سر دھوتیں اور آنسو بہایا کرتیں۔

ان سنگین اور مایوس کن حالات میں بھی آپ اپنا کام پوری استقامت کے ساتھ انجام دیتے رہے۔ نصرت و کامیابی کے وعدوں کے باوجود حالات بد سے بدتر ہوتے چلے جا رہے تھے۔ لیکن آپ کے ایمان، ایقان اور استقلال میں ذرہ بھر فرق نہ آیا۔ نتائج سے بے نیاز ہو کر آپ اپنے کام میں مصروف رہے۔ اہل مکہ کے غلاموں کنیزوں غریبوں اور امیروں میں سے کوئی شخص ایسا نہ رہا ہوگا جس کو آپ نے فرداً فرداً تبلیغ نہ کی ہو۔ جب مکہ کے ایک ایک گھر میں جھانک کر اور ایک ایک دل کو ٹٹول کر آپؐ نے تبلیغِ رسالت کی تکمیل فرمالی تو آپؐ نے دو بڑی بستیوں، مکہ و طایف، میں سے دوسری بستی کا رُخ فرمایا۔

طایف کی بستی مکہ سے چند میل کے فاصلہ پر تھی۔ وہاں رؤسائے مکہ کے باغات تھے اور کئی ذی اثر اور صاحب ثروت خاندان آباد تھے۔ یہاں کے قبائل میں سب سے بڑا خاندان بنو ثقیف کا تھا۔ اس خاندان کے اکابر

Marfat.com

تین بھائی تھے۔ عبدیا لیل، مسعود اور حبیب! رسول پاکؐ ان کے پاس گئے اور اسلام کی دعوت دی۔ عیش و عشرت کے متوالے تینوں نواب زادے شغل شراب و کباب میں مصروف تھے۔ دنیا و آخرت کے خشک فلسفے انہیں کیا متوجہ کرتے۔ حضور اکرمؐ کو تفریح کا مشغلہ سمجھ کر تینوں آپ سے مخاطب ہوئے۔ ایک نے کہا۔

"بھئی میں تو تم سے بات کرنا بھی مناسب نہیں سمجھتا۔ اس لئے کہ اگر تم سچّے ہو تو گفتگو خلافِ ادب ہو گی۔ اور اگر جھوٹے ہو تو تم منہ لگانے کے قابل نہیں۔"

دوسرا بولا۔

"اگر خدا نے تمہیں پیغمبر بنا کر بھیجا ہے تو اس نے کعبہ کا پردہ چاک کیا ہے۔"

تیسرا کہنے لگا۔

"خدا کو تمہارے سوا اور تو کوئی ملا ہی نہ ہو گا۔"

پھر جام شراب چڑھاتے ہوئے ایک نے اپنے غلام سے کہا۔

"اسے باہر نکال دو۔"

اور دوسرے نے آنکھ کے اشارے سے کہا۔

"مکّہ سے آیا ہوا مہمان ہے ذرا لونڈوں سے کہنا اس کی تواضع کریں۔"

حضور اکرمؐ باہر نکلے تو آپ کے استقبال کے لئے گلیوں میں اوباش غنڈوں اور شریر لڑکوں کا ایک غول تیار تھا۔ آپؐ پر کیچڑ اور پتھروں کی بوچھاڑ ہونے لگی۔ لڑکے ہنسی اڑاتے آپ کے ٹخنوں پر پتھر مارتے اور تالیاں بجاتے۔ آپؐ بچاؤ کے لئے ایک گلی سے دوسری گلی اور ایک بازار سے دوسرے

Marfat.com

بازار کی طرف نکلنے کی کوشش فرماتے۔ لیکن سب جگہ یہی سلوک ہوتا۔ آپ زخمی ہو گئے۔ خون بہ بہ کر جوتیاں بھرنے لگیں نقاہت سے آپ گر پڑتے تو وہی شریر لڑکے ہمدردی جتاتے ہوئے آتے۔ آپؐ کو سہارا دے کر کھڑا کرتے اور پھر خشت باری شروع کر دیتے۔

حضور اکرمؐ کی جسمانی اور روحانی تکلیف انتہا کو پہنچ رہی تھی۔ باہر طوفان اُٹھ رہے تھے لیکن دل کی حالت کیا تھی!

آپؐ گلوگیر ہو کر فرمانے لگے۔

اَللّٰهُمَّ اهْدِ قَوْمِیْ فَاِنَّهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ

اے مرے خدا میری قوم کو سمجھ دے۔ نادان ہیں بے چارے جانتے ہی نہیں۔

بالآخر بچتے بچاتے زخموں سے چُور ہو کر آپؐ ایک باغ میں گھس گئے لونڈے پیچھے گھستے چلے آرہے تھے آپؐ انگور کی بیلوں میں جا چھپے۔ باغ کا مالک بیٹھا سب تماشہ دیکھ رہا تھا۔ اس نے اپنے غلام کو بھیجکر لونڈوں کو باغ سے باہر بھگا دیا۔

حضور اکرمؐ انگور کی بیلوں کی آڑ میں کسی قدر سستانے اور زخموں سے خون پونچھنے کے بعد بیلوں کے نیچے سے نکل کر گھاس پر آبیٹھے تو باغ کے مالک نے غور سے دیکھ کر پہچاننے کی کوشش کی باغ کا مالک عتبہ بن ربیعہ تھا۔ وہی عتبہ جو مکّہ کی بادشاہت حضور اکرمؐ کو پیش کرنے آیا تھا اور جب اس نے اپنے زخمی پناہ گیر کو دیکھ کر پہچان لیا کہ یہ وہی ابو القاسم ہیں جو کسی زمانہ میں عتبہ کے ہمسر اور آپس کی دعوتوں میں برابر کے شریک تھے تو بے اختیار عتبہ کا

Marfat.com

ہاتھ اس کے منہ کی طرف اٹھ گیا اور وہ انگشت بدندان ہو کر سوچنے لگا۔

محمدؐ بن عبداللہ کی یہ حالت!

ارے وہی چاند سا بچہ جو کسی زمانہ میں باپ کی پیاری یادگار بن کر نوخیز عتبہ کے سامنے بوڑھے عبدالمطلب کے کندھوں پر سوار پھرا کرتا تھا!

ہاں وہ نوخیز نوجوان جو عتبہ اور ابوطالب کے ہمراہ شوق سے تجارتی قافلوں کے ساتھ جایا کرتا تھا!

وہی ذہین اور صاف دل تاجر جس نے دیکھتے ہی دیکھتے دوسرے تاجروں میں نمایاں مقام پیدا کر لیا تھا۔

وہ! ہاں وہ محمد بن عبداللہ جو مکہ کی بیواؤں کا سہارا اور یتیموں کا والی بن گیا تھا جسے خود عتبہ نے اپنی آنکھوں سے رات کی تاریکیوں میں یتیموں اور بے کسوں کی دستگیری کے لئے اُن کے گھروں میں غلہ کی تھیلیاں اُٹھائے گھستے اور خالی ہاتھ باہر نکلتے دیکھا تھا۔

وہ آج اس حالت میں!

خدیجہ بنت خویلد کا وہ شوہر نامدار جس کی خوش نصیبی کا ستارہ چمکا تو اہل قریش کی متمول ترین خاتون نے اُسے اپنے لئے پسند کیا۔ جس کے ساتھ پُرتکلف دعوتوں میں خدیجہ کے دسترخوان پر عتبہ نے خود دوسرے عمائدین قریش کے ساتھ شرکت کی تھی۔

تدبّر و فراست کا وہ مجسمہ جس نے قبائل قریش کو ایک سخت خون ریز جنگ کی دہلیز سے پلٹا کر تعمیر کعبہ کا جذبات میں الجھا ہوا مسئلہ کس خوبی سے سلجھایا تھا۔

ہاں وہ ابوالقاسم جس کی ذات میں کسی نے کوئی عیب نہ دیکھا تھا۔

Marfat.com

لیکن جو، نہ معلوم کیوں، آہستہ آہستہ زندگی کی ہنگامہ خیزیوں سے خلوت گزین ہونے لگ گیا تھا — عجیب و غریب باتیں کرنے لگا تھا قوموں کے عروج و زوال کی داستانیں سناتا — اور ایک نئے مذہب کی تلقین کرنے لگ گیا تھا —

عتبہ بن ربیعہ اپنے انہی خیالات میں مستغرق دیر تک حضور اکرمؐ کو غور سے دیکھتا رہا — وہ سوچنے لگا۔

محمدؐ بن عبداللہ بہت ہی بھولے، بہت ہی سیدھے، بہت ہی نیک انسان ہیں۔ گردشِ دوراں کے نشیب و فراز اور لوگوں کی سیاسی عیاریوں سے ناواقف! ایسا سیدھا انسان، معاشرہ کی ہنگامہ خیزیوں میں دخل انداز ہوکر خود ہی مبتلائے آلام ہوتا ہے۔ چالاک زمانہ سے نبرد آزما ہونے کے لئے جن شاطرانہ صلاحیتوں کی ضرورت ہے وہ ابوالقاسم میں کہاں! وہ اگر کچھ بھی ہوشیار ہوتے تو میری بات مانتے۔ میں نے تو انہیں دولت عزت شہرت حکومت ہر چیز کا لالچ دلایا تھا لیکن وہ نہ مانے اب خود ہی اپنی کوتاہ نظری سے مضحکہ دوراں بنے ہوئے ہیں — کسی کا کیا قصور۔

عتبہ اسی نہج پر دیر تک سوچتا اور اپنے ناقص پیمانۂ فراست سے حضور اکرمؐ کو ماپتا رہا۔ پھر اسے وہ ملاقات یاد آئی جس میں اس نے حضور اکرمؐ کے درِ دولت پر حاضر ہو کر قرآن پاک کی تلاوت سنی تھی۔ کلام کی عظمت، دلائل کی معقولیت، انذار کی ہیبت اور تبشیر کی حلاوت یکے بعد دیگرے اس کے ذہن میں تازہ ہوتی گئیں۔ وہ ایک مرتبہ پھر اس تصور میں کھو گیا جس سے حضورؐ کی صحبت میں دوچار ہوا تھا۔ ابوالقاسم کی خوش الحان آواز ایک مرتبہ پھر اس کے کانوں میں گونجنے لگی — اے محمد ان سے کہو بتاؤ تو اگر یہ کلام خدا تعالےٰ ہی

Marfat.com

کی طرف سے ہوا اور تم اس کا انکار کر بیٹھے تو تم سے زیادہ گمراہ کون ہوگا ـــــ عتبہ بے چینی محسوس کرنے لگا کہ کہیں ابو القاسم ٹھیک ہی نہ کر رہے ہوں۔ اس کے تخیل کے گوشہ سے لحن محمدی ایک مرتبہ پھر بلند ہوا ـــــ بھلا اس سے اچھی بات کس کی ہوگی جو خدا کی طرف بلائے اور اس کا کردار حسن عمل کا مرقع ہو۔ اور جو یہ کہے کہ میں تو تسلیم و رضاء الٰہی کا بندہ ہوں ـــــ وہ ضمیر کی ملامت محسوس کرنے لگا۔ وہ ان خیالات سے پیچھا چھڑانے لگا لیکن لحن مصطفوی کی ایک اور گونج نے اسے متوجہ کر لیا ـــــ جو لوگ مستقل مزاجی سے اس عقیدہ پر قائم ہیں کہ ہمارا رب اللہ ہی ہے اُن پر فرشتے نازل ہو کر انہیں تسلی دیا کرتے ہیں کہ خوف و ہراس کی تو کوئی بات ہی نہیں ـــــ اور عتبہ کی نظریں بے اختیار حضور اکرمؐ کی طرف اُٹھ گئیں۔

حضور اکرمؐ کے چہرہ پر سکونِ قلب اس قدر نمایاں تھا کہ قلب مطمئنہ کا نور عتبہ کی نگاہوں سے گزر کر اس کے دل میں گھر کرنے لگا۔ قریب تھا کہ بے خودی کے عالم میں اُٹھ کر عتبہ حضور اکرمؐ کے قدم بوس ہو جاتا لیکن ـــــ لیکن اس نے پلٹ کر دیکھا لونڈیاں اور غلام عتبہ کے حضور میں دست بستہ حاضر تھے۔ خدام کی موجودگی آڑے آئی مصلحت نے اس کے پاؤں پکڑ لئے اور وہ وہیں رک گیا۔ روشنی کی کرن جو ایک لمحہ کے لئے چمک اُٹھی تھی غائب ہوگئی۔ کنیز نے جام شراب پیش کیا عتبہ نے اسے حلق میں انڈیلتے ہوئے ایک مرتبہ پھر انگور کی بیلوں کی طرف دیکھا دور بظاہر بے کسی کے عالم میں رسول پاک صلے اللہ علیہ وسلم اپنے زخم پونچھ رہے تھے۔

اپنے گریبانوں میں مُنہ ڈال کر دیکھیں تو ہم بھی عتبہ ہیں۔ جاہ و ثروت کے نشہ میں مخمور، حق و صداقت کو کمزور دیکھنے والے ـــــ تنویر قلب کے ہر موقعہ

Marfat.com

سے کترانا، مصلحتِ وقت کے ہاتھوں بے دست وپا ہوکر باطل کی چمچہ گیری کرنا۔ حق پسندوں کو سادہ لوح اور حق کوشوں کو احمق سمجھنا ہمارا شیوہ ہے کونسی عُتبی خصوصیت سے ہم محروم ہیں!

عتبہ نے دیکھا کہ حضور اکرمؐ کافی سستانے کے بعد اٹھ کھڑے ہوئے ہیں اور باغ سے باہر جانے کی تیاری کرنے لگے ہیں۔ اس نے اپنے غلام عداس کے ہاتھ ایک کشتی میں انگور کا خوشہ اور پانی کا کٹورا رکھ کر بھیجا۔ اور سوچنے لگا ــــــ عقیدے اپنے اپنے خیالات کے پابند ہیں لیکن پرانی صحبتوں کا بھی کچھ حق ہے ہم نے ابوالقاسم میں کوئی برائی نہیں دیکھی لیکن زمانہ ہمیشہ چالاک لوگوں کا ساتھ دیا کرتا ہے۔

حضور اکرمؐ سستانے کے بعد اٹھ کھڑے ہوئے خدائے قدوس کا تازہ ترین کلام آپؐ کی زبان پر تھا۔ اور آپ مسکرا رہے تھے۔

اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ	پیارے محمدؐ! کیا آپ کو یاد نہیں کہ ہم
وَوَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ	نے اسرارِ غیب کے انکشافات کے
الَّذِي أَنْقَضَ ظَهْرَكَ	لئے پہلے تو آپ کا سینہ کھولا پھر تبلیغ
وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ	رسالت کی جو ذمہ داری آپ پر عاید
فَإِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا	کی اس کے بوجھ کو بھی ہم نے خود ہی
إِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا	ہلکا کر دکھایا آپ کو معلوم ہونا چاہیے
فَإِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ	کہ ہم نے تو آپ کے ذکرِ خیر کو فرش سے
وَإِلَىٰ رَبِّكَ فَارْغَبْ	عرش تک پھیلانے کا انتظام کر رکھا ہے
(پارہ ۳۰ رکوع ۱۹)	گھبرانے کی ضرورت نہیں مشکلات کے

Marfat.com

پیچھے پیچھے ہی جلد آسانی آنیوالی
ہے۔ بیشک مشکلات کے بعد
آسانی بہت جلد آنیوالی ہے۔ جب بھی
فراغت ملے آپ تبلیغ دین میں خوب
محنت کیا کیجئے اور نتائج کے لئے
اپنے رب ہی کی طرف رجوع کیجئے۔

آپ کی مسکراہٹ پر عتبہ کی نظر تھی۔ اُس کے خیالات نے ایک اور کروٹ لی۔ وہ دل ہی دل میں کہنے لگا ـــــ ابوالقاسم کا عزم نہ معلوم دنیا کو کن کن مصائب میں مبتلا کرے گا۔

طایف سے واپسی پر حضور اکرمؐ نے چند روز نخلہ میں قیام کیا۔ پھر حرا میں تشریف لائے۔ مشرکین قریش کی مخالفت زوروں پر تھی۔ ان کے بد ارادوں کی افواہیں سنی جا رہی تھیں۔ نہتے اور اکیلے انسان کے لئے کسی کی پناہ ضروری ہو گئی تھی۔ عرب کا عام شعار تھا کہ اگر کسی کا دشمن بھی طالب پناہ ہوتا تو وہ پناہ دے دیا کرتا تھا کیونکہ اس سے اُس کی کبریائی ظاہر ہوتی تھی۔

حضور اکرمؐ نے غار حرا سے الاخنس بن شریق کے پاس پیغام بھیجا کہ وہ آپ کو اپنی پناہ میں لے لے لیکن اُس نے کہلا بھیجا۔

"میں قریش کا حلیف ہوں اور حلیف پناہ نہیں دیا کرتا۔"

آپؐ نے سہیل بن عمرو کے پاس کہلا بھیجا۔ اس نے کہا۔

"بنی عامر بنی کعب کے مقابلہ میں کبھی پناہ نہیں دیا کرتے۔"

آپؐ نے مطعم بن عدی کے پاس آدمی بھیجا۔ مطعم نے آپ کی درخواست قبول کی بیٹوں کو ہتھیار لگا کر حرم کی طرف بھیجا۔ اور خود اونٹ پر سوار ہو کر رسول پاکؐ

Marfat.com

کو غار حرا سے کعبۃ اللہ میں لے آیا اور اعلان کیا کہ

"میں نے ابو القاسم محمد بن عبداللہ کو پناہ دی ہے۔"

مطعم نے جنگ بدر سے پہلے ہی حالت کفر میں وفات پائی لیکن اس کے اس احسان کی وجہ سے مسلمان تا قیامت اس کے ممنون رہیں گے رسول پاک کے ایما سے دربار رسالت کے شاعر حسان بن ثابت نے مطعم بن عدی کا مرثیہ لکھا اور اس کی تعریف کی۔

اہل مکہ سے تو حضور بالکل مایوس ہو چکے تھے۔ وقتاً فوقتاً آپ قبائل کا دورہ فرمایا کرتے۔ میلوں بازاروں اور مقابلہ کے اجتماعوں میں جا جا کر لوگوں کو اسلام کی تبلیغ فرماتے حج کے زمانہ میں مختلف قبیلوں کے زائرین مکہ آتے اور بیت اللہ کے قرب وجوار میں اور مکہ کے باہر مختلف مقامات پر قیام کرتے۔ رسول پاک فرداً فرداً ایک ایک قبیلہ کے پاس جاتے اور پیغام الٰہی کی تلقین فرماتے۔ ایسے مواقع پر کبھی ابولہب اور کبھی ابوجہل آپ کے ساتھ ساتھ پھرا کرتے تھے۔ جہاں آپ خدا کا کلام سناتے۔ آپ کے بعد وہ یہ کہتے کہ

"یہ شخص دین سے پھر گیا ہے اور جھوٹ کہتا ہے۔"

ایک دن قبیلہ بنو عامر کے پاس گئے۔ قبیلہ کے سردار نے توجہ سے آپ کی باتیں سنیں اور پھر کہنے لگا۔

"اچھا یہ بتاؤ۔ اگر ہم تمہارا ساتھ دیں۔ اور تم اپنے مخالفوں پر غالب آجاؤ تو کیا تمہارے بعد ریاست ہم کو ملے گی؟"

آپ نے جواب دیا۔

"حکومت اللہ کے اختیار میں ہے وہ جسے چاہے دے۔ میں تو خدا کا کلام

Marfat.com

پہنچانے والا ہوں۔

اسی زمانہ میں جبکہ حضورؐ بظاہر نازک ترین حالات میں سے گزر رہے تھے اسریٰ اور معراج کے مشہور واقعات پیش آئے۔ حضور اکرمؐ کو بیت المقدس اور آسمانوں کی سیر کرائی گئی۔ لوگوں نے سن کر مضحکہ اڑایا۔ لیکن جنہیں حضور اکرمؐ کی امانت و دیانت پر اعتماد تھا انہوں نے نہ صرف آپ کے بیان پر یقین کیا بلکہ یہی واقعات ان لوگوں کی تقویت ایمان کا باعث بنے۔

مصائب کی انتہا برداشت سے باہر ہو جاتی تو مکہ کے غریب مسلمان جن کا کوئی پرسان حال نہ تھا حضور اکرمؐ سے آکر دریافت کرتے کہ آپ دشمنانِ اسلام کے لئے بد دعائیں کیوں نہیں کرتے۔

حضور اکرمؐ فرماتے۔

"میں ہدایت کے لئے بھیجا گیا ہوں نہ کہ تباہی کے لئے تم سے پہلے وہ لوگ گزرے ہیں جن کے سروں پر آرے چلائے جاتے تھے اور وہ چیر ڈالے گئے لیکن وہ اپنے فرض سے باز نہ آئے۔ خدا کی قسم اللہ تعالیٰ اس کام کو ضرور پورا کرے گا یہاں تک کہ شتر سوار اکیلا صنعاء سے حضر موت تک سفر کرے گا اور اس کو خدا کے سوا اور کسی کا ڈر نہ ہوگا۔"

حضور اکرمؐ کی استقامت ہمیشہ متبعین کے لئے تقویت قلب کا باعث بنتی رہی وہ ایک ایسی شمع تھی جس کی روشنی میں جد و جہد کی مہم جاری رہی اور بڑھتی ہی چلی گئی۔

نبوت اور تبلیغ رسالت کا دسواں سال تھا اور حج کا موقعہ۔ رسول پاکؐ حسب معمول قبائل کی تبلیغ کے لئے نکلے۔ عقبہ کی گھاٹی کے پاس، بنی خزرج کے آدمی نظر

Marfat.com

آئے جو یثرب سے حج کرنے آئے تھے آپؐ اُن کے پاس گئے اور پوچھا۔

"آپ لوگ کون ہیں؟"

"ہم بنی خزرج ہیں یثرب سے آئے ہیں۔"

"یہودیوں کے دوست؟"

"ہاں"

"کیا تم بیٹھ سکو گے میں تم سے کچھ گفتگو کروں؟"

انہوں نے آمادگی ظاہر کی تو حضور اکرمؐ نے تبلیغ کا دفتر کھول دیا۔

یثرب میں بنو قحطان کے دو قبیلوں اوس اور خزرج کے علاوہ کچھ یہودی بھی رہتے تھے۔ جن کی صحبت میں رہ کر آل اوس و خزرج کسی موعود نبی کے آنے کی پیش گوئیاں سنا کرتے تھے، جس کے متعلق مشہور تھا کہ اس کے پیروؤں کو بڑا استحکام حاصل ہوگا۔ یہود، اوس اور خزرج میں جب کبھی جھگڑا ہوتا تو یہودی یہی کہتے کہ اُن کا نبی آکر انہیں اوس و خزرج پر غلبہ دے گا۔ یہودی اقلیت میں تھے اور اپنے موعود نبی کے بھروسے بڑے خوش کن خواب دیکھا کرتے تھے۔

بنو خزرج کے ان چھ نوواردوں نے جب حضور اکرمؐ کی باتیں سنیں تو انہیں اس موعود نبی کا خیال آیا۔ اور یہ خواہش پیدا ہوئی کہ اس کی اتباع میں یہود پر سبقت حاصل کی جائے۔ چنانچہ وہ اسی وقت مسلمان ہو گئے اُن میں اسعد بن زرارہ اور رافع بن مالک بن عجلان مشاہیر قوم تھے۔

خدا تعالےٰ نے مکہ کی سنگلاخ اور بنجر زمین میں مزید بار آوری کے کوئی آثار نہ پائے تو کوئی دو سو میل دور شمال میں یثرب کی سرسبز و شاداب زمین میں اسلام کی کِشت آوری شروع فرمائی اور بنو خزرج کے یہی چھ پاکیزہ لوگ اسلامی تعلیم

Marfat.com

کا مرکز بن گئے۔ ان کے ذریعہ خزرج کے بہت سے گھرانے مسلمان ہو گئے۔
دوسرے ہی سال ۱۳ نبوی میں بارہ آدمی حضور اکرمؐ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور قرآن کریم کی تعلیم حاصل کرنے کے لئے حضرت مصعب بن عمیر کو اپنے ساتھ لیتے گئے۔ حضرت مصعب، ہاشم بن عبد مناف کے پوتے تھے انہوں نے یثرب جاکر اسعد بن زرارہ کے مکان پر قیام کیا اور ان کی تبلیغی مساعی سے بنو خزرج کے چند گھرانے چھوڑ کر تمام قبیلہ خزرج مسلمان ہو گیا۔

بنی اوس کے سردار سعد بن معاذ تھے۔ پہلے پہلے تو انہوں نے مصعب کی باتوں کی طرف کوئی توجہ نہ کی لیکن جب متوجہ ہوئے۔ کلام پاک سنا تو اس کی خوبیوں کے قایل ہو گئے۔ حضرت سعد مسلمان ہوئے تو تمام بنی اوس مسلمان ہو گئے اس وسیع پیمانہ پر قبولیت اسلام کا نتیجہ یہ نکلا کہ ۱۲ نبوی کے حج کے موقعہ پر (۷۲) آدمی رسول پاکؐ کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے لئے حاضر ہوئے۔ یہ بیعت عقبہ ثانیہ کہلاتی ہے۔

حضور اکرمؐ کی دہ سالہ پُر مصائب تبلیغی زندگی کی انتہا طایف کے سفر میں نظر آئی تھی۔ خدائے قدوس نے آپ کے مصائب کی انتہا دیکھ کر فرمایا تھا۔

وَوَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ	ہم نے اس بوجھ کو جس سے آپ کی
الَّذِىْٓ اَنْقَضَ ظَهْرَكَ	کمر جھکی چلی جا رہی ہے ہلکا کر دیا اور
وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ۝	آپ کے نام کا شہرہ بلند کر دیا۔

(پارہ ۳۰ رکوع ۱۹)

اب اس وعدہ کی تکمیل کے آثار ظاہر ہونے لگے۔ یثرب میں حضور اکرمؐ کے چرچے ہونے لگے تھے۔ یثرب میں آپ کا بوجھ ہلکا کرنے والوں کی جماعت تیار ہو رہی تھی یثرب

Marfat.com

دیکھتے ہی دیکھتے ایک مستحکم اسلامی مرکز بننے لگ گیا تھا۔ رسول پاکؐ نے اہلِ یثرب یعنی انصار کی رضامندی سے مکّہ کے مسلمانوں کو مشورہ دیا کہ وہ یثرب کی طرف ہجرت کر جائیں۔

لوگ گروہ در گروہ مکّہ سے یثرب کی طرف منتقل ہونے لگے۔

جب بہتر (۷۲) انصار رات کی تاریکی میں عقبہ کی گھاٹی میں رسول پاکؐ سے عہد اتباع و جاں نثاری باندھنے کے لئے پہنچے تو اس موقعہ پر عباس بن عبدالمطلب حضور اکرمؐ کے ساتھ تھے اگرچہ وہ ایمان نہ لائے تھے۔ وہ دیکھ رہے تھے کہ اُن کے بھتیجہ کی نصرت و اعانت کی حامی بھرنے والے عرب کے شمالی کونہ سے نمودار ہوئے ہیں۔ لیکن خونی رشتہ کے تقاضا سے وہ ذاتی اطمینان کرنا چاہتے تھے کہ ابوالقاسم کے مدّعیانِ اعانت، سنجیدگی سے اس بار امانت کی تمام ذمہ داریوں کو سنبھالنے کے لئے مستعد ہیں یا نہیں۔ عباس نے انصار سے مخاطب ہو کر کہا۔

"اے گروہ خزرج۔ محمدؐ اپنے خاندان میں معزز ہیں۔ اور ہم بنو ہاشم اب تک اُن کی حفاظت کرتے چلے آئے ہیں۔ اب یہ آپ لوگوں کی اعانت میں یثرب جانا چاہتے ہیں۔ خوب سوچ لو اگر ان کی حفاظت کی پوری پوری ذمہ داری اُٹھا سکتے ہو تو بہتر۔ اور اگر تمہیں مخالفوں کی مخالفت کی وجہ سے ان کی نصرت سے دست بردار ہو جانا ہے تو ابھی سے بتلا دو۔ یہ اپنی قوم میں اپنے ہی شہر میں محفوظ ہیں۔"

بنو خزرج نے انہیں یقین دلایا کہ وہ حضور اکرمؐ پر اپنا سب کچھ قربان کر دیں گے۔

ایک شخص نے اُٹھ کر دریافت کیا۔

Marfat.com

"یارسول اللہ ! ہمارے یہود سے تعلقات ہیں۔ آپؐ سے بیعت کے بعد یہ تعلقات ٹوٹ جائیں گے ایسا نہ ہو کہ جب آپؐ کو قوت و اقتدار حاصل ہو جائے تو آپ ہم کو چھوڑ کر اپنے وطن چلے آئیں۔"

حضور اکرمؐ نے مسکرا کر فرمایا

"نہیں ۔ تمہارا خون میرا خون ہے۔ تم میرے اور میں تمہارا ہوں۔"

جب انصار بیعت کر چکے تو حضرت سعد بن زرارہ نے کھڑے ہو کر کہا۔

"بھائیو! جانتے ہو کس بات پر بیعت کر رہے ہو؟ یہ حق و باطل کی کشمکش ہے۔ یہ عرب و عجم اور جن و انس سے اعلان جنگ ہے۔"

سب نے یک زبان ہو کر کہا۔

"ہاں ہم اسی پر بیعت کر رہے ہیں"۔

نصرتِ الٰہی نے اپنی آمد کا رُخ بے نقاب کر دیا تھا دیکھتے ہی دیکھتے مسلمانوں نے رات کی تاریکیوں میں مشرکین مکہ کی رکاوٹوں کے باوجود مکہ خالی کر دیا اور یثرب میں جا آباد ہوئے۔ یہاں تک کہ بالآخر مسلمان مردوں میں صرف رسول پاکؐ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ اور حضرت علی رضؓ تین متبرک ہستیاں مکہ میں رہ گئیں۔

سیدۃ النساء حضرت خدیجۃ الکبریٰ طاہرہ و مطہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا انتقال حضور اکرمؐ کے لئے ناقابل برداشت صدمہ تھا۔ حضورؐ پاکیزہ سیرت حرم محترم کو اپنی زندگی کے آخری دم تک کبھی نہیں بھولے۔ اُن کی خاموش خدمات دین ناقابل فراموش تھیں حضورؐ اکثر اُن کا ذکر فرماتے اور جب کبھی ذکر ہوتا حضورؐ

Marfat.com

جذبات سے مغلوب ہوکر آبدیدہ ہو جایا کرتے تھے۔ حضرت خدیجہ کی خدمات اسلام اور محبتِ رسولؐ کا احاطہ نہیں کیا جا سکتا۔ خدا کی اس پاک بندی نے جس خلوص کے ساتھ ایک پاکیزہ جیون ساتھی کی آرزو کی تھی اپنے آخری دم تک اسے اس خلوص و خوبی سے نبایا کہ دیکھنے والوں کے دل بے ساختہ درود و سلام کا ورد کرنے لگتے ہیں۔ ایسی قابلِ رشک جیون ساتھی کا بچھڑ جانا ایک عظیم سانحہ تھا۔ گھر میں دو صاحبزادیاں ام کلثومؓ اور فاطمہؓ رہ گئی تھیں۔ اُن کی نگرانی اور سرپرستی کے لئے کسی معمر عورت کی ضرورت تھی۔ خود حضور اکرمؐ کو تو اپنے تبلیغی کاموں سے ہی فرصت نہ تھی۔

اہل قریش کے مظالم سے تنگ آکر جو مسلمان حبشہ ہجرت کر گئے تھے ان میں حضرت سکران بن عمرو اور اُن کی بیوی سودہؓ بھی تھے۔ دونوں قدیم الاسلام اور معمر تھے۔ حضرت سودہؓ کے نانا قیس، ہاشم کی زوجہ سلمہ کے بھائی تھے یعنی عبدالمطلب کے ماموں۔ غالباً اسی خاندانی قرابت کی وجہ سے حضرت سودہؓ بالکل ابتدائی زمانہ میں اسلام لائی تھیں اور اپنی کوششوں سے اپنے خاوند اور ماں کو بھی اسلام میں داخل کیا تھا۔ حبشہ میں اُن کے خاوند حضرت سکران بن عمرو کا انتقال ہو گیا تو پچاس سالہ ضعیف حضرت سودہؓ دیارِ غیر میں بے یار و مددگار رہ گئیں۔ حضور اکرمؐ کو اطلاع ہوئی تو اُن کی دیرینہ خدمات اسلامی اور قرابت داری کے مدِ نظر حضور اکرمؐ نے حضرت سودہؓ کو اپنے سایہ عافیت میں لینے کے لئے بلوا کر اُن سے نکاح پڑھا لیا۔ حضرت سودہؓ کو دنیا کا بہترین ٹھکانا ملا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بچیوں کی نگرانی کی طرف سے یکسوئی ہو گئی۔

جب تمام مسلمان یثرب کی طرف ہجرت کر گئے تو صرف دو خاندان باقی

Marfat.com

رہ گئے۔ رسول پاکؐ کے اہل بیت اور حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کا خاندان۔ رسول پاکؐ کے گھر میں تئیس سالہ حضرت علیؓ، بارہ تیرہ سالہ صاحبزادی حضرت فاطمہؓ سولہ سترہ سالہ صاحبزادی حضرت ام کلثومؓ، ترپن سالہ حضرت سودہؓ حرم رسولؐ موجود تھے۔ حضرت زینبؓ اگرچہ ابتداء سے ہی اسلام قبول کر چکیں تھیں لیکن میاں بیوی میں بے حد محبت کی وجہ سے وہ اپنے خالہ زاد شوہر ابوالعاص بن ربیعہ کے پاس ہی تھیں جو ابھی ایمان نہیں لائے تھے۔ حضرت رقیہؓ، حضرت عثمانؓ کے ساتھ حبشہ میں تھیں حضرت ابوبکر صدیقؓ کے گھر میں اُن کے بوڑھے مشرک اور نابینا والد ابو قحافہ اور اُن کی مسلمان بیوی ام رومانؓ دو بیٹے حضرت عبداللہ اور غیر مسلم عبدالرحمان اور دو بیٹیاں حضرت اسماءؓ اور حضرت عائشہؓ تھیں۔

اہل قریش مسلمانوں کی ہجرت کو بغور دیکھ رہے تھے جب رسول پاکؐ حضرات ابوبکر و علی کے ساتھ اکیلے رہ گئے تو انہوں نے سوچا کہ حضور اکرمؐ کو قتل کرنے کا یہی موقعہ ہے۔ دارالندوۃ میں ایک خفیہ اجلاس منعقد ہوا۔ عمائدین قریش کے چودہ نمائندے شریک تھے جن میں ابوسفیان بن حرب، عتبہ بن ربیعہ جبیر بن مطعم، ابوالبختری، ابوجہل بن ہشام، امیہ بن خلف وغیرہ شریک تھے طویل بحث کے بعد ابوجہل کی پیش کردہ رائے منظور ہوئی کہ ہر مشہور قبیلہ کا ایک ایک جوان منتخب کیا جائے اور یہ سب لوگ رات کی تاریکی میں حضور اکرمؐ کے گھر کو گھیر لیں۔ جب علی الصبح ابوالقاسم نماز کے لئے باہر نکلیں اس وقت سب مل کر اپنی اپنی تلواروں سے اُن پر وار کریں اور اُن کا خاتمہ کر دیں۔ اس طرح قتل کسی ایک قبیلہ کے ذمہ نہ رہے گا۔ اور بنو ہاشم کسی کا کچھ بگاڑ نہ سکیں گے۔

خفیہ اجلاس میں جو تدبیریں ہو رہی تھیں خدا تعالیٰ نے اپنے حبیب کو اس سے مطلع کر دیا۔ حضور اکرمؐ دوپہر کو اچانک حضرت ابوبکر صدیقؓ کے گھر پہنچے اور

Marfat.com

راتوں رات شہر چھوڑ دینے کا منصوبہ بنایا۔ حضرت علی ابن ابی طالب کو ساتھ لے جانا بڑا آسان تھا۔ لیکن اس اچانک کوچ میں ایک اہم ذمہ داری سے سبکدوشی باقی رہی جاتی تھی ـــــ وہی قریش جو آپ سے اس قدر دینی عناد رکھتے تھے آپ کی امانت و دیانت کے اب بھی قائل تھے۔ خصوصاً متوسط طبقہ جو اپنی پس ماندہ پونجیوں اور قیمتی سرمایوں کو چوری کے خوف سے اپنے گھروں میں رکھنا محفوظ نہ سمجھتا تھا۔ اور اہلِ ثروت کو قابلِ اعتماد نہ جانتا تھا۔ وہ ان شدید اختلافات کے باوجود اپنی امانتیں حضور اکرمؐ ہی کے سپرد کیا کرتا تھا کیوں کہ آپؐ کے ہاں اُن کی امانتیں محفوظ رہتی تھیں اور بوقت مطالبہ بلا توقف واپس مل جایا کرتی تھیں تبلیغ رسالت جس دیانت داری کی متقاضی ہے اس کی تصدیق مشرکین مکہ اپنی پونجیاں پیش کر کے کیا کرتے تھے۔ کوچ کے اس اچانک حکم اور جان بچانے کے نازک لمحات کے باوجود حضورؐ کو فکر تھی کہ تمام امانتیں مالکان کو بحفاظت واپس پہنچ جائیں اس اہم فریضہ کی انجام دہی کے لئے حضرت علی کو خون کے پیاسے مشرکین کے نرغہ میں اکیلا چھوڑ جانا ضروری تھا۔

آپؐ نے حضرت علی کو حکم دیا کہ وہ رات حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے بستر میں حضور اکرمؐ کی چادر اوڑھ کر سو جائیں۔

قبایل قریش کے منتخب نوجوانوں نے بیت خدیجہ کو گھیرے میں لے لیا اور رات کی تاریکی میں اس کی نگرانی کرنے لگے تاکہ کوئی باہر نکلنے نہ پائے۔

رات کے پچھلے حصہ میں حضور اکرمؐ خاموشی سے اُٹھے اور دبے پاؤں گھر سے باہر نکل گئے۔ قبایل قریش کے جوانوں کو کس چیز نے غافل کر دیا یہ ایک ایسا سربستہ راز ہے جو خدا اور اُس کے رسولؐ کے سوا کسی اور کو معلوم نہیں۔

Marfat.com

حضور اکرمؐ دبے پاؤں ابوبکر صدیق کے گھر میں گھُسے جو قریب ہی تھا ابوبکرؓ منتظر جاگ رہے تھے۔ پانچ ہزار درہم کی تھیلی بغل میں دبائے اٹھ کھڑے ہوئے اور دونوں رفیق مکان کی پچھلی کھڑکی سے نکل کر غار ثور کی طرف بڑھنے لگے۔

غار ثور مکہ سے تین چار میل کے فاصلہ پر جنوب کی طرف ہے۔ حالانکہ یثرب جدھر جانا مقصود تھا شمال کی جانب ہے۔ پیش بینی اور احتیاط کی رعایت حضور اکرمؐ کی نظر میں بھی اسی قدر اہم تھی جس قدر کسی دانشور کی نظر میں ہو سکتی ہے۔ توکل کا مفہوم آپ کے نزدیک یہی تھا کہ انسانی کوششوں میں کوئی کسر نہ رہے۔ اس کے بعد نتیجہ خدا تعالیٰ کے سپرد کر دیا جائے۔

غار ثور پہاڑ کی بلندی پر ایک مشکل مقام پر تھا اور اس کے دہانہ کے پاس ببول کا ایک درخت تھا۔ ادھر لوگوں کی آمد و رفت بہت کم تھی ممکن ہے کہ ببول کے درخت کی شاخوں اور غار کے دہانہ کے آر پار پہلے سے ہی مکڑیوں نے جالا تنا ہوا ہو جو رسول پاکؐ اور ابوبکر صدیقؓ کے اندر داخل ہونے سے ٹوٹ گیا ہو اور جیسے صبح ہونے تک مکڑیوں نے پھر سے درست کر دیا ہو۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ پہلے غار کے منہ پر کوئی جالا نہ ہو اور اصحاب غار کی حفاظت کے لئے خدا تعالیٰ کے حکم سے مکڑیوں نے، ان کے اندر داخل ہونے کے بعد، جالا بن دیا ہو۔ بہرحال جب صبح کی روشنی میں غار کے منہ کو دیکھا گیا تو اس پر مکڑیوں کا جالا تنا ہوا تھا اور رسول پاکؐ اپنے ساتھی کے ساتھ غار میں چھپے بیٹھے تھے۔

جب صبح کی روشنی پھیل گئی اور حضور اکرمؐ فجر کی نماز کے لئے اپنے گھر سے

Marfat.com

برآمد نہ ہوئے تو قریش کے اُن نوجوانوں کو پریشانی ہوئی جو مکان کو گھیرے ہوئے تھے۔ وہ دروازہ کھول کر اندر گھس گئے۔ اور رسول پاکؐ کے بستر تک جا پہنچے انہیں اطمینان ہوا کہ ابوالقاسم چادر اوڑھے غافل سو رہے ہیں۔ آگے بڑھ کر سب نے خنجر اٹھائے اور ایک شخص نے چادر کھینچ لی۔ رسول پاکؐ کی بجائے حضرت علی کو مسکراتے ہوئے اُٹھتا دیکھ کر قریشی جوان احساس شکست میں بوکھلا گئے حضرت علی کو قتل کرنے میں انہیں اعلان شکست نظر آیا۔ خنجر میانوں میں ڈال کر وہ لاتوں مکوں اور گھونسوں سے حضرت علی کی تواضع کرنے لگے۔ اور انہیں گھسیٹ کر خانہ کعبہ تک لے آئے کچھ دیر تک قید رکھا لیکن حضرت علی سے یہ نہ اگلوا سکے کہ حضور اکرمؐ کس طرف نکل گئے ہیں۔

ابوجہل کچھ لوگوں سمیت حضرت ابوبکرؓ کے گھر پہنچا۔ اور دروازہ کھٹکھٹایا حضرت اسماء بنت ابوبکر سامنے آئیں ابوجہل نے پوچھا۔

"لڑکی تیرا باپ کدھر ہے؟"

اسماء نے لاعلمی کا اظہار کیا تو ابوجہل نے کھینچ کر ایسا تھپڑ مارا کہ حضرت اسماء کے کان کی بالی نیچے گر گئی۔

شکار ہاتھ سے نکلا جا رہا تھا۔ کفار کے لئے ہر لمحہ قیمتی تھا۔ بنت ابوبکر سے جرح کا کچھ فائدہ نہ تھا۔ فی الفور چاروں طرف گھوڑے دوڑائے۔ لیکن رسول پاکؐ کا کوئی پتہ نہ چلا۔ کچھ لوگ غارِ ثور تک پہنچے اور اندر جھانکنے کے لئے آگے بڑھے۔ اندر حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کا دل ڈولنے لگا کہ اب پکڑے گئے داتائے کل نے فرمایا۔

"گھبراؤ نہیں۔ اللہ تعالیٰ بذات خود ہمارے ساتھ ہے۔"

ایک شخص غار کے اندر جھانکنے ہی کو تھا کہ دوسرے نے اس کا ہاتھ

Marfat.com

رہ گئے۔ رسول پاکؐ کے اہل بیت اور حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کا خاندان۔ رسول پاکؐ کے گھر میں تئیس سالہ حضرت علیؓ، بارہ تیرہ سالہ صاحبزادی حضرت فاطمہؓ سولہ سترہ سالہ صاحبزادی حضرت ام کلثومؓ، ترپن سالہ حضرت سودہؓ حرم رسولؐ موجود تھے۔ حضرت زینبؓ اگرچہ ابتداء سے ہی اسلام قبول کر چکیں تھیں لیکن میاں بیوی میں بے حد محبت کی وجہ سے وہ اپنے خالہ زاد شوہر ابوالعاص بن ربیعہ کے پاس ہی تھیں جو ابھی ایمان نہیں لائے تھے۔ حضرت رقیہؓ حضرت عثمانؓ کے ساتھ حبشہ میں تھیں حضرت ابوبکر صدیقؓ کے گھر میں اُن کے بوڑھے مشرک اور نابینا والد ابو قحافہ اور اُن کی مسلمان بیوی ام رومانؓ دو بیٹے حضرت عبداللہ اور غیر مسلم عبدالرحمان اور دو بیٹیاں حضرت اسماءؓ اور حضرت عائشہؓ تھیں۔

اہل قریش مسلمانوں کی ہجرت کو بغور دیکھ رہے تھے جب رسول پاکؐ حضرات ابوبکر و علی کے ساتھ اکیلے رہ گئے تو انہوں نے سوچا کہ حضور اکرمؐ کو قتل کرنے کا یہی موقعہ ہے۔ دارالندوۃ میں ایک خفیہ اجلاس منعقد ہوا۔ عمائدین قریش کے چودہ نمائندے شریک تھے جن میں ابوسفیان بن حرب، عتبہ بن ربیعہ جبیر بن مطعم، ابوالبختری، ابوجہل بن ہشام، امیہ بن خلف وغیرہ شریک تھے طویل بحث کے بعد ابوجہل کی پیش کردہ رائے منظور ہوئی کہ ہر مشہور قبیلہ کا ایک ایک جوان منتخب کیا جائے اور یہ سب لوگ رات کی تاریکی میں حضور اکرمؐ کے گھر کو گھیر لیں۔ جب علی الصبح ابوالقاسم نماز کے لئے باہر نکلیں اس وقت سب مل کر اپنی اپنی تلواروں سے اُن پر وار کریں اور اُن کا خاتمہ کر دیں۔ اس طرح قتل کسی ایک قبیلہ کے ذمہ نہ رہے گا۔ اور بنو ہاشم کسی کا کچھ بگاڑ نہ سکیں گے۔

خفیہ اجلاس میں جو تدبیریں ہو رہی تھیں خدا تعالیٰ نے اپنے حبیب کو ان سے مطلع کر دیا۔ حضور اکرمؐ دوپہر کو اچانک حضرت ابوبکر صدیقؓ کے گھر پہنچے اور

Marfat.com

راتوں رات شہر چھوڑ دینے کا منصوبہ بنایا۔ حضرت علی ابن ابی طالب کو ساتھ لے جانا بڑا آسان تھا۔ لیکن اس اچانک کوچ میں ایک اہم ذمہ داری سے سبکدوشی باقی رہی جاتی تھی —— وہی قریش جو آپ سے اس قدر دینی عناد رکھتے تھے آپ کی امانت و دیانت کے اب بھی قائل تھے۔ خصوصاً متوسط طبقہ جو اپنی پس ماندہ پونجیوں اور قیمتی سرمایوں کو چوری کے خوف سے اپنے گھروں میں رکھنا محفوظ نہ سمجھتا تھا۔ اور اہل ثروت کو قابلِ اعتماد نہ جانتا تھا۔ وہ ان شدید اختلافات کے باوجود اپنی امانتیں حضور اکرمؐ ہی کے سپرد کیا کرتا تھا کیوں کہ آپؐ کے ہاں اُن کی امانتیں محفوظ رہتی تھیں اور بوقت مطالبہ بلا توقف واپس مل جایا کرتی تھیں تبلیغ رسالت جس دیانت داری کی متقاضی ہے اس کی تصدیق مشرکین مکہ اپنی پونجیاں پیش کر کے کیا کرتے تھے۔ کوچ کے اس اچانک حکم اور جان بچانے کے نازک لمحات کے باوجود حضورؐ کو فکر تھی کہ تمام امانتیں مالکان کو بحفاظت واپس پہنچ جائیں اس اہم فریضہ کی انجام دہی کے لئے حضرت علی کو خون کے پیاسے مشرکین کے نرغہ میں اکیلا چھوڑ جانا ضروری تھا۔

آپؐ نے حضرت علی کو حکم دیا کہ وہ رات حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے بستر میں حضور اکرمؐ کی چادر اوڑھ کر سو جائیں۔

قبایل قریش کے منتخب نوجوانوں نے بیت خدیجہ کو گھیرے میں لے لیا اور رات کی تاریکی میں اس کی نگرانی کرنے لگے تاکہ کوئی باہر نکلنے نہ پائے۔

رات کے پچھلے حصہ میں حضور اکرمؐ خاموشی سے اُٹھے اور دبے پاؤں گھر سے باہر نکل گئے۔ قبایل قریش کے جوانوں کو کس چیز نے غافل کر دیا یہ ایک ایسا سربستہ راز ہے جو خدا اور اس کے رسولؐ کے سوا کسی اور کو معلوم نہیں۔

Marfat.com

حضور اکرمؐ دبے پاؤں ابوبکر صدیق کے گھر میں گھسے جو قریب ہی تھا ابوبکرؓ منتظر جاگ رہے تھے۔ پانچ ہزار درہم کی تھیلی بغل میں دبائے اٹھ کھڑے ہوئے اور دونوں رفیق مکان کی پچھلی کھڑکی سے نکل کر غار ثور کی طرف بڑھنے لگے۔

غار ثور مکہ سے تین چار میل کے فاصلہ پر جنوب کی طرف ہے۔ حالانکہ یثرب جدھر جانا مقصود تھا شمال کی جانب ہے۔ پیش بینی اور احتیاط کی رعایت حضور اکرمؐ کی نظر میں بھی اسی قدر اہم تھی جس قدر کسی دانشور کی نظر میں ہو سکتی ہے۔ توکل کا مفہوم آپ کے نزدیک یہی تھا کہ انسانی کوششوں میں کوئی کسر نہ رہے۔ اس کے بعد نتیجہ خدا تعالیٰ کے سپرد کر دیا جائے۔
غار ثور پہاڑ کی بلندی پر ایک مشکل مقام پر تھا اور اس کے دہانہ کے پاس ببول کا ایک درخت تھا۔ ادھر لوگوں کی آمد و رفت بہت کم تھی ممکن ہے کہ ببول کے درخت کی شاخوں اور غار کے دہانہ کے آر پار پہلے سے ہی مکڑیوں نے جالا تنا ہوا ہو جو رسول پاکؐ اور ابوبکر صدیق رضؓ کے اندر داخل ہونے سے ٹوٹ گیا ہو اور جیسے صبح ہونے تک مکڑیوں نے پھر سے درست کر دیا ہو۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ پہلے غار کے منہ پر کوئی جالا نہ ہو اور اصحاب غار کی حفاظت کے لئے خدا تعالیٰ کے حکم سے مکڑیوں نے، ان کے اندر داخل ہونے کے بعد، جالا بُن دیا ہو۔ بہرحال جب صبح کی روشنی میں غار کے منہ کو دیکھا گیا تو اس پر مکڑیوں کا جالا تنا ہوا تھا اور رسول پاکؐ اپنے ساتھی کے ساتھ غار میں چھپے بیٹھے تھے۔
جب صبح کی روشنی پھیل گئی اور حضور اکرمؐ فجر کی نماز کے لئے نہ گھر سے

Marfat.com

برآمد نہ ہوئے تو قریش کے اُن نوجوانوں کو پریشانی ہوئی جو مکان کو گھیرے ہوئے تھے۔ وہ دروازہ کھول کر اندر گھس گئے۔ اور رسول پاکؐ کے بستر تک جا پہنچے انہیں اطمینان ہوا کہ ابوالقاسم چادر اوڑھے غافل سو رہے ہیں۔ آگے بڑھ کر سب نے خنجر اٹھائے اور ایک شخص نے چادر کھینچ لی۔ رسول پاکؐ کی بجائے حضرت علی کو مسکراتے ہوئے اُٹھتا دیکھ کر قریشی جوان احساس شکست میں بوکھلا گئے حضرت علی کو قتل کرنے میں انہیں اعلان شکست نظر آیا۔ خنجر میانوں میں ڈال کر وہ لاتوں مکوں اور گھونسوں سے حضرت علی کی تواضع کرنے لگے۔ اور انہیں گھسیٹ کر خانہ کعبہ تک لے آئے کچھ دیر تک قید رکھا لیکن حضرت علی سے یہ نہ اگلوا سکے کہ حضور اکرمؐ کس طرف نکل گئے ہیں۔

ابوجہل کچھ لوگوں سمیت حضرت ابوبکرؓ کے گھر پہنچا۔ اور دروازہ کھٹکھٹایا حضرت اسماء بنت ابوبکر سامنے آئیں ابوجہل نے پوچھا۔

"لڑکی تیرا باپ کدھر ہے؟"

اسماء نے لاعلمی کا اظہار کیا تو ابوجہل نے کھینچ کر ایسا تھپڑ مارا کہ حضرت اسماء کے کان کی بالی نیچے گر گئی۔

شکار ہاتھ سے نکلا جا رہا تھا۔ کفار کے لئے ہر لمحہ قیمتی تھا۔ بنت ابوبکر سے جرح کا کچھ فائدہ نہ تھا۔ فی الفور چاروں طرف گھوڑے دوڑائے۔ لیکن رسول پاکؐ کا کوئی پتہ نہ چلا۔ کچھ لوگ غارِ ثور تک پہنچے اور اندر جھانکنے کے لئے آگے بڑھے۔ اندر حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کا دل ڈولنے لگا کہ اب پکڑے گئے داناۓ کل نے فرمایا۔

"گھبرائو نہیں۔ اللہ تعالیٰ بذات خود ہمارے ساتھ ہے"۔

ایک شخص غار کے اندر جھانکنے ہی کو تھا کہ دوسرے نے اس کا ہاتھ

Marfat.com

پکڑ کر پیچھے کھینچ لیا اور کہنے لگا۔

"بے وقوف دیکھتے نہیں غار کے منہ پر مکڑی کا جالا تنا ہوا ہے کوئی اندر گھستا تو جالا ٹوٹا ہوا ہوتا۔ ہمارا ہر لمحہ قیمتی ہے۔ ہمیں ابھی بہت جگہ تلاش کرنا ہے جلدی آگے بڑھو۔ شکار کہیں بہت دور نہ نکل جائے"۔

اور وہ آگے بڑھ گئے۔

اسباب وعلل کے حدود کے اندر ہی اندر، دوسروں کی آزادی عمل سے تعرّض کئے بغیر، چھوٹی چھوٹی تدبیروں سے اپنی مشیت کے بڑے بڑے مظاہرے کرنے والا خدا بے شک اپنے رسولؐ کے ساتھ تھا۔ ہم تا قیامت اس پر بحث ہی کرتے رہیں گے کہ ایسا برمحل مکڑی کا جالا کیوں کر وجود میں آیا۔ اور اس بحث سے کچھ حاصل نہ ہوگا۔ جب جالا بننے والی مکڑیاں ہی اس راز سے بےخبر تھیں کہ وہ کس کے حکم کی کیوں تعمیل کر رہی ہیں تو ما وشما کس قطار میں!۔ ان واقعات سے اگر ہم کچھ حاصل کر سکتے ہیں تو صرف اسی قدر کہ مخلوق کی آزادی عمل اور قوانین قدرت کی شکست کے بغیر، خدا تعالےٰ مشیت ایزدی کی بالا دستی کا مظاہرہ کرنا چاہیں تو کس طرح کیا کرتے ہیں۔ خدائے پاک نے پہلے سے ہی تبلا دیا تھا —— واللہ یعصمک مِنَ النَّاس ۔ اللہ تعالیٰ آپ کو انسانی دسترس سے محفوظ رکھے گا

اور اب قدم قدم پر اس کا مظاہرہ کرتا چلا جا رہا تھا۔

مشرکین مکہ کی تمام دن کی تگ ودو کا نتیجہ کچھ نہ نکلا تو مکہ کی گلیوں اور مضافات میں یہ اعلان گونجنے لگا کہ جو شخص ابوالقاسم محمد بن عبداللہ کو گرفتار کر کے لائے گا اسے سو اونٹ کا انعام دیا جائے گا۔ اس لالچ میں عرب کے نامور کھوجی مکہ کے مضافات اور اطراف واکناف میں بیسیوں میل دور دور تک پھیل گئے ۔ لیکن رسولِ خدا یارِ غار کے ساتھ غار ثور میں ہی تین دن

Marfat.com

تک محصور رہے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضؓ نے دو تیز رفتار اونٹنیاں ہجرت کے لئے ہی پال رکھی تھیں۔ ان کی پرورش اور موقع پر سفر کی رہبری کے لئے ایک قابلِ اعتماد بدّو عبداللہ بن اریقظ کی خدمات حاصل کر لی گئی تھیں۔ حضرت ابوبکر نے اپنے غلام عامر بن فہیرہ کو یہ ہدایت بھی کر دی تھی کہ وہ اپنی بکریاں جبل ثور کی طرف چرانے لے جایا کرے اور شام کو گھر واپسی کے وقت غار کے پاس سے ریوڑ لے کر گزرا کرے۔ غار کے دونوں مکین شام کے دھندلکے میں بکریوں کا دودھ پی کر پیٹ بھر لیا کرتے تھے۔

عبداللہ بن ابوبکر نوخیز جوان تھے وہ رات کی تاریکی میں آتے اور قریش کی کاروائیوں سے مطلع کر جاتے۔

تین دن کے بعد جب غار سے نکل کر سفر کا آغاز کرنا مناسب سمجھا گیا تو عبداللہ بن اریقظ رات کی تاریکی میں دونوں اونٹنیاں لے کر پہنچ گیا۔ عبداللہ اور اسماء توشہ دان میں کئی دن کی خوراک لے کر آ گئے۔

وہ توشہ دان کو اونٹ کے کجاوہ کے ساتھ باندھنے کے لئے رسی لانا بھول گئے تھے۔ اسماء بنت ابی بکر نے جھٹ اپنا کمرپٹکا کھولا اسے لمبائی میں پھاڑ کر دو حصہ کیا ایک حصہ توشہ دان باندھنے کے لئے استعمال کیا اور دوسرا کمر میں لپیٹ لیا۔ حضورؐ نے مسکرا کر فرمایا۔

اسماء ذات النطاقین

اسماء دو پٹکے والی ہیں۔

یہ حضرت ابوبکر کی وہی نوخیز صاحبزادی ہیں جنہوں نے تین دن پہلے ابوجہل سے تھپڑ کھایا تھا لیکن باپ کا سراغ نہیں بتایا تھا۔ ان کی نئی نئی شادی زبیر ابن العوام

Marfat.com

سے ہوئی تھی جو حضور اکرمؐ کے پھوپھی زاد بھائی اور حضرت خدیجہ کے بھتیجے تھے ایک اونٹنی پر حضور رسالت مآب اور حضرت ابوبکر صدیق اور دوسری پر حضرت ابوبکر کا غلام عامر بن فہیرہ اور رہبر عبداللہ بن اریقط سوار ہوئے اور یہ متبرک قافلہ ایک درمیانی غیر معروف راستہ سے یثرب کے لئے روانہ ہوگیا۔

عبداللہ اور اسماء گھر لوٹ آئے اور حضرت علی کو حالات سے مطلع کردیا کھوجیوں نے انعام کے لالچ میں تمام معروف راستوں پر جال پھیلا رکھا تھا اور غیر معروف پگڈنڈیوں کے چکر بھی کاٹ رہے تھے۔ دوسرے کھوجیوں کی طرح سراقہ بن جعشم بھی انعام کے لالچ میں آپ کی تلاش میں نکلا ہوا تھا۔ اس نے آپ کو دور سے دیکھ لیا۔ گھوڑا سرپٹ دوڑا کر قریب پہنچا تو گھوڑے نے ٹھوکر کھائی اور وہ گر پڑا۔ توہم پرستی عرب میں عام تھی۔ اور بات بات پر تیروں سے فال نکالی جاتی تھی اس نے جھٹ فال نکالی لیکن جواب "نہیں" نکلا وہ رکا لیکن سو اونٹ کا انعام معمولی انعام نہ تھا اس نے فال کو نظرانداز کر کے پھر گھوڑا دوڑایا۔ اس دوران میں حضور اکرمؐ کچھ آگے نکل چکے تھے لیکن سراقہ کے صبا رفتار گھوڑے نے آلیا۔ قریب پہنچتے ہی گھوڑے نے پھر ٹھوکر کھائی سراقہ پھر گرا اور زیادہ متردد ہو کر اس نے پھر تیروں سے فال نکالی۔ اب بھی جواب مناہی میں تھا۔ لیکن سراقہ نے توہمات کو بھگا کر سو اونٹوں کا انعام حاصل کرنے ہی کو ترجیح دی۔

شکار سامنے نظر آرہا تھا تیسری مرتبہ پھر سراقہ گھوڑے کو سرپٹ دوڑا کر حضورؐ کے قریب جا پہنچا۔ لیکن قریب پہنچتے ہی جیسے جانور ڈر جاتا ہے' اس کا گھوڑا بدکا اور اس کے دونوں سامنے والے پاؤں گھٹنوں تک اس طرح زمین

Marfat.com

میں دھنس گئے گویا وہ نرم ریت تھی۔ سراقہ تیسری مرتبہ زمین پر آن گرا۔ گرتے ہی ہیبت زدہ ہو کر چلانے لگا۔

"لوگو! میں سراقہ بن جعشم ہوں۔ مجھے اتنی مہلت دو کہ میں تم سے بات کر سکوں واللہ میں کوئی دغا نہ کروں گا۔"

رسول پاکؐ نے دور سے ہی دریافت فرمایا وہ کیا چاہتا ہے۔

اس نے تمام واقعہ کہہ سنایا۔ اپنی دہشت کا اقرار کیا اور اس بات کا طالب ہوا کہ اسے امان کی تحریر لکھ دی جائے۔

یہ عجب سماں تھا۔ شکار شکاری سے ڈر کر بھاگ رہا تھا اور اب اُلٹا شکاری شکار سے مرعوب ہو کر امان کا طالب ہو رہا تھا۔ کیا وہ ایک کے مقابل میں چار کو دیکھ کر مرعوب ہو گیا تھا؟ نہیں۔ وہ چاروں تو اس سے بہت دور نکل جانے کی فکر میں تھے۔ اُلٹا اُسی نے انہیں رُکنے پر مجبور کیا تھا۔ اُن کی موجودہ بیکسی کی حالت سے وہ کیا مرعوب ہوتا۔

پھر وہ کس بات پر امان کی تحریر مانگ رہا تھا؟

بصیرت کے ایسے ہی چند لمحات ہوتے ہیں جو تھوڑی دیر کے لئے انسان کے سامنے سے تمام پردے اٹھا دیا کرتے ہیں اور حقیقت بالکل برہنہ ہو کر اپنی ایک جھلک دکھلا جایا کرتی ہے۔ لوگ اسے واہمہ کہیں، لیکن سراقہ نے بے کسی کے عالم میں بھاگتے ہوئے رسول پاکؐ کی ہمہ گیر کامرانی کو اس واضح طور پر دیکھ لیا تھا کہ مستقبل قریب میں، گرفتاری کی اس کوشش کی سزا، اسے بالکل یقینی نظر آ رہی تھی اس لئے وہ ابھی سے وثیقہ عافیت کا طالب ہو رہا تھا۔

حضورؐ نے حضرت ابوبکرؓ سے فرمایا۔

"اُسے جو چاہتا ہے لکھ دو۔"

Marfat.com

حضرت ابوبکر نے ایک ٹھیکری پر کوئلے سے فرمانِ عافیت لکھ دیا اور دور سے ہی وہ ٹھیکری اس کی طرف پھینک دی۔

قافلہ تیزی سے آگے بڑھا اور سراقہ ٹھیکری اٹھاکر اس احتیاط سے سنبھالنے لگا گویا کسی پھانسی پر لٹکے ہوئے مجرم کو آخری لمحہ معافی نامہ مل گیا ہو۔

نصرت، تائیدالٰہی، واہمہ یا افسانہ گوئی فقط زیب داستان کے لئے! اسے اپنے ظرف کے مطابق جو چاہے کہ لیجئے لیکن تاریخ کے انمٹ دستاویزات کو تو نظرانداز نہیں کیا جاسکتا۔

سراقہ کوئی افسانوی کردار نہیں۔ تاریخ کی جیتی جاگتی ہستی ہے جب خلافتِ حضرت عمر کے زمانہ میں مدائن کا ایرانی علاقہ فتح ہوا اور کسریٰ شاہِ ایران کا تاج اور مرصع زیورات حضرت عمر فاروق کی خدمت میں پیش ہوئے تو لاکھوں آدمیوں کی موجودگی میں سراقہ کی تلاش ہوئی۔ کیوں کہ ہزاروں لوگ برسوں پہلے سے حضور اکرمؐ کی اس پیش گوئی سے واقف تھے کہ کسریٰ کے کنگن سراقہ اعرابی کو پہنائے جائیں گے حضرت عمر فاروق نے اپنے ہاتھوں سے سراقہ کو کسریٰ کے کنگن پہنائے۔ اور سینکڑوں صحابہ نے اپنے کانوں سے سُنی ہوئی اس پیش گوئی کی صداقت اپنی آنکھوں سے دیکھی اور بیان کی۔

سراقہ جو سو اونٹ لینے آگے بڑھا تھا۔ ایک ٹھیکری لے کر واپس لوٹا لیکن اس ٹھیکری کو اس نے آٹھ سال تک اپنے سینے سے لگائے رکھا۔

یہ بدو ایمان و الٰہیات سے کوسوں دور تھا۔ اس قدر مرعوب ہونے کے باوجود مسلمان نہیں ہوا۔ جنگل کے اس آزاد وحشی کے لئے یہ میدان نامانوس تھا لیکن اسے اس بات کا یقین تھا کہ جس ہستی پر دست درازی سے وہ تین بار

Marfat.com

ناکام ہوا اس کی پشت پر کوئی ایسی طاقت ضرور ہے کہ وہ یقیناً کامیاب ہوگی اور اس وقت مجھے امان کی بھیک مانگنی پڑے گی۔ اس کی بیا بانی فراست غلط نہ تھی۔ آٹھ سال کے بعد جب حضورؐ مکہ معظمہ میں فاتحانہ شان کے ساتھ داخل ہوئے تو سراقہ یہی ٹھیکری لئے ہوئے حاضر خدمت ہو کر امان کا طالب ہوا۔

ہزاروں کے مجمع میں جب سراقہ نے یہ ٹھیکری حضورؐ کی خدمت میں پیش کی ہوگی تو توحید کے پروانوں کی کیا حالت ہوئی ہوگی۔ اُن کے نور ایمان میں کیسی چمک پیدا ہوئی ہوگی۔ اُن کی شمع محبت میں کس قدر تابانی آئی ہوگی۔ اُن کے سوز و گداز نے بیت اللہ کی بنیادوں تک کو ہلا دیا ہوگا۔ تاریخ کے یہ انمٹ حقایق آج بھی ان دلوں کو گرمانے کے ضامن ہیں جن میں رتی برابر نور ایمان باقی ہے۔

خدا تعالےٰ کے سایۂ عافیت میں حضور اکرمؐ جب یثرب پہنچے تو آپؐ کے دل کی حالت عجیب تھی۔ سارا یثرب آپ کے استقبال کے لئے باہر نکل آیا تھا بچے اور بچیاں دف بجاتے استقبالیہ گاتے گا رہے تھے۔ طایف کا استقبال، جس میں شریر لونڈوں اور غنڈوں نے پتھروں سے آپؐ کی ضیافت کی تھی آپ کی نظروں کے سامنے پھر گیا۔ خدا تعالےٰ کا پاک کلام آپؐ کے سینہ میں جوش مارنے لگا۔

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا	ہم نے آپ کا ذکر خیر بلند کرنے کا انتظام کر رکھا ہے۔ پیارے محمدؐ آسانیاں مشکلات کے پیچھے پیچھے

Marfat.com

ہی آیا چاہتی ہیں، مشکل و آسان کا

(پارہ ۳۰ رکوع ۱۹) چولی دامن کا ساتھ ہے۔

ذکر محمدؐ کے نعرے بلند ہو رہے تھے۔ آسانیاں قدم بوس ہو رہی تھیں۔ محمدؐ کے پروانوں کی خوشیوں کی انتہا نہ تھی۔ لیکن حضور اکرمؐ ——— حضور اکرمؐ بعد دقت اپنی آنکھوں میں عبودیت کے آنسو تھامے دل ہی دل میں اپنے رب کے کرشموں پر نثار ہو رہے تھے۔

خدا تعالےٰ کے وعدہ کی ایک اور قسط پوری ہو رہی تھی۔

حضرت علیؓ تین دن میں سب لوگوں کی امانتیں واپس کر کے اور اہل بیت رسول کی نگرانی قابل اعتماد ہاتھوں میں دے کر تیز رفتاری سے رسول پاکؐ سے آملے مدینہ پہنچکر حضور اکرمؐ نے حضرت زید اور اپنے غلام ابو رافع کو مکہ بھیجا کہ اہل بیت کو مدینہ میں لے آئیں اور حضرت ابو بکرؓ نے اپنے بیٹے عبداللہ کو لکھ بھیجا کہ وہ اپنی والدہ اور بہنوں کے ساتھ پہنچ جائیں۔

حضرت عائشہ بنت ابو بکر ہجرت نبوی سے قبل ہی رسول پاکؐ سے منسوب ہو چکی ہیں مدینہ آنے کے بعد ان کی رخصتی ہو گی۔

حبشہ کے مسلمانوں کو جب معلوم ہوا کہ یثرب مدینۃ النبی بن چکا ہے تو وہ بھی مدینہ پہنچنے لگے۔ حضرت عثمانؓ حضرت رقیہ بنت رسولؐ کو لے کر حضور اکرمؐ کی خدمت اقدس میں آپہنچے۔

حضور اکرمؐ کی تعلیم اور مکہ کے سنگین ماحول نے، جد وجہد اور استقلال میں ڈوبی ہوئی تیرہ سالہ تربیت یافتہ مختصر مگر آہنی عزم والی جماعت پیدا کر دی تھی ایک ایسی جماعت جو ایمان، ایثار اور عزم سے تو پوری طرح مسلح ہو چکی تھی لیکن جسے مشیت الٰہی کو واشگاف کرنے کے لئے کسی قدر سکون اور فراہمی اسباب

Marfat.com

کی ضرورت تھی۔ اسباب کی فراہمی کے لئے خداتعالے نے مدینہ کے انصار کو تیار کر رکھا تھا۔ حضورؐ کی ہجرت جو بظاہر کمزوری اور فرار دکھائی دیتی تھی۔ ایک دورِ جدید کا پیش خیمہ تھی۔ تاریخ کا ایک موڑ اور نت نئی تائیداتِ الٰہی کے واضح تر شواہد کی تمہید، طلوعِ فجر سے پہلے غائب ہونے والی تاریکی کا آخری نشان اور صبحِ صادق کی پہلی کرن۔

Marfat.com

Marfat.com

مَطلع الفجر

• ——— حق آیا اور باطل بھاگ کھڑا ہوا

• ——— باطل نے بھاگنا ہی تھا

Marfat.com

Marfat.com

باب یازدہم

نصرتِ الٰہی

یثرب مکہ سے کئی باتوں میں مختلف تھا۔ یہ نسبتاً سرسبز علاقہ تھا بارش بھی ہو جایا کرتی تھی۔ آب و ہوا نسبتاً مرطوب تھی۔ لوگ زیادہ تر زراعت پیشہ تھے۔ غلہ اور پھل مقامی پیداوار تھے۔ ہجرت سے ایک عرصہ قبل حضور اکرمؐ نے ایک خواب دیکھا تھا کہ دارالہجرت سرسبز و شاداب مقام ہے۔ یثرب کا شہر اسی کے مطابق نکلا۔

یثرب کی بستی کافی قدیم تھی ساکنانِ یثرب یمن کے علاقہ سے آئے تھے اور بنو قحطان کی نسل سے تھے سیلِ ارم کے نام سے مشہور سیلاب کے بعد یمن سے دو بھائی اوس اور خزرج یہاں آکر آباد ہوئے۔ تمام بستی آہستہ آہستہ انہی دو بھائیوں کے خاندانوں سے بھر گئی۔ شام کی طرف سے تجارت کے لئے کچھ یہودی بھی آئے وہ یثرب اور اس کے اطراف و اکناف میں آباد ہو گئے تھے۔ تجارتی کاروبار اور سرمایہ کاری پر کم و بیش یہودیوں کا ہی قبضہ تھا۔ اور بنو خزرج و بنو اوس زیادہ تر

Marfat.com

کاشتکار تھے۔

اوس و خزرج پہلے تو متحد رہے پھر آپس کی خانہ جنگیوں میں مبتلا ہو گئے۔ یہودیوں سے بھی کبھی کبھی چپقلش ہو جاتی تھی۔ یہودی ذی علم بھی تھے اور سرمایہ دار بھی۔ اپنی مذہبی کتب کی پیش گوئیوں کی بنا پر وہ ایک نبی آخر الزماں کے منتظر تھے اوس اور خزرج بت پرست تھے۔ اور خانہ کعبہ کے معتقد۔ لیکن جب یہودی اُن سے یہ کہتے کہ مستقبل قریب میں آنے والا نبی یہودیوں کی مدد کرے گا اور اس کی مدد سے یہودی اقلیت اوس و خزرج پر غلبہ حاصل کرے گی تو اوس و خزرج کے دل میں لاشعوری طور پر یہ خواہش پیدا ہوئی کہ وہ یہودیوں سے پہلے ہی نبی آخر الزماں پر ایمان لا کر اُس کی ہمدردیاں اپنے لئے مختص کر لیں۔

موعود نبی کی آمد کی روایات سے واقفیت' اور یہودیوں سے قبل ان پر ایمان لانے کی آرزو کے پس منظر میں جب خزرج کے چند لوگوں کی رسول پاکؐ سے حج کے موقعہ پر مکہ میں ملاقات ہوئی تو انہوں نے ایمان لانے میں سبقت کی اور یثرب واپس آکر حضور اکرم کی رسالت کی اشاعت کرنے لگے۔ یہ تھی مشیتِ الٰہی کی تدبیر جس میں رسول پاکؐ کی مساعی صرف آٹے میں نمک برابر ہی تھیں۔ جب بنو خزرج اسلام کی طرف مائل ہوئے تو حضرت مصعب بن عمیر کو رسول پاکؐ نے تبلیغ اسلام کے لئے یثرب روانہ کیا ان کی کوششوں سے تمام کا تمام قبیلہ اوس' اور قبیلہ خزرج کا بہت بڑا حصہ مسلمان ہو گیا۔ اور یثرب میں اسلام کی مقبولیت رسول پاک اور مہاجرین کی ہجرت کا باعث بنی۔ اہل یثرب نے مہاجرین کی دل کھول کر مدد کی اور انصار کہلائے۔ رسول پاکؐ نے مہاجرین و انصار میں بھائی چارہ نافذ فرما ہر ایک مہاجر کو ایک نہ ایک انصار کا بھائی قرار دیا۔ اور انصار نے مہاجرین کی آبادکاری میں پوری اعانت کی۔

Marfat.com

مہاجرین تجارت پیشہ تھے۔ انہوں نے آتے ہی مدینہ کی گلیوں میں پھیری دے کر تجارت کا آغاز کر دیا۔ انصار کی ہمدردیوں نے یہودیوں کے گاہک مہاجرین کی طرف منتقل کر دیئے اور تھوڑے ہی عرصہ میں مہاجرین مستحکم طور پر آباد ہو گئے۔

رسول پاکؐ نے آتے ہی جو پہلا کام کیا وہ ایک مسجد کی تعمیر تھی۔ جو مسجد نبوی کے نام سے مشہور اور مرجع خلائق ہے۔ حضورؐ اس کی تعمیر کے لئے مزدوروں کی طرح سب کے ساتھ مل کر پتھر ڈھوتے اور چنائی میں حصہ لیتے رہے۔ صحن مسجد کے ساتھ حضور اکرمؐ نے اہل بیت کے لئے چند کچے حجرے تعمیر فرمالئے۔ یہ دس فٹ چوڑے اور پندرہ فٹ لانبے کچی دیواروں کے کمرے تھے جن پر کھجور کے پتوں کی چھت پڑی تھی۔ اور دروازے پر کمبل کا پردہ پڑا رہتا تھا۔ اندر چٹائی اور مٹی کے چند برتنوں کے علاوہ کوئی خاص سامان نہ تھا۔ راتوں کو چراغ نہ جلتے تھے۔ ایسے ہی ایک حجرہ میں اُم المومنین حضرت سودہؓ اور دوسرے میں اُم المومنین حضرت عائشہؓ تشریف فرما ہوئیں۔ انصار نے مہاجرین اور خصوصاً رسول پاکؐ کے لئے کئی پختہ مکانات پیش کئے تھے۔ رسول پاکؐ نے مہاجرین کو تو آباد کیا لیکن اپنی ذات اور اہل بیت کے لئے اپنے ہاتھوں سے تعمیر کئے ہوئے مسجد نبوی سے متصل حجروں کو ہی ترجیح دی۔ خود اعتمادی اور ذاتی جدوجہد پر بھروسہ نہ صرف حضور اکرمؐ کی تعلیم کے بنیادی ارکان تھے بلکہ آپؐ کا ذاتی عمل اور نمونہ ہمیشہ دوسروں کے لئے دلیل راہ ہوا کرتا تھا۔

مسجد نبوی کے ایک طرف ایک چبوترہ بنا لیا گیا تھا جہاں وہ لوگ مقیم تھے جن کا کوئی گھر دار نہ تھا اور نہ اہل وعیال تھے۔ اور جو مذہبی تعلیم و تعلّم کو ہی زندگی کا مقصد بنانا چاہتے تھے۔ یہاں حضور اکرمؐ کی روح پرور تربیت انہیں ہر وقت میسر تھی۔ یہ اصحاب صفہ کہلاتے تھے۔

Marfat.com

یوں تو یثرب کی آبادی کے تین قابل ذکر عناصر تھے بنو خزرج بنو اوس اور یہودی لیکن یہودی کم تر اقلیت میں تھے۔ بنو اوس کافی تعداد میں تھے اور بنو خزرج کی غالب اکثریت تھی۔ بنو خزرج کے قبیلوں میں عبداللہ بن ابی بن سلول کی شخصیت بہت ممتاز تھی۔ بنی اوس سے رقابت اور یہود سے مخالفت کی بنا پر بنو خزرج نے اپنے استحکام اور باہمی اتفاق واتحاد کے لئے رسول پاک کی آمد سے کچھ ہی قبل یہ طے کر لیا تھا کہ عبداللہ بن ابی کو بنو خزرج کا سردار اور یثرب کا بے تاج بادشاہ بنایا جائے گا۔ یثرب میں بنو خزرج کی اکثریت کے مدنظر عبداللہ بن ابی اپنی حکومت کے سہانے خواب دیکھنے لگا تھا۔ لیکن خدا تعالےٰ کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ اسلام کی اشاعت اور پھر جلد ہی رسول پاک کی آمد نے اہل یثرب کے لئے ایک نیا قائد پیش کر دیا۔ رسول کریم کی ذات اقدس کی موجودگی میں مسلمانوں کا کوئی اور لیڈر رہو۔ اس کا تصور ہی ناممکن تھا۔ حالات کی یہ کروٹ عبداللہ بن ابی کے لئے بے حد ناخوشگوار تھی۔ وہ اگرچہ اسلام قبول کر چکا تھا۔ لیکن مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی قوت کو نفرت کی نگاہ سے دیکھنے لگا تھا۔ کیوں کہ یہ قوت اس کے ارمانوں کے مدفن پر تعمیر ہو رہی تھی۔

مدینہ میں یہودیوں کے تین خاندان آباد تھے۔ بنو قینقاع، بنو قریظہ اور بنو نضیر۔ مدینہ کے باہر ان لوگوں کی بڑی بڑی حویلیاں تھیں اور شہر کے اندر ان کے تجارتی کاروبار بھی تھے اور رہائشی مکان بھی۔ یہودیوں نے رسول پاک کی آمد کو تشویش کی نظر سے دیکھا۔ ان کے نظریات کے مطابق موعود نبی کا بنی اسرائیل سے ہونا ضروری تھا — اگرچہ بائیبل میں صاف لکھا تھا کہ وہ تیرے بھائیوں (یعنی بنو اسرائیل کے بھائیوں بنو اسمٰعیل) میں سے ہو گا — بنی اسرائیل خود کو خدا کی منتخب قوم سمجھتے تھے۔ اپنی قوم سے باہر کوئی اولوالعزم انہیں گوارا نہ تھا خواہ

Marfat.com

اپنے بھائی بندوں میں سے ہی کیوں نہ ہو۔ جب انہیں یہ معلوم ہوا کہ رسول عربیؐ بنی نوع انسان کے کسی قبیلہ کے لئے کسی ترجیحی سلوک کے قائل نہیں اور وہ حضرت عیسٰی ابن مریم کو بھی خدا کا ایسا ہی برگزیدہ نبی بتلاتے ہیں جیسے حضرت موسیٰ کو تو انہیں رسول پاکؐ سے کوئی دلچسپی نہ رہی۔ اور وہ بھی مسلمانوں کے بڑھتے ہوئے اقتدار کو مشکوک نظروں سے دیکھنے لگے۔

مکہ میں کئی بے بس مسلمان رہ گئے تھے جنہیں اُن کے رشتہ داروں نے قید کر رکھا تھا اور انہیں طرح طرح کی اذیتیں دی جاتی تھیں۔ چوری چھپے بچ کر نکل آنیوالوں کا پیچھا کر کے انہیں گرفتار کیا جاتا تھا اور واپس لا کر ایذائیں دی جاتی تھیں حضرت عیاشؓ جو ابوجہل کے ماں جائے بھائی تھے ہجرت نبوی سے قبل حضرت عمرؓ کے ساتھ مدینہ پہنچ گئے تھے لیکن ابوجہل ان کے پیچھے مدینہ پہنچا اور انہیں یہ دھوکہ دے کر واپس لے گیا کہ ماں اس بات پر قسم کھائے دھوپ میں بیٹھی ہے کہ جب تک عیاش واپس نہ آئے گا دھوپ میں بیٹھے بیٹھے مر جائے گی۔ ماں کی دھوپ ہڑتال سے مرعوب ہو کر عیاش واپس گئے لیکن ابوجہل نے مکہ پہنچ کر انہیں قید کر لیا اور ایذائیں دینے لگا۔

حضرت عبداللہ ابوسلمہ جو اپنی بیوی کے ساتھ حبشہ ہجرت کر گئے تھے اور کئی مسلمان مہاجرین حبشہ کی طرح اس غلط افواہ پر واپس مکہ آئے تھے کہ رسول پاکؐ اور قریش مکہ کے درمیان سمجھوتہ ہو گیا ہے اور واپس آنے پر دوبارہ اپنے رشتہ داروں کے ہاتھوں تکلیفیں اٹھاتے تھے، ہجرت نبوی سے کچھ عرصہ پہلے مدینہ کی طرف ہجرت کرنے کی تدبیریں سوچنے لگے اور ایک دن اپنی بیوی اور بچہ کو لے کر فرار ہونے میں کامیاب ہو گئے۔ لیکن کسی نے ام سلمہ کے رشتہ داروں

Marfat.com

بنو مخزوم کو اطلاع کر دی اور بنو مخزوم نے انہیں راستہ میں ہی آدبوچا۔ وہ عبداللہ سے کہنے لگے ۔۔۔ تم جہاں چاہو جاؤ ہماری بلا سے لیکن ہماری بیٹی کو نہیں لے جا سکتے۔ انہوں نے زبردستی روتی بلبلاتی ام سلمہ کو پکڑ لیا اور بچہ سمیت انہیں عبداللہ سے چھین لے گئے۔ عبداللہ کو بیوی بچہ سے محروم ہو کر اکیلے ہی مدینہ جانا پڑا۔ کیوں کہ وہ اپنے رشتہ داروں کے سلوک سے بیزار ہو چکے تھے۔

جب ابوسلمہ کے رشتہ دار بنو عبدالاسد کو پتہ چلا کہ ابوسلمہ مدینہ بھاگ جانے میں کامیاب ہو گئے اور ان کی بیوی اور بچہ کو بنو مخزوم نے روک لیا ہے تو وہ بچہ حاصل کرنے کے لئے بنو مخزوم کے ہاں پہنچے اور کہا کہ بچہ ہمارے خاندان کا ہے تم لوگ اُسے اپنے پاس نہیں رکھ سکتے۔ وہ معصوم بچے کو ماں سے چھڑا کر اپنے ہاں لے گئے۔

محبوب خاوند اور جان سے عزیز بچہ سے بچھڑ کر حضرت ام سلمہ کا برا حال تھا۔ وہ دیوانوں کی طرح علی الصبح گھر سے نکلتیں اور اس وادی میں جا بیٹھتیں جہاں انہیں خاوند سے جدا کیا گیا تھا اور رات تک بیٹھی روتی رہتیں۔ سال بھر اُن کا یہی حال اور یہی معمول رہا۔

یہی حالت کئی اور لوگوں کی تھی جنہیں قریشی رشتہ داروں نے مکہ میں ہی روک رکھا تھا لیکن گنتی کے چند بچھڑے ہوئے مسلمانوں کو اپنے غصہ کا نشانہ بنانے سے قریش کی وہ آگ بجھ نہیں سکتی تھی جو ان کے سینوں میں رسول پاکؐ کے مشن کی ترقی دیکھ کر بھڑک اٹھتی تھی۔

انصار مدینہ کی وجہ سے رسول پاکؐ کے حوصلے بلند تھے۔ تیرہ سال کی پُر مصائب زندگی سے نجات پا کر مسلمانوں کو منظم کرنے اور ایک متمدن سوسائٹی

Marfat.com

کی بنا ڈالنے کا آپ کو پہلی مرتبہ موقعہ ملا تھا اور اس کے لئے پر امن ماحول کی شدید ضرورت تھی۔ چنانچہ حضور اکرمؐ نے اہل یثرب کے مختلف عقاید رکھنے والے قبیلوں کے تمام عناصر کو پر امن رکھنے کے لئے ایک معاہدہ کی بنا ڈالی جس کی اہم شرائط یہ تھیں کہ بیرونی حملوں سے مدینہ کی متحدہ حفاظت کی جائیگی ہر ایک کی مذہبی آزادی برقرار رہے گی۔ اور قبائیلی رسوم اور معاہدوں کا احترام کیا جائے گا۔ مسلمانوں کے خلاف قریش مکہ سے تعاون نہ کیا جائے گا اور باہمی اتحاد و تعاون کی بھرپور کوشش کی جائیگی۔

یہ معاہدہ رسول پاکؐ کے پر امن ارادوں اور نیک آرزوؤں کی عکاسی کرتا ہے لیکن قریش مکہ، عبداللہ بن ابیّ کے گروہ اور یثرب کے یہودیوں کو ساتھ ملا کر کچھ اور ہی پروگرام بنانا چاہتے تھے۔ ہجرت نبوی کے فوراً بعد اہل قریش نے عبداللہ بن ابی کو ایک خط لکھا کہ تم لوگوں نے ہمارے آدمی کو اپنے ہاں پناہ دی ہے یا تو تم لوگ خود ہی اسے قتل کر ڈالو یا مدینہ سے نکال دو ورنہ ہم مدینہ پر بھرپور حملہ کریں گے تم سب کو موت کے گھاٹ اتار دیں گے اور تمہاری عورتوں پر قابض و متصرف ہو جائیں گے۔

عبداللہ بن ابی کو قریش مکہ سے شہ ملی تو اس نے درپردہ رسول پاکؐ سے عدم تعاون کی تحریک شروع کر دی لیکن وہ کچھ زیادہ لوگوں کو ہموار نہ کر سکا وہ نہ تو رسول پاکؐ کو قتل ہی کروا سکا اور نہ ہی وہ آپ کو مدینہ سے باہر نکلوا سکا۔ قریش کی فرمایش پوری نہ ہوئی تو انہوں نے مدینہ پر چڑھائی کی تیاریاں شروع کر دیں۔

رسول پاک کی پُر امن آرزوؤں اور نیک ارادوں کے باوجود اہل قریش ایک فیصلہ کن حملہ کی تیاریوں میں مصروف تھے۔ انہی دنوں میں حضرت

Marfat.com

سعد بن معاذ جو قبیلہ اوس کے رئیس اعظم تھے۔ عمرہ کرنے مکّہ گئے۔ اور اپنے دوست امیہ بن خلف کے ہاں ٹھیرے۔ وہ ایک دن امیہ کے ساتھ خانہ کعبہ کا طواف کر رہے تھے کہ ابو جہل آنکلا اور سعد بن معاذ سے کہنے لگا۔

"تم لوگوں نے اپنا آبائی دین چھوڑنے والے محمدؐ اور ان کے ساتھیوں کو کیوں پناہ دے رکھی ہے۔ واللہ اگر تم امیہ کی پناہ میں نہ ہوتے تو اس جرم کی پاداش میں یہاں سے بچ کر واپس نہ جا سکتے۔"

حضرت سعد بن معاذ اپنے قبیلہ کے سردار تھے عزّ و جاہ میں ابو جہل سے کسی طرح کم نہ تھے اُن کی آواز قوم کی آواز تھی۔ کہنے لگے۔

"اگر تم لوگوں نے ہمیں حج اور عمرہ سے روکا تو ہم تمہارا شام کی تجارت کا راستہ روک دیں گے جو مدینہ کی طرف سے ہے۔"

مشیّت ایزدی اس طرح حق و باطل کی مسلح آویزش کے سامان فراہم کرنے لگی تھی۔

اگرچہ قریش کی اشتعال انگیزیاں وقتاً فوقتاً ظاہر ہو رہی تھیں پھر بھی رسول پاکؐ نے مدینہ منورہ میں آنے کے ایک سال بعد تک نہ کوئی مدافعتی تدبیر اختیار کی اور نہ ہی کسی مخبر ٹولی کو معلومات حاصل کرنے کے لئے کہیں روانہ کیا مسلح آویزش آپ کی فطرت کے خلاف تھی۔ ہنگامہ آرائی آپ کے تبلیغی کاموں کے لئے مضر تھی آپ پر امن ماحول چاہتے تھے اور الجھنے کے ہر موقعہ سے پرہیز فرمایا کرتے تھے لیکن بدلتے ہوئے حالات نے آپ کو مدافعتی انتظامات پر مجبور کرنا شروع کر دیا۔ اہل قریش کی جنگی تیاریوں کی خبروں کو آپ نظر انداز فرماتے رہے۔ پھر اہل قریش نے مسلمانوں کو مرعوب کرنے کے لئے چھاپہ مار کاروائیاں

Marfat.com

شروع کیں جہاں کہیں اکا دکا مسلمان نظر آتا۔ اسے گرفتار کر لیتے یا قتل کر دیا کرتے حضور اکرمؐ نے اس پر بھی صرفِ نظر کی اور بلند تر مفاد کے مدنظر سکوت اختیار فرمایا۔ لیکن جب بڑھتے بڑھتے نوبت یہاں تک آپہنچی کہ کرز فہری کی سرکردگی میں ایک جمعیت مدینہ کی چراگاہوں تک بڑھ آئی اور دن دھاڑے مسلمانوں کے جانور پکڑ لے گئی تو رسول پاکؐ کو خود حفاظتی تدابیر ناگزیر نظر آنے لگیں۔

آپؐ نے حالات کا جائزہ لیا ہوشیار اور باخبر رہنے کے لئے مہاجرین صحابہ کی چھوٹی چھوٹی ٹولیاں بنائیں اور انہیں ادھر اُدھر بھیجنا شروع کیا تاکہ مدینہ کے اطراف واکناف قبائل سے حلیفانہ تعلقات بھی قائم کریں اور اہل قریش کی نقل و حرکت پر نظر رکھ کر اطلاعیں بھی فراہم کریں۔

آپؐ کی صلح پسندی اس بات سے عیاں ہے کہ مدینہ منورہ میں آنے کے ایک سال بعد تک نہ تو آپؐ نے کسی مدافعتی تیاری کا انتظام کیا اور نہ ہی حالات کی مخبری کی کوشش فرمائی اور آپؐ کی بیدار مغزی اس سے ظاہر ہے کہ جوں ہی یہ اقدامات ناگزیر ہو گئے آپؐ نے مستعدی کے ساتھ انہیں اختیار فرمایا یہ ۲ھ کا آغاز تھا۔ حضرت اسعد بن زرارہ جو بنی خزرج کے قبیلہ بنو نجّار کے نقیب تھے اسی سال فوت ہوئے۔ اور مکہ میں دو اشد مخالفین اسلام ولید بن مغیرہ مخزومی اور عاص بن وائل سہمی کا اسی سال انتقال ہوا۔

قریش کے عزائم سے باخبر رہنے کے لئے رسول پاکؐ نے حضرت عبداللہ بن جحش کی سرکردگی میں بارہ آدمیوں کی ایک ٹولی مکہ کی طرف روانہ کی تاکہ وہ حالات کا تفصیلی جائزہ لے کر حضور اکرمؐ کو باخبر کریں۔ انہیں ہر قسم کے لڑائی جھگڑے سے علیحدہ رہنے کی تلقین تھی۔ لیکن جب قریش کے ایک تجارتی قافلہ سے اُن کا سامنا ہوا تو فریقین آپس میں اُلجھ گئے۔ اور اس آویزش میں قریش کا ایک شخص عمرو بن

Marfat.com

الحضرمی مارا گیا۔ ابوجہل کو موقعہ ہاتھ آیا۔ قریش نے اس واقعہ کو بہانہ بنا کر اعلان جنگ کر دیا اور یہ خبر عام ہو گئی کہ اہلِ مکہ عنقریب ایک بہت بڑی فوج لے کر مدینہ پر حملہ آور ہوں گے۔ اسلحہ اور جنگی مصارف کی فراہمی کے لئے اہلِ مکہ نے ابوسفیان کی کمان میں ایک بڑا تجارتی قافلہ شام کی طرف روانہ کیا جس میں ہر شخص نے حسب استطاعت حصہ لیا۔ اور یہ طے پایا کہ اس مہم کا تمام منافعہ مصارفِ جنگ کے لئے وقف ہوگا۔

حالات بگڑتے چلے جا رہے تھے کشیدگی بڑھتی چلی جا رہی تھی حملہ کی خبریں روزانہ پہنچ رہی تھیں۔ مدینہ میں اصحاب رسولؐ راتوں کو جاگ جاگ کر پہرہ دینے لگے تھے کہ کہیں بے خبری میں حملہ نہ ہو جائے۔ پرامن گفت وشنید کا کوئی ذریعہ نہ تھا۔ افواہیں فضا کو مکدر کر رہی تھیں۔ پہلے یہ خبر آئی کہ قریشی قافلہ سالار ابوسفیان نے مکہ والوں کو لکھ بھیجا ہے کہ اس کے قافلہ کی حفاظت کے لئے ایک بڑی فوج مدینہ روانہ کی جائے پھر یہ اطلاع آئی کہ اہلِ مکہ ایک ہزار مسلح فوج لے کر مدینہ کی طرف بڑھتے چلے آرہے ہیں۔

اس طرح جنگ مسلمانوں پر مسلط کی جا رہی تھی اور ان کی اپنی مرضی کا اس میں مطلق کوئی دخل نہ تھا عملی اقدامات کی تمام ذمہ داری یا تو اہلِ قریش پر تھی یا مشیت ایزدی پر جو بہت دور کی سوچتی اور بہت ترکیب سے عمل آراء ہوا کرتی ہے۔

اہل قریش کی جارحیت یوں تو چودہ سال سے جاری تھی۔ حملہ کا الٹیمیٹم قریش نے عبداللہ بن ابی کے خط میں دے دیا تھا۔ عمرو بن الحضرمی کی موت نے

Marfat.com

جلتی پر تیل کا کام کیا اور اب مسلمانوں کو من حیث القوم جنگ کا نشانہ بنانے کے لئے قریش کی ایک ہزار مسلح فوج سرداران قریش کی سرکردگی میں مکہ سے کوچ کر چکی تھی اور مدینہ کی طرف مسلسل بڑھتی چلی آرہی تھی۔ مسلمانوں کے لئے یہ سوچنے کا موقع ہی نہ رہا تھا کہ جنگ کو ٹالا کیسے جائے۔ جنگ تو سر پر آہی چکی تھی ایک طرف سے مسلح فوج آرہی تھی اور دوسری طرف سے اس فوج کی رسد کا قافلہ دونوں کے اجتماع کے بعد مدینہ پر بھرپور حملہ یقینی تھا اور یہ حملہ سخت تباہ کن ہو سکتا تھا اس لئے مسلمانوں کے سوچنے کے لئے اگر کوئی موضوع باقی رہ گیا تھا تو یہی کہ فوج سے تصادم کے قبل دشمن کے سامان حرب و رسد پر قبضہ کرنے کے لئے مدینہ سے باہر نکل کر جرأت مندانہ قدم اٹھانا مناسب ہوگا یا مدینہ میں ہی محصور ہو کر دشمن کے حملہ کا انتظار کرنا۔

حالت جنگ میں دشمن کا کانوائے کون نہیں لوٹتا۔ سامان رسد پر قبضہ کر کے دشمن کی کمر توڑنا ایک موثر جنگی حربہ ہے جس کی اہمیت ہمیشہ مسلم رہی ہے۔ اس پر آج بھی عمل ہو رہا ہے اور آیندہ بھی ہوتا رہے گا۔ مسلمانوں کی اس سوچ میں نہ کوئی جدت تھی نہ قباحت۔ یہ ایک جنگی حکمت عملی تھی جسے نظر انداز نہیں کیا جا سکتا تھا۔

رسول پاک نے مہاجرین و انصار کو بلا کر مشورہ کیا۔ دشمن کی ایک ہزار مسلح فوج کئی دن سے مدینہ کی طرف بڑھتی چلی آرہی تھی۔ وہ ایک سو میل سے زیادہ مدینہ کی طرف بڑھ چکی تھی۔ فوری فیصلہ کی ضرورت تھی۔ ابوسفیان کے قافلہ نے بدر کی وادی میں سے ہو کر گزرنا تھا موجودہ معلومات کے مد نظر جن کی بعد کے حالات نے تصدیق کر دی اس وقت مقام بدر سے ابوسفیان کا قافلہ اتنا ہی بجانب شمال دور تھا جتنا بدر سے مدینہ بجانب

Marfat.com

مشرق اور بدر سے قریش کی فوج بجانب جنوب یعنی کوئی اسی میل ــــ
تیزی سے مقام بدر تک بڑھ کر قریش کی فوج سے قبل ابوسفیان کے قافلہ
پر قبضہ کیا جائے اور اس سے فائدہ اٹھا کر قریش کی فوج کا سامنا کیا جائے
یا مدینہ میں ہی بیٹھ کر دفاعی جنگ کی تیاری کی جائے۔ اس نازک مسئلہ کا
فیصلہ بہت ہی مشکل تھا۔ مہاجرین و انصار نے مختلف رائیں دیں۔ تمام
مسلمان سربکف ہونے کے لئے تیار تھے لیکن دونوں میں سے کونسی صورت
اختیار کی جائے اس کا فیصلہ انہوں نے رسول پاکؐ پر ہی چھوڑ دیا۔

اور رسول پاکؐ خدا تعالےٰ کے حکم کا انتظار فرمانے لگے۔

مسلمان بڑی بھاگ دوڑ کے بعد تین سو تیرہ افراد کی جمعیت فراہم کر سکے
تھے جن میں تراسی (۸۳) مہاجر تھے اور دو سو تیس (۲۳۰) انصار، بنی اوس
میں سے ساٹھ (۶۰) اور بنی خزرج میں سے ایک سو ستر (۱۷۰)۔ ان لوگوں
کے پاس اسلحہ بھی نامکمل تھا اور سواری کا معقول انتظام بھی نہ تھا۔ صرف
ساٹھ اونٹ تھے اور دو گھوڑے۔ اُن کے مقابلہ میں ایک ہزار پوری طرح
مسلح سوار تھے جن کے پاس سات سو اونٹ تھے اور تین سو گھوڑے ــ
ظاہری اسباب کے مدنظر اگر یہ کہا جاتا کہ کسی جنگ کے بغیر ہی پیادہ پا مسلمان
کفار کے اونٹوں اور گھوڑوں کے پاؤں تلے روندے جائیں گے تو مبالغہ
نہ ہوتا۔ اور اگر کسی دانشور سے رائے لی جاتی تو وہ یہی کہتا کہ عقل کا تقاضا یہ
ہے کہ مدینہ میں محصور رہ کر ہی مدافعت کی جائے چھوٹی سی جمعیت کا
گھروں سے اسی میل دور جا کر ایک بھاری فوج سے متصادم ہونا کسی اچھے
نتیجہ کا ضامن نہیں ــ کئی مسلمانوں نے اس خیال کا اظہار بھی کیا اور خود رسولِ
پاکؐ بھی متردد تھے اور فرمانِ الٰہی کے منتظر۔

Marfat.com

آپؐ نے رہبری اور نصرت کے لئے دعا فرمائی تو خدا تعالےٰ نے وعدہ فرمایا — دو جمیعتوں میں سے ایک مسلمانوں کے ہاتھ لگے گی۔ اور مسلمانوں کو اس پر غلبہ حاصل ہوگا۔ آپ نے متبعین کو یہ خوشخبری سنائی۔ تائید الٰہی کے وعدے اُن کی ہمت افزائی کرنے لگے اور مسلمان مدینہ سے باہر نکل کھڑے ہوئے۔ نکلتے وقت اکثر دلوں میں یہی آرزو تھی کہ ابوسفیان کا قافلہ ہاتھ آئے تا فوجی تنظیم اور مرفع الحالی کا باعث بن سکے۔ اور یہی آرزو کوچ میں فیصلہ کن ثابت ہوئی تھی۔ لیکن کوئی نہیں کہہ سکتا تھا کہ کیا درپیش آنے والا ہے۔

تردّد کی حالت، حالات کی نزاکت اور مٹھی بھر مسلمانوں کے دلوں کی کیفیت کا جو نقشہ خود خدا تعالےٰ نے بیان فرمایا، اس سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ خدا تعالےٰ نے خود دھکیل کر مسلمانوں کو مدینہ سے باہر نکالا اور میدان جنگ کی طرف بڑھا لے گیا تا "حوادث و اتفاقات" کے پردوں میں جلوہ آرا ہو کر اپنی مشیت کا مظاہرہ فرمائے اور ظاہر بینوں کو یہ دکھلا دے کہ خدا تعالےٰ کے حکم سے باطل پر حق کیسے غالب آیا کرتا ہے۔ فرمایا

كَمَآ اَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْۢ بَيْتِكَ بِالْحَقِّ وَاِنَّ فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ لَكٰرِهُوْنَ يُجَادِلُوْنَكَ فِى الْحَقِّ بَعْدَ مَا تَبَيَّنَ كَاَنَّمَا يُسَاقُوْنَ اِلَى الْمَوْتِ

اے محمدؐ دیکھو تو کس طرح آپ کا رب آپ کو اپنے گھروں سے نکال کر ایک مصلحت حقیقی کی بنا پر مقام بدر تک لے آیا باوجودیکہ مسلمانوں کا ایک گروہ ناخوش تھا۔ مصلحت خداوندی واضح ہو جانے کے بعد

Marfat.com

وَهُمْ يَنْظُرُوْنَ وَاِذْ يَعِدُكُمُ اللّٰهُ اِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ اَنَّهَا لَكُمْ وَتَوَدُّوْنَ اَنَّ غَيْرَ ذَاتِ الشَّوْكَةِ تَكُوْنُ لَكُمْ وَيُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّحِقَّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ وَيَقْطَعَ دَابِرَ الْكٰفِرِيْنَ۔ لِيُحِقَّ الْحَقَّ وَيُبْطِلَ الْبَاطِلَ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ۔

(پارہ ۹ رکوع ۱۵)

بھی وہ آپ سے یوں تکرار کر رہے تھے گویا کہ وہ دیدہ و دانستہ موت کے منہ میں ڈالے جا رہے ہوں اور جب اللہ نے یہ خوشخبری دی کہ دونوں گروہوں میں سے ایک آپ لوگوں کے ہاتھ لگے گا تو لوگ یہ چاہ رہے تھے کہ غیر مسلح گروہ ہاتھ لگے اور خدا یہ ارادہ کر رہا تھا کہ اپنے حکم سے حق کا غلبہ ظاہر کر دے اور کفار کی جڑیں کاٹ کر رکھ دے تا کہ حق کا غلبہ اور جھوٹ کی سرکوبی واضح ہو جائے۔ اگرچہ مجرم لوگوں کو یہ کتنا ہی ناگوار کیوں نہ ہو۔

گویا مصلحتِ ظاہر کے خلاف، خدا تعالےٰ نے خود مسلمانوں کو میدان جنگ میں لا ڈالا۔ کوچ پر مستعدی کا باعث یہ وعدہ ہوا کہ ایک گروہ مسلمانوں کے ہاتھ لگے گا۔ مسلمان یہ سمجھے ہاتھ لگنے والا گروہ ابوسفیان کا قافلہ ہی ہوگا۔ وہ کمر ہمت باندھ کر نکل کھڑے ہوئے۔ لیکن خدا تعالےٰ کا مقصد کہیں بلند تھا۔ وہ حق و باطل کا ٹکراؤ چاہتا تھا تا کہ کش مکش کے پردہ میں تائید غیبی کے مظاہروں سے اسلام کے غلبہ کے اسباب پیدا کرے۔ ظاہر بینوں کے لئے یہ بیان ناقابلِ فہم رہے گا۔ لیکن خدائی تدبیروں اور انسانی منصوبوں میں

Marfat.com

امتیاز کو سمجھنے والے لوگ جانتے ہیں کہ مشیت ایزدی اسباب کے پردوں میں اسی طرح کارفرما ہوا کرتی ہے قوانین قدرت اپنی جگہ مصروف کار ہی رہتے ہیں۔ اسباب و علل کے کل پرزے اپنے کاموں میں لگے رہتے ہیں اور مشیت اپنی بالادستی کا مظاہرہ کر جاتی ہے۔ تقدیر اور تدبیر کے درمیان یہی وہ نقطۂ اتصال ہے جس کے گرد مرد مومن کا ایمان مصروف طواف رہتا ہے۔ یہی وہ نکتہ ہے جس میں سرِ ایمان تمام تر مستور ہے۔ ایمان کو اسی سے غذا ملتی ہے اور یہی مومن کا سرمایۂ حیات ہے۔

رسول پاکؐ نے مدینہ طیبہ میں اپنی غیر حاضری میں، نماز پڑھانے کے لئے نابینا حضرت عبداللہ بن ام مکتوم کو امام مقرر فرمایا اور خدا کے نام لیواؤں کی جمعیت اپنی تمام بشری کمزوریوں اور اسباب ظاہر کی کوتاہیوں کے باوجود تعمیل حکم میں سربکف ہو کر نکل کھڑی ہوئی۔ ابوسفیان کا قافلہ اور جمعیت قریش کی فوج دونوں ہی ان کے پیش نظر تھے۔ وہ اسی میل کی مسافت طے کر کے بدر کی وادی میں جا گھسے۔

مقام بدر پہاڑوں کے درمیان ساڑھے پانچ میل لمبی اور چار میل چوڑی وادی ہے جس میں آنے جانے کے تین راستے ہیں۔ بجانب شرق، مدینہ کی طرف سے داخل ہونے والا درّہ وادی کے وسط میں کھلتا ہے۔ شمالی درّہ شام سے آنے والوں کے لئے شمال میں اور جنوبی درّہ مکّہ سے آنے والوں کے لئے جنوب میں کھلتا ہے۔ جنوبی داخلہ کے بعد، ایک چھوٹی پہاڑی اور نخلستان، فوج کو چھپا کر بٹھانے کے لئے بہت موزوں مقام ہے اور اسی مقام پر قریش کی فوج آکر ٹھیری تھی۔ ابوسفیان کا قافلہ شمالی درہ کے باہر آکر

Marfat.com

رُکا تھا اور وادی میں داخل ہونے سے پہلے یہ اطمینان کر لینا چاہتا تھا کہ وادی میں مسلمانوں کی جمیعت نہیں ہے اُدھر مسلمان وادی میں داخل ہوتے ہی شمالی درّہ کی طرف بڑھ گئے تھے تا کہ ابوسفیان کے قافلہ کو اندر گھستے ہی دلوچ لیں۔ وہ رسول پاکؐ کے حکم سے درّہ کے مُنہ سے کسی قدر ہٹ کر پہاڑیوں کے اوٹ میں قیام کرنے لگے تھے کہ ایک صحابی نے عرض کیا۔

"یارسول اللہؐ! اگر اس مقام پر قیام خدا تعالےٰ کے خاص حکم سے ہے تو بجا۔ اور اگر آپؐ کی ذاتی رائے سے اس کا انتخاب ہوا ہے تو میں کچھ عرض کروں۔"

حضورؐ نے فرمایا

"یہ محض میری رائے ہے۔"

صحابی نے کہا

"پھر یہ مقام مناسب نہیں۔ وادی میں قریش کے داخلہ کی اطلاع ہمیں مل چکی ہے ہمیں چاہیئے کہ اُن سے قبل وسطِ وادی میں نخلستان کے قریب پانی کے چشموں پر قبضہ کر لیں تا کہ مقام کی بلندی اور پانی کی دستیابی کے لحاظ سے ہم اُن سے بہتر رہیں۔

حضورؐ نے پسند فرمایا اور اسلامی فوج نئے مقام پر پہنچ گئی۔

جب مسلمان شمالی درّہ سے اُٹھ چکے اور رات کی سیاہی پھیل گئی تو شب کی تاریکی میں ابوسفیان خموشی سے مسلمانوں کی آمد کے حالات معلوم کرنے کے لئے شمالی درّہ سے وادی بدر میں داخل ہوا۔ اندر گھستے ہی اُسے ایک مقام پر کسی جمیعت کی نشت کے آثار نظر آئے۔ اونٹوں کی مینگنیاں اِدھر اُدھر بکثرت بکھری پڑی تھیں۔ عربی قیافہ شناسی مشہور ہے۔ ابوسفیان کچھ

Marfat.com

مینگنیاں اُٹھا کر سونگھتا رہا۔ پھر انہیں توڑ کر اندر سے دیکھا اور خوب سونگھا
اُن میں سے کھجور کی گٹھلیاں نکلیں انہیں دیکھ کر کہنے لگا۔

"خدا کی امان! یہ تو یثرب کی کھجوروں پر پلے ہوئے اُونٹوں کی مینگنیاں ہیں
میں ابوالقاسم کے پیرؤں میں کہاں پھنس گیا"

یہ کہتے ہوئے وہ خاموشی سے واپس لوٹ گیا۔ اپنے قافلہ کو میلوں پیچھے
لے جا کر وادی کے پہاڑوں کو باہر ہی باہر سے قطع کرتے ہوئے بحیرہ قلزم کے
راستے وادی بدر سے صاف بچ کر نکل گیا۔ کافی دور، محفوظ مقام پر پہنچ کر اُس
نے ابوجہل اور عتبہ سپہ سالاران قریش کو اطلاع بھیجی کہ وہ اپنا قافلہ بچا کر
نکل گیا ہے اُس کی طرف سے بے فکر رہیں۔

خدا تعالےٰ کی موعودہ دو جمعیتوں میں سے وہ کون سی جمعیت تھی
جس سے مسلمانوں کا مقابلہ ہونا تھا؛ اب بالکل واضح ہو چکا تھا۔ اہل سلام
کے نیم مسلح تین سو تیرہ صحابہ کو ابوجہل اور عتبہ کی ایک ہزار زرہ بکتر سے
مسلح فوج کا سامنا تھا جس کے حوصلے بلند تھے، جس کے ذرائع وسیع تھے
اور جس کے عزائم مخفی نہ تھے۔

یہ ایک برہنہ حقیقت ہے کہ بدر کا واقعہ ایک کھلا معجزہ ہے خدا
تعالےٰ کی طرف سے بطور خاص تیار کردہ پلان، جو عجیب و غریب طریقوں
سے ظہور پذیر ہوا۔ اس کے اعجازی پہلوؤں کی طرف قرآن کریم نے تکرار
کے ساتھ توجہ دلائی ہے۔ ایک جگہ فرمایا

اِذْ اَنْتُمْ بِالْعُدْوَةِ الدُّنْيَا وَهُمْ بِالْعُدْوَةِ	یاد کرو جب تمہارا اسلامی گروہ شمالی درہ کے پاس تھا اور کفار

Marfat.com

الْقُصْوٰى وَالرَّكْبُ
اَسْفَلَ مِنْكُمْ وَلَوْ
تَوَاعَدْتُّمْ لَاخْتَلَفْتُمْ
فِي الْمِيْعٰدِ وَلٰكِنْ لِّيَقْضِيَ
اللّٰهُ اَمْرًا كَانَ مَفْعُوْلًا
لِّيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ
عَنْۢ بَيِّنَةٍ وَّيَحْيٰى
مَنْ حَيَّ عَنْۢ بَيِّنَةٍ
وَاِنَّ اللّٰهَ لَسَمِيْعٌ عَلِيْمٌ
(پارہ ۱۰ رکوع ۱)

کی فوج جنوبی درہ کے پاس اور ابوسفیان کا قافلہ تم سے قریب ہی شمالی درّہ کے باہر ڈھلوان پر تھا۔ اگر تم اس سہ طرفہ ملاپ کا پروگرام بنا کر بھی انتظام کرتے تو اس کی بروقت پابندی نہ کر سکتے لیکن ہم نے اس لئے تم تینوں کو ایک دوسرے کی تاک میں اکٹھا کیا تاکہ خدا تعالےٰ جو چاہتا ہے کر گزرے تاکہ جس کو مرنا ہو وہ بھی دلیل دیکھ کر مرے اور جس کو زندہ رہنا ہو وہ بھی دلیل دیکھ کر زندہ رہے۔ اور اللہ تعالےٰ بڑا ہی سمیع وعلیم ہے۔

پھر فرمایا

اِذْ يُرِيْكَهُمُ اللّٰهُ فِيْ
مَنَامِكَ قَلِيْلًا وَّلَوْ
اَرٰىكَهُمْ كَثِيْرًا لَّفَشِلْتُمْ
وَلَتَنَازَعْتُمْ فِي الْاَمْرِ
وَلٰكِنَّ اللّٰهَ سَلَّمَ اِنَّهٗ
عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ

یاد کرو جب خدا تعالےٰ آپ کو خواب میں یہ دکھلا رہا تھا کہ وہ بہت تھوڑے ہیں اور اگر زیادہ کر دکھاتا تم لوگ پست ہمت ہو جاتے اور باہمی اختلاف میں پڑ جاتے لیکن خدا تعالیٰ نے تمہیں متحد و مضبوط رکھا وہ تو دلوں

Marfat.com

وَاِذْ يُرِيْكُمُوْهُمْ اِذِ الْتَقَيْتُمْ فِيْ اَعْيُنِكُمْ قَلِيْلًا وَّيُقَلِّلُكُمْ فِيْ اَعْيُنِهِمْ لِيَقْضِيَ اللّٰهُ اَمْرًا كَانَ مَفْعُوْلًا۔ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ (پارہ ۱۰ رکوع ۱)	کے بھیدوں کو بھی جانتا ہے اور وہ وقت بھی یاد کرو جبکہ تم دونوں فوجوں کا سامنا ہوا تو تمہاری نظر میں ہم نے ان کو قلیل کر دکھایا (تاکہ تمہاری ہمت بڑھے) اور ان کی نظر میں تم کو بھی قلیل کر دکھایا (تاکہ وہ اپنی کثرت کے غرور میں لاپروا ہو جائیں) یہ اس لئے کیا گیا تاکہ خدا تعالےٰ جس بات کا ارادہ کر چکے ہیں اسے کر گزریں۔ تمام امور کا مرجع خدا کی ذات ہی ہے۔

میدان بدر میں مسلمان خشک، ریتلی زمین والے بلند تر مقام پر تھے اور قریش نشیب میں تھے جہاں زمین بھی چکنی تھی۔ خدا تعالےٰ نے اسی رات بارش برسائی۔ مسلمانوں کی قیام گاہ پانی جذب کر کے مستحکم ہو گئی۔ اور کفار کی قیام گاہ کیچڑ اور پانی سے دلدل بن گئی۔ رسول پاکؐ نے آغاز جنگ سے قبل نصرتِ الٰہی کے لئے دعا فرمائی خدا نے فرمایا۔

وَاِذْ تَسْتَغِيْثُوْنَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ اَنِّيْ مُمِدُّكُمْ بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُرْدِفِيْنَ وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى وَ	اور جب تم لوگ خدا تعالےٰ سے مدد مانگ رہے تھے تو میں نے تمہاری استدعا سنی اور وعدہ کیا کہ میں ایک ہزار پے در پے آنے والے فرشتوں کے ساتھ

Marfat.com

لِتَطْمَئِنَّ بِہٖ قُلُوْبُکُمْ وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰہِ اِنَّ اللّٰہَ عَزِیْزٌ حَکِیْمٌ۔

(پارہ ۹ رکوع ۱۵)

تمہاری مدد کروں گا۔ اور یہ وعدہ تمہارے اطمینان قلب کے لئے خوشخبری تھی ورنہ مدد خدا تعالیٰ کے سوا اور کہیں سے ہو ہی کیسے سکتی ہے اللہ ہی غالب حکمت والا ہے۔

دوسرے دن ۱۷ رمضان المبارک ۲ھ لڑائی شروع ہوئی تو قدرت کے کھیل نظر آنے لگے۔ نہایت قریبی خونی رشتہ دار ایک دوسرے کے خلاف تلواریں اٹھائے کھڑے تھے۔ مشرکین میں عتبہ بن ربیعہ اور ابوجہل سرداران قریش تھے تو اُن کے مقابلہ میں اسلامی فوج میں عتبہ کے فرزند ابوحذیفہ تھے اور ابوجہل کے بھانجے عمر ابن الخطاب تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق کے مقابلہ میں کفار کی فوج میں ان کا فرزند عبدالرحمان تھا۔ حضرت حمزہ بن عبدالمطلب کے مقابلہ میں، عباس بن عبدالمطلب انہی کے بھائی کفار کے لشکر میں تھے اور حضرت علی ابن ابی طالب کے مقابلہ میں انہی کا بھائی عقیل ابن ابی طالب موجود تھا۔ یہ صرف چند مثالیں ہیں ورنہ حق و باطل کی اس جنگ میں اسلامی لشکر میں شاید ہی کوئی ایسا مہاجر مجاہد ہو جس کے خونی رشتہ دار لشکرِ کفار میں اس کے خلاف صف آرا نہ ہوں۔

سب سے پہلے عمرو بن الحضرمی کا بھائی عامر حضرمی اپنے بھائی کے خون کا دعویٰ کرتا ہوا کفار کی جانب سے آگے بڑھا۔

رسول پاکؐ نے حضرت عمرؓ کے غلام حضرت مہجع کو اس کے مقابلہ میں روانہ کیا۔ حضرمی کے بھائی کا قتل غلطی سے ہوا تھا۔ قدرت کو قصاص

Marfat.com

منظور تھا۔ حضرت مہجع کو شہادت نصیب ہوئی۔

پھر لشکر کفار کا سردار عتبہ بن ربیعہ اپنے بھائی شیبہ بن ربیعہ اور اپنے بیٹے ولید بن عتبہ کو لے کر نکلا۔ رسول پاکؐ نے اُن کے مقابلہ کے لئے تین جلیل القدر انصار حضرت عوف حضرت معاذ اور حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کو روانہ فرمایا لیکن عتبہ نے نہایت رعونت سے کہا۔

"ان لوگوں سے ہمیں سروکار نہیں۔ یہ ہمارے برابر نہیں ہمارے مقابلہ میں ہماری ٹکر کے لوگ بھیجے جائیں۔"

حضور اکرمؐ نے انہیں واپس بلالیا اور حضرت حمزہؓ، حضرت علیؓ اور حضرت عبیدہ میدان میں آئے۔ عتبہ نے اُنہیں دیکھ کر پہچانا اور کہنے لگا۔

"ہاں اب ہمارا جوڑ ہے!"

عتبہ بن ربیعہ کا حضرت حمزہؓ سے اور ولید بن عتبہ کا حضرت علیؓ سے مقابلہ ہوا۔ اور دونوں باپ بیٹا ہلاک ہوئے لیکن عتبہ کے بھائی شیبہ نے حضرت عبیدہ کو زخمی کر دیا۔ شیرِ خدا حضرت علی نے بڑھ کر شیبہ کو قتل کر دیا اور حضرت عبیدہؓ کو اپنے کندھوں پر اٹھا کر رسول پاکؐ کی خدمت میں لے آئے۔

پھر گھمسان کی لڑائی شروع ہو گئی۔ مسلمان بے جگری سے لڑے کفار کے کشتوں کے پشتے لگ گئے۔ ابوجہل کو دو انصاری لڑکوں معوذ اور معاذ نے قتل کیا۔ اُمیّہ بن خلف اور اس کا بیٹا علی بن اُمیہ، ابو البختری، عقبہ بن ابی معیط حنظلہ بن ابی سفیان، عامر الحضرمی، زمعہ بن الاسود، حارث بن زمعہ، طعیمہ بن عدی بن نوفل، نوفل بن خویلد

Marfat.com

بن اسد، النضر بن حارث، منبہ بن الحجاج اور عاص بن منبہ، نبیہ بن الحجاج اور بیسیوں اور اشد کفاریوں قتل ہوئے گویا انہیں، خدا تعالےٰ نے اُن کی جڑ کاٹنے کے لئے، میدان بدر میں کھینچ بلایا ہو۔

جنگ بدر میں مقتولین قریش کی تعداد ستر تھی۔ جن میں اُن چودہ اشد مخالفین اسلام میں سے جنہوں نے حضورؐ کو ہجرت کی رات قتل کرنے کا منصوبہ بنایا تھا گیارہ قتل ہوئے۔ اور بقیہ تین، ابو سفیان بن حرب، حکیم بن حزام اور جبیر بن مطعم جو جنگ بدر میں عدم شرکت کی وجہ سے بچ گئے تھے بالآخر مسلمان ہو گئے۔

مقتولین کے علاوہ قریش کے ستر آدمی قید ہوئے جن میں عباس بن عبد المطلب عقیل بن ابی طالب اور ابو العاص بن ربیع (شوہر حضرت زینب بنت رسولؐ) شامل تھے۔

مسلمانوں میں سے بائیس شہید ہوئے چھ مہاجر اور سولہ انصار کوئی قید نہیں ہوا کیونکہ شکست کھا کر بھاگنے والے مکے کے قریش ہی تھے۔

خدا تعالےٰ نے اپنا وعدہ پورا کر دکھایا۔ قریش کے بڑے بڑے سردار مارے گئے۔ کفار کی جڑ کٹ گئی۔ مکہ کے گھر گھر میں صف ماتم بچھ گئی اور مسلمان جزیرہ نمائے عرب میں اپنی قلت کے باوجود ایک قوت شمار ہونے لگے۔

رسولِ پاکؐ نے مقتولین قریش کی لاشیں ایک گڑھے میں ڈلوا دیں اور ہر ایک کا نام لے کر فرمایا۔

Marfat.com

"اے گڑھے والو۔ اے عتبہ بن ربیعہ، اے شیبہ بن ربیعہ، اے امیّہ بن خلف، اے ابوجہل بن ہشام ـــ تمہارے پروردگار نے جو کچھ تم سے وعدہ کیا تھا کیا تم نے اسے سچا پایا؟ مجھ سے تو میرے پروردگار نے جو کچھ وعدہ فرمایا تھا بلاشبہ میں نے اسے سچا پایا۔"

Marfat.com

باب دوازدہم

قریش کے عزائم

ابولہب اپنے بڑھاپے کی وجہ سے جنگ بدر میں شریک نہ ہو سکا تھا، اہل قریش کے عمایدین میں سے جو بھی جنگ بدر میں خود شریک نہ ہو سکا اس نے اپنے معاوضہ میں کسی اور کو روانہ کر دیا تھا۔ ابولہب نے العاص بن ہشام بن مغیرہ مخزومی کو اپنی جگہ بھیجا تھا العاص بن ہشام ابوجہل کا بھائی اور حضرت عمرؓ کا رشتہ کا ماموں تھا۔ جنگ بدر میں حضرت عمرؓ نے ہی اُسے ہلاک کیا۔

مکّہ میں جنگ کے انجام کا بے چینی سے انتظار کیا جا رہا تھا۔ جب شکست خوردہ لوگ گرفتاری سے بچکر اکّا دکّا آنے اور خبریں سنانے لگے۔ تو کسی نے یقین نہ کیا۔ پہلا شخص جو میدان جنگ سے مکّہ پہنچا اور خانۂ کعبہ میں جا کر لوگوں کو خبریں سُنانے لگا اسے پاگل قرار دیا گیا۔ بیت اللہ کے حطیم میں صفوان بن اُمیّہ بیٹھا سن رہا تھا کہ خبر لانے والا ہر سردار قریش کا نام بے دھڑک

Marfat.com

لیتا ہی کہے چلا جا رہا ہے کہ یہ بھی قتل ہوا وہ بھی قتل ہوا۔ صفوان نے ایک شخص کو آہستہ سے کہا۔

" یہ پاگل معلوم ہوتا ہے اس سے دریافت کرو صفوان بن اُمیہ کا کیا ہوا۔ ؟"

مخبر نے جواب دیا۔

" وہ تو سامنے حطیم میں بیٹھا ہے۔ وہ جنگ میں شریک ہی کب ہوا تھا وہ تو ابو سفیان کے قافلہ کے ساتھ تھا۔"

یہ سُن کر لوگوں کے کان کھڑے ہو گئے۔ خبر دینے والا ہوش میں تھا وُہ پتہ کی خبریں دے رہا تھا۔ جب دوسروں نے بھی آ کر تصدیق کی تو گھر گھر صفِ ماتم بچھ گئی۔ پورا مکہ ماتم کدہ بن گیا۔ لیکن پھر لوگوں کو احساس ہوا کہ اگر اس عوامی ماتم کی خبر رسول پاک کو ملی تو مسلمان خوش ہوں گے اس لئے ماتم کی ممانعت کر دی گئی۔ اسود بن المطلب کے دونوں بیٹے اور ایک پوتا مارے گئے تھے۔ بوڑھا الاسود نابینا تھا۔ قوم کے کہنے پر نوحہ گری سے رُکا ہوا تھا۔ لیکن اس کے سینہ میں غموں کا طوفان اُٹھ رہا تھا۔ ایک دن باہر ایک عورت کے رونے کی آواز آئی۔ تو اسود نے غلام کو دریافت کرنے کے لئے بھیجا کہ کیا نوحہ گری کی اجازت مل گئی ہے ؟ غلام خبر لایا کہ نوحہ گری کی اجازت تو نہیں ملی۔ ایک عورت اس لئے رو رہی ہے کہ اس کا اونٹ گم گیا ہے۔

یہ سنتے ہی الاسود کا پیمانۂ صبر چھلک گیا بے چین ہو کر مرثیہ خواں ہوا۔

" لے عورت تو ایک اونٹ کھو جانے پر روتی ہے اور اپنی نیند

Marfat.com

حرام کر رہی ہے ؟

"تو ایک اونٹ پر کیسا روتی ہے! بدر کے اندوہناک واقعہ پر رو جس روز قوم کا نصیبہ پھوٹ گیا"

"بدر پر رو۔ حصیص کے بہترین فرزندوں پر، بنی مخزوم پر اور ابوالولید کی جماعت پر رو"

"اور اُن سب پر رو، خوب رو، اور رونے سے بیزار نہ ہو کیوں کہ اُن کا کوئی مدِمقابل ہی نہ تھا"

ابولہب اپنے رشتہ داروں کی واپسی کا منتظر تھا اس کے بڑے بھائی حارث بن عبدالمطلب کے دو بیٹے ابوسفیان اور نوفل، دوسرے بھائی ابوطالب کے دو بیٹے طالب اور عقیل اور تیسرا بھائی عباس بن عبدالمطلب بھی بدر کی جنگ میں شریک تھے۔ اور اُن کا کچھ پتا نہ تھا۔ خدا خدا کر کے ابوسفیان بن حارث آپہنچا خستہ حال اور اترا ہوا چہرہ۔ ابولہب نے پوچھا۔

"بابا کچھ بتاؤ تو سہی ان لوگوں کی کیا حالت رہی ؟"

ابوسفیان بن حارث کہنے لگا۔

"کچھ نہ پوچھئے چچا جان۔ واللہ واقعہ تو بجز اس کے اور کچھ نہ تھا کہ ہم لوگ ان کے مقابل ہوئے اور اپنی مشکیں کسوا دیں۔ وہ ہمیں جس طرح چاہتے قتل کرتے اور گرفتار کرتے تھے۔ ہمیں ایسے لوگوں سے سابقہ پڑا جو گورے گورے تھے اور سفید گھوڑوں پر سوار تھے جو آسمان اور زمین کے درمیان تھے واللہ وہ کوئی چیز نہ چھوڑتے تھے۔ اور کوئی چیز اُن کے سامنے ٹک نہ سکتی تھی۔ چچا عباس اور بھائی نوفل اور عقیل قید میں ہیں۔ میں بچ کر بھاگ آیا ہوں سچ تو یہ ہے کہ انہوں نے بنو ہاشم سے بڑی رعایت کی ورنہ وہ بھی قریش

Marfat.com

کے سرداروں کے ساتھ بدر کے گڑھوں میں ہوتے۔ اب آپ تاوان دے کر انہیں چھڑانے کا انتظام کیجئے۔"

ابولہب پہلے ہی خستہ حال اور کمزور تھا۔ ذلت اور دکھ کی خبروں سے اور نڈھال ہو گیا۔ وہ بیمار پڑا اور کچھ چیچک میں مبتلا ہو کر مر گیا۔

اہل مکہ کے مشاہیر سردار قتل کئے جا چکے تھے۔ اور بہت سے قید تھے۔ ابوسفیان بن حرب ہی اب اہل مکہ کا سردار تھا۔ لوگوں کو اپنے قیدی چھڑانے کی فکر تھی۔ ابوسفیان کا ایک بیٹا قتل ہو چکا تھا اور دوسرا قید تھا۔ لوگ ابوسفیان سے کہنے لگے، قیدیوں کو چھڑانے کا کوئی انتظام کرنا چاہیئے۔

ابوسفیان کہنے لگا۔

"ان لوگوں نے میرے بیٹے حنظلہ کو تو قتل ہی کر دیا اب میں عمرو کا فدیہ بھی دوں کیا خوب! میرا خون بھی بہا اور میں ہی جرمانہ بھی دوں۔ یہ نہیں ہو گا۔ عمرو کو انہی کے پاس قید رہنے دو۔ جب تک چاہیں قید رکھیں میں تو مال ضائع نہیں کروں گا۔"

لیکن سب لوگ ابوسفیان کی طرح نہ سخت دل تھے نہ کنجوس اور نہ سیاست دان وہ فدیہ دے کر اپنے اپنے قیدی چھڑا لائے۔ عباس بن عبدالمطلب اور عقیل بن ابی طالب سے بھی پورا پورا تاوان وصول کیا گیا۔ وہ قیدی جو لکھنا پڑھنا جانتے تھے۔ انہیں اس کام کے معاوضہ میں رہا کر دیا گیا کہ وہ دس دس مسلمانوں کو نوشت و خواند سے واقف کرا دیں۔

Marfat.com

مضافات مدینہ کے ایک سن رسیدہ دیہاتی مسلمان، سعد بن نعمان جو جنگل میں اپنی بکریوں کے ریوڑ میں رہا کرتے تھے، عمرہ کے لئے اپنی جوان بیوی کو ساتھ لے کر مکہ گئے۔ انہیں اس کا گمان بھی نہ تھا کہ قریش انہیں گرفتار کریں گے۔ بیت اللہ کے طواف پر کوئی پابندی نہ تھی۔ لیکن ابوسفیان اس تلاش میں تھا کہ کوئی غافل مسلمان ہاتھ آئے تو اپنے بیٹے عمرو کے معاوضہ میں دینے کے لئے اسے گرفتار کر لے۔ ابوسفیان نے میاں بیوی کو گرفتار کر لیا۔ سعد بن نعمان کے قبیلہ کے لوگ رسول پاکؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور استدعا کی کہ عمرو بن ابی سفیان کو ان کے حوالہ کیا جائے۔ حضور اکرمؐ نے منظور فرمایا تو سعد کے قبیلہ نے ابوسفیان کے بیٹے کو ابوسفیان کے حوالہ کر کے سعد کو چھڑوالیا۔ عمرو بن ابی سفیان کی قید دوسروں کی نسبت کسی قدر طویل رہی تو کیا۔ ابوسفیان کی سیاست نے اپنی دولت تو بچالی۔

رسول پاکؐ کے مشرک داماد ابوالعاص بن ربیع قید میں تھے۔ وہ دولت مند تاجر تھے حضرت زینب نے ان کا فدیہ بھیجا تو اس میں ایک ہار بھی تھا جو حضرت خدیجہ طاہرہ نے اپنی صاحبزادی کے جہیز میں دیا تھا۔ یہ ہار حضرت خدیجہ کا اپنا تھا اور آپ اسے اکثر استعمال فرمایا کرتی تھیں۔ حضور اکرمؐ اسے اچھی طرح پہچانتے تھے۔ جب وہ ہار رسول پاکؐ کے سامنے پیش ہوا تو دیکھ سکھ کی جیون ساتھی حضرت خدیجہ کی پاکیزہ شبیہ حضور اکرمؐ کی آنکھوں کے سامنے پھر گئی پرانی یادیں ابھر آئیں ایک ساتھ گزارے ہوئے زندگی کے پچیس سنہری سال آنکھوں

Marfat.com

کے سامنے سے گزرنے لگے حضور اکرمؐ کی آنکھیں پرنم ہوگئیں۔ بیوی کی محبت اور بیٹی کی جدائی سے دل بھر آیا اور حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم بڑی مشکل سے اپنے جذبات کو سنبھال سکے۔ گلوگیر آواز اور ملتجیانہ انداز میں صحابہ سے فرمانے لگے۔

"لوگو! اگر تم چاہو تو ماں کی یہ پیاری یادگار بیٹی کو واپس کر دو"

اللہ اللہ۔ سرورِ دوجہاں، صاحب کون ومکان، مقتدرِ جسم وجانِ متبعین، مختار روح رواں مسلمین، اپنے ہی متبعین سے ایک ہار کی واپسی کی استدعا کر رہے ہیں۔ آپ کی یہ ایک ادا ہی دیدہ ور کے اندرون کو منور کرنے کے لئے کافی ہے۔ آپ کے صدق وصفا اور آپ کے امینِ معصوم ہونے کی روشن دلیل ہے۔ ڈکٹیٹر اور بادشاہ تو بڑی ہستی ہے ایک معمولی افسر بھی ایسے موقعوں پر اپنی صوابدید کو صحیح سمجھتا ہے اور اس میں کسی ماتحت سے مشورہ کرنے کی ضرورت تک محسوس نہیں کرتا۔ چہ جائیکہ ان سے اجازت طلب کرے۔

صحابہ تو حضور اکرمؐ پر جان نثار کرتے تھے ایک ہار کی واپسی کی حقیقت ہی کیا تھی۔ فدیہ وصول کیا گیا۔ ہار واپس کر دیا گیا اور ابوالعاص رہا کئے گئے لیکن چونکہ اب خدا تعالےٰ کے احکام آچکے تھے کہ کوئی مسلم عورت کسی مشرک مرد کے نکاح میں نہیں رہ سکتی اس لئے حضور اکرمؐ نے ابوالعاص پر یہ مزید پابندی لگادی کہ جاتے ہی حضرت زینب کو حضور اکرمؐ کی خدمت میں بھیج دیا جائے گا۔ حضور اکرمؐ کی تمام صاحبزادیاں ابتدا سے ہی مسلمان تھیں۔ لیکن جس طرح اور کئی مسلمان بیویوں کو جن کے ازدواجی تعلقات اپنے مشرک خاوندوں کے ساتھ اچھے تھے اجازت تھی کہ وہ اگر اپنے خاوندوں

Marfat.com

کے ساتھ ہی رہنا چاہیں تو رہیں۔ حضرت زینب بھی ابوالعاص کی زوجیت میں برقرار تھیں لیکن مدینہ میں جب یہ احکامات نازل ہوئے کہ کوئی مشرک مرد کسی مسلمہ عورت کو اور کوئی مسلم مرد کسی مشرک عورت کو زوجیت میں نہیں رکھ سکتا۔ اس وقت حضرت زینب کی علیحدگی بھی ضروری ہو گی۔

ابوالعاص بن ربیع نے اپنا وعدہ پورا کیا حضرت زینب مدینہ پہنچ گئیں اور حضور اکرمؐ کے سایہ میں ہی رہیں۔ چھ سال بعد، فتح مکّہ سے کچھ عرصہ قبل ابوالعاص نے مدینہ میں آکر اسلام قبول کیا۔ تو حضور اکرمؐ نے زوجین میں شادی پھر بحال کر دی۔

غزوہ بدر میں حضرت عثمان ابن عفان شریک نہ ہو سکے تھے کیوں کہ حضرت رقیہ سخت بیمار تھیں اور رسول پاکؐ نے تیمارداری کے لئے حضرت عثمان کو مدینہ میں ہی رہنے کا حکم دیا تھا۔ حضرت رقیہؓ کا اسی بیماری میں انتقال ہو گیا۔ جس روز فتح بدر کی خوشخبری مدینہ منورہ میں پہنچی اسی روز حضرت رقیہؓ کو دفن کیا جا رہا تھا ان کی وفات کے بعد رسول پاکؐ نے اپنی دوسری صاحبزادی ام کلثوم حضرت عثمانؓ سے بیاہ دی۔

حضرت علیؓ اور حضرت فاطمۃ الزہرا کی شادی خانہ آبادی بھی اسی سال بدر کی فتح کے بعد ہوئی۔ اسی سال ماہ رمضان میں روزے بھی فرض کئے گئے اور مسلمانوں کا قبلہ، بیت المقدس کی بجائے خانہ کعبہ بھی اسی سال مقرر ہوا۔

مکہ میں ابوسفیان ایک نئی جنگ کی تیاری کرنے لگا۔ جنگ بدر کے نتائج نے اہلِ مکّہ کے دلوں میں آگ لگا دی تھی۔ ہر شخص اسی سوچ میں تھا کہ مسلمانوں سے بدلہ کس طرح لیا جائے۔ عمیر بن وہب کا بیٹا جنگِ بدر

Marfat.com

ہیں قید ہو گیا تھا۔ عمیر خود عیال دار بھی تھا اور مقروض بھی۔ بیٹے کو چھڑانے کی استطاعت نہ تھی۔ ایک دن عمیرؓ اور صفوان بن امیہ حجر میں بیٹھے مقتولین بدر کا ماتم کر رہے تھے کہ دونوں نے نہایت راز داری میں رسولِ پاکؐ کو قتل کرنے کی سازش کی۔ صفوان نے عمیر کا تمام قرضہ چکا کر اور عمیر کے عیال کی ذمہ داری لے کر اُسے مدینہ روانہ کیا۔ عمیر زہر میں بجھی ہوئی تلوار لے کر نکلا اور سیدھا دربارِ نبوی میں پہنچا۔ حضور اکرمؐ نے دریافت فرمایا۔

"کہو۔ عمیر کیسے آنا ہوا؟"

عمیر نے جواب دیا

"اپنے بیٹے کو چھڑانے آیا ہوں۔"

حضورؐ نے دریافت فرمایا

"پھر یہ تلوار کیوں لٹکا رکھی ہے!"

عمیر کہنے لگا۔

"یہ تلوار کس کام کی۔ بدر میں تلواریں کس کام آئیں۔!"

حضورؐ فرمانے لگے۔

"کیوں نہیں۔ کیا تم نے اور صفوان نے حجر میں بیٹھ کر میرے قتل کی سازش نہیں کی؟"

عمیر یہ سن کر حیران ہو گیا بے ساختہ کہنے لگا۔

"محمدؐ بیشک آپ پیغمبر ہیں۔ بخدا میں نے اور صفوان نے یہ بات نہایت ہی خلوت میں طے کی تھی۔ اور میرے اور صفوان کے سوائے اس معاملہ کی کسی کو خبر نہ تھی اور آپ کو کوئی بتلانے والا نہ تھا میں گواہی دیتا

Marfat.com

ہوں کہ آپ خدا کے سچے رسول ہیں :

عمیر اسی وقت مسلمان ہو کر حضرت عمیر بن گئے۔ اور خلوص و بہادری کی بے مثال نظیر یوں قایم کی کہ نہایت جرأت کے ساتھ مکہ واپس جاکر اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کیا اور عین مرکزِ کفر و عناد میں بیٹھ کر دعوت اسلام کی تبلیغ میں مصروف ہو گئے۔

قریش مکہ جنگی تیاریوں کے ساتھ ساتھ سیاسی ریشہ دوانیوں میں بھی مصروف تھے۔ ابوسفیان نے قسم کھائی تھی کہ جب تک مسلمانوں سے جنگ بدر کا بدلہ نہ لے گا۔ اس وقت تک غسل جنابت نہ کرے گا وہ دو سو سواروں کا ایک دستہ لے کر مدینہ پہنچا اور ساتھیوں کو شہر کے باہر روک کر رات کی تاریکی میں یہودیوں کے سرداروں، حی بن اخطب اسلام بن مشکم اور کعب بن اشرف سے سازشیں کرتا رہا۔ علی الصبح واپس ہوتے ہوئے، مسلمانوں کے کھیتوں کو تباہ کرتے کھلیانوں کو آگ لگاتے اور ایک مسلمان کو قتل کرتے ہوئے صاف نکل گیا۔ ابوسفیان کی اشتعال انگیزیوں کی وجہ سے یہودیوں نے سر اٹھانا شروع کیا۔ کعب بن اشرف باپ کی طرف سے عرب اور ماں کی طرف سے یہودی تھا۔ اور شاعری کی وجہ سے با اثر تھا اس نے مدینہ میں غنڈہ گردی شروع کر دی۔ مسلمان عورتوں کے خلاف گندے اشعار کہتا۔ رسول پاکؐ کی ہجو کرتا اور یہودیوں اور یثرب کے دوسرے لوگوں کو رسول پاکؐ کے خلاف ابھارتا یہی نہیں بلکہ مکہ میں پہنچ کر مقتولین بدر کے لئے مرثیے پڑھنا بھی اس نے اپنا شیوہ بنا لیا تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ایک غیور مسلمان کے ہاتھوں مارا گیا۔

Marfat.com

رسولِ پاکؐ اہلِ مدینہ کو فتنہ و فساد سے بچانے کی حتی المقدور کوشش فرماتے تھے لیکن قریش کی شہ پر یہودیوں کی فتنہ پردازیاں زور پکڑتی چلی جارہی تھیں۔ بنو قینقاع کے یہود کاریگر سنار تھے۔ ستاروں کی دکانیں انہی کے محلہ میں تھیں۔ ایک دن ایک مسلمان عورت ایک یہودی سنار کی دکان پر کچھ زیور خرید رہی تھی۔ چند یہودی جوانوں نے سرِ بازار اس کی بے حرمتی شروع کی۔ وہ مدد کے لئے چلائی۔ چند مسلمان اس کی حفاظت کے لئے لپکے اور ایک مسلمان شہید ہوگیا۔ رسولِ پاکؐ نے جب یہود کو شرارتوں سے باز رہنے کی تفہیم کرتے ہوئے یہ کہا کہ وہ خدا کے غضب سے ڈریں اور سلامت روی اختیار کریں۔ کہیں اُن کا انجام بھی بدر کے قریش کا سا نہ ہو تو اُن کی اندرونی خباثتیں ظاہر ہوگئیں۔ کہنے لگے۔

"محمدؐ کس بھول میں ہو۔ کیا ہمیں مکہ کے قریش سمجھ رکھا ہے ہم مسلمانوں کو کچا چبا جائیں گے"۔

وہ لڑائی پر تُلے ہوئے تھے۔ مسلمانوں اور یہودیوں میں جھگڑا بڑھتا ہی چلا گیا اور بلوے نے جنگ کی صورت اختیار کرلی۔ چونکہ بنو قینقاع غلطی پر تھے دوسرے یہودی قبیلوں، بنو نضیر اور بنو قریظہ نے اُن کا ساتھ نہیں دیا۔ لیکن پھر بھی وہ مسلمانوں پر حملے کرنے سے باز نہ آئے۔ لڑائی میں انہیں شکست ہوئی۔ ہار جانے کے باوجود وہ صلح صفائی پر آمادہ نہ ہوتے تھے۔ رسولِ پاکؐ کے لئے کوئی چارہ نہ تھا مجبوراً امنِ عامہ کی خاطر انہیں مدینہ سے نکال دیا گیا وہ اپنی تمام املاک و اثاثہ لے کر شام اور خیبر چلے گئے۔

مکہ میں اہلِ قریش کی جنگی تیاریوں سے حضورِ اکرمؐ کے چچا عباس بن

Marfat.com

عبدالمطلب حضور اکرمؐ کو خفیہ طور پر اطلاعیں بھیج رہے تھے۔ مسلمانوں کے پاس جنگی تیاریوں کے لئے معقول ذرائع نہ تھے انصار متوسط الحال اور غریب کاشتکار تھے مہاجرین کو ابھی کافی موقعہ نہ ملا تھا کہ اپنی تجارت کو بڑھا کر درآمد و برآمد تک وسیع کریں۔ حالات اگرچہ ہر ایک کو خود حفاظتی تدبیروں پر مجبور کئے ہوئے تھے بریں ہم معمولی تلوار نیزہ یا تیر کمان میں سے کوئی ایک چیز ہی انفرادی طور پر بمشکل فراہم کی جا سکتی تھی۔ حملہ یا دفاع کے بہتر ذرایع اُن کی دسترس سے باہر تھے۔ جنگی گھوڑے، عمدہ زرہیں اور اعلیٰ درجے کے خود، ڈھالیں اور وافر تعداد میں فولادی تلواریں اور نیزے مہیا کرنا مسلمانوں کے بس کی بات نہ تھی۔ اُن کے پاس اتنا سرمایہ ہی نہ تھا مدینہ میں اسلحہ کی تجارت بھی یہودیوں کے ہاتھ میں تھی سرمایہ کے مالک بھی وہی تھے اور مسلمانوں سے انہیں کوئی ہمدردی بھی نہ تھی۔ بہر حال حبیب خدا کے تربیت یافتہ خدا کے پاک بندے ایسے موقعوں پر اپنے گھروں کے تمام اثاثے لا لا کر رسول پاکؐ کے قدموں میں رکھ دیا کرتے تھے اور دفاعی اخراجات کا یہی واحد ذریعہ ہوا کرتا تھا۔

یہ عجیب بات ہے کہ دفاعی انتظامات میں مسلمان اکثر کوتاہ دست ہی رہا ہے۔ اسباب کے میدان میں مسلمانوں کی تہی دستی شاید خدا تعالےٰ نے اسی مصلحت سے برقرار رکھی ہے تاکہ خدا کا نام لیوا اسباب کے کمزور پردہ میں مشیت کی کارفرمائی کو ہمیشہ پیش نظر رکھے بالکل بندۂ اسباب بن کر ہی نہ رہ جائے اور اقتدار کے نشہ میں اپنی حقیقت کو بھول جانے کی بجائے، بندۂ خدا بننے کی کوشش کرتا رہے۔ تاریخ شاہد ہے کہ قادر و قیوم خدا نے خطا کار مسلمانوں کو بھی جب کبھی وہ محض مسلمان ہونے کی وجہ سے کفر و بطلان کی بڑھتی ہوئی

Marfat.com

آندھی میں محصور ہو گئے، ہمیشہ اپنی عافیت خاص میں لیا اور اپنے حبیب پاکؐ اور اس کے شیدائیوں کی حفاظت کا تو اس نے وعدہ ہی کر رکھا تھا۔

۵ رشوال ۳ھ کو ابو سفیان تین ہزار مسلح جوانوں کی فوج لے کر مدینۃ النبی کے باہر اُحد پہاڑ کی جانب خیمہ زن ہوا۔ اس کے گھوڑوں اور اونٹوں نے انصار مدینہ کے کھیت روند ڈالے۔ قریش جنگ بدر کے قرضے چکانے کی بھرپور تیاری کر کے آئے تھے اور اپنی عورتوں کو بھی ساتھ لائے تھے تاکہ وہ رزمیہ ترانوں اور غیرت دلانے والے اشعار سے قریش کا خون گرم رکھیں۔

عتبہ بن ربیعہ کی بیٹی، ہند جو ابو سفیان کی بیوی تھی ابو سفیان کے ساتھ تھی اُسے کئی غم تھے۔ باپ کا غم، چچا کا غم، بھائی کا غم اور بیٹے کا غم۔ اس نے ان چاروں کا بدلہ لینا تھا اور حضرت حمزہ بن عبد المطلب کا کلیجہ چبا جانے کا عہد کر کے آئی تھی جنہوں نے اس کے باپ عتبہ بن ربیعہ کو قتل کیا تھا۔ جبیر بن مطعم کا چچا طعیمہ بن عدی بھی حضرت حمزہؓ کے ہاتھوں ہی ہلاک ہوا تھا۔ جبیر کے پاس وحشی نامی ایک حبشی غلام تھا جو ایک حبشی حربہ کے استعمال میں کمال رکھتا تھا۔ یہ ایک تیز دھار والی طشتری تھی۔ جسے دور سے گھما کر پھینکا جاتا تو آرہ مشین کی طرح گھومتی ہوئی شکار کو چیر کر رکھ دیتی تھی۔ جبیر بن مطعم نے وحشی سے یہ وعدہ کیا تھا کہ اگر وہ حضرت حمزہؓ کو قتل کر دے گا تو اسے آزاد کر دیا جائے گا۔ جبیر اور ہندہ وحشی کو صرف اسی کام کے لئے ساتھ لائے تھے ابو جہل کا بیٹا عکرمہ اپنے ساتھ اپنی بیوی ام حکیم بنت حارث بن ہشام کو اور خالد بن ولید بن مغیرہ اپنی بہن فاطمہ زوجہ حارث بن ہشام کو، صفوان بن اُمیہ بن

Marfat.com

خلف اپنی بیوی برزہ بنت مسعود کو، عمرو بن العاص بن وائل اپنی بیوی عریطہ بنت منیہ بن الحجاج کو ساتھ لے کر آئے تھے۔ حضرت مصعب بن عمیر کی والدہ خناس اپنے بیٹے عزیز بن عمیر کے ساتھ آئی تھی۔

رسول پاکؐ نے ایک ہزار مسلمانوں کی جمعیت تیار کی جس میں عبد اللہ بن اُبی، رئیس المنافقین اور اس کے قبیلہ والے بھی شامل تھے۔ اُحد کی پہاڑی مدینہ سے تین میل دور تھی جنگ کے لئے مدینہ میں ہی ٹھیر کر انتظار کیا جائے یا باہر نکل کر اُحد پہاڑ کو میدانِ کارزار بنایا جائے اس پر مشورہ ہو رہا تھا اور عبد اللہ بن اُبی کی رائے یہ تھی کہ مدینہ میں ہی قیام کیا جائے۔ رسول پاکؐ کا رجحان بھی ادھر ہی تھا لیکن مہاجرین وانصار کی اکثریت خصوصًا وہ جو جنگ بدر میں حصہ نہیں لے سکے تھے مُصر تھے کہ آگے بڑھ کر مقابلہ کیا جائے۔ حضور اکرمؐ نے اکثریت کے مشورہ کو قبول کر کے کوچ فرمایا تو تھوڑی دور ساتھ چل کر عبد اللہ بن اُبی، فوج میں بددلی پیدا کرنے کے لئے یہ کہتے ہوئے اپنی تین سو کی جمعیت لے کر علیحدہ ہو گیا کہ اس کا مشورہ کیوں نہیں قبول کیا گیا۔

حضورؐ سات سو جاں نثاروں کے ساتھ ہی آگے بڑھ گئے۔

حضور اکرمؐ اُحد کے میدان میں اس طرح خیمہ زن ہوئے کہ پشت پر بلند پہاڑ تھا جس میں ایک درّہ پشت کی طرف جاتا تھا حضور اکرمؐ نے یہاں پچاس تیر انداز متعین کئے اور انہیں تاکید کر دی کہ جنگ کا نتیجہ کچھ ہی کیوں نہ ہو وہ اس مقام کو ہرگز نہ چھوڑیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ دشمن انہیں غافل پا کر پیچھے سے حملہ کر دے۔

لڑائی شروع ہوئی۔ طرفین نے دادِ شجاعت دی۔ مسلمانوں کی طرف سے

Marfat.com

حضرت حمزہؓ حضرت علی اور حضرت ابو دجانہ خاص طور پر کفار کی گردنیں مار رہے تھے ۔ حضرت حمزہؓ چونکہ لڑنے میں مصروف تھے کہ وحشی غلام نے جو محض انہی کی تاک میں تھا نشانہ جما کر اپنا حربہ پھینکا اور حضرت حمزہؓ شہید ہو گئے۔ ابوسفیان کی بیوی ہندہ بنت عتبہ دیوانہ وار ناچنے لگی۔ اور اپنے گلے کا ہار نکال کر وحشی کو پہنا دیا۔ مسلمان قلت تعداد و سامان کے باوجود بڑی بے جگری سے لڑے اور انہی کا پلہ بھاری رہا۔ قریشیوں کے پاؤں اکھڑ گئے اور وہ میدان چھوڑ کر بھاگنے لگے۔ مسلمانوں نے اُن کا تعاقب کیا اور انہیں دباتے چلے گئے۔ فتح ظاہر ہو چکی تھی۔ مسلمان مال غنیمت جمع کرنے لگ گئے تو عقب کے پچاس تیر اندازوں سے صبر نہ ہو سکا وہ بھی اپنی جگہ چھوڑ کر لوٹ مار کے لئے بھاگے ۔

قریش کے میمنہ کے سالار خالد بن ولید نے موقع سے فائدہ اٹھایا وہ عقب سے گھس آیا اور مال غنیمت لوٹنے والے مسلمانوں پر پل پڑا۔ بے ترتیب مسلمانوں کا اس حملہ میں کافی جانی نقصان ہوا بدنظمی میں اُن کے چھکے چھوٹنے لگے۔ خالد بن ولید کے حملہ کو دیکھ کر قریش پھر میدان میں پلٹ آئے اور مسلمانوں کا صفایا کرنے لگے۔ پھر کسی نے بلند آواز سے پکارا۔

"میں نے ابوالقاسم محمدؐ بن عبداللہ کا کام تمام کر دیا"

یہ سنتے ہی بڑے بڑے نامور مسلمانوں کے اوسان خطا ہو گئے۔ حضرت عمر فاروق تلوار پھینک کر مایوس بیٹھ گئے۔ بہت سے لوگ بھاگ کھڑے ہوئے اور دیکھتے ہی دیکھتے فتح، شکست میں تبدیل ہو گئی۔ قریشی عورتوں کی بن آئی وہ خوشی کے مارے شراب میں مدہوش ہو کر بربیت پر اتر آئیں۔ مسلمان شہداء کی لاشوں پر گدھوں کی طرح پل پڑیں۔ اُن کے پیٹ چاک کئے اُن کے ناک کان

Marfat.com

کاٹ کر ہار بنائے اور اُن کے کلیجے نکال کر چبانے لگیں۔ ہندہ بنت عتبہ معاویہ کی ماں نے حضرت حمزہؓ کی نعش کی بے حرمتی کی۔ آپ کے اعضاء کاٹ کر گلے کا ہار بنایا اور ڈائین کی طرح آپ کا کلیجہ چباتی رہی۔ پھر شراب اور بربریت کی بدمستی میں یہ اشعار گنگنانے لگی۔

"میں نے اُحد میں حمزہ سے اپنا دل خوب ٹھنڈا کر لیا
پیٹ چاک کر کے اس کا کلیجہ تک نکال لیا
اب میرے جان لیوا رنج وغم کی وہ سخت ٹیسیں ختم
ہو گئیں جو میں اپنے سینہ میں محسوس کیا کرتی تھی۔"

اس کاف وند ابوسفیان پاس کھڑا مسکراتا پھولا نہ سماتا تھا۔

اگرچہ مسلمانوں کے پاؤں اکھڑ گئے تھے۔ کئی مسلمان بھاگ کھڑے ہوئے تھے اور کئی ہمت ہار کر بیٹھ گئے تھے کہ یہ کیا ہو گیا۔ پھر بھی کئی مستقل مزاج سر پہ کفن باندھ کر لڑتے چلے جا رہے تھے۔ لڑائی کے ابتدائی مراحل میں اکابر صحابہ رسول پاک کو گھیرے میں لئے ہوئے تھے۔ جب لڑائی نے زور پکڑا تو حضرت علی حضرت حمزہؓ حضرت ابو دجانہ، حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ، حضرت سعد بن ابی وقاص حضرت زبیر بن العوام اور حضرت طلحہؓ داد شجاعت دیتے ہوئے دشمن کی صفوں کو چیرتے دور دور نکل گئے تھے۔ اور رسول پاک کے پاس حضرت مصعب بن عمیر اور کچھ انصار رہ گئے تھے۔ حضرت مصعب شکل میں رسول پاک سے مشابہ تھے اور علمبردار بھی تھے۔ خالد بن ولید کے جوابی حملہ کے وقت ایک قریشی عبداللہ بن قمیہ رسول پاک کو شہید کرنے کے لئے آگے بڑھا۔ اسے دھوکہ ہوا اس نے حضرت مصعب کو ابوالقاسم سمجھ کر اُن پہ بھرپور

Marfat.com

حملہ کیا اور انہیں شہید کر کے چلاتا ہوا واپس چلا گیا کہ میں نے ابوالقاسم کو قتل کر دیا۔ لیکن اس وقت تک رسول پاکؐ انصار میں گھرے ہوئے محفوظ تھے۔ اس خبر نے مسلمانوں کی ہمتوں کو بے حد پست کر دیا تھا۔ لیکن اس کی فوری تردید اس لئے مناسب نہیں سمجھی گئی کہ دلاوران اسلام منتشر تھے اور رسول پاکؐ غیر محفوظ۔ خدشہ تھا کہ کہیں دشمن تردید سُن کر اپنی تمام قوت رسولِ پاکؐ کی طرف منتقل نہ کر دے۔

شہادت رسولؐ کی خبر سن کر پہلے تو صحابہ حیران رہ گئے۔ پھر رسول پاکؐ کی تلاش میں نکلے اور جونہی ایک صحابی حضرت کعب بن مالک کی نظر حضورؐ پر پڑی وہ بے ساختہ چلائے۔

"مسلمانو! رسولِ خدا یہاں ہیں!"

آپؐ نے خاموشی کی تلقین کی۔ لیکن آواز بلند ہو چکی تھی اور جہاں ہر طرف سے جاں نثار ٹوٹ پڑے وہیں کفار کی توجہ بھی ادھر منتقل ہو گئی۔ عبداللہ بن قمیہ جو اپنی دانست میں رسولِ پاکؐ کو شہید کر چکا تھا۔ پریشان ہو کر پھر پلٹا اور صفوں کو چیرتا ایک مرتبہ پھر رسول کریمؐ کے قریب پہنچ گیا۔ اور اس زور سے چہرہ مبارک پر تلوار کا وار کیا کہ اس کے صدمہ سے مغفر کی دو کڑیاں چبھ کر رہ گئیں۔ چاروں طرف سے حملہ ہو رہا تھا۔ ابودجانہ آپ پر جھک کر سپر بنے ہوئے تھے۔ حضرت طلحہؓ اپنے ہاتھوں پر تلواروں کے حملے روک رہے تھے اتنے میں حضرت علی کرم حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ، حضرت زبیرؓ اور حضرت سعدؓ بھی پہنچ گئے اور حضور اکرمؐ کو اپنی حفاظت میں لئے بچا کر نکل گئے۔

مسلمان ایک مرتبہ پھر جوش وخروش سے لڑنے لگے تھے لیکن دونوں

Marfat.com

طرف کی فوجیں لڑتے لڑتے نڈھال ہو رہی تھیں مسلمانوں نے پشت کے جوابی حملہ کو ناکام بنا دیا تھا اور اس کا زور ٹوٹ چکا تھا لیکن ساتھ ہی ساتھ مسلمانوں کی طاقت بھی جواب دے رہی تھی۔ تھکی ہاری دونوں فوجیں ایک دوسرے سے دوری اختیار کرتی چلی گئیں۔

رسول پاکؐ ایک ایسی پہاڑی کی چوٹی پر چڑھ گئے جدھر ابوسفیان کے لوگ نہیں آسکتے تھے۔ اور ابوسفیان سامنے کی پہاڑی پر چڑھ کر پکارنے لگا۔

"کیا محمدؐ ہیں؟"

حضورؐ نے لوگوں کو جواب دینے سے منع فرمایا

ابوسفیان نے حضرت علیؓ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے نام پکارے لیکن کوئی جواب نہ ملا۔ تو ابوسفیان پکار کر کہنے لگا۔

"تو اچھا ہوا سب مارے گئے!"

حضرت عمر سے رہا نہ گیا۔ انہوں نے جواب دیا۔

"او دشمنِ خدا، ہم سب زندہ ہیں!"

ابوسفیان نے بتوں کا جے کار الگایا

"ہبل کی جے!"

صحابہ نے رسول پاکؐ کے حکم سے کہا

"اللہ اعلیٰ واجل ــــ اللہ سب سے اعلیٰ اور سب سے زیادہ ذی شان ہے"

ابوسفیان چلّایا

"لنا العزیٰ ولا عزیٰ لکم ــــ ہماری تائید میں عزیٰ ہے اور

Marfat.com

تمہارے ساتھ کوئی عزیٰ نہیں "۔
صحابہ نے جواب دیا۔
"اللہ مولانا ولا مولی لکم ۔۔۔ ہمارا مددگار اللہ تعالیٰ ہے اور تمہارا کوئی مددگار نہیں "۔

دونوں فوجیں ناکام علیحدہ ہوئیں اور لڑائی غیر فیصلہ کن رہی ۔

جنگ اُحد میں تیر اندازوں کی ناعاقبت اندیشی کی وجہ سے مسلمانوں کی قطعی کامیابی نقصان عظیم میں بدل گئی تھی۔ اس جنگ میں ستر مسلمان شہید ہوئے اور کفار کے بائیس آدمی قتل ہوئے فریقین کا جنگ بدر اور جنگ اُحد کا نقصان برابر ہو گیا۔ اور کفار کیلئے یہی چیز باعث تسکین تھی انہوں نے بدلہ اُتار لیا تھا لیکن مسلمانوں کی ابھرتی ہوئی طاقت کو قریش نظر انداز نہیں کر سکتے تھے اسلئے ایک اور جنگ ناگزیر تھی ۔

اسی سال ۳ھ میں حضرت امام حسنؑ پیدا ہوئے۔ حضرت عمر کی صاحبزادی حضرت حفصہ جو بدر کی جنگ میں بیوہ ہو گئی تھیں ۔ رسول پاکؐ کے نکاح میں آئیں۔ اور وراثت کا قانون بھی اسی سال نافذ ہوا ۔

ابو سفیان کی سرکردگی میں اہل قریش نے عرب کے دیگر قبائل کو بھی تحریک اسلام کے خلاف مشتعل کر رکھا تھا۔ بت پرستی سب میں وجہ اشتراک تھی ۔ دست بدست لڑائی کے علاوہ مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کے لئے دوسرے حربے بھی استعمال کئے جانے لگے مکر و فریب اور دھوکہ بازی اُن کے نزدیک سب جائز تھے۔ کئی قبائل نے سوچا کہ تعلیم اسلام کے بہانے نہتے مسلمانوں کو رسول پاکؐ سے بآسانی طلب کیا جا سکتا ہے۔ اور پھر اُن کو اپنے علاقہ میں بلا کر بے کھٹکے قتل کیا جا سکتا ہے ہجرت کے چوتھے سال بنی عامر کا سردار

Marfat.com

رسول کریمؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور بڑی سعادت مندی اور اطاعت شعاری کا مکر کر کے ستر معلمین اور علمار قرآن اپنے ساتھ لے گیا اور سب کو بے دردی سے قتل کر دیا۔ صرف ایک صحابی جان بچا کر مدینہ پہنچے اور حضور اکرمؐ کو یہ اندوہناک خبر سنائی۔ حضور اکرمؐ کو بے حد صدمہ ہوا۔۔۔۔ کئی اور قبائل نے بھی یہی حرکت کی۔

دھوکہ سے بلائے ہوئے ایسے ہی دو صحابہ حضرت خبیب اور حضرت زید بن الدثنہ غلام بنا کر قریش مکہ کے پاس بیچ دیئے گئے تھے۔ حضرت خبیب نے جنگ احد میں حارث بن عامر کو قتل کیا تھا۔ حارث کے بیٹوں نے انہیں قتل کرنے کے لئے خریدا تھا۔ قتل سے پہلے حضرت خبیب نے نماز پڑھنے کے لئے قاتلوں سے اجازت مانگی۔ وہ جی بھر کر خدائے پاک سے خلوت نہ کر پائے تھے کہ کہنے لگے۔

"جی تو دیر تک نماز پڑھنے کو چاہتا تھا لیکن تم کہیں یہ نہ سمجھو کہ میں موت سے ڈر کر نماز کو طول دے رہا ہوں اس لئے مختصر کرتا ہوں۔"

پھر فرمایا۔

"میں اسلام کے لئے قتل کیا جا رہا ہوں۔ مجھے اس کی پروا نہیں کہ کس پہلو پر اور کس حالت میں قتل کیا جاؤں۔ میری زندگی اور موت دونوں ہی خدا تعالےٰ کے لئے ہیں۔ اس نے اگر چاہا تو میرے جسم کے ایک ایک ٹکڑے پر برکتیں نازل فرمائے گا۔"

یہ کہہ کر ہنستے مسکراتے ہوئے اپنی جان، جانِ آفریں کے سپرد کر دی۔

اسی طرح حضرت زید کو صفوان بن امیہ نے قتل کرنے کے لئے خریدا تھا

Marfat.com

ظالم صفوان نے اپنی بربریت کی نمائش کے لئے بڑا اہتمام کیا۔ سرداران قریش کو دعوت دے کر مقتل میں جمع کیا۔ ابوسفیان بھی اس دعوت میں شریک تھا۔ اس نے زید سے پوچھا۔

"کہو زید۔ کیا تم یہ پسند نہیں کرتے کہ تمہاری جان بچ جائے اور تمہاری جگہ ابوالقاسم قتل کئے جائیں"۔

زید نے بپھر کر کہا

"رسول پاکؐ! خدا کی قسم میں تو اپنی جان کو اس کے برابر بھی نہیں سمجھتا کہ حضورؐ کے تلووں میں ایک کانٹا بھی چبھے"۔

پھر زید بے دردی سے شہید کئے گئے۔ یہ ۴ھ کے واقعات ہیں۔

حضرت ام سلمہؓ نے اسلام کی خاطر کیا کیا مصیبتیں اٹھائی تھیں وہ حضورؐ کے پیش نظر تھیں جب ابوسلمہ کا انتقال ہوا اور ام سلمہ بیوہ ہوگئیں تو حضورؐ نے حلقہ زوجیت میں لے کر ان کی عزت افزائی کی۔

شراب کی حرمت بھی اسی سال ہوئی اور سود کی ممانعت بھی۔ حضرت امام حسینؑ کی ولادت بھی اسی سال ۴ھ میں ہوئی۔

عبداللہ بن ابی جو جنگ احد پر روانگی کے وقت بدعہدی کرکے علیحدہ ہوگیا تھا۔ سخت سزا کا مستحق تھا لیکن رسول پاکؐ کے لئے یہ نا ممکن تھا کہ کسی کلمہ گو پر سختی کریں اس کا نفاق خواہ کتنا واضح ہی کیوں نہ ہو۔

عبداللہ بن ابی نے اب بنونضیر کے یہودیوں کو اکسانا شروع کیا اور کہا کہ اگر وہ رسول کریمؐ کے خلاف اٹھ کھڑے ہوں تو بنو قریظہ کے یہودی ان کا ساتھ دیں گے اور عبداللہ خود بھی اپنے جتھے کے ساتھ ان کا ساتھ دے گا۔

Marfat.com

عبداللہ کی شہ پر بنونضیر کی شرارتیں بڑھتی چلی گئیں۔ ایک دفعہ انہوں نے رسول پاکؐ کو جان سے مار ڈالنے کا منصوبہ بنایا آپؐ کو بلا کر ایک دیوار کے نیچے بٹھلایا اور یہ انتظام کیا کہ اوپر کی منزل سے ایک شخص ایک بھاری پتھر پھینک کر حضور اکرمؐ کو کچل دے۔ حضور اکرمؐ کو خدا تعالیٰ نے بر وقت اطلاع دی اور آپؐ وہاں سے اٹھ کر چلے آئے۔

ان کی بڑھتی ہوئی سرکشیوں کی بنا پر بنونضیر کو مدینۃ النبی سے باہر نکال دینا پڑا وہ اپنی تمام املاک لے کر شاندار جلوس بنائے ڈھول باجوں کے ساتھ، خیبر منتقل ہو گئے۔

Marfat.com

باب سیزدہم

تطہیر کعبہ

قبیلہ بنو نضیر کا سردار حیی بن اخطب اور اس کا داماد کنانہ بن الربیع دونوں فتنہ پرداز تھے۔ انہوں نے خیبر پہنچتے ہی مدینۃ النبی پر ایک بھرپور حملہ کرنے کے لئے تمام یہود اور عرب قبائل کو متحد کرنے کا بیڑا اٹھایا۔ یہ لوگ قریش مکہ کے پاس ایک وفد لے کر گئے۔ اور انہیں یقین دلایا کہ وہ اور ان کے حلیف عرب قبائل قریش کے ساتھ مل کر مدینہ کی اینٹ سے اینٹ بجا دیں گے۔ انہوں نے اہل قریش کو باور کرایا کہ بنو قریظہ کے یہودی اگرچہ مدینہ میں ہی مقیم ہیں۔ درپردہ وہ بنو نضیر کے ساتھ ہیں اور عین موقعہ پر وہ مسلمانوں کے خلاف اٹھ کھڑے ہونگے قبائل قریش تو رسول پاکؐ سے ایک فیصلہ کن جنگ کرنے کی پہلے سے ہی تیاری کر رہے تھے۔ یہود اور قریش کے ملاپ نے جزیرہ نمائے عرب کے گوشہ گوشہ میں عرب قبائل کو مسلمانوں کے خلاف مشتعل کر دیا۔ بزرگوں کے قابل احترام

Marfat.com

مذہب، اصنام پرستی کے خلاف اس اُبھرتے ہوئے خطرہ کو کچلنے کے نعرے ہر طرف بلند ہونے لگے۔ اور جوں جوں جنگی تیاریاں تیز ہوتی گئیں مسلمانوں سے چھیڑ خانیوں کے واقعات میں اضافہ ہوتا چلا گیا اور انجام کار مختلف قبائل کی کثیر فوجوں کے اتحاد نے ۵ھ میں مدینۃ النبی پر حملہ کر دیا۔ یہ جنگ غزوۂ احزاب کے نام سے مشہور ہے۔

مسلمان غافل نہ تھے انہیں قبائل عرب کی تیاریوں کی خبریں پہنچ رہی تھیں۔ جب انہیں معلوم ہوا کہ دس ہزار کی مسلح فوج مدینۃ النبی پر حملہ آور ہونے والی ہے اور اس کثیر تعداد کا مقابلہ کھلے میدان میں نکل کر کرنا کسی طرح مناسب نہیں تو حضور اکرمؐ نے صحابہ سے مشورہ طلب فرمایا۔ حضرت سلمان فارسی ایرانی ہونے کی وجہ سے خندق کھود کر شہر کو محفوظ کرنے کے طریقہ سے واقف تھے۔ انہوں نے یہی مشورہ دیا۔ اور سب نے اسے پسند کیا۔ بیس دن کی مسلسل محنت سے شہر کے تین طرف خندق کھود دی گئی، مستورات کو شہر کے محفوظ قلعوں میں منتقل کیا گیا، خندق کے ساتھ ساتھ محافظین کا پہرہ قائم ہوا اور چوتھی طرف جو عقب میں تھی اور جدھر بنو قریظہ کے یہودی آباد تھے، محفوظ دستے کھڑے کر دیئے گئے۔

بنو قریظہ آخر وقت تک مسلمانوں کا ساتھ دینے کا اطمینان دلاتے رہے لیکن جب عین وقت پر قبائل کی فوج تین طرف سے شہر پر بڑھ آئی تو بنو قریظہ کے یہودی اپنے قلعوں سے نکل نکل کر قبائل کی فوج میں جا ملے حیّی بن اخطب نے انہیں عہد شکنی پر آمادہ کر لیا تھا۔

حملہ آور فوج جب تینوں طرف سے شہر پر اُمنڈ آئی تو انہیں سامنے خندق نظر آئی جو اتنی چوڑی اور گہری تھی کہ عبور نہیں کی جا سکتی تھی اس لئے حملہ تیر اندازی

Marfat.com

اور سنگ باری تک محدود رہا۔ بریں ہم دس ہزار کی فوج شہر کا محاصرہ کئے ہوئے ہر وقت خندق عبور کرنے کی کوشش میں تھی۔ اور کسی وقت بھی خندق عبور کرکے اندر گھس آنے کا خطرہ سر پر منڈلا رہا تھا۔ محصور مسلمانوں کی نیندیں حرام تھیں، مسلسل رت جگا رہتا۔ شہر میں جو تھوڑا بہت غلہ تھا اسے نہایت کفایت سے خرچ کیا جانے لگا محاصرہ کس قدر طویل ہوگا کوئی پیش بینی نہیں کرسکتا تھا۔ صحابہ فاقہ کرنے لگے۔ تھوڑا بہت بچوں کو کھلاتے اور خود پیٹ پر پتھر باندھ لیتے تاکہ بھوک کے ہوکے سے پیٹ میں بے چینی نہ ہو۔ ایک دن کچھ صحابہ بھوک سے بے چین ہوکر رسول پاکؐ کی خدمت میں آئے اور شکم کھول کر دکھلانے لگے کہ پتھر بندھے ہیں۔ حضور اکرمؐ دیکھ کر مسکرانے لگے اور شکم مبارک کھول کر بتلایا تو ایک کے بجائے دو پتھر بندھے تھے۔

قریش کی فوج کے سپہ سالار ابوسفیان بن حرب، خالد بن ولید اور عمرو بن العاص تھے یہ باری باری آگے بڑھتے اپنی فوج کے گھوڑ سواروں کو چھلانگ لگا کر خندق پار کرنے پر آمادہ کرتے لیکن اس میں کامیابی نہ ہوتی۔ لڑائی سنگ باری اور تیر افگنی تک محدود ہو کر رہ جاتی حملہ آوروں کے لئے یہ بہت مایوس کن تھا۔ اہل مدینہ نے ان خطرناک حالات میں خندق کی اہمیت محسوس کی تو حضرت سلمان فارسی کے تدبّر کی داد دینے لگے مہاجرین کہنے لگے سلمان ہم میں سے ہیں۔ انصار نے کہا سلمان ہمارے ہیں حضرت سلمان کے لئے یہ اعزاز نہایت قابل فخر تھا لیکن جب رسول پاکؐ نے فرمایا سَلْمَانُ مِنَّا اَهْلَ الْبَيْتِ سلمان ہمارے اہل بیت میں سے ہیں۔ تو حضرت سلمان فارسی حضورؐ کی عزت افزائی پر سو جان سے نثار ہونے لگے۔

محاصرہ کے دن بڑھتے ہی چلے جارہے تھے اور فیصلہ کن جنگ کی کوئی سبیل

Marfat.com

نظر نہ آتی تھی قریش کے بہادر بے چین ہونے لگے۔ ان کے چند شہ سواروں نے خندق میں ایک تنگ جگہ تلاش کر کے جست لگائی۔ عرب کے مشہور پہلوان عمرو بن عبدود کا گھوڑا خندق پار کر گیا یہ اپنے زمانہ کا مشہور شہ سوار تھا۔ اور ایک ہزار سوار کے برابر مانا جاتا تھا۔ وہ آگے بڑھ کر عرب کے دستور کے مطابق مقابلے کے لئے للکارنے لگا۔ حضرت علی نے للکار کا جواب دیا۔ حضور اکرم نے دست مبارک سے حضرت علی کو مسلح کر کے بھیجا۔ دونوں میں سخت کش مکش ہوئی حضرت علی کو پیشانی پر ایک زخم آیا۔ لیکن آپ نے جوابی وار میں عمرو بن عبدود کا کام تمام کر دیا۔

عمرو کے ساتھ خندق پار کرنے کے لئے چھلانگ لگانے والا دوسرا بہادر نوفل بن عبداللہ بن مغیرہ مخزومی تھا۔ لیکن یہ خندق پار نہ کر سکا اور گھوڑے سمیت خندق میں گر گیا۔ مسلمانوں نے اس پر تیر پھینکے تو کہنے لگا۔ مسلمانو! میں شریفانہ موت چاہتا ہوں۔ حضرت علی نے خندق میں اتر کر اس کا بھی مقابلہ کیا اور اس کا کام تمام کیا۔

اس کے بعد خندق پار کرنے کی ہمت کسی کو نہ ہوئی اور جنگ کئی دنوں تک سنگ باری اور تیر اندازی تک محدود رہی۔ ایسی جنگ مسلمانوں کے لئے تو صبر آزما تھی ہی، حملہ آوروں کے لئے بھی مصیبتوں کا ذریعہ بن گئی۔ دس ہزار کی کثیر فوج کا راشن فراہم کرنا معمولی بات نہ تھی۔ اس زمانہ کی لڑائیاں چند دن کی لڑائیاں ہوا کرتی تھیں۔ اور حملہ آور اسی اندازہ کے مطابق رسد کا سامان لائے تھے محاصرہ کو ایک مہینہ ہو چلا تھا اور سامان رسد ختم ہو رہا تھا۔ مسلمان فاقے کر رہے تھے لیکن بلند ہمت نظر آتے تھے۔ کفار میں بد دلی پھیلنی شروع ہو گئی۔ سردی کا موسم تھا اور راتیں سخت تکلیف دہ تھیں۔

Marfat.com

پھر ایک رات سخت آندھی کا طوفان آیا۔ کفار کے خیمے اکھڑ اکھڑ کر خندق میں جا گرے۔ بچے کھچے سامان رسد میں مٹی کے ڈھیر آملے۔ چولہوں پر پکتے ہوئے دیگچے اوندھے ہو گئے اور دوسرے ہی دن کفار وحشت زدہ ہو محاصرہ اٹھا کر چل دیئے۔

رسول پاکؐ نے فرمایا۔ اب قریش مدینہ پر حملہ کرنے کی ہمت کبھی نہ کرینگے کفار تو محاصرہ اٹھا کر رفو چکر ہوئے۔ لیکن بنو قریظہ کو اپنی غداری کا خمیازہ بھگتنا پڑا۔ بنو قریظہ پشیمان ہونے کی بجائے آمادہ بہ جنگ تھے۔ حییّ بن اخطب کو انہوں نے اپنا سربراہ بنا رکھا تھا۔ اس کا یہ خیال تھا کہ مسلمان طویل محاصرہ سے پست ہمت اور فاقہ کشی سے نڈھال ہو چکے ہیں۔ بنو قریظہ تازہ دم اور وافر رسد کے مالک بھی ہیں اور اپنی بدعہدی کی وجہ سے لڑائی کے بغیر انہیں کوئی چارہ بھی نہیں ممکن ہے وہ مسلمانوں کو دبانے میں کامیاب ہو جائیں ورنہ خیبر کی طرف منتقل ہو کر دوسرے یہودیوں میں ہی آملیں گے۔ حییّ بن اخطب کی سرکردگی میں یہود لڑائی پر اتر آئے تو اس فتنہ یہود کو ختم کرنا ناگزیر ہو گیا۔ حییّ بن اخطب مارا گیا اور یہودیوں کا صفایا ہوا۔

قریش مکہ کا زور ٹوٹ چکا تھا۔ مسلمانوں نے اپنے وجود کو ایک ابھرتی ہوئی طاقت ثابت کر دکھایا تھا۔ اب مدینۃ النبی میں ان کی اپنی حکومت تھی۔ رسول پاکؐ کے اشاروں پر ہر شخص جان نثاری کے لئے تیار تھا۔ رئیس المنافقین عبداللہ بن ابیّ کے ولولے بھی ماند پڑ گئے تھے۔ اور وہ حالات کے سامنے ہتھیار ڈال چکا تھا۔

۶ھ میں رسول پاکؐ عمرہ کے ارادہ سے چودہ سو صحابہ کے ساتھ مکہ

Marfat.com

روانہ ہوئے۔ کیوں کہ عرب دستور کے مطابق حج وعمرہ کے لئے ہر عقیدتمند کو عام اجازت تھی۔ شرط صرف یہی تھی کہ کوئی مسلح ہو کر مکہ میں داخل نہ ہو۔ حضورؐ غیر مسلح حالت میں نکلے تھے احرام باندھ کر نکلے تھے اور قربانی کے اونٹ ساتھ لے چلے تھے۔ لیکن جب قافلہ مکہ کے قریب پہنچا تو قریش مزاحم ہوئے۔ خالد بن ولید کی سرکردگی میں انہوں نے مسلمانوں سے لڑائی کے لئے ایک فوج روانہ کردی۔ حضور اکرمؐ نے حدیبیہ کے مقام پر پڑاؤ کیا اور ایک ایلچی کے ذریعہ مکہ والوں کو پیغام بھیجا کہ وہ لڑنے کے لئے نہیں بلکہ بیت اللہ کا طواف اور عمرہ کرنے کے لئے آئے ہیں۔ لیکن مکہ والوں نے ایلچی کو ہی روک لیا۔ بالآخر حضرت عثمان کو سفیر بنا کر بھیجا گیا تو اہل مکہ نے حضرت عثمان کو بھی قید کرلیا اور یہ خبر مشہور ہوگئی کہ انہیں قتل کر دیا گیا ہے۔

حالات نے جب یہ نازک صورت اختیار کی تو حضور اکرمؐ نے صحابہ کرام میں ہر ایک مرد وزن سے جان نثاری کا عہد لیا۔ یہ عہد "بیعت رضوان" کے نام سے مشہور ہے مسلمان نہ تو جنگ کے لئے نکلے تھے اور نہ ہی مسلح تھے۔ وہ ایک ایسے مذہبی فریضہ کی انجام دہی کے لئے آئے تھے جس سے روکنا مشرکین قریش کے عقیدہ میں بھی سخت ممنوع تھا۔ کفار نے جاسوسوں کے ذریعہ حالات دریافت کرائے۔ اور انہیں یقین ہو گیا کہ مسلمانوں کا فتنہ وفساد کا کوئی ارادہ نہیں۔ لیکن اگر مسلمانوں کو مجبور کیا گیا تو وہ اپنی جان کی بازی لگا دیں گے۔ اس پر قریش گفت وشنید پر آمادہ ہو گئے اور انہوں نے سہیل بن عمرو کو اپنا سفیر بنا کر چند شرائط کے ساتھ رسول پاکؐ کی خدمت میں بھیجا۔

رسول پاکؐ کی بڑی کوشش یہ تھی کہ پر امن بقائے باہمی کے اصولوں پر ایک طویل مدت کے لئے صلح کا معاہدہ ہو جائے۔ تاکہ لڑائی جھگڑوں کی فکر سے

Marfat.com

نجات پاکر آپ پر امن طریقوں سے اپنا تبلیغی کام جاری رکھ سکیں۔لیکن اہل مکہ اس بات پر خار کھائے بیٹھے تھے کہ اس طرح من مانے اٹھ کر چلے آنے پر اگر وہ مسلمانوں کو عمرہ کی اجازت دے دیں تو اس میں ان کی سبکی ہے۔طویل بحث مباحثہ کے بعد یہ طے پایا کہ اہل قریش اور اہل اسلام میں دس سال تک جنگ بند رہیگی اور دونوں فریق ایک دوسرے سے ہاتھ روکے رہیں گے۔قریش کا جو آدمی اپنے سردار خاندان کی اجازت کے بغیر محمدؐ کے پاس جائے گا محمدؐ اسے لوٹا دیں گے۔لیکن محمدؐ کے ساتھیوں میں سے اگر کوئی آدمی قریش سے آملے گا، تو قریش اسے واپس نہیں کریں گے۔قبائل عرب کو اختیار ہو گا کہ فریقین میں سے جس کے چاہیں حلیف بنیں۔مسلمان اس سال عمرہ کئے بغیر واپس چلے جائیں گے۔اور اگلے سال عمرہ کے لئے آئیں گے۔لیکن صرف تین دن قیام کر کے چلے جائیں گے۔ذاتی تلوار کے سوائے وہ کوئی ہتھیار لگا کر نہ آئیں گے اور وہ تلوار بھی میان میں رہیگی اور میان تھیلی میں رہے گا۔

جب یہ سب طے پا چکا اور معاہدہ لکھا جا رہا تھا عین اس وقت اسی سہیل بن عمرو کا مسلمان بیٹا جو مکہ میں اپنے خاندان میں قید تھا، موقعہ پا کر نکل آیا اور رسول پاکؐ کے پاس طالب امان ہوا۔سہیل نے اس کی واپسی کا مطالبہ کیا۔حضور اکرمؐ نے ابو جندل ابن سہیل کو سمجھا بجھا کر واپس کیا کہ وہ معاہدہ کے پابند ہو چکے ہیں۔ابو جندل کی بے کسی اور فریاد سے مسلمان بہت متاثر ہوئے معاہدہ کی شرائط بادی النظر میں مسلمانوں کے حق میں ہر پہلو سے کمزور نظر آ رہی تھیں نہ صرف ابو جندل بلکہ تمام مسلمانوں پر قنوطیت چھائی ہوئی تھی۔لیکن صرف ایک رسول پاکؐ کی ذات اقدس خوش تھی، جو صلح حدیبیہ کے معاہدہ کو ایک بہت بڑی کامیابی قرار دے رہی تھی۔

Marfat.com

اور بات بھی ایسی ہی تھی۔ حضورؐ کو ذاتی وقار، مسلمانوں کی آن، اور اپنی بات منوانے پر اصرار سے کہیں زیادہ وہ دیرپا صلح عزیز تھی جس سے آزادانہ میل جول اور پرامن تبلیغ کے دروازے کھل رہے تھے۔ جس سے پرامن بقائے باہمی کے میدان میں مسلمانوں کے مساوی حقوق کو پہلی مرتبہ تسلیم کیا جا رہا تھا۔ حضور اکرمؐ مکہ سے آئے ہوئے مسلمان کو واپس مشرکین کے حوالہ کرنا ایسا سمجھتے تھے گویا ان میں ایک مبلغ بھیجا جائے۔ مسلمانوں کی مکی زندگی کے مصائب آپ کو بھولے نہ تھے اور آپ سختی سے اس بات کے قائل تھے کہ حالات کی سختی ایمان کی پختگی کی ضامن ہوا کرتی ہے۔ اور جو ان کڑی شرائط سے گھبراتا ہے وہ مزید تربیت کا مستحق ہے۔ اسی لئے آپ نے ابوجندل کو دلاسا دیا کہ وہ صبر کریں خدا تعالٰے کوئی نہ کوئی بہتری کی سبیل پیدا کر دے گا۔ اگر کوئی مسلمان حضور اکرمؐ سے برگشتہ ہو کر مکہ کے قریش میں جا ملنا چاہے تو حضور اکرمؐ کو اس کی کیا ضرورت تھی۔ ایسی بے دینی کے حامل کے لئے مکہ ہی مناسب جگہ تھی نہ کہ مدینہ۔ دین میں جبر کا تو کوئی سوال ہی نہ تھا۔

معاہدہ کی شرائط قبائلی عصبیت کی نظر سے دیکھتے ہوئے اہل قریش کے لئے مفید تھیں کیونکہ وہ اسی نظر سے دیکھ رہے تھے۔ لیکن حضور اکرمؐ کی نظر مختلف تھی۔ ایک تبلیغی دین کا مستقبل آپ کے پیش نظر تھا۔ اور اس نقطۂ نظر سے معاہدہ کی ہر شرط حضورؐ کے مفید مطلب تھی۔ اور یہی وجہ تھی کہ نہ صرف رسولؐ خدا نے بلکہ خدا تعالٰے نے بھی اس کو فتح مبین قرار دیا اور بعد کے تیز رفتاری سے بدلنے والے حالات نے اس پر مہر تصدیق ثبت کی۔

حضور اکرمؐ اب یکسوئی کے ساتھ تبلیغی کاموں میں مصروف ہو گئے۔ آپؐ نے عرب کے مختلف قبائل کے سرداروں اور عرب کے اطراف و اکناف کی ریاستوں کے

Marfat.com

سربراہوں کے نام اپنے قاصد اور تبلیغی مراسلے روانہ فرمائے۔ اور ہر ایک کو دین اسلام کی دعوت دی۔ قیصر روم، خسرو پرویز ایران، عزیز مصر، نجاشی حبش، رؤسائے یمامہ، اور رؤسائے شام، ایک ایک کو آپ نے تبلیغ کی اور اسلام کی خوبیوں سے آگاہ کیا۔ مختلف مقامات پر ردِ عمل مختلف ہوا۔ لیکن آپ نے اپنا کام جاری رکھا۔

عوام میں تبلیغ کے لئے صحابہ کی ٹولیاں جال کی طرح اطراف و اکناف میں پھیل گئیں اور نہایت نرمی اور خوش خلقی کے ساتھ پر امن زندگی کی خوبیوں، بت پرستی اور دیگر توہمات کی خامیوں اور ایک خدا کی عبادت کرنے کی معقولیت اور رسول پاکؐ کی رسالت کی تفہیم کرنے لگیں۔ لوگ جوق در جوق دین اسلام میں داخل ہونے لگے۔ حالات کی نئی کروٹ کو اہل مکہ کے سنجیدہ لوگوں نے بھی محسوس کیا اور اسی زمانہ میں خالد بن ولید اور عمرو بن العاص مسلمان ہوئے۔

اب وہ زمانہ تو نہ رہا تھا کہ خالد بن ولید اور عمرو بن العاص جیسے لوگوں کو بھی خاندان کے بزرگ ایذائیں دیں پھر بھی مکہ کے عوام میں سے جب کوئی مسلمان ہو جاتا تو وہ مصائب و آلام کا شکار بننے لگتا۔ اور پھر مکہ سے بھاگنے کی کوشش کرتا۔ مدینہ پہنچکر رسول پاکؐ سے امان طلب کرتا اس کے پیچھے پیچھے بزرگِ خاندان واپسی کا مطالبہ کرنے آ پہنچتے اور رسول پاکؐ نومسلم کو واپس کر کے پابندیٔ عہد پر نئی مہریں ثبت کیا کرتے۔ غریب مسلمان اپنی حالت زار پر روتا دھوتا واپس ہوتا۔ لیکن کیا مجال کہ اُس کے عقیدہ میں فرق آئے یا محبت رسول میں لغزش ہو اُس کا پائے استقلال مستحکم ہی ہوتا چلا جاتا۔ اُس کے شکوہ و شکایت کا مرجع خدائے قدوس کی ذات ہوتی۔ وہ پھر واپس جاکر اپنی قوم اور خاندان کا نشانۂ ملامت بن جاتا اور پرورشِ نالۂ نیم شبی سے استعینوا بالصبر والصلوٰۃ پر عمل پیرا ہوتا۔

جب ایسے بے کس مسلمانوں کی تعداد بڑھنے لگی تو اُن کے ذہن میں ایک ترکیب

Marfat.com

آلِ مکّہ سے ہجرت کر کے مدینہ جانے کی بجائے وہ لوگ بحیرۂ قلزم کے ساحل پر شام کے راستہ میں جا آباد ہوئے ۔ اور خانہ بدوش زندگی میں اہلِ مکّہ کے اُن تجارتی قافلوں سے جو شام جاتے، اپنی ایذاؤں کا بدلہ چکانے لگے ۔ یہ علاقہ نہ تو رسولِ پاکؐ کے زیرِ اثر تھا اور نہ ہی صلح حدیبیہ کے شرائط کے اندر آتا تھا۔ جب قریش کی تجارت میں رکاوٹ ہونے لگی تو انہوں نے خود ہی رسولِ پاک سے استدعا کی کہ معاہدہ کی اس شرط کو ختم کر دیا جائے۔ مکّہ کے مسلمان مدینہ جانے کے لئے آزاد ہو گئے۔ حضور اکرمؐ نے ابوجندل عتبہ اور دوسرے لوگوں کو جو ساحل سمندر پر جا آباد ہوئے تھے مدینہ بلوا لیا۔

اہلِ قریش کے ساتھ تو مسلمانوں کی دس سال کے لئے صلح ہو گئی لیکن یہود مسلمانوں کے وجود کو تسلیم کرنے کے لئے تیار نہ تھے۔ وہ مدینہ سے نکال دیئے گئے تھے اور خیبر میں آباد تھے قبائل عرب کے ساتھ مل کر وہ جنگ خندق میں مسلمانوں پر حملہ آور ہوئے تھے اور ناکام رہے تھے۔ اب پھر وہ مدینہ پر حملہ کرنے کی تیاریوں میں مصروف تھے۔ یہ لوگ تجارت پیشہ اور دولت مند تھے شام اور فلسطین کے یہودیوں سے اُن کو مدد ملتی رہتی تھی۔ اور وہ سمجھتے تھے کہ اب بھی مدینہ پر بھرپور حملہ کر کے مسلمانوں کے ابھرتے ہوئے سیلاب کی روک تھام کی جا سکتی ہے۔ اسی لئے وہ مدینہ پر ایک فیصلہ کن حملہ کی تیاریوں میں لگے ہوئے تھے۔ رسولِ کریمؐ قریش سے بمشکل طویل امن کا معاہدہ کر پائے تھے اور اب یہود دوبارہ مدینہ والوں کو مبتلائے جنگ کرنا چاہتے تھے۔ محصور ہو کر شہر کی مدافعت کا سخت تجربہ حضور اکرمؐ کے سامنے تھا یہود کی سرکوبی کے لئے خود حملہ ہی بہترین مدافعت کی شکل تھی۔ چنانچہ ہجرت نبوی کے ساتویں سال میں حضور اکرمؐ نے سولہ سو صحابؓ

Marfat.com

کی معیت میں خیبر کا رُخ کیا۔

خیبر پہنچکر آپ نے یہود کے سامنے صلح کی چند شرائط پیش کیں جن میں سب سے پہلی چیز دین اسلام تھی۔ کیوں کہ ہر موقع پر اور ہر حالت میں ہر ایک کے سامنے اسی چیز کو پیش کرنے کے لئے آپ مبعوث ہوئے تھے۔ اس کے بعد آپ نے ویسی ہی صلح کی پیش کش کی جیسی قریش مکہ سے کی تھی یعنی پر امن بقائے باہمی کا ایسا معاہدہ جو دونوں کے لئے قابل قبول ہو، اور اسے بھی رد کرنے کی صورت میں جنگ — یہود نے جنگ کے سوائے اور کوئی بات قبول نہ کی۔ وہ محفوظ قلعوں کے مالک تھے اُن کے پاس رسد اور اسلحہ موجود تھا وہ اسلام کی نئی ابھرتی ہوئی طاقت کے ساتھ پُر امن بقائے باہمی کے روادار نہ تھے۔ انہیں یقین تھا کہ مسلمان یہود کے محفوظ قلعوں کا محاصرہ کر کے اپنی طاقت زایل کرتے کرتے اسی طرح تھک جائیں گے جس طرح قبائل عرب اور یہود محاصرہ خندق میں ناکام رہے تھے وہ اس فکر میں تھے کہ اس کے بعد یہود تازہ دم ہو کر مدینہ پر حملہ آور ہوں گے اور اسلامی قوت کا خاتمہ کر دیں گے۔

لیکن مسلمانوں نے کسی اور ہی مکتب میں تربیت پائی تھی اور انہیں کچھ اور ہی قسم کی تائید و نصرت حاصل تھی۔ اُن کی جد وجہد اور استقامت کا معیار کچھ اور ہی تھا۔ اُن کی سرفروشی اور جاں نثاری کا مقصد رضائے الٰہی تھا نہ کہ یہودیوں کے قلعے۔ وہ جس وارفتگی سے رضاء الٰہی کے لئے قربان ہو سکتے تھے وہ دوسروں کو کہاں نصیب تھی نتیجہ یہ ہوا کہ بیس دن کے سخت جان فشاں محاصرہ کے بعد شیر خدا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی جرأتِ خداداد کے سامنے خیبر کے قلعے یکے بعد دیگرے سرنگوں ہونے لگے۔ سب سے پہلے حیی بن اخطب کے جانشین اور داماد کنانہ بن الربیع کا مضبوط قلعہ فتح ہوا۔ اور سب سے آخر مرحب کا مضبوط ترین قلعہ قموص

Marfat.com

حضرت علیؓ ہی نے بذاتِ خود فتح کیا۔ اور اس کا دروازہ تن تنہا اکھاڑ پھینکا۔

یہود نامراد ہو کر طالبِ امن و امان ہوئے۔

انہیں امان دی گئی۔

اُن کے مذہب سے تعرض نہیں کیا گیا۔

اُن کی زمینیں بٹائی کی تقسیم پر اُن ہی کے پاس رہنے دی گئیں۔

لیکن اُن کی غداریوں سے محفوظ رہنے کے لئے جس اقتدارِ اعلیٰ کی رسول پاکؐ کو ضرورت تھی۔ وہ تسلیم کرا لیا گیا۔

ایک یہودی سردار سلام بن مشکم کی بیوی زینب نے جو مرحب کی بھاوج تھی رسول پاکؐ اور چند صحابہ کی دعوت کی اور دھوکہ سے کھانے میں زہر ملا دیا آپؐ نے ایک لقمہ کھا کر ہاتھ کھینچ لیا۔ لیکن ایک صحابی نے زیادہ کھا لیا تھا۔ وہ زہر کے اثر سے ہلاک ہو گئے۔ حضور اکرمؐ نے تفتیش کرائی۔ زینب نے جرم کا اقرار کیا۔ اور اسے قصاص میں قتل کیا گیا۔

مرحب اور کنانہ لڑائی میں مارے جا چکے تھے۔ حیی بن اخطب رئیس بنو نضیر کی بیٹی صفیہ کنانہ بن الربیع کی بیوی بیوہ ہو گئی تھیں۔ اُن کے خاندانی اعزاز کو برقرار رکھنے کی خاطر حضور اکرمؐ نے حضرت صفیہ کی رضامندی سے، انہیں اپنی زوجیت کا اعزاز بخشا۔

صلح حدیبیہ کے دوسرے سال رسول پاکؐ نے عمرہ کا ارادہ فرمایا اور اُن تمام صحابہ کو ساتھ لے گئے جو پہلے سفر میں شریک تھے۔ آپ حسب معاہدہ تین دن مکہ میں رہے۔ رؤسا قریش نے معاہدہ کے مطابق اجازت دی لیکن وہ مسلمانوں کو اس آزادی سے خانہ کعبہ میں طواف کرتے ہوئے دیکھ نہ سکتے تھے۔ اکثر رؤسا ان تین دنوں کے لئے مکہ سے باہر چلے گئے تھے۔ یہ ۷ھ کا واقعہ ہے۔

Marfat.com

ہجرت کا آٹھواں سال تھا کہ رسول پاکؐ کو ملک شام کی طرف ایک فوج بھیجنی پڑی۔ ہوا یہ کہ حضور اکرمؐ نے قیصر روم کے نام تبلیغی خط لکھ کر حضرت حارث بن عمیر کے ذریعہ شام کے رومی گورنر شرجیل بن عمرو کے پاس بھیجا۔ شرجیل نہایت بے رخی سے پیش آیا اور اس نے حارث کو قتل کر دیا۔ رسول پاکؐ نے قصاص کے لئے شرجیل کے مقابلہ میں تین ہزار کی فوج زید بن حارث، جو حضور اکرمؐ کے آزاد کردہ غلام تھے، کی سرکردگی میں روانہ کی اور ارشاد فرمایا کہ اگر زید شہید ہوں تو حضرت جعفر بن ابی طالب اور ان کے بعد حضرت عبداللہ بن رواحہ اور ان کے بعد حضرت خالد بن ولید فوج کی کمان کریں۔

مساوات کی علمبردار یہ فوج سرداران قریش کو ایک آزاد کردہ غلام کی سرکردگی میں لئے ملک شام کی طرف بڑھی۔ شرجیل کو اطلاع مل چکی تھی اس نے ایک لاکھ رومی سپاہیوں کو، جو شام اور فلسطین کے علاقہ میں موجود تھے، مقابلہ پر رکھ دیا۔ موتہ کے مقام پر دونوں فوجوں کا سامنا ہوا۔ خدا اور رسول کا حکم تعمیل کرنے والوں نے بے جگری سے مقابلہ کیا۔ لیکن اتنی کثیر، منظم، فنون حرب میں تربیت یافتہ اور جدید اسلحہ سے مسلح فوج کا، صحرائے عرب کے بادیہ نشین کہاں تک مقابلہ کرتے حضرت زید شہید ہوئے۔ حضرت جعفر اور حضرت عبداللہ نے بھی جام شہادت پیا۔ پھر حضرت خالد بن ولید کی باری آئی۔ انہوں نے کمال جرأت و تدبیر سے کام لیکر اپنی گھری ہوئی فوج کو دشمن کے نرغے سے نکالا اور پھر جوابی حملہ سے رومی فوج کو پسپا ہونے پر مجبور کر دیا۔

رسول پاکؐ نے جو تبلیغی مراسلہ ایران کے شہنشاہ خسرو پرویز کو بھیجا تھا اسے پڑھ کر شہنشاہ ایران کے غرور کا پارہ چڑھ گیا۔ اس نے خط پرزے پرزے کر دیا اور یمن کے گورنر کو جو اسی کی عملداری میں تھا حکم بھیجا کہ عربی رسول کو گرفتار کر کے

Marfat.com

پیش کیا جائے۔ یمن کے گورنر نے رسول کریمؐ کے پاس پیغام دے کر چند آدمی روانہ کئے تو حضورؐ نے فرمایا۔

"یمن کے گورنر سے کہ دو میرا خط پھاڑنے والے کی حکومت ختم ہو چکی اور وہ خود بھی مارا جا چکا ہے۔"

ایلچی جب یہ جواب لے کر واپس آئے تو یمن کے گورنر کو یقین نہ آیا۔ لیکن فوراً بعد جب اسے سرکاری طور پر اطلاع ملی کہ خسرو پرویز کو اس کے بیٹے شیرویہ نے قتل کر ڈالا ہے تو وہ بہت متاثر ہوا اور ایمان لے آیا۔

صلح حدیبیہ کا معاہدہ اتنا دیرپا ثابت نہ ہوا جتنی اس سے توقع تھی۔ اس معاہدہ کی رو سے قبائل عرب کو عام اجازت تھی کہ کسی ایک یا دوسرے فریق کے حلیف بن جائیں۔ بنو بکر اور بنو خزاعہ کے قبیلوں میں زمانہ قدیم سے مخالفت چلی آ رہی تھی اور بنو بکر قریش کے حلیف تھے بنو خزاعہ اپنی حفاظت کے لئے رسولِ پاکؐ کے حلیف بن گئے۔

۸ھ میں مکہ معظمہ میں بنو بکر کے کچھ لوگوں نے بنو خزاعہ کے لوگوں سے جھگڑا کیا اور اُن کے ایک آدمی کو قتل کر دیا۔ بنو خزاعہ بدلہ لینے کے لئے اٹھے تو بنو بکر نے قریش کو مدد کے لئے پکارا قریش ان کی مدد کو پہنچے۔ قریش کے کئی اکابر عکرمہ بن ابوجہل، صفوان بن اُمیہ، سہیل بن عمرو، وغیرہ نے راتوں کو حلیہ بدل بدل کر لڑائی میں حصہ لیا اور قریش کے عوام نے تو کھلم کھلا بنو بکر کا ساتھ دیا خزاعہ مجبور ہو کر جان بچانے کے لئے حرم میں پناہ گزیں ہوئے لیکن بنو بکر کے رئیس نوفل نے انہیں وہاں بھی نہ چھوڑا۔

خزاعہ کے لوگ دہائی دیتے رسولِ پاکؐ کے پاس مدینہ آئے اور مدد

Marfat.com

کے طالب ہوئے حضور اکرمؐ نے قریش کے پاس قاصد بھیجکر تین شرائط پیش کیں ۔

۱۔ خزاعہ کے مقتولین کا خون بہا دیا جائے ۔یا

۲۔ قریش بنو بکر کی حمایت سے الگ ہو جائیں ۔یا

۳۔ اعلان کر دیا جائے کہ حدیبیہ کا معاہدہ ٹوٹ گیا

قریش نے خون بہا دینے سے انکار کیا، بنو بکر کی حمایت پر اصرار کیا اور کہا کہ انہیں تیسری شرط منظور ہے صلح حدیبیہ کی ضرورت نہیں ۔

ان حالات میں رسول پاکؐ پر بنو خزاعہ کی مدد کو پہنچنا ضروری ہو گیا تھا۔ آپ معاہدہ حلف کی رو سے مجبور تھے ۔ دس ہزار کی آراستہ فوج لے کر آپ رمضان ۸ھ میں مکہ کی طرف روانہ ہوئے ۔ تحریک اسلام میں تعمیری اتحاد و استحکام ترقی کرتا چلا جا رہا تھا لیکن قریش مکہ آپس کی رقابتوں میں مبتلا تھے ۔آنے والی کثیر اسلامی فوج سے مقابلہ کے لئے اجتماعی کوشش تو کیا ہوتی سرداران قریش کو اپنی اپنی جان کی فکر پڑ گئی تھی ۔

ساقیِ زمزم، عباس ابن عبد المطلب نے پیش قدمی کر کے حضور اکرمؐ کا مکہ سے ایک منزل باہر ہی استقبال کیا اور اپنے اسلام کا اعلان کیا۔ حضورؐ نے یہیں شب گزاری کے لئے قیام فرمایا ۔رات کی تاریکی میں جب اسلامی افواج کے مختلف قبیلوں کی آگ دور سے ہی مکہ میں دیکھی گئی تو سرداران قریش حالات دریافت کرنے کے لئے نکلے ۔حضور اکرمؐ کا مقصد بھی یہی تھا کہ اہلِ مکہ لشکر اسلام کی وسعت اور اس کی سطوت کا اندازہ لگا کر کشت و خون سے باز رہیں اور اسلامی امن کے جھنڈے کا سایہ قبول کر لیں ۔اور ہوا بھی یہی ۔

Marfat.com

ابوسفیان بن حرب، رات کی تاریکی میں حالات دریافت کرنے نکلا تھا حضرت عباس اُسے سمجھا بجھا کر حضور اکرمؐ کی خدمت میں لے آئے۔ حضور اکرمؐ نے ابوسفیان سے دریافت کیا۔

"کیوں ابوسفیان۔ کیا اب بھی تمہاری سمجھ میں نہیں آیا کہ خدا کے سوا اور کوئی معبود نہیں؟"

ابوسفیان نے جواب دیا۔

"کوئی اور خدا ہوتا تو آج ہمارے کام آتا!"

حضورؐ نے دریافت فرمایا

"اور کیا اس میں کچھ شک ہے کہ میں خدا کا رسول ہوں؟"

ابوسفیان نے کہا

"اس کا تو یقین نہیں!"

حضور اکرمؐ نے حضرت عباس سے فرمایا کہ ابوسفیان کو پہاڑی کی بلندی پر لے جا کر اسلامی لشکر کی وسعت کا نظارہ کروائیں۔ حضرت عباس نے حکم کی تعمیل کی۔ ابوسفیان کو ایک ایک قبیلہ کے لشکر کی تفصیل بتلائی اور مہاجرین و انصار کی وسیع فوجوں کا نظارہ کروایا سب دیکھ دیکھ کر ابوسفیان نے حضرت عباس سے کہا۔

"ابوالفضل۔ خدا کی قسم ان لوگوں کا سامنا کوئی بھی نہیں کر سکتا واللہ تمہارے بھتیجے کی حکومت و مملکت بڑی عظیم الشان ہوگی۔"

اس پر حضرت عباس کہنے لگے۔

"یہ سلطنت نہیں نبوت ہے۔"

ابوسفیان نے پلٹ کر عباس کی طرف دیکھا اور کہا۔

Marfat.com

"تب تو اور بھی اچھا ہے!"

ابوسفیان حالات کے سامنے جھک چکا تھا۔ اُس نے اسلام قبول کرلیا۔

حضور اکرمؐ نے ابوسفیان کو ہی یہ حکم دے کر مکہ روانہ کیا کہ وہ اعلان کردیں کہ

"جو شخص ابوسفیان کے گھر میں داخل ہوگا امان پائیگا
جو اپنے گھر کا دروازہ بند کرلیگا اسے امان ملے گی
جو مسجد حرام میں داخل ہوگا وہ مامون ہوگا"

ابوسفیان نے جاکر مکہ کے گلی کوچوں میں اعلان کرنا شروع کردیا۔ لوگوں نے اپنے گھروں کے دروازے بند کرلئے۔ دوسرے دن اسلامی فوج مختلف سمتوں سے حضرات سعد بن عبادہ، زبیر بن العوام، علی ابن ابی طالب اور خالد بن ولید کی سرکردگی میں مکہ معظمہ میں داخل ہونے لگی۔

حضور اکرمؐ بیت اللہ میں داخل ہوئے اور سب سے پہلے خانہ خدا کو بتوں سے پاک کیا اور فرمایا۔

قُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ	حق آیا اور باطل مٹ گیا
الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ	باطل کو بالآخر مٹنا ہی
زَهُوقًا	تھا۔

پھر آپؐ نے خدائے واحد کے نام کی تکبیریں بلند کیں اور اعلان فرمایا

"ایک خدا کے سوا اور کوئی خدا نہیں اس کا کوئی شریک نہیں
اس نے اپنا وعدہ سچ کر دکھایا اور تمام جتھوں کو منتشر کردیا۔ اے
معشر قریش اب جاہلیت کا غرور اور نسب کا افتخار خدا نے

Marfat.com

مٹا دیا تمام لوگ آدم کی نسل سے ہیں اور آدم مٹی سے بنے ہیں۔
خاندان اور قبیلے خدا تعالےٰ نے اس لئے علیحدہ علیحدہ بنائے ہیں تاکہ شناخت میں آسانی ہو۔ ورنہ خدا کے نزدیک شرف و اعزاز کا حقدار وہی ہے جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہو ـــ لوگو۔ آج تم پر کوئی گرفت نہیں جاؤ تم سب آزاد ہو۔ امن و امان کی ضمانت سب کے لئے عام ہے"۔

رحمتہ للعالمین کا دریائے رحمت بے پایاں بہ رہا تھا۔
لوگ اعلان امن سن کر اظہار اطاعت کے لئے آنے شروع ہوئے آپ مقام صفا میں بلند جگہ پر بیٹھ کر لوگوں کی بیعت لینے لگے۔
اتنی عظیم الشان فتح پر نہ کوئی جشن منایا گیا نہ کوئی جلوس نکلا۔ نہ کسی کی حکومت کا اعلان کیا گیا اور نہ ہی کسی کی تاجپوشی کی رسم ادا ہوئی۔

صرف خدا کے نام کا بول بالا کیا گیا۔
صرف اخوت و محبت کی تلقین کی گئی
صرف عدل و انصاف کی تاکید ہوئی
اور صرف رحمت عام کا مظاہرہ فرمایا گیا۔

انسان کے مخفی عزائم صرف اسی وقت کھلتے ہیں جب اسے اقتدار حاصل ہو جائے رسول پاکؐ نے کس مپرسی میں بھی وظیفہ رسالت ادا فرمایا اور حصول اقتدار کے بعد بھی اسی پر اکتفا کیا۔ اپنی کھوئی ہوئی جائدادوں تک کا مطالبہ نہیں کیا مہاجرین کو تاکید فرما دی کہ اپنے گزشتہ تمام جائز مطالبات سے بھی دست بردار ہو جائیں۔ اس سے زیادہ اس بات کا اور کیا ثبوت ہو گا کہ حضور اکرمؐ کی اکیس سالہ شدید جد و جہد کی واحد محرک صرف اور صرف خدا تعالےٰ کی وحی

Marfat.com

تھی اور آپ کا کوئی ذاتی مفاد وابستہ نہ تھا۔

فتح مکّہ نے خدا تعالیٰ کے اس وعدہ کو پورا کر دکھایا جو اکیس سال قبل گمنامی کے عالم اور کس مپرسی کی حالت میں کیا گیا تھا۔

فتح مکّہ کی خبر بنو ہوازن کے سردار مالک بن عوف نصری نے سُنی تو وہ سوچ میں پڑ گیا اگرچہ بنو ہوازن اور قریش مکّہ میں کئی لڑائیاں ہو چکی تھیں مشہور حرب فجار آپس کی تلخ رقابتیں زندہ رکھنے کا ذریعہ بنتی رہی تھی۔ بریں ہم قریش مکّہ اور اہل اسلام کی باہمی دشمنی سنگین تر تھی۔ بدر، اُحد اور خندق کے خون چکاں میدانوں میں پروردہ دلی عناد آسانی سے دبنے والے نہ تھے۔ مالک بن عوف نصری نے سوچا کہ مسلمان بھاری فوج لا کر اہل قریش کو مرعوب اور خاموش تو کر سکتے ہیں لیکن اُن کے دلوں کو نہیں پھیر سکتے۔ عناد کا لاوا دبایا جا سکتا ہے بجھایا نہیں جا سکتا۔ اگر اس موقعہ پر بنو ہوازن جمع ہو کر مسلمانوں پر حملہ کر دیں تو قریش مکّہ یقیناً اُن کا ساتھ دیں گے مسلمانوں کے خلاف بغاوت کریں گے اور مسلمان مغلوب ہو جائیں گے۔ اس کے بعد تھکے ہارے قریش مکّہ بنو ہوازن کے مقابلہ کی سکت نہ لا سکیں گے اور بنو ہوازن کی برتری تسلیم کر لیں گے ــــ یہ سوچ کر مالک بن عوف نے بنو ہوازن کے تمام قبائل کو جنگ پر آمادہ کیا اور ایک کثیر فوج لے کر مکّہ کی طرف بڑھنے لگا۔

رسول پاکؐ کے جاسوسوں نے آپ کو بنو ہوازن کے ارادوں سے مطلع کیا اور آپ اپنی فوج کا ایک حصہ لے کر آگے بڑھے۔ اہل مکّہ کے کئی دستے بھی شامل ہو گئے۔ صبح کے دھندلکے میں جب اسلامی لشکر وادی حُنین میں داخل ہو رہا تھا تو بنو ہوازن کی فوج نے جو اسی وادی میں پڑاؤ ڈالے ہوئے

Marfat.com

تھی، اسلامی لشکر پر اچانک حملہ کر دیا۔ مسلمان اس حملہ کے لئے تیار نہ تھے وہ بمشکل اپنے قدم جمانے ہی پائے تھے کہ مکّہ کے غیر مسلم فوجی دستوں نے بھاگنا شروع کیا اور پھر کئی مسلمان بھی بھاگ کھڑے ہوئے۔

بنو ہوازن کا حملہ بڑا شدید تھا۔ غیر مسلم مکّی نیم دلے بھی تھے اور تماشہ بین بھی۔ آپس میں رائے زنی کرنے لگے۔

"آج محمد بن عبداللہ کی نبوّت کی آزمائش ہے!"

رسول پاکؐ نے یہ حالت دیکھی تو نعرہ بلند فرمایا

"میں خدائے پاکؐ کا نبی ہوں اس میں کچھ جھوٹ نہیں۔ میں عبدالمطلب کا فرزند ہوں"۔

صوتِ ہادی نے مسلمانوں میں نئی روح پھونک دی۔ وہ پلٹے اور ایسے پلٹے کہ بنو ہوازن کو دبانے چلے گئے۔ گھمسان کی لڑائی ہوئی اور بنو ہوازن بھاگ کھڑے ہوئے۔ اُن کے ساتھی بنو ثقیف جو طائف سے آئے تھے، طائف کے قلعوں میں جا گھسے۔ رسول پاکؐ نے طایف تک ان کا پیچھا کیا۔

طایف کی بستی ایک پختہ فصیل سے محصور تھی بنو ثقیف نے شہر پناہ کے تمام دروازے بند کر لئے تھے۔ رسول پاکؐ نے چند دن محاصرہ برقرار رکھا لیکن جب بنو ثقیف کی بے بسی اور بنو ہوازن کی شکست واضح ہو گئی۔ تو آپ نے محاصرہ اُٹھا لیا۔

جنگ حنین کے قیدیوں اور مال غنیمت کی تقسیم کے وقت رسول پاکؐ نے مصلحتاً مکّہ کے نومسلموں اور بعض بدوی سرداروں کو اُن کی دل

Marfat.com

دہی کی خاطر بڑھ چڑھ کر حصہ دیا تھا۔۔ اور اُن کے مقابلہ میں قدیم مسلمانوں کو تھوڑا حصہ ملا تھا۔ اس پر انصار کے کچھ نوجوانوں نے ناپسندیدگی کا اظہار کیا جب رسول پاکؐ کو اس کا علم ہوا تو آپ نے انصار کو بلا کر کہا۔

"اے گروہ انصار۔ یہ تمہاری چہ میگوئیاں کیسی ہیں۔ اور تمہارے دلوں میں یہ غم و غصہ کیسا ہے جس کا تم نے اظہار کیا۔ کیا میں تمہارے پاس اس حالت میں نہیں آیا کہ تم گمراہ تھے اور خدا نے تمہیں میرے ذریعہ ہدایت کی۔ تم منتشر اور پراگندہ تھے خدا نے میرے ذریعہ تم میں اتفاق پیدا کیا۔ اور تم مفلس و قلاش تھے خدا نے میرے ذریعہ تمہیں دولتمند بنایا؟"

انصار نے جواب دیا

"بے شک ہم پر اللہ اور رسولؐ کا بڑا احسان اور فضل ہے"

رسول پاکؐ نے یہ جواب سننے کے باوجود فرمایا

"گروہ انصار کیا تم مجھے جواب نہیں دو گے؟"

انصار کہنے لگے

"یارسول اللہؐ ہم آپ کو کیا جواب دیں۔ خدا اور رسول کا ہم پر اتنا کرم ہے کہ ہم کچھ بول نہیں سکتے"

رحمتہ للعالمین نے فرمایا

"نہیں۔ خدا کی قسم تم چاہتے تو جواب دیتے اور تمہارا جواب درست بھی ہوتا اور دنیا اسے تسلیم بھی کرتی جب تم یہ جواب دیتے کہ اے محمد تم ہمارے پاس اس حالت میں آئے جب لوگوں نے تمہیں جھٹلایا اور ہم نے تمہاری تصدیق کی لوگوں نے تمہیں بے یار و مددگار چھوڑ دیا اور ہم نے تمہاری مدد

Marfat.com

کی۔ لوگوں نے تمہیں نکال باہر کیا اور ہم نے تمہیں پناہ دی۔ تم مفلس وقلاش تھے ہم نے تمہیں آسودگی دی؟

یہ کہہ کر آپ فرمانے لگے۔

"اے گروہ انصار تم مجھے ایسا ہی جواب دو اور میں کہوں گا کہ خدا کی قسم تم سچ کہتے ہو۔ لیکن —— اے گروہ انصار کیا تم دنیا کی ان حقیر چیزوں کے لئے دل گیر ہو رہے ہو جو میں لوگوں کی دلدہی کے لئے تقسیم کر رہا ہوں تاکہ وہ اسلام سے مانوس ہوں؟ کیا تمہیں یہ پسند نہیں کہ جب لوگ اپنے گھروں کو اونٹ اور بکریاں لے کر جائیں تم خدا کے رسول محمدؐ کو لئے اپنے گھروں کو لوٹو؟"

یہ سن کر انصار بے اختیار رو پڑے اور اتنا روئے کہ روتے روتے اُن کی ڈاڑھیاں تر ہوگئیں۔

حضور اکرمؐ بھی رو پڑے اور فرمانے لگے۔

"خدا کی قسم اگر ہجرت نہ ہوتی تو میں بھی انصار ہی کا ایک فرد ہوتا اور اگر دوسرے لوگ ایک گھاٹی میں ہوتے اور انصار دوسری گھاٹی میں۔ تو میں انصار کی گھاٹی میں ہی چلتا۔ اے خدا، انصار پر، اُن کی اولاد پر، اور اُن کی اولاد کی اولاد پر رحم فرما۔"

رحمتہ للعالمین ہر شخص اور ہر گروہ کی خامی و پختگی کے مدارج کے مطابق تربیت فرمانے میں ہی مصروف رہتے تھے۔ خرید و فروخت کا بازار ہو یا میدان جنگ خدا شناسی اور خدا ترسی کی تعلیم آپ کا مقصدِ اولین رہتا۔ مال غنیمت کی دلبستگیوں میں ملوث نو واردانِ کوچۂ الفت کو دامے درمے سہارتے تو رہروانِ عقیدت کو معرفت و بصیرت کی دولت سے مالا مال فرماتے۔ ممکن نہیں

Marfat.com

کہ دنیا آپ کے احسانات کا بدلہ چکا سکے صلے اللہ علیہ وسلم۔

حضور اکرمؐ نے حنین وطائف سے فراغت پاکر مکّہ معظمہ مراجعت فرمائی عمرہ کیا۔ عتاب بن اسید کو مکّہ کا گورنر مقرر کیا اور ایک درہم یومیہ اُن کی تنخواہ مقرر فرمائی۔ حضرت معاذ بن جبل کو تبلیغ اسلام کے لئے مکّہ ہی میں چھوڑا اور خود مدینہ تشریف لے گئے۔

اسی ۸ھ میں حضرت ماریہ قبطیہ کے بطن سے حضور اکرمؐ کے فرزند ابراہیم پیدا ہوئے آپ اس بچہ سے بہت محبت فرماتے تھے لیکن جب ڈیڑھ سال کی عمر میں اُن کا انتقال ہوگیا تو آپ نے فرمایا

"جس نے دیا تھا اُسی نے لے لیا۔ شکوہ کس بات کا ہم سب کو اسی کی طرف لوٹ جانا ہے۔"

اتفاق سے حضرت ابراہیم کے انتقال کے وقت سورج گرہن ہوا۔ عرب کا عقیدہ تھا کہ سورج اور چاند گرہن کسی عظیم الشان انسان کی موت کی علامتیں ہیں لوگوں نے سورج گرہن کو وفاتِ ابراہیم سے وابستہ کیا تو حضورؐ نے فرمایا

"سورج اور چاند خدا کی قدرت کی علامتیں ہیں۔ کسی کے مرنے اور جینے سے اُن میں گرہن نہیں لگا کرتا۔"

حضورؐ کی صاحبزادی حضرت زینب کا انتقال بھی اسی ۸ھ میں ہوا۔

۹ھ میں جنگ موتہ کے ردِّ عمل میں رومیوں کی جدید تیاریوں کی اطلاع حضور کو ملی تو آپ فوج لیکر شام کی طرف گئے تاکہ سرحدی استحکام کا انتظام فرمائیں کچھ سرحدی جھڑپیں بھی ہوئیں جو غزوۂ تبوک کے نام سے مشہور ہیں۔ اسی سال حضرت ابوبکر صدیق کی سرکردگی میں مسلمانوں کی ایک جماعت مکّہ معظمہ حج کرنے گئی

Marfat.com

پچھلے سال ۸ھ کے حج میں مشرکین و موحدین نے مل کر اپنے اپنے طریقہ پر حج کیا تھا لیکن اب مکہ میں اسلامی نظم وضبط پوری طرح قائم ہو چکا تھا۔ خانہ کعبہ تمام بتوں کی آلایش سے پاک کر دیا گیا تھا اور اب وہاں صرف خدائے واحد کی عبادت کی جا سکتی تھی اس لئے ۹ھ کے حج سے صرف اسلامی طریق حج جائز قرار پایا قرآن کریم نے اسے حج اکبر قرار دیا اور مشرکین سے بری الذمہ ہونے کا اعلان کر دیا حضرت علی نے خانہ کعبہ میں سورہ برات پڑھ کر اس کی تشہیر فرمائی۔

اب امن و امان قائم ہو چکا تھا۔ جنگ و جدال کے خطرات مفقود، مال غنیمت کے مواقع مسدود، اور حصول دولت کے پُرامن طریقوں کے دروازے کھل چکے تھے اسی بنا پر فرضیت زکوٰۃ کا حکم اسی سال نازل ہوا۔ اس سے قبل خیرات صدقات اور انفاق فی سبیل اللہ کا عام حکم ہی نافذ تھا۔

رسول پاکؐ کی پوری توجہ اب لوگوں کی اخلاقی مدنی اور روحانی تربیت پر مرکوز تھی۔

Marfat.com

باب چہاردہم

تکمیل فرائض

مدینہ کے اطراف واکناف قبائل میں تبلیغ اسلام کے لئے چھوٹے چھوٹے گروہوں کو بھیجنا تو ابتدا ہجرت سے ہی جاری تھا لیکن حفاظتی جنگوں کی وجہ سے اس کام میں کبھی کبھی تعطل پڑ جاتا تھا۔ اب امن وامان کا زمانہ آیا تو رسول پاکؐ کے صحابہ دو دو، چار چار کی ٹکڑیوں میں چاروں طرف پھیل گئے۔ لوگوں کو توحید الٰہی کی طرف متوجہ کرنے اور بت پرستی اور توہمات کی لغویت سے آگاہ کرنے لگے جو لوگ اسلام لاتے، انہیں دینی تعلیم کی تفصیلات سمجھائی جاتیں۔ اتفاق واتحاد کی ترغیب اور کسب حلال کی تاکید ہوتی۔ چوری، رہزنی، زنا، جوا، شراب اور دوسری بری باتوں سے اجتناب کی تلقین ہوتی اور نماز و روزہ کے ذریعہ انہیں اصلاح نفس کی مشق پر لگایا جاتا۔

Marfat.com

اسلامی اقتدار کے قیام، اور پُرامن ماحول نے ان لوگوں کو بھی اسلام کی طرف مائل کرنا شروع کیا جو تا حال متوجہ نہ ہوئے تھے اور اُن لوگوں نے بھی اپنے رویہ پر نظرثانی کی ضرورت محسوس کی۔ جو اب تک محض جذباتی بہاؤ میں مخالفت کر رہے تھے۔ اس طرح اسلام کی طرف لوگوں کے ردعمل میں ایک اجتماعی تبدیلی رونما ہونے لگی اور وہ لوگ جو پہلے مبلغین کی جماعتوں کو خاطر ہی میں نہ لاتے تھے اب خود وفود بنا کر مدینہ کے چکر کاٹنے لگے تاکہ اپنی آنکھوں سے اسلامی معاشرہ کی تصویر دیکھیں اور سُنی سُنائی باتوں کی تحقیق کریں۔

یہ لوگ مدینہ پہنچکر یہاں کا رنگ ڈھنگ دیکھتے، اس سے متاثر ہوتے اور واپس جاکر اپنے ردّعمل سے پورے قبیلے کو متاثر کرتے۔ آہستہ آہستہ قبیلوں کے قبیلے مسلمان ہونے لگ گئے۔

حالات اس تیز رفتاری سے پلٹا کھا رہے تھے کہ قدیم الاسلام لوگ فرمانِ خداوندی "إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ وَرَأَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُونَ فِي دِينِ اللّٰهِ أَفْوَاجًا (جب خدا تعالےٰ کی نصرت اور فتح یابی آئیگی تو آپ لوگوں کو دیکھیں گے کہ فوج در فوج اللہ کے دین میں داخل ہو رہے ہیں) کو چاروں طرف پورا ہوتے دیکھ کر حق تعالےٰ کی بارگاہ میں سربسجود ہو جاتے اور اُٹھتے بیٹھتے، چلتے پھرتے، خدا تعالےٰ کی روحانی معیت اسی طرح محسوس کرتے جس طرح ٹھوس مادی چیزیں محسوس کی جاتی ہیں۔

طائف کے قبیلہ بنو ثقیف کا سردار عبد یالیل بھی ایک وفد لے کر حاضرِ خدمت ہوا۔ وہی مغرور و سرکش عبد یالیل جس نے حضور اکرمؐ سے طائف میں کہا تھا کہ اگر خدا نے تمہیں پیغمبر بنا کر بھیجا ہے تو اس نے کعبہ کا

Marfat.com

پردہ چاک کیا ہے۔ عبد یالیل سیاسی اطاعت قبول کرنے آیا تھا لیکن مدینہ کا رنگ دیکھ کر متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ حضور اکرمؐ نے اس وفد کو مسجد نبوی کے صحن میں خیمے لگا کر ٹھیرایا تھا تاکہ اٹھتے بیٹھتے، مسلمانوں کی روزمرہ کی زندگی ان لوگوں کے پیش نظر رہے۔ صحابہ کا تمدن، ان کی معیشت، رسول خداؐ سے ان کی والہانہ محبت، اور خشیت الٰہی کا وہ جذبہ جو ان کے ہر عمل کا محافظ تھا، طائف کے سرداروں کے سامنے کھلی کتاب کی طرح موجود تھا۔ انسان کتنا ہی غافل کیوں نہ ہو، "الست بربکم" کی چنگاری سے محروم نہیں عبد یالیل آیا تو تھا سیاسی اطاعت کے لئے، لیکن مدینہ کا دربار دیکھ کر پگھل گیا۔ اسلام قبول کرنے پر آمادہ ہو گیا۔

اسلام کی انقلابی تعلیم آسائش پسند لوگوں کے لئے خاصی کٹھن ہے عبد یالیل نے کچھ مراعات چاہیں کہنے لگا۔

"حضور اکرمؐ ہمارے مخصوص حالات سے تو واقف ہی ہیں۔ ہمارا شہر انگور کی پیداوار کا مرکز ہے انگور ہماری زراعت بھی ہے اور صنعت بھی۔ انگوری شراب کی تجارت طائف کی معیشت ہے۔ ہمیں شراب سے مفر نہیں۔ پھر ہمارے تجارتی کاروبار کا پورا ڈھانچہ سودی لین دین پر استوار ہے۔ سود۔ سرمایہ داری اور سرمایہ کاری کی ریڑھ کی ہڈی ہے۔ اس کے بغیر کاروبار ممکن ہی نہیں۔ ہمارے نوجوان تجارتی دوروں کی وجہ سے طویل عرصہ کے لئے گھروں سے باہر رہتے ہیں۔ اس تجرد میں جنسی آزادی اور زنا ان کے لئے ایک ناگزیر ضرورت بن جاتی ہے ہم آپ کی رسالت پر ایمان لاتے ہیں لیکن ہمارے خصوصی حالات اس بات کے متقاضی ہیں کہ ہمیں زنا، سود اور شراب کے احکام سے مستثنیٰ کیا جائے۔"

Marfat.com

حضور اکرمؐ نے جواب دیا

"دین میں جبر تو کوئی نہیں۔ لیکن اگر اسلام میں داخل ہونا چاہتے ہو تو پوری طرح داخل ہونا ہوگا۔ احکام الٰہی میں مستثنیات کی کوئی گنجائش نہیں۔"

ہم میں آج بھی طائف کے رئیسوں کی کمی نہیں۔ آج بھی مخصوص حالات اور مدنی تقاضوں کے بہانے مراعات، ترمیم اور تاویل کی جستجو جاری ہے لیکن حضور اکرمؐ کا وہی جواب آج بھی پوری طرح نافذ ہے دین میں کوئی جبر نہیں لیکن جو کوئی اسلام میں داخل ہونا چاہے اُسے پوری طرح داخل ہونا ہوگا۔ احکام الٰہی بلند و بالا مصلحتوں اور حکمتوں پر مبنی ہیں۔ ان میں جہاں مستثنیات نہیں رکھے گئے وہاں مستثنیات کی تا قیامت کوئی گنجائش نہیں۔

اسی سال ۹ھ میں نجران کے عیسائیوں کا ایک وفد آیا انہیں بھی حضور اکرمؐ نے مسجد نبوی میں ہی ٹھیرایا اور مسجد نبوی میں ہی انہیں اپنے عقیدہ کے مطابق عبادت کرنے کی اجازت دی گئی۔ یہ وفد بھی حضور اکرمؐ کی سیاسی سیادت تسلیم کرنے آیا تھا لیکن حضور اکرمؐ نے کئی دن اُن کی خاطر مدارت کی توحید و تثلیث کے موضوع پر بطریق احسن ان کی تفہیم کی اور اسلامی تعلیم سے متعارف کرایا۔ حضور اکرمؐ نے فرمایا

"خدا تعالےٰ نے عیسیٰ ابن مریم کو اپنا رسول بنا کر بھیجا تا وہ لوگوں کو اسی دین کی طرف متوجہ کریں جس کی طرف ابراہیم، موسیٰ اور دوسرے انبیا متوجہ کرتے آئے ہیں اور جس کی طرف متوجہ کرنے کے لئے اب میں مامور ہوں۔ لوگوں

Marfat.com

نے حضرت عیسیٰ کے بارے میں افراط و تفریط سے کام لیا ہے۔ عیسائیوں نے انہیں خدا کا بیٹا بنا دیا اور یہودی اُن کی پیدائش کو ہی متہم کرنے لگے۔ حقیقت تاریخ کے پژمردہ اوراق میں مستور ہو کر رہ گئی اور اوراق تاریخ مٹی میں مل کر ہمیشہ کے لئے مفقود ہو گئے اب کوئی تاریخی ریکارڈ حقایق پر سے پردہ نہیں اٹھا سکتا۔ لیکن میں خدا تعالےٰ سے وحی کے ذریعہ راست علم پا کر آپ لوگوں کو بتلاتا ہوں کہ حقیقت کیا ہے۔ حقیقت یہی ہے کہ عیسیٰ ابن مریم کو اس سے عار نہیں کہ خدا کا بندہ کہلائیں۔ خدا کی شان منزہ ہے اس عیب سے کہ کوئی اس کی اولاد ہو۔ اور حضرۃ مریم، طاہرہ اور صدیقہ تھیں اے عیسائی بھائیو! تمہیں اس خدائی شہادت پر شبہ ہو تو آؤ خدا کے سامنے ہم دونوں فریق اپنے بیوی بچوں سمیت مل کر دعا کریں کہ ہم دونوں فریقوں میں سے جو ناحق پر ہو خدا اس پر لعنت کرے:

حضور اکرمؐ پوری سنجیدگی کے ساتھ مباہلہ کی تیاری کئے ہوئے اہل بیت، حضرت علیؓ، حضرت فاطمہ، حسن اور حسین کو لے کر صحن نبوی میں دعا مانگنے کے لئے آ گئے۔ عیسائیوں کا وفد حضور اکرمؐ کی سنجیدگی اور خلوص سے بے حد متاثر ہوا لیکن مباہلہ پر تیار نہ ہوا۔

حضورؐ نے فرمایا

"اگر تم اس راستہ پر بھی نہیں آتے تو گواہ رہنا کہ ہم تو خالص خدائے واحد کی تسلیم و رضا پر قائم ہیں"

نجران کے عیسائیوں سے سیاسی اطاعت قبول کی گئی انہیں امن و آزادی دی گئی جو اُن کا حق بھی تھا۔ اُن کی آزادی خیال و عقیدہ سے کوئی تعرض نہیں کیا گیا۔ اُن پر تبدیلی مذہب کے لئے کوئی دباؤ نہیں ڈالا گیا۔ دلیل و

Marfat.com

برہان سے تفہیم کے علاوہ کسی قسم کی کوئی مداخلت نہیں کی گئی۔ آزادئ خیال کا مکمل احترام اور نہ طاقت کا استعمال، نہ دباؤ کا خیال، یہی وہ اخلاقی قدریں تھیں جنہوں نے ایک عالم کو مسخر کر لیا تھا۔

ذی قعدہ ۱۰ھ میں آں حضرت نے حج بیت اللہ کا ارادہ فرمایا اس خبر کے پھیلنے سے بہت لوگ اس فریضہ کی انجام دہی کے لئے تیار ہو گئے۔ آپ چار ذی الحج کو مکہ میں داخل ہوئے۔ مناسک حج کی لوگوں کو تعلیم دی اور جب میدانِ عرفات میں اپنے ناقہ "قصواء" پر سوار ہو کر آخری خطبہ بیان فرمایا تو ایک لاکھ چوبیس ہزار عقیدت مندوں کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر ہمہ تن گوش ہو کر سن رہا تھا۔ آپ نے فرمایا

"لوگو سنو! شاید اس سال کے بعد میں اس جگہ تم سے پھر نہ مل سکوں توجہ سے سنو کہ جاہلیت کے تمام دستور پامال کر دیئے گئے۔ لوگو۔ بے شک تمہارا رب بھی ایک ہے اور تمہارا باپ بھی ایک کسی عربی کو کسی عجمی پر یا کسی عجمی کو کسی عربی پر، سرخ کو سیاہ پر اور سیاہ کو سرخ پر کوئی فضیلت نہیں مگر تقویٰ کی بنا پر۔ تمام مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ تم اپنے غلاموں کو بھی وہی کھلاؤ اور پہناؤ جو تم خود کھاتے اور پہنتے ہو۔ تمہارا خون اور تمہارا مال آپس میں ایک دوسرے پر اسی طرح قابل احترام ہیں جس طرح آج کا دن اس شہر میں اور اس مہینہ میں محترم ہے اور یہ حرمت اس وقت تک جاری رہے گی۔ جب تم اپنے رب سے جا ملو گے۔ لوگو! تم یقیناً اپنے خدا سے ملنے والے ہو اور وہ تم سے تمہارے اعمال کے متعلق باز پرس کرے گا۔ جاہلیت کے تمام خون اور جاہلیت کے تمام سود معاف کر دیئے گئے۔ عورتوں کے بارے میں خدا تعالےٰ سے ڈرو۔ تمہارا

Marfat.com

عورتوں پر اور عورتوں کا تم پر حق ہے ان حقوق کی نگرانی کرو۔ امانتوں کی حفاظت کرو۔ کسی پر ظلم نہ کرو۔ اپنے پروردگار کو پوجو۔ پانچوں وقت کی نماز پڑھو رمضان کے مہینے کے روزے رکھو اور میرے احکام کی اطاعت کرو۔ خدا کی جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔ لوگو اگر کوئی ناک کٹا سیاہ فام غلام بھی تمہارا امیر ہو اور وہ تم کو خدا کی کتاب کے مُطابق لے چلے تو اس کی اطاعت اور فرمانبرداری کرو۔ لوگو مذہب میں غلو اور مبالغہ سے بچو کیوں کہ تم سے پہلی قومیں اسی سے برباد ہوئیں۔ لوگو تم میں، میں ایک چیز چھوڑ جاتا ہوں، ایک ایسی چیز جس پر اگر تم قائم رہے تو کبھی گمراہ نہ ہو گے۔ وہ چیز کتاب اللہ ہے۔"

پھر وقفہ کے ساتھ مجمع عام کو مکرر مخاطب کرتے ہوئے فرمایا

"لوگو۔ خدا تم سے پوچھے گا کہ میں نے تمہیں احکام خداوندی پہنچا دیئے یا نہیں۔ بولو۔ تم کیا جواب دو گے؟"

صحابہ نے یک زبان ہو کر جواب دیا

"ہم کہیں گے آپ نے خدا کا پیغام پہنچا دیا اور اپنا فرض ادا کر دیا یارسول اللہؐ!"

حضورؐ نے تین بار آسمان کی طرف انگلی اُٹھا کر فرمایا

"اے خدا تو گواہ رہنا۔ تو گواہ رہنا۔ تو گواہ رہنا!"

اور عین اسی وقت یہ آیت کریمہ اُتری

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَ رَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ	آج ہم نے تمہارے لئے دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت تمام کر دی اور تمہارے لئے دین اسلام پسند کر لیا۔

Marfat.com

دیِنا۔ (پارہ ۶ رکوع ۵)

خطبہ کے اختتام پر حضور اکرمؐ نے سب مسلمانوں کو الوداع کیا۔ قربانی سے فارغ ہوئے، طواف کعبہ کیا اور رسومات حج سے فراغت کے بعد مدینہ کی طرف مراجعت فرمائی۔

راستہ میں ایک مقام خم ہے جہاں ایک تالاب ہے اس تالاب پر آپؐ نے قیام فرمایا۔ تالاب کو عربی میں غدیر کہتے ہیں۔ یہ مقام غدیر خم کے نام سے معروف ہے۔ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے یہاں صحابہ کو جمع کرکے ایک مختصر خطبہ دیا فرمایا

"حمد وثناء کبریا کے بعد، اے لوگو سنو! میں بھی انسان ہوں۔ ممکن ہے خدا کا فرشتہ میرے بلاوے کے لئے جلد آجائے اور مجھے جانا ہو میں تمہارے درمیان دو بھاری ذمہ داریاں چھوڑے جا رہا ہوں۔ پہلی تو خدا کی کتاب ہے جس کے اندر ہدایت اور روشنی ہے اس لئے خدا کی کتاب کو مضبوطی سے پکڑو اور اسی کے ساتھ تمسک کرو۔ دوسری ذمہ داری میرے اہل بیت ہیں۔ میں اپنے اہل بیت کے بارہ میں تمہیں خدا کو یاد دلاتا ہوں، خدا کو یاد دلاتا ہوں، خدا کو یاد دلاتا ہوں۔"

حضور اکرمؐ نے اہل بیت کے بارے میں ذمہ داری والا جملہ تین مرتبہ دہرایا غالباً خدا تعالےٰ نے آپ کو پیش آمدنی حالات سے مطلع فرمایا ہوگا جو اس تاکید و تکرار کا باعث بنا۔ اسی موقعہ پر حضورؐ نے فرمایا

"جس کو میں محبوب ہوں اس کو علیؓ بھی محبوب ہونا چاہیئے۔ الہٰی جو علیؓ سے محبت کرے اس سے تو بھی محبت رکھ اور جو علی سے عداوت رکھے

Marfat.com

اس سے تو بھی عداوت رکھ۔"

حضور اکرمؐ جب مدینۃ النبی میں داخل ہوئے تو فرمایا

"بزرگ و برتر اسی کی ذات ہے جس کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں اس کا کوئی شریک نہیں۔ تمام حکومت اسی کی ہے اور تمام مدح و ستایش کا وہی مستحق ہے اور وہ ہر بات پر قادر ہے۔ ہم اسی کے فرمانبردار بن کر، تائب ہو کر، سجدہ ریز ہو کر، اور اس کی مدح و ستائش کرتے ہوئے، لوٹ رہے ہیں خدائے پاک نے اپنا وعدہ سچا کر دکھایا۔ اپنے بندے کی نصرت کی، اور تمام قبائل کو تنہا اسی ذات پاک نے شکست دی۔"

ماہ صفر ۱۱ھ کی ایک شب حضور اکرمؐ نے ایک خادم کو ساتھ لیا اور آدھی رات کے وقت آپ مسلمانوں کے قبرستان، جنت البقیع کی طرف گئے۔ قبور کے درمیان کھڑے ہو کر آپ نے دعا فرمائی، اور کہا

"اے اہل قبور۔ تم پر سلامتی ہو۔ جس حالت میں تم ہو وہ اس سے کہیں بہتر ہے۔ جس میں ذی حیات لوگ ہیں۔ عنقریب فتنے سر اٹھانے والے ہیں اور وہ اس طرح آئیں گے جس طرح تاریک رات کے ایک ٹکڑے کے بعد دوسرا ٹکڑا آتا ہے اور بعد میں آنے والا پہلے والے سے زیادہ خطرناک فتنہ ہوگا۔"

پھر آپ نے خادم خاص کو مخاطب کر کے فرمایا

"میرے سامنے دو چیزیں پیش کی گئیں۔ ایک طرف دنیا کے خزائن اور دائمی زندگی اور دوسری طرف لقاءِ رب اور جنت، اور مجھ سے کہا گیا جو چاہو اختیار کرو — میں نے اپنے رب کی ملاقات اور جنت

Marfat.com

ختیار کی۔"

قبرستان سے واپسی کے بعد آپ کے سر میں درد شروع ہوا اور پھر بخار ہو گیا۔ کچھ دن آپ اسی حالت میں باری باری ازواج مطہرات کے ہاں قیام فرماتے رہے۔ جب تکلیف نے شدت اختیار کی تو حضور اکرمؐ نے تمام ازواج کی رضامندی سے حضرت عائشہ صدیقہ کے ہاں قیام فرمایا۔ حضرت علیؓ اور حضرت عبداللہ ابن عباس آپ کو دونوں طرف سے سہارا دیئے لے کر آئے۔ آپ کے سر پر پٹی بندھی تھی۔ اور آپ چلنے میں کمزوری کی وجہ سے دقت محسوس کر رہے تھے۔ شدت بخار کی تکلیف کی وجہ سے آپ نے حکم دیا کہ آپ کو نہلایا جائے حکم کی تعمیل ہوئی۔ ٹھنڈے پانی کے استعمال سے بخار کی گرمی میں کمی محسوس ہوئی تو آپ سر پر پٹی باندھے کوشش کر کے نماز پڑھانے کے لئے باہر نکلے۔ لیکن ضعف کی وجہ سے کامیاب نہ ہو سکے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ نماز پڑھایا کریں۔

بیماری بڑھتی گئی حضور اکرمؐ نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا۔ گھر میں جو کچھ مال ہو خیرات کر دیا جائے۔ سرورِ کونین کے جھونپڑے میں سے جو کائنات نکلی وہ پانچ درہم تھے جنہیں خیرات کر دیا گیا۔ وفات سے چار دن قبل بیماری کی شدت کی حالت میں آپ نے صحابہ سے فرمایا

"دوات قلم اور کاغذ لاؤ۔ میں تمہارے لئے ایک تحریر لکھ دوں جس کے بعد تم گمراہ نہ ہو گے۔"

صحابہ نے یہ سن کر تردد کیا۔ کچھ تعمیل حکم پر مائل تھے کچھ کا خیال یہ تھا کہ آپ شدت مرض سے متاثر ہیں۔ اختلافِ رائے بڑھتا گیا۔ حضرت عمر فرمانے لگے۔ "آپ کو مرض کی شدت ہے ہمارے پاس قرآن موجود ہے خدا کی کتاب

Marfat.com

ہمارے لئے کافی ہے"۔

دوسرے کہنے لگے۔

"حکم کی تعمیل ہونی چاہیئے"۔

زیادہ بردبار لوگوں نے کہا۔

"خود رسول پاکؐ سے ہی پوچھ لو کہ آپ ہوش و حواس میں ہیں اور تعمیلِ حکم چاہتے ہیں یا کیا؟"

لوگ جب آپ سے یہ دریافت کرنے لگے تو آپ نے فرمایا

"مجھے چھوڑ دو۔ میں جس مقام میں ہوں وہ اس سے بہتر ہے جس کیطرف تم مجھے بلاتے ہو"۔

حضور اکرمؐ کو اپنی صاحبزادی فاطمۃ الزہرہؓ سے بے حد محبت تھی۔ اثناء علالت میں وہ ایک مرتبہ آپؐ کے پاس بیٹھی تھیں کہ رسول پاکؐ نے اُن کے کان میں کچھ کہا وہ رونے لگیں۔ آپؐ نے پھر اُن کے کان سے منہ لگا کر کچھ اور کہا تو حضرت فاطمہؓ ہنس پڑیں۔ حضرت عائشہؓ نے حضرت فاطمہؓ سے دریافت کیا کہ حضور اکرمؐ کیا فرماتے تھے۔ سیدۃ النساء نے فرمایا

"رسول پاکؐ نے پہلی مرتبہ مجھے بتایا کہ آپؐ اسی مرض میں انتقال کریں گے یہ سن کر میں رو پڑی۔ دوسری مرتبہ آپؐ نے مجھے بتایا کہ پورے خاندان میں سب سے پہلے میں ہی آپؐ سے جا ملوں گی تو میں ہنسنے لگی"۔

مرض میں کمی بیشی ہوتی رہی۔ دوشنبہ بارہ ربیع الاول ۱۱ھ کو علی الصبح آپؐ نے حجرہ کا پردہ اٹھا کر مسجد نبوی میں دیکھا تو صحابہ فجر کی نماز پڑھ رہے تھے۔ حضور اکرمؐ انہیں دیکھ کر مسکرانے لگے۔ پھر حضرت عائشہؓ کا سہارا لے کر لیٹ گئے۔ آپؐ بے حد کمزور ہو گئے تھے۔ آپؐ پر بار بار غشی کے دورے

Marfat.com

پڑنے لگے۔ حضرت فاطمہؓ حضور اکرمؐ کے کرب اور بے چینی کو دیکھ کر بے اختیار ہوگئیں۔ اُن کی چیخ نکل گئی۔

"ہائے بابا کی بے چینی"۔

حضورؐ نے نہایت سکون سے جواب دیا۔

"بیٹی۔ تمہارا باپ آج کے بعد کبھی بے چین نہ ہوگا"۔

حضور اکرمؐ حضرت عائشہؓ کی گود میں لیٹے ہوئے تھے۔ پانی کا بھرا ہوا پیالہ پاس رکھا تھا آپ اس میں ہاتھ ڈالتے اور چہرہ مبارک پر پھیرتے اور فرماتے۔

"اے اللہ سکراتِ موت میں میری مدد فرما"۔

دفعتہً حضرت عائشہؓ نے محسوس کیا کہ رسول پاکؐ اُن کی گود میں بھاری ہوتے جا رہے ہیں ام المومنین نے پلٹ کر چہرہ مبارک کی طرف نظر کی۔ آپ کی آنکھیں اوپر چڑھ گئی تھیں اور آپ کے لبِ مبارک پر یہ الفاظ جاری تھے۔

بل الرفیق الاعلےٰ — بلند و بالا خدائے قدوس کے پاس

بل الرفیق الاعلےٰ — بلند و بالا ساتھی کے پاس

اور روحِ پاکؐ جسمانی قیود سے آزاد ہو کر اپنے رفیق اعلیٰ سے جا ملی۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

ہزاروں درود اور سلام ہوں اس پاکیزہ روح پر، جو بنی نوع انسان کی رہبری اور ہدایت کے لئے تشریف لائی جس نے محض اس لئے تئیس سال مصیبتیں جھیلیں اور مشقتیں اُٹھائیں تا غافل انسان دیدہ عبرت کھول کر تخلیقِ کائنات کا رمز آشنا ہو۔ اپنے خالق مالک اور رب کو پہچانے جس مقصد کے لئے اسے پیدا کیا گیا ہے اس کو سمجھے، اور جس راستہ کی اسے ہدایت دی گئی

Marfat.com

ہے اس پر گامزن ہو کر حیات ابدی حاصل کرے۔ ہزاروں درود اور سلام ہوں اس ذاتِ پاک پر جس نے اپنی جد و جہد کو انتہا تک پہنچا کر اپنے آپ کو وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ کا مستحق ثابت کیا اور جس کے ذکر خیر کو خدا تعالےٰ نے رہتی دنیا تک نہ صرف زمین کے گوشوں گوشوں بلکہ عرش معلےٰ کی وسعتوں تک پھیلا دیا۔ ہزاروں درود اور سلام ہوں اس قلب مُطہر پر جو آج بھی اسی طرح بھٹکتی ہوئی انسانیت کی رہبری فرما رہا ہے جس طرح آج سے چودہ سو سال قبل فرماتا رہا۔ عصر قدیم اور عصر جدید سبھی اس کی ہدایت اور رہبری کے محتاج ہیں۔ صلے اللہ علیہ وسلم۔

خدا تعالےٰ ہم سب کو رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباعِ کامل کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

حضور اکرمؐ کی تعلیم کا مرکزی نکتہ مسلسل یہی رہا کہ خدائے قادر و قیوم کی ذات برحق ہے۔ تکوین عالم کی بنا راسی نے ڈالی۔ حیات و موت کی تخلیق اس نے اس لئے کی تا آزادی عمل و اختیار کا پتلا بھی فہم و بصیرت سے منور ہو کر اس کے منشاء و مشیت سے خود اختیاری طور پر ایسی ہی ہم آہنگی کا مظاہرہ کرے جیسی بے جان و بے اختیار مخلوق کر رہی ہے۔ تخلیق عالم کے بعد آزادی و اختیار کے اس عطیہ کا فطری لازمہ تھا کہ مناسب و نامناسب استعمال آزادی کے مختلف نتائج مرتب ہوں۔ مکافاتِ عمل اور محاسبۂ اعمال کا دفتر اسی لئے کھولا گیا۔ مہلت، ڈھیل اور وقفہ، بھی اسی کے فطری لوازمات تھے، اور یوم حشر و

Marfat.com

پاداشِ عمل اس کا منطقی نتیجہ۔

خدائے قدوس نے مقصدِ تخلیقِ آدم کے اس غیبی علم کی حضور اکرمؐ کو براہ راست تعلیم دی اور بتلایا کہ مقصدِ تخلیق بھی یہی ہے اور باہمی حقوق و مفاد پرستی میں غیر متوازن ٹکراؤ کا محافظ بھی یہی علم ہے۔ اس علمِ برحق پر ایمانِ محکم ہی خود غرضیوں کی وادی میں بھٹکتی ہوئی انسانیت کو جادۂ اعتدال پر قائم رکھ سکتا ہے۔ اسی میں دنیا کی عافیت بھی مستور ہے اور عقبیٰ کی فلاح بھی۔ علم و عمل کے بنیادی مسائل کا یہی مختصر، جامع اور برحق جواب ہے۔ آپؐ کی تمام زندگی تحریکِ اسلام کے اس مرکزی نکتہ کی تعلیم، تفہیم اور تلقین میں صرف ہوئی۔ اور دمِ آخر تک آپؐ کو یہی فکر دامنگیر رہی کہ آپ نے اس انکشافِ اعظم اور اس نباءِ عظیم کی امانت کو خفتہ انسانیت تک پہنچانے کا حق ادا کر دیا یا نہیں۔

مغزِ اسلام یہی ایک حقیقت ہے باقی سب اس کے لوازمات و ملحقات ہیں۔

بقول حضرتِ اقبال ؎

نہ تو زمین کے لئے ہے نہ آسماں کے لئے
جہاں ہے تیرے لئے تو نہیں جہاں کے لئے
یہ عقل و دل ہیں شررِ شعلۂ محبت کے
وہ خار و خس کے لئے ہے یہ نیستاں کیلئے
مقامِ پرورشِ آہ و نالہ ہے یہ چمن
نہ سیرِ گل کے لئے ہے نہ آشیاں کے لئے

Marfat.com

ذرا سی بات تھی اندیشۂ عجم نے اُسے
بڑھا دیا ہے فقط زیبِ داستاں کے لئے

Marfat.com

Marfat.com

عصر جدید

——— بادہ آشام نئے بادہ نیا خُم بھی نئے

Marfat.com

Marfat.com

باب پانزدہم

مغربی تہذیب کے نئے چراغ

رسول پاک صلے اللہ علیہ وسلم پر جو اسرار منکشف ہوئے، وہ ایسے نہ تھے جو ناقابل فہم ہوں، جن کی طرف عقل رہبری نہ کرتی ہو یا جن پر اندھا دھند ایمان لانے کے لئے مجبور کیا گیا ہو۔ آپ کی تعلیم کو تو برہان مجسم اور نور مبین بنا کر بھیجا گیا تھا۔ فرمایا

یَا اَیُّھَا النَّاسُ قَدْ جَآءَکُمْ بُرْھَانٌ مِّنْ رَّبِّکُمْ وَاَنْزَلْنَا اِلَیْکُمْ نُوْرًا مُّبِیْنًا ط

(پارہ ۶۔ رکوع ۴)

اے لوگو! تمہارے رب کی طرف سے تمہارے پاس ٹھوس دلائل آئے ہیں اور ہم نے تمہاری طرف ایک ایسا نور نازل کیا ہے جسے تم واضح طور پر دیکھ سکتے ہو۔

یہی وجہ تھی کہ قرآن کریم نے قدم قدم پر غور و فکر، تفکر و تدبر، مشاہدہ

Marfat.com

واستخراج، عقل اور فہم کے استعمال کی تاکید کی اور فرمایا کہ اندھی تقلید سوچ سمجھ کر ایمان لانے کا بدل کبھی نہیں ہو سکتی۔

قُلْ هَلْ يَسْتَوِى الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ اَفَلَا تَتَفَكَّرُوْنَ
آپ ان سے کہیئے کیا نابینا اور بینا برابر ہو سکتے ہیں تم غور وفکر سے کام کیوں نہیں لیتے۔ (پارہ ۷، رکوع ۱۱)

اور اسی لئے رسول پاک کو حکم ہوا تھا کہ لوگوں پر واضح کر دیں، اندھی تقلید کی نہیں معقولیت پسندی اور دلیل پر استوار ایمان کی ضرورت ہے۔ اس لئے کہ آپ جو کچھ پیش کر رہے ہیں وہ سب بیّن دلائل پر مبنی ہے۔

قُلْ اِنِّىْ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّىْ۔
کہیئے، میں جو کچھ خدا تعالےٰ کی طرف سے کہتا ہوں دلائل و براہین کے ساتھ کہتا ہوں۔ (پارہ ۷، رکوع ۱۳)

تعلیم اسلام میں معقولیت پسندی پر اس قدر زور دینے کا نتیجہ یہ ہوا کہ حضور اکرمؐ کے پیش کردہ نظریہ حیات نے جزیرہ عرب میں علم کے پیاسوں اور عمل کے شیدائیوں کی ایک ایسی جماعت پیدا کر دی جس نے دیکھتے ہی دیکھتے سارے عالم میں ایک انقلاب برپا کر دیا۔ گذشتہ تہذیبوں کے چھوڑے ہوئے ادھورے علوم سنبھال کر مسلمانوں نے ہر شعبہ علم میں از سر نو تحقیق شروع کی۔ کائنات کے ہر گوشے اور حیات کے ہر پہلو میں تفکر و تدبّر کو نافذ کر کے فطرت کے اصولوں کا کھوج اٹھایا اور علم کی نئی نئی شمعیں روشن کیں۔ تھوڑے ہی عرصہ میں مسلمانوں کے ایجاد کردہ علوم و فنون دنیا کے ہر گوشے کو منور کرنے لگے۔ مسلمانوں کی قوتِ عمل نے اس وقت کی معلوم دنیا کے نصف سے زیادہ حصہ پر اہل ایمان کا اقتدار نافذ کیا اور بقیہ نصف کو اپنے علم و تہذیب

Marfat.com

کا خوشہ چین بتایا۔ اسلامی تہذیب صدیوں دنیا کی بہترین تہذیب مانی گئی اور مدتوں دنیا اس سے فیض یاب ہوتی رہی۔

پھر دورِ انحطاط آیا۔ مسلمانوں نے کائنات میں تفکر و تدبر کی عادت ترک کر دی۔ علوم جامد ہونے لگے۔ علماء نے یہ غضب کیا کہ پیشروؤں کے تفکر کو حرفِ آخر قرار دیا۔ مزید غور و فکر پر بدعت اور گمراہی کی مُہر لگائی اور قوم کو جہالت کے گڑھے میں دھکیل دیا۔ بے عملی سر اٹھانے لگی۔ اخلاقی پستی نے آن گھیرا اور اسلامی ممالک ایک ایک کر کے نکبت و پستی کا شکار ہونے لگے چند صدیوں کے الٹ پھیر میں اکنافِ عالم میں اقتدار کا ڈنکا بجانے والی مسلم قوم کی نسلیں تو باقی رہ گئیں لیکن اقتدار و سربلندی علم و حکمت کے پیچھے پیچھے رخصت ہو گئے۔ آج ہم سروں کو گنتے ہوئے دنیا کی آبادی کے ایک ثلث سے کم نہیں لیکن دنیا کی کمزور ترین قوموں میں شمار ہوتے ہیں۔

جب مسلمانوں نے کائنات میں غور و فکر کی عادت ترک کی اور علماء نے مزید غور و فکر پر بدعت و گمراہی کی مہر لگائی تو اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ نہ صرف دنیوی علوم کا سرچشمہ خشک ہو کر رہ گیا بلکہ دینی علوم میں بھی، جن کی اُس وقت کے مکانی اور زمانی تقاضوں کے مطابق علماء وقت نے بہترین اور جدید ترین تعبیریں پیش کی تھیں، وہی تعبیریں قیامت تک کے لئے مستقل اور لامتبدل قرار دے دی گئیں۔ ان کا فوری نتیجہ تو جمودِ محض تھا لیکن اس کا دیرپا اثر تباہ کن نکلا دنیا کی دوسری قومیں جنہوں نے مسلمانوں سے ہی دنیوی علوم سیکھے تھے، اُن علوم میں تفکر و تدبر کر کے

Marfat.com

اضافہ کرتی چلی گئیں۔ لیکن مسلم ممالک میں وہی پرانی لکیریں پیٹی جاتی رہیں۔ مسلمانوں میں شوقِ تجسس مفقود ہوا اور دنیوی علوم میں پسماندگی سے علماء میں احساسِ کمتری پیدا ہونے لگا۔ اس احساسِ کمتری نے قناعت اور دنیا سے غیر دل بستگی کے غلط تصورات کو اس قدر ابھارا کہ نادانستہ طور پر کئی غلط امور کی تعلیم دی جانے لگی۔ وہی دنیا جسے قرآن نے انسان کے لئے مسخر قرار دیا تھا اور اس کی تسخیر کی تاکید کی تھی، مردار دنیا قرار دی گئی اور اس کا خواہشمند مردار خوار کتا قرار پایا۔ لَیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی، جوئندہ یابندہ، کی قرآنی تعلیم کو نظر انداز کر کے کسبِ معیشت کی جد و جہد پر نادانستہ ضرب لگاتے ہوئے، خدا تعالےٰ کی ربوبیت اور رزاقیت کو اس رنگ میں پیش کیا گیا کہ کوشش کریں یا نہ کریں، رزقِ مقسوم مل کر ہی رہے گا۔ قناعت کی ایسی تعلیم دی گئی کہ کم خوری اور ستر پوشی سے زیادہ اکتسابِ دنیا مکروہ قرار پائی اور خانقاہی مسلک کو فروغ ہوا۔ مصیبت کے وقت، ماحول پر غور و تدبر کر کے، اسبابِ مصائب سے نبرد آزما ہونے کی بجائے، ہاتھ پاؤں توڑ کر بیٹھ رہنا اور محض دعاؤں کے بل بوتے پر بڑے بڑے انقلابی نتائج کی امید رکھنا، توکل کا عام فہم مفہوم بنا۔ اسرارِ قدرت پر غور و فکر اور رموزِ کائنات میں تدبر، شیطانی وساوس ٹھہرے اور ان علوم سے باز رکھنے کے لئے علماء کمر ہمت باندھ کر کھڑے ہو گئے۔

اسلامی عقاید میں یہ بگاڑ، غربت و بے کسی کے مزاج کے حسبِ حال تھا۔ اس لئے قوم کا غریب طبقہ ایسی تعلیم کی اشاعت کرنے والے علماء کے زیر اثر رہا۔ اس طبقہ کے پاس صحیح علم حاصل کرنے کا اور کوئی ذریعہ

Marfat.com

بھی نہ تھا۔ لیکن قوم کے متوسط اور فارغ البال طبقے، جنہیں عصرِ حاضر کے دنیوی علوم تک دسترس تھی اور جو علما کی دنیوی کوتاہ نظری سے متنفر تھے وہ دنیوی علوم جدیدہ کی طرف متوجہ ہوئے۔ لیکن بدقسمتی سے انہیں دینی علما تک دسترس نہ تھی کیوں کہ صحیح دینی علم سکھلانے والے کمیاب تھے اور مروجہ غلط علوم انہیں قبول نہ تھے، لہٰذا وہ دین کی طرف سے بالکل ہی غافل ہوتے چلے گئے۔

ہر قوم کا فارغ البال طبقہ ہی فعال طبقہ ہوا کرتا ہے۔ ہمارے تعلیم یافتہ اور ذی اقتدار طبقہ کو اسلام سے دور رکھنے والی چیز، اُن کا یہ خیال ہے کہ مغربی علوم جدیدہ اور مغربی نظریاتِ حیات، اسلامی تعلیم سے زیادہ معتبر، زیادہ محقق اور زیادہ مفید ہیں۔ اسلامی تعلیمات اُن کے سامنے ٹھہر نہیں سکتیں۔ یہ خیال کس حد تک درست ہے اس کا جائزہ اشد ضروری ہے۔

جس زمانہ میں مسلمان بغداد، مصر اور ہسپانیہ میں علوم وفنون کے چراغ روشن کر رہے تھے، یورپ جہالت کی تاریکیوں میں بے خبر سو رہا تھا۔ تاریخ یورپ میں یہ زمانہ تاریک دور (DARK AGES) کہلاتا ہے اس زمانہ میں ہسپانیہ کی مسلم یونیورسٹیوں میں ریاضی، ہیئت، طب، کیمیا، فلسفہ، لسانیات اور معاشرتی علوم کی تعلیم دی جاتی تھی اور مختلف ممالک کے لوگ دور دور سے تعلیم حاصل کرنے آتے اور غرناطہ و قرطبہ کی یونیورسٹیوں میں شریک ہوتے تھے۔ ہمسایہ ملک فرانس اور اٹلی سے بھی خال خال لوگ آجاتے اور اسلامی یونیورسٹیوں سے فارغ التحصیل

Marfat.com

ہو کر اپنے ممالک میں علوم و فنون کا پرچار کرنے لگتے۔ آہستہ آہستہ یورپ جہالت کی غفلت سے بیدار ہونے لگا۔

سولھویں اور سترویں صدی عیسوی میں اس بیداری نے کافی ترقی کرلی۔ انگلینڈ، فرانس، جرمنی اور روم میں یونیورسٹیاں قائم ہوئیں۔ جو علوم و فنون کو ترقی دینے لگیں۔ مشینیں ایجاد ہونے لگیں اور صنعتی دور شروع ہوا۔ اس صنعتی دور نے اقوام یورپ کو مشرق و مغرب میں تجارت پھیلانے اور نو آبادیاں قائم کرنے کا موقعہ فراہم کیا۔ صنعت تجارت اور نو آبادیاتی حکومتوں کے باعث دولت کی کثرت کے ساتھ ساتھ علوم و فنون میں بھی ترقی ہوتی گئی لیکن اہل یورپ کے نظریاتِ حیات میں کوئی انقلابی تبدیلی پیدا نہیں ہوئی۔ وہی عیسوی رومن کیتھولک مذہب کے عقاید، خدا پر ایمان، روح انسانی کے وجود کا اعتبار، جزا سزا کا تصور، اخلاقی قدروں کا اعتبار اور عیسوی محبت کا پرچار، جو قدیم سے مسلمہ چلے آرہے تھے اُنیسویں صدی کے آغاز تک برقرار رہے۔

لیکن انیسویں صدی نے لوگوں کے خیالات میں انقلاب پیدا کرنے شروع کئے۔ یورپ اپنی صنعت اور تجارت کی روز افزوں ترقی کی وجہ سے ہر قسم کی جدت آفرینی کا مرکز بننے لگا۔ دولت کی کثرت نے ہر ایک کے حوصلے بلند کر رکھے تھے مشینوں کی نت نئی ایجادوں نے علوم کے اکثر شعبوں کو مشینی نظر سے دیکھنے پر مائل کر دیا تھا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ معاشیات پر سرمایہ داری چھا گئی۔ کائنات کو ایک مشین سمجھا جانے لگا۔ قدیم مابعد الطبیعاتی نظریات مشتبہ قرار پائے اور انہیں میکانی اصولوں پر حل کرنے کی کوشش کی جانے لگی۔ تمدن میں مادہ پرستی کا رنگ غالب آنے لگا۔

Marfat.com

اخلاقیات کو افادی نظر سے دیکھا جانے لگا۔ یہاں تک کہ انسانی وجود کو بھی ایک ایسی چلتی پھرتی مشین ثابت کرنے کا رجحان پیدا ہو گیا جس کا اس مختصر وقفہ حیات کے علاوہ کوئی ماضی اور کوئی مستقبل نہ ہو۔

یہ رجحان کسی کا عمداً اور دانستہ لایا ہوا نہ تھا۔ زمانہ کا تقاضا یہی تھا ارتقاء تمدن کا رُخ اسی طرف تھا۔ ماحول کا رنگ یوں ہی سوچنے پر مجبور کر رہا تھا۔ ہر وہ توجیہ جو میکانی اصولوں کے مطابق تشفی بخش یا نیم تشفی بخش معلوم ہوتی تھی فوراً قبول کی جاتی تھی۔ طبیعات کے میکانی اصول ان دنوں علم و معرفت کا ایسا روشن چراغ بنے ہوئے تھے کہ ہر محقق اس کی چندھیا دینے والی روشنی سے متاثر ہونے پر مجبور تھا۔ کائنات اور انسان کو میکانی نظر سے دیکھنے کا یہ عالم ہو چکا تھا کہ عیسوی مذہب کے علماء دین مسیحی کو خطرہ میں دیکھ کر کانپ اٹھے تھے اور عیسوی مذہب کو نئی روشنی کے حملوں سے بچانے کے لئے بے چین نظر آتے تھے۔ پروفیسر ولیم بیک اپنی کتاب "جدید سائنس اور ماہیت حیات" میں لکھتا ہے:

"جب ہکسلے (HUXLEY) نے انسان کے مورثِ اعلیٰ کے متعلق اپنے خیالات شائع کئے تو انسان کی مفروضہ تذلیل پر سو سال تک لوگوں کے منہ حیرت سے کھلے رہے اور پاک بازی اور اخلاق کے علم بردار چہ مے گوئیاں کرنے لگے کہ سائنس اپنی حدود سے تجاوز کر رہی ہے۔ فرائیڈ کے سائنسی نتائج کے اعلان پر بھی ایسا ہی واویلا ہوا۔ بایں ہمہ مرورِ زمانہ کے ساتھ، ارتقاء اور نفسیاتی تجزیہ کے نظریوں نے مقبولیت عامہ حاصل کی حقیقت یہ ہے کہ ان دونوں نظریوں

Marfat.com

نے تمام انسانوں کی ثقافت، مذہب، کلچر اور روزمرہ کے خیالات
پر بے اندازہ اثر ڈالا"

(MODERN SCIENCE AND THE NATURE OF LIFE. P.35)

BY WILLIAM S. BECK.)

اس زمانہ میں برساتی کیڑوں کی طرح بے شمار دانشور پیدا ہوئے۔ لیکن اُبھرنے والے نامور دانشورانِ یورپ میں تین دانشور عظیم ذہنی انقلاب کا باعث بنے ـــــ نظریۂ ارتقار کا بانی ڈارون، نفسیاتِ جدید کا بانی فرائیڈ اور نظریۂ اشتراکیت کا علم بردار کارل مارکس ـــــ یہ تینوں حضرات مغربی تہذیب جدید کے بنیادی معمار قرار دیئے جا سکتے ہیں۔ ان کے پیش کردہ نظریات نے مغربی خیالات کو اس قدر متاثر کیا ہے کہ اُن کے جائزہ کے بغیر دانشِ حاضر کے نزدیک نظریہ حیات کی کوئی بحث مکمل نہیں کہلا سکتی۔

چارلس ڈارون (CHARLES DARWIN) نے نباتات وحیوانات کا برسوں عمیق مطالعہ کیا اور اپنے وسیع مطالعہ کے بعد اس نے ۱۸۵۹ء میں مبدا رانواعِ حیوانات (ORIGIN OF SPECIES) کے نام سے ایک کتاب شائع کی جس میں اس نے اپنا نظریۂ ارتقارِ حیات (THEORY OF EVOLUTION) پیش کیا۔ ڈارون کے بیان کا خلاصہ یہ ہے کہ:۔

۱۔ جانوروں میں توالد وتناسل کی رفتار اس قدر تیز ہے کہ اگر اُن کی

Marfat.com

نسلوں کا بہت بڑا حصّہ مسلسل ختم نہ ہوتا رہے تو ان کی تعداد نا قابل برداشت حد تک بڑھ جائیگی۔

۲۔ رہائشی علاقوں کی محدود وسعت، خوراک کی محدود مقدار، اور اس بے تحاشہ بڑھتی ہوئی رفتار تولید کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ جانوروں میں جہد للبقاء (STRUGGLE FOR EXISTANCE) کا عمل رونما ہو، کشمکش حیات کا یہی عمل بقاءِ اصلح (SURVIVAL OF THE FITTEST) کا باعث بنا کرتا ہے۔

۳۔ ہمارا مشاہدہ ہے کہ ایک ہی نوع کے جانوروں کے انفرادی جسموں کی ساخت میں قدرے اختلاف (INDIVIDUAL DIFFERENCE) ہوا کرتا ہے۔ یہ اختلاف نسلوں میں خفیف لیکن مسلسل ردّ و بدل (VARIATIONS) کا نتیجہ ہوتا ہے یہ ردّ و بدل اکثر موروثی بھی ہوا کرتے ہیں۔

۴۔ ماحول سے ہم آہنگی پیدا کرنے کے لئے، جہد للبقاء کی مسلسل کشمکش سے، اعضاءِ حیوانی میں جو خفیف ردّ و بدل پیدا ہوتا ہے اگر وہ مفیدِ حال ثابت ہو تو نسلِ حیوانی کے بقاء و استحکام کا باعث بنتا ہے اور اگر مضر ثابت ہو تو یہی ردو بدل ماحول کی ناسازگاری میں اضافہ کر کے نسل کی فنا کا باعث بن جاتا ہے۔ اس طرح جہد للبقاء کی کش مکش میں وہی حیوانی نسلیں باقی رہ جاتی ہیں جو مفید ردو بدل کے مسلسل قدرتی انتخاب (NATURAL SELECTION) کی حامل رہی ہیں۔ مفید ردّ و بدل کا مسلسل اجتماع ہی باقی رہنے والی نسلوں میں عملِ ارتقاء (EVOLUTION) کا سبب بنتا ہے۔

Marfat.com

۵۔ ارتقائی منازل طے کرنے کا یہ عمل نہایت سست رفتار ہونے کی وجہ سے نظر نہیں آتا لیکن یہ عمل نباتات اور حیوانات کی ہر نوع (SPECIES) اور ہر قسم (GENUS) میں قرن ہا قرن سے جاری چلا آتا ہے۔

۶۔ حیوانوں کے انواع و اقسام کی اکثر کڑیاں اس قدر مسلسل اور مربوط نظر آتی ہیں کہ ایک نوع دوسری نوع کی ارتقائی شکل معلوم ہوتی ہے اور یہ تسلسل اس بات کی طرف رہبری کرتا ہے کہ انسان بن مانس اور بندر کی ارتقائی شکل ہے۔ اور اس پوری ارتقائی لڑی کی ابتدائی کڑی کوئی واحد خلیہ (CELL) والا خوردبین کرم حقیر ہوگا۔

گویا کرشمہ حیات ایک ارتقائی عمل ہے جو کرمک حقیر سے نشو و نما پا کر حضرتِ انسان تک جا پہنچا۔ اور اس ارتقائی عمل کے اسباب تمام تر حیاتیاتی کیمیا اور میکانی اصول ہیں۔ عناصر کے کسی ابتدائی اور اتفاقی جوڑ توڑ نے صرف ایک خوردبین خلیۂ حیات (LIFE CELL) پیدا کیا جس میں حیات کی صلاحیتیں نمودار ہوئیں۔ حوادثِ زمانہ سے نبرد آزمائی اور کروڑوں سالوں کے مسلسل قدرتی انتخاب (NATURAL SELECTION) اور ارتقائی رجحان (EVOLUTIONARY TREND) نے اس کرمکِ ذی حیات کو انسانی شکل تک ترقی دی۔ ارتقاء کی مختلف منزلوں کے دوران جانوروں کی مختلف شکلیں وجود میں آئیں جن میں سے کچھ موجود اور کچھ ناپید ہیں۔

گویا ابتدائی اتفاق (CHANCE)، جسمانی ساخت میں ردّ و بدل کی صلاحیت (MUTATION AND VARIATION)، اور احسن ردّ و بدل کے قدرتی انتخاب (NATURAL SELECTION) کے نتیجے میں بقاءِ اصلح (SURVIVAL OF THE FITTEST) کے اصول نے یہ سب کرشمہ کر دکھلایا

Marfat.com

کسی پس پشت ذی اقتدار خالق کی قدرت اور ارادہ کے مفروضہ کے بغیر ہی کائنات کا وجود اور اس کا ارتقاء اس طرح ثابت ہو جاتا ہے اور قدرت ارادہ اور مقصد کی چنداں ضرورت نہیں رہتی ۔

کائنات میں حیات کے مختلف النوع مظاہروں کی اس توجیہ نے حیات انسانی کی پرانی قدروں کا بھانڈا تہذیب و تمدن کے چوک میں اس بیدردی سے پھوڑا کہ قدامت پسند تلملا اٹھے ۔ لیکن جدت پسند طبیعتیں بہت مسرور تھیں انہیں اپنے میلانِ طبع کے مطابق کائنات میں حیات کے وجود کی کیمیاوی اور میکانی توجیہ مل گئی اور ایک اچھے خاصے منطقی لبادے میں ملی ۔ اگر اس کی منطق میں کوئی کمزور کڑی تھی بھی، تو اسے نظر انداز کر دیا گیا ۔

ڈاروِن کے نظریۂ ارتقاء نے مادہ پرستی کو استحکام بخشا اور روحانیت شدید طور پر مجروح ہو گئی ۔

انسان جب بنیادی طور پر ایک مادی مشین قرار پایا ۔ تو روح اور جسم کے جھگڑے خود بخود طے ہونے لگے ۔ روح کے وجود کا تصور سائنس کی نظر میں شروع ہی سے مشتبہ تھا ۔ اور ایک واہمہ سے زیادہ حقیقت نہ رکھتا تھا ۔ محتاجی صرف اس بات کی تھی کہ جسمانی اور نفسیاتی عمل کی کوئی تشفی بخش توجیہ نہیں مل رہی تھی جسمانی عمل کی توجیہ حیاتیاتی کیمیا میکانی اصولوں اور ڈاروِن کے نظریۂ ارتقاء نے پیش کی تو نفسیاتی عمل کی توجیہ کے لئے ایک یہودی ڈاکٹر سگمنڈ فرائیڈ (SIGMUND FREUD) نے بیڑا اٹھایا ۔ ویانا میں فرائیڈ اُنیسویں صدی کے ربع آخر میں نفسیاتی بیماریوں کا ایک مشہور معالج تھا

Marfat.com

اس نے نفسیاتی بیماریوں کا ایک جدید طریقہ علاج دریافت کیا۔ جسے نفسیاتی تجزیہ (PSYCHO-ANALYSIS) کہا جاتا ہے۔

فرائیڈ کے نفسیاتی نظریات کا خلاصہ یہ ہے کہ:

(۱) انسانی نفس، جبلی جذبات کے ہاتھوں میں ایک کھلونا ہے حیوانی جذبات آزاد مظاہرہ کے متقاضی ہیں لیکن اخلاق اور تہذیب کی مصلحتیں اُن پر قیود اور پابندیاں عاید کرنا چاہتی ہیں۔ ان غیر فطری پابندیوں کے تحت دبے ہوئے جذبات ذہن انسانی میں گھٹن محسوس کرتے اور بغاوت پر مائل ہوتے ہیں لیکن تمدن کی کڑی بندشوں کی وجہ سے بغاوت کا مظاہرہ نہیں کر سکتے۔ لہٰذا وہ ایک نفسیاتی کش مکش میں مبتلا ہو جاتے ہیں تحت الشعور میں یہی غیر صحت مند کش مکش نفسیاتی بیماریوں اور اُلجھنوں کا باعث بنتی ہے۔

۲۔ فرائیڈ کے بیان کے مُطابق انسانی ذہن تین حصوں میں منقسم ہے ایک چھوٹا سا "شعور" (CONSCIOUS) کا حصہ، دوسرا مختصر "تحت الشعور" (PRE-CONSCIOUS) کا حصہ اور تیسرا سب سے بڑا "لاشعور" (UNCONSCIOUS) کا حصہ۔ "شعور" کے حصہ میں خارج سے تمام مشاہدات وصول ہوتے اور "تحت الشعور" کے ذریعہ "لاشعور" میں جا کر محفوظ ہو جاتے ہیں۔ تمام جذبات "لاشعور" میں موجود رہتے ہیں۔ اور "تحت الشعور" کے راستے سے "شعور" تک اُبھر آنا چاہتے ہیں۔ لیکن "تحت الشعور" میں عقل و تہذیب کا محتسب چوکیدار بنا بیٹھا ہے وہ نامناسب جذبات کو شعور تک اُبھر آنے سے روکتا اور واپس لاشعور کی طرف دھکیل دیتا ہے۔ شعور میں پہنچ کر صرف وہی جذبات مظاہرہ کر پاتے ہیں جنہیں تحت الشعور کے محتسب سے اجازت

Marfat.com

ملی ہو یا جو اس محتسب کو غافل پا کر یا چکمہ دے کر سطح شعور تک آپہنچیں ورنہ جذبات کا طوفان لاشعور میں ہی غیر شعوری طور پر متلاطم رہتا ہے۔

۳۔ نیند میں شعوری نفس خوابیدہ ہوتا ہے، تحت الشعور کا محتسب غافل ہوتا ہے اور لاشعور میں مدفون جذبات کو کسی قدر آزادی کا موقع ملتا ہے۔ اس لئے وہ خواب میں اپنا مظاہرہ کرنے لگتے ہیں۔ فرائیڈ کے نزدیک تمام خواب اُمنگوں اور آرزوؤں کا مظاہرہ ہی ہوا کرتے ہیں ۔ نفسیاتی خواہشات کی تمثیلی شکلیں۔

۴۔ فرائیڈ نے بتلایا کہ انسان کے تمام جذبات صرف ایک بنیادی جذبہ سے پیدا ہوتے ہیں۔ اور وہ سب اسی ایک جذبہ کی ہی بدلی ہوئی شکلیں ہیں وہ بنیادی جذبہ، شہوت جنسی کا جذبہ ہے۔ محبت، نفرت، غضب، خوف، ایثار، اُمید وغیرہ وغیرہ تمام جذبات، جنسی شہوت ہی کے مظاہرے ہیں اور یہ تمام ذیلی جذبات موروثی نہیں ہوتے۔ صرف جذبہ شہوت ہی موروثی جذبہ ہے باقی جذبات بچہ کی نشوونما کے دوران اسی جذبہ شہوت اور ماحول کے ردّعمل سے پیدا ہوا کرتے ہیں۔

۵۔ فرائڈ کے نظریہ کے مطابق بچہ پیدائش سے قبل ہی جذبہ شہوت جنسی سے سرشار ہوتا ہے۔ پیدائش کے بعد اسی جذبہ کے تحت وہ اپنی ماں کی طرف راغب ہوتا ہے اور ماں کے ساتھ ناجائز جنسی تعلق (INCEST) استوار کرنا چاہتا ہے۔ لیکن چونکہ وہ ابھی وظیفہ زوجیت کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ اس لئے رفتہ رفتہ شہوت کا یہ جذبہ ماں کی محبت کی شکل اختیار کر لیتا ہے ادھر بچہ باپ کو اپنا رقیب دیکھ کر باپ سے نفرت کرنے لگ جاتا ہے یوں غصّہ اور نفرت کے جذبات جنم لیتے ہیں پھر بچہ جب دیکھتا ہے کہ

Marfat.com

اس کا باپ تو اپنی شہوت رانی میں کامیاب ہے لیکن خود بچہ محروم ہے تو اس سے بچہ میں ایک انفعالی جذبہ پیدا ہوتا ہے جس کا نام فرائیڈ نے خصی ہونے کا جذبہ (CASTRATION) رکھا ہے۔ معصوم بچہ کے متعلق اس تمام شہوانی داستان کا مجموعی نام فرائیڈ نے اوڈی پس کمپلکس (OEDIPUS COMPLEX) رکھا ہے۔

اوڈی پس (OEDIPUS) ایک افسانوی کردار ہے۔ یونانی دیو مالا میں تھیبس کے بادشاہ لائیس اور اس کی ملکہ جوکاستا کو نجومیوں نے بتلایا کہ ان کا پیدا ہونے والا بچہ اپنے باپ کو قتل کرے گا۔ بادشاہ نے ملکہ کو حکم دیا کہ بچہ کو پیدا ہوتے ہی مروا ڈالے۔ پیدائش کے بعد ماں کی مامتا بچہ کا قتل تو گوارا نہ کر سکی البتہ اس نے بچے کو پہاڑ کی چوٹی پر پھینکوا دیا یہی بچہ اوڈی پس کہلایا اس کی پرورش ایک اور بادشاہ کے ہاں ہوئی۔ نوشتہ تقدیر کے مطابق بڑا ہو کر اوڈی پس نے ناواقفیت کے عالم میں اپنے باپ کو بھی قتل کیا اور اپنی ماں جوکاستا سے شادی بھی کی لیکن جب ماں بیٹے کو حقیقت حال کا علم ہوا تو اس نادانستہ گناہ کی ندامت میں اوڈی پس نے خودکشی کر لی۔

معصوم بچوں میں بھرپور جنسی شہوت متعین کرتے ہوئے فرائیڈ کو پورا احساس تھا کہ بچوں میں صرف لڑکے ہی نہیں لڑکیاں بھی ہوا کرتی ہیں لہٰذا اس نے بچی کی داستان شہوت بیان کرتے ہوئے بتلایا کہ معصوم بچی اپنے آپ کو قدرتی طور پر "خصی شدہ" پا کر ماں سے نفرت کرنے لگتی ہے کہ اس نے اسے ایسا عیب دار کیوں پیدا کیا۔ پھر وہ اپنے باپ سے ویسے ہی ناجائز تعلقات قائم کرنے کی آرزو میں، باپ کی گود میں

Marfat.com

سکون حاصل کرنے لگتی ہے۔

بیٹے کو ماں اور بیٹی کو باپ سے متہم کرنے کا انکشاف، فرائیڈ کی اہم تحقیقی دریافت (DISCOVERY) کہلاتی ہے۔ اس کے بیان سے فرائیڈ کا مقصد یہ واضح کرنا تھا کہ انسان حیوان سے بھی بدتر حیوان ہے۔ اور عفت پاکیزگی اور اخلاقی قدریں، محض چند مخصوص افراد کی انفرادی خیال آرائیاں ہیں جنہیں عام فطرت انسانی سے دور کا بھی تعلق نہیں۔

۶۔ فرائیڈ کے نظریات کے مطابق تمام اعلیٰ اقدار، ایثار و قربانی کے قابل احترام جذبات، ثقافت و کلچر کے بلند معیار، اور مذہبی نظریات و عقاید، سب سفلی شہوانی جذبہ جنسی کی ہی بدلی ہوئی شکلیں ہیں۔

یہ ہے مختصر خلاصہ، اُن نفسیاتی نظریات کا جو فرائیڈ نے پیش کئے جنہیں پروفیسر ولیم بیک نے مذکورہ بالا حوالہ میں "سائنسی نتائج" اور جن کے خلاف احتجاج کو "واویلا" قرار دیا ہے۔ ان نظریات نے ڈارون کے نظریہ ارتقاء کے ساتھ مل کر لادینی اور مادہ پرستی کے رجحان کو پوری تقویت بخشی، مذہبی عقاید کو توہم پرستی بتلایا اور انسانیت کے لئے کسی اعلیٰ منزل مقصود کے خیال کو خیال خام قرار دیا۔

ڈارون کے نظریات نے انسان کی روحانی اقدار کو مجروح کیا اور فرائیڈ کے نظریات نے اخلاق حمیدہ پر تبر چلایا تو کارل مارکس (KARL MARX) نے سرمایہ دار اور مزدور کی کش مکش کو ہوا دی۔ صنعتی ترقی جو یورپی ممالک میں سرمایہ داری کے کندھوں پر پروان چڑھ رہی تھی، غریب مزدور طبقہ میں ایک انقلاب کا پیش خیمہ بنتی چلی جا رہی تھی۔ اس کش مکش کے مسائل نے کئی دانشوروں

Marfat.com

کو سوچنے پر مجبور کیا۔ ایسے لوگوں میں سب سے زیادہ دوربین اور باریک بین شخصیت ایک جرمن یہودی کارل مارکس کی تھی۔ مارکس نے ۱۸۶۷ء میں "سرمایہ" (DAS KAPITAL) کے نام سے ایک ضخیم کتاب شائع کی جس میں معاشیات کے متعلق انقلابی نظریات پیش کئے۔ یہ کتاب اشتراکیت کی بائیبل سمجھی جاتی ہے۔

اس کتاب کا مرکزی خیال یہ ہے کہ کائنات کے قدرتی ذخائر اور مزدور کی محنت سے ہی تمام اشیاء معیشت تیار ہوتی ہیں۔ ذخائر قدرت پر سبھی کا حق ہے۔ اور یہ سب کے لئے قدر مشترک ہیں۔ لہٰذا اشیاء معیشت کا وجود تمام تر مزدور کی محنت ہی کا نتیجہ ہے۔ منتظمین کار، مزدوروں کو ان کے حقوق سے محروم کر کے اپنی ذاتی محنت سے بہت زیادہ حاصل کرنے کے لالچ میں، منافعہ پر خود قبضہ کر لیتے ہیں اور اس طرح جمع شدہ سرمایا سے کارخانوں پر کارخانے لگاتے اور مزدوروں کو غلام بناتے چلے جاتے ہیں۔ اس سرمایہ دارانہ نظام کی بنیاد ہی مزدور دشمنی پر رکھی گئی ہے۔ اس لئے مزدور آپس میں متحد ہو کر اس نظام کو توڑ دیں گے۔ سرمایہ دار اور سرمایہ داری کا خاتمہ کریں گے اور ایک ایسے نظام کو نافذ کریں گے جو مزدوروں کے اقتدار اعلیٰ کا مظہر ہو۔

ڈاروِن، فرائیڈ اور مارکس کی یہی تعلیمات، مغربی نظریاتِ حیات کے بنیادی پتھر ہیں۔ جن پر لادینی مادہ پرست مدنیت کی عمارت استوار کی گئی ہے۔ اور جو مغربی تہذیب کا سرچشمہ ہیں۔ ہم ان میں سے ہر ایک کا تفصیلی جائزہ لیں گے لیکن اس سے قبل یہ دیکھنا بھی دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ ان تعلیمات

Marfat.com

کا مغربی ممالک پر کیا اثر ہوا۔

یہ انسانی فطرت کا خاصہ ہے کہ وہ جس چیز کو علمی طور پر فطری سمجھ لیتی ہے عملی زندگی میں اسی کو درست قرار دیتی ہے۔ ڈاروِن کا نظریہ ارتقاء، کمزور کے فنا اور قوی تر کے بقاء پر منتج ہونے والی کش مکش حیات بین کش مکش اور اس کے نتیجہ دونوں کو ہی فطری عمل قرار دے رہا تھا۔ اسی کے مد نظر انسان کی عملی زندگی میں افراد، اقوام اور طبقات کی کش مکش بھی فطری اور درست قرار پائی اور اس کے نتیجہ میں قوی تر کا غالب آنا بھی فطری اور درست ٹھیرا۔ گویا لاٹھی اور بھینس کے اصول کو ذہنی طور پر تسلیم کر لیا گیا۔

اس سے قبل مذہبی قدروں پر استوار سوسائٹی کا نظریہ مختلف تھا۔ مذہبی نظریہ کے مطابق سب انسان خدا کی مخلوق اور مساوی حقوق کے مستحق تھے اور طاقتور کے ہاتھوں کمزور کی حق تلفی ناجائز تھی۔ ذہنی طور پر بھی معیوب سمجھی جاتی تھی اور عملی طور پر بھی۔ لیکن ڈاروِن کے نظریہ ارتقاء نے پہلی مرتبہ ذہنوں کو یہ تسلیم کرنے پر آمادہ کیا کہ چونکہ طاقتور کے ہاتھوں کمزور کی حق تلفی فطری ہے اس لئے یہ درست ہی ہے۔ طاقتور اقوام کا کمزور قوموں کو دباتے چلے جانے کا جواز اسی ذہنیت کی پیداوار ہے۔ نسلی برتری اور امتیاز کے نظریئے اسی چشمہ سے سیراب ہوتے ہیں۔

نئی تہذیب کا یہ جدید رجحان پرانی اخلاقی قدروں کے سراسر خلاف تھا۔ نئی روشنی کے دلدادہ تو اسے قبول کر رہے تھے لیکن یورپ کے قدامت پرست اسے معیوب سمجھتے اور معیوب ہی قرار دیتے تھے۔ نئی روشنی کے دلدادوں نے اسی میں عافیت دیکھی کہ وہ خود تو نئی روشنی کے مطابق عمل کریں لیکن قدامت پسندوں کی ہاں میں ہاں ملاتے ہوئے اسے معیوب ہی کہیں۔

Marfat.com

اس مصلحت بینی کا نتیجہ یہ ہوا کہ نئی روشنی کے دلدادوں میں ریاکاری عیب نہ رہی۔ بلکہ ایک ہنر بن گئی ایک آرٹ قرار پائی۔ ظاہر و باطن کا ایک ہونا مذہبی اقدار میں ایک بہت ہی اہم قدر ہے۔ جس کے گرد افراد و اقوام کی تقدیریں گھومتی ہیں۔ لیکن ڈارون کے نظریہ ارتقاء کے غیر مرئی اثر نے اس انمول قدر کو بری طرح کچل ڈالا اور ریاکاری لادینی سوسائٹی کا معمول قرار پائی۔ دلوں میں بغض و عناد کے باوجود خندہ پیشانی سے ملنا، خوش اخلاقی کہلانے لگا۔ چالاکی عیاری اور مکاری کو وہ فروغ نصیب ہوا کہ ظاہر و باطن کا ایک ہونا سادہ لوحی قرار پایا۔

ڈارون کے نظریۂ ارتقار کی روشنی میں انسان اپنے حیوانی آبا و اجداد کی خصلتوں کی طرف عود کرنے پر مجبور تھا۔ جنگل کے قانون کا نفاذ اس کا لازمی نتیجہ ہے آج مغربی اقوام یو۔ این۔ او میں تمام بین الاقوامی مسائل اسی قانون کے تحت حل کیا کرتی ہیں۔ مظلوم اقوام کی کوئی شنوائی نہیں۔ زبردست قومیں کھاتی بھی ہیں غراتی بھی ہیں اور رائے شماری کے وقت مظلوم قوموں کو ہی مجبور بھی کرتی ہیں کہ ظالم کے حق میں ووٹ دیں ورنہ اپنے انجام کی فکر کریں۔ ایک نہیں ہزاروں مسئلے اس کے شاہد ہیں۔ تفصیلات سے تمام عالم کے اخبار بھرے پڑے ہیں۔ دکھلاوے کی ہمدردی لیکن زبردست کا ٹھینگا سر پر، روزمرہ کا معمول بن چکا ہے۔

فرائیڈ کے نفسیاتی نظریات نے تو کھلے الفاظ میں انسان کو ایک شہوت پرست جانور قرار دے دیا تھا۔ جنسی بے راہ روی کو ایک فطری عمل قرار دیکر اخلاقی بندشوں کو نامناسب اور نفسیاتی الجھنوں کا باعث بتلایا تھا۔ دولت کے نشہ میں سرشار سرمایہ دار اور کیا چاہتے تھے۔ جنسی بے راہ روی تیز رفتاری

Marfat.com

سے بڑھنے لگی۔ اس سے قبل، مغربی گھریلو جنسی زندگی، مشرقی گھریلو زندگی کے عین مطابق تھی۔ کسی غیر مرد کا کسی شریف غیر عورت کے ساتھ خلوت میں میل جول ایسا ہی ناقابل تصور تھا جیسا مشرق میں اب بھی ہے۔ نوجوان بچیاں کسی مرد یا معمر عورت کی نگرانی کے بغیر گھر سے باہر قدم نہ رکھ سکتی تھیں۔ لیکن فرائیڈ کے نفسیاتی نظریات نے عورت کو کھلی چھٹی دے دی۔ معاشقہ فیشن قرار پایا۔ لڑکیاں شمع محفل بن گئیں۔ کنواری ماں کہلانا کوئی عیب نہ رہا۔ اور حرامی بچوں کی پیداوار حکومتوں کے لئے دردِ سر بن گئی۔

دولت کی ناہموار تقسیم، سرمایہ داروں کی عیاشی، غریبوں کی فاقہ کشی اور اخلاقی قدروں کے فقدان نے کارل مارکس کے نظریہ اشتراکیت کے لئے زمین ہموار کرنی شروع کر دی تھی۔ مزدور کی بے بسی جب انتہا کو پہنچی تو اس نے غضبناک ہو کر کروٹ لی اور ہر قید و بند توڑ کر وحشی جانور کی طرح ایسا آزاد ہوا کہ سرمایہ اور سرمایہ دار کے ساتھ ساتھ اخلاق و مذہب سبھی کو تہ تیغ کر کے رکھ دیا۔ روس کے خونیں انقلاب میں سرمایہ داروں کے ساتھ مذہبی اجارہ دار بھی چُن چُن کر قتل کئے گئے۔ اور مذہب و سرمایہ کی لاشوں پر اشتراکی مزدوروں نے ایک ایسی تنظیم کی تعمیر کی جس میں سرمایہ داری کے ساتھ مذہب اور خدا کو بھی خیرباد کہہ دیا گیا۔

اشتراکی مزدور کی تحریک انتقامی جذبہ پر اُٹھی۔ سرمایہ اور سرمایہ داری سے نفرت پر اس کی بنیاد رکھی گئی۔ سرمایہ داری سے جنم جنم کے بدلے چکانا اس کا لائحہ عمل قرار پایا۔ روس میں قوتِ اقتدار اپنے ہاتھوں میں لے کر مزدور نے سرمایہ داری کو تمام روئے زمین سے مٹانے اور تمام عالم پر اشتراکیت قائم کرنے کا بیڑا اُٹھایا۔ اشتراکیت کے پرچار کے لئے روسی اشتراکیوں

Marfat.com

نے تمام ممالک میں اپنے کارندے پھیلا دیئے اور اشتراکی ممالک کے تمام افراد، ایک مشین کے کل پرزوں کی طرح رات دن اس انہماک سے مصروف کار ہو گئے گویا انہیں سرمایہ داری کی بیخ کنی کے لئے مامور کیا گیا ہو۔ سرمایہ دار ممالک بھی بنیا فراست کے ساتھ اس مقابلہ کے لئے مصروف تیاری ہیں۔

آج دنیا ایک ایسا کارخانہ بن کر رہ گئی ہے جس میں منتظم اور مزدور دونوں نے سردھڑ کی بازی لگا رکھی ہو۔ اعلیٰ اخلاقی اور روحانی قدروں سے سرمایہ دار بھی بیگانہ ہو چکا ہے اور مزدور بھی۔ ڈارون اور فرائیڈ نے دونوں کو ان "دقیانوسی نظریات" سے بے نیاز کر دیا ہے۔ کارل مارکس اس عالمی کارخانہ کا مزدور لیڈر بن کر عالمی ہڑتالوں میں مصروف ہے۔ ہر ملک میں لوگ دو گروہوں میں بانٹے جا رہے ہیں۔ ایک کی سرپرستی کے لئے روس اور دوسرے کی سرپرستی کے لئے امریکہ ملک میں گھس کر دھڑے بندیوں کو ہوا دینے اور مقامی جنگوں کے میدان گرم کرنے میں مشغول ہیں یہ مقامی جنگیں دراصل مقامی لوگوں کی اپنی ٹکریں نہیں۔ یہ اشتراکیت اور سرمایہ داری کی آخری ایٹمی جنگ کی ابتدائی مشقیں ہیں۔ مقامی لوگوں کے سمجھوتے سے یہ مقامی جنگیں ختم نہیں ہو سکتیں۔ روس، چین اور امریکہ کی آخری ٹکر ہی انہیں ختم کر سکے گی۔ لیکن مقامی لوگ اس آویزش میں کس بے دردی سے قربانی کے بکرے بنائے جا رہے ہیں اس کی پروا نہ تو سرمایہ دار ممالک کو ہے اور نہ ہی اشتراکی ممالک کو۔ انسانیت کے خون کی ندیاں بہتی دیکھ کر دونوں میں سے کسی ایک کی بھی رگِ انسانیت نہیں پھڑکتی ـــ اور پھڑکے بھی کیسے؟ رگِ انسانیت تو زمانہ ہوا کٹ چکی اب تو رگوں میں حیوانی خون بہ رہا ہے۔

ہاں، یہ لوگ جو بیسویں صدی کے خوفناک ہتھیاروں سے لیس ہو کر

Marfat.com

آج اپنی سرمایہ داری اور اشتراکیت کو مشرقی اقوام پر جبراً مسلط کرنے کے لئے۔ مشرقی عوام کا بے دریغ خون بہا رہے ہیں یہ وہی لوگ ہیں جو کہتے تھے کہ آج سے چودہ سو سال قبل چند نہتے مسلمانوں نے اسلام کو بزورِ شمشیر پھیلایا تھا۔ اور یہ خود پاگلوں کی طرح شمشیرِ خونچکاں ہاتھوں میں لئے دنیا کو موت کا ناچ نچانے میں محض اس لئے مصروف ہیں کہ تمدن میں تقسیم زر کا طریقِ کار کیا ہو۔ مغربی علوم و فنون کی روشنی میں عقل انسانی اس قدر دیوالیہ ہو چکی ہے کہ تقسیم زر کے ایک سے زیادہ طریقوں کے تصور ہی سے اس پر جنون کے دورے پڑنے لگ جاتے ہیں۔

آیئے اب تہذیب مغرب کے ارکانِ ثلاثہ کا فرداً فرداً تفصیلی جائزہ لیں۔

Marfat.com

نے تمام ممالک میں اپنے کارندے پھیلا دیئے اور اشتراکی ممالک کے تمام افراد، ایک مشین کے کل پرزوں کی طرح رات دن اس انہماک سے مصروف کار ہو گئے گویا انہیں سرمایہ داری کی بیخ کنی کے لئے مامور کیا گیا ہو۔ سرمایہ دار ممالک بھی بنیا فراست کے ساتھ اس مقابلہ کے لئے مصروف تیاری ہیں۔

آج دنیا ایک ایسا کارخانہ بن کر رہ گئی ہے جس میں منتظم اور مزدور دونوں نے سردھڑ کی بازی لگا رکھی ہو۔ اعلیٰ اخلاقی اور روحانی قدروں سے سرمایہ دار بھی بیگانہ ہو چکا ہے اور مزدور بھی۔ ڈارون اور فرائیڈ نے دونوں کو ان "دقیانوسی نظریات" سے بے نیاز کر دیا ہے۔ کارل مارکس اس عالمی کارخانہ کا مزدور لیڈر بن کر عالمی ہڑتالوں میں مصروف ہے۔ ہر ملک میں لوگ دو گروہوں میں بانٹے جا رہے ہیں۔ ایک کی سرپرستی کے لئے روس اور دوسرے کی سرپرستی کے لئے امریکہ ملک میں گھس کر دھڑے بندیوں کو ہوا دینے اور مقامی جنگوں کے میدان گرم کرنے میں مشغول ہیں یہ مقامی جنگیں دراصل مقامی لوگوں کی اپنی ٹکریں نہیں۔ یہ اشتراکیت اور سرمایہ داری کی آخری ایٹمی جنگ کی ابتدائی مشقیں ہیں۔ مقامی لوگوں کے سمجھوتے سے یہ مقامی جنگیں ختم نہیں ہو سکتیں۔ روس، چین اور امریکہ کی آخری ٹکر ہی انہیں ختم کر سکے گی۔ لیکن مقامی لوگ اس آویزش میں کس بے دردی سے قربانی کے بکرے بنائے جا رہے ہیں اس کی پروا نہ تو سرمایہ دار ممالک کو ہے اور نہ ہی اشتراکی ممالک کو۔ انسانیت کے خون کی ندیاں بہتی دیکھ کر دونوں میں سے کسی ایک کی بھی رگِ انسانیت نہیں پھڑکتی ــــ اور پھڑکے بھی کیسے؟ رگِ انسانیت تو زمانہ ہوا کٹ چکی اب تو رگوں میں حیوانی خون بہ رہا ہے۔

ہاں، یہ لوگ جو بیسویں صدی کے خوفناک ہتھیاروں سے لیس ہو کر

Marfat.com

آج اپنی سرمایہ داری اور اشتراکیت کو مشرقی اقوام پر جبراً مسلط کرنے کے لئے۔ مشرقی عوام کا بے دریغ خون بہار ہے ہیں یہ وہی لوگ ہیں جو کہتے تھے کہ آج سے چودہ سو سال قبل چند نہتے مسلمانوں نے اسلام کو بزورِ شمشیر پھیلایا تھا۔ اور یہ خود پاگلوں کی طرح شمشیرِ خونچکاں ہاتھوں میں لئے دنیا کو موت کا ناچ نچانے میں محض اس لئے مصروف ہیں کہ تمدن میں تقسیم زر کا طریق کار کیا ہو۔ مغربی علوم وفنون کی روشنی میں عقل انسانی اس قدر دیوالیہ ہو چکی ہے کہ تقسیم زر کے ایک سے زیادہ طریقوں کے تصور ہی سے اس پر جنون کے دورے پڑنے لگ جاتے ہیں۔

آئیے اب تہذیب مغرب کے ارکانِ ثلاثہ کا فرداً فرداً تفصیلی جائزہ لیں۔

Marfat.com

باب شانزدہم

ڈارون، ارتقاء اور تخلیق

چارلس ڈارون (CHARLES DARWIN) کے نظریہ ارتقاء (THEORY OF EVOLUTION) کی اہم کڑیاں یہ ہیں!

۱۔ جانوروں میں توالد و تناسل کی رفتار اس قدر تیز ہے کہ اگر اُن کی نسلوں کا بہت بڑا حصّہ مسلسل ختم نہ ہوتا رہے تو اُن کی تعداد ناقابل برداشت حد تک بڑھ جائے گی۔

۲۔ رہائشی علاقوں کی محدود وسعت، خوراک کی محدود مقدار اور اس بے تحاشہ بڑھتی ہوئی رفتار تولید کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ جانوروں میں جہد للبقاء (STRUGGLE FOR EXISTANCE) کا عمل رونما ہو۔ کش مکشِ حیات کا یہی عمل بقاء اصلح (SURVIVAL OF THE FITTEST) کا باعث بنا کرتا ہے۔

Marfat.com

۳۔ ہمارا مشاہدہ ہے کہ ایک ہی نوع کے جانوروں کے انفرادی جسموں کی ساخت میں قدرے اختلاف (INDIVIDUAL DIFFERENCE) ہوا کرتا ہے۔ یہ اختلاف نسلوں میں خفیف لیکن مسلسل ردّ و بدل (VARIATIONS) کا نتیجہ ہوتا ہے یہ ردّ و بدل اکثر موروثی بھی ہوا کرتے ہیں۔

۴۔ ماحول سے ہم آہنگی پیدا کرنے کے لئے، جہد للبقاء کی مسلسل کش مکش سے، اعضاءِ حیوانی میں جو خفیف ردّ و بدل پیدا ہوتا ہے اگر وہ مفید حال ثابت ہو تو نسلِ حیوانی کے بقاء و استحکام کا باعث بنتا ہے۔ اور اگر مضر ثابت ہو تو یہی ردّ و بدل ماحول کی ناسازگاری میں اضافہ کر کے نسل کی فنا کا باعث بن جاتا ہے اس طرح جہد للبقاء کی کشمکش میں وہی حیوانی نسلیں باقی رہ جاتی ہیں جو مفید ردّ و بدل کے مسلسل قدرتی انتخاب (NATURAL SELECTION) کی حامل رہی ہیں۔ مفید ردّ و بدل کا مسلسل اجتماع ہی باقی رہنے والی نسلوں میں عملِ ارتقاء (EVOLUTION) کا سبب بنتا ہے۔

۵۔ ارتقائی منازل طے کرنے کا یہ عمل نہایت سست رفتار ہونے کیوجہ سے نظر نہیں آتا لیکن یہ عمل نباتات اور حیوانات کی ہر نوع (SPECIES) اور ہر قسم (GENUS) میں قرن ہا قرن سے جاری چلا آتا ہے۔

۶۔ حیوانوں کے انواع و اقسام کی اکثر کڑیاں اس قدر مسلسل اور مربوط نظر آتی ہیں کہ ایک نوع دوسری نوع کی ارتقائی شکل معلوم ہوتی ہے۔ اور یہ تسلسل اس بات کی طرف رہبری کرتا ہے کہ انسان بن مانس

Marfat.com

اور بندر کی ارتقائی شکل ہے۔ اور اس پوری ارتقائی لڑی کی ابتدائی کڑی کوئی واحد خلیہ حیات (LIFE CELL) والا خوردبینی کرم حقیر ہوگا۔

ڈارون کے نظریہ ارتقاء میں کوئی جدت نہ تھی جدت صرف اس بات میں تھی کہ سالہا سال کی تحقیق کے بعد اسے باضابطہ دلائل کے ساتھ سائنس کا مسئلہ بنا کر پیش کیا گیا تھا ورنہ ارتقاءِ حیات کا خیال قدیم یونانی فلاسفہ کے زمانہ سے ہی چلا آتا ہے ہیراکلیٹس (HERACLITUS) نے پانچ سو سال قبل مسیح یہ خیال پیش کیا تھا کہ حیات کی مختلف شکلوں سمیت، کائنات کی ہر شئے تبدیل ہو رہی ہے۔ ایمپی ڈوکلز (EMPEDOCLES) نے ساڑھے چار سو سال قبل مسیح یہ بات کہی تھی کہ حیات، جمادات سے پیدا ہوئی ہے اور حیوانات نباتات سے نکلے ہیں۔ اسلامی فلاسفر اور صوفیار بھی ارتقاء کی کسی نہ کسی شکل کے قائل تھے۔ مولانا رومؒ عرصہ ہوا ــــ ہفت صد ہفتاد قالب دیدہ ام ــــ کہہ گئے تھے۔ لیکن یہ سب خیالات، قیاساتِ محض تھے، انسان کی اس آرزو کی پیداوار کہ وہ ہر پیچیدہ مسئلہ کو سادہ اور قابلِ فہم شکل میں دیکھنا چاہتا ہے۔ اُن کے پسِ پشت کوئی دلیل موجود نہ تھی۔ مغرب کے جدید فلاسفہ اور سائنس والوں کی جدت یہ تھی کہ انھوں نے اس آرزو کو حقیقت ثابت کرنے کے لئے دلائل کی جستجو شروع کی، شواہد کا کھوج اٹھایا اور منطقی ثبوت فراہم کرنے لگے۔ مغرب کے جدید دانشور چونکہ میکانی ذہنیت سے متاثر تھے وہ کسی میکانی نظریہ ارتقاءِ حیات کو اپنانے کے لئے بے چین نظر آتے تھے اس لئے جب ڈارون نے پہلی مرتبہ سائنس کی زبان میں اپنا میکانی نظریہ

Marfat.com

ارتقاء پیش کیا تو سائنس دانوں نے اسے ہاتھوں ہاتھ لیا اور مشہور سائنس دان تھامس ہکسلے (THOMAS HUXLEY) نے بڑی شد و مد کے ساتھ اسے آگے بڑھایا۔

قدرت کی ستم ظریفی دیکھئے کہ ڈاروِن کی کتاب مبداء انواع حیوانات (ORIGIN OF SPECIES) کی اشاعت کے چند ہی سال بعد آسٹریا کے ایک گوشہ نشین راہب گریگور منڈل (GREGOR MENDEL) نے سائنس کے ایک غیر معروف رسالہ میں حیات کی توریث (GENETICS) کے متعلق اپنی تحقیق شائع کی جس پر اگر بر وقت توجہ کی جاتی تو ڈاروِن کا نظریہ اس مقبولیت عامہ سے بالکل محروم رہ جاتا، جو اُسے حاصل ہوئی۔ کیوں کہ منڈل کی تحقیق، توریث کے متعلق ڈاروِن کے خیالات کو باطل قرار دے رہی تھی لیکن راہب کی تحقیق بام ثریا پر جا کر چمکنے سے پہلے چالیس سال تک گوشۂ گمنامی میں پڑی رہی غیر معروف سائنسی رسالہ کی طرف کسی نے توجہ نہ کی اور اس دوران میں ڈاروِن کا نظریہ ارتقاء عوام و خواص کے دلوں میں مستحکم ہوتا چلا گیا۔

ہارورڈ یونیورسٹی میں حیاتیاتی کیمیا (BIO-CHMISTRY) کے پروفیسر ولیم ایس بیک (WILLIAM S. BECK) نے حال ہی میں ایک کتاب جدید سائنس اور ماہیت حیات (MODERN SCIENCE AND NATURE OF LIFE) کے نام سے شائع کی ہے اس میں وہ لکھتا ہے۔

"منڈل کے زمانہ میں ڈاروِن کی کتاب (ORIGIN OF PECIES) سے لوگوں کے ذہن اس قدر متاثر ہو چکے تھے کہ کسی نے منڈل کو سمجھنے کی زحمت ہی نہ کی ...... ٹلر کا کہنا ہے کہ

Marfat.com

منڈل کی طرف سے غفلت شاید اس لئے ہوئی کہ وہ اپنے زمانہ سے بہت آگے نکل گیا تھا۔ اس نے عجیب وغریب بصیرت سے مسئلہ کے دونوں پہلوؤں کو پہچان لیا تھا۔ توریث کی میکانی شکل کو بھی اور اس کا سراغ لگانے کے طریقۂ کار کو بھی۔ شاید منڈل اپنے وقت سے بہت پہلے پیدا ہو گیا ہو۔ لیکن ایسا کہنا تاریخ کی کیسی غلط تعبیر ہے۔ یہ زمانہ کی بے حد ستم ظریفی ہے کہ امریکہ کی انجمن توریث نسل (GENETICS SOCIETY) نے ۱۹۵۰ء میں منڈل کی دریافت کی پچیاسیویں[۸۵] سالگرہ منانے کی بجائے پچاسویں[۵۰] سالگرہ منائی۔ خیر ایسا ہونا ہی تھا اس لئے کہ توریث نسل (GENETICS) کا علم جو نسلی وراثت کے عمل کی میکانی توجیہ ہے اس وقت تک صحیح بنیادوں پر قائم نہیں ہو سکا جب تک منڈل کی مدفون تحقیقات کو قبر سے کھود کر نکالا نہیں گیا۔"

(MODERN SCIENCE AND NATURE OF LIFE P. 221)

منڈل کی تحقیق کو جب حیات تازہ نصیب ہوئی تو یہی تحقیق ڈاروِن کے نظریہ ارتقاء کے مرکزی خیال کی شکست کا باعث بنی اور نظریہ ارتقاء دم توڑنے لگا۔ شکستِ آرزو کو شکست کلی سے بچانے اور نظریہ ارتقاء کے تنِ مردہ میں جان ڈالنے کے لئے سائنس دانوں نے بہت ہاتھ پاؤں مارے لیکن بے سود مُردے کبھی زندہ نہیں ہوا کرتے۔ چمنِ حیات ہمیشہ نئے گل بوٹوں سے ہی اپنی آرائش کیا کرتا ہے۔

آئیے اب ڈاروِن کے نظریۂ ارتقاء کی ایک ایک کڑی کا تنقیدی جائزہ لیں۔

Marfat.com

اس کی پہلی دو کڑیاں یہ ہیں!

۱۔ جانوروں میں توالد وتناسل کی رفتار اس قدر تیز ہے کہ اگر اُن کی نسلوں کا بہت بڑا حصہ مسلسل ختم نہ ہوتا رہے تو اُن کی تعداد ناقابل برداشت حد تک بڑھ جائیگی۔

۲۔ رہائشی علاقوں کی محدود وسعت، خوراک کی محدود مقدار اور اس بے تحاشہ بڑھتی ہوئی رفتار تولید کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ جانوروں میں جہد للبقاءُ (STRUGGLE FOR EXISTANCE) کا عمل رونما ہو جو بقاء اصلح (SURVIVAL OF THE FITTEST) کا باعث بنے۔

نظریہ ارتقاء کی مندرجہ بالا دو کڑیوں میں قلت خوراک اور کثرت تولید کے اس خیال کو جو مالتھس (MALTHUS) نے انسانی آبادی کے متعلق پیش کیا تھا ڈارون نے اسے حیوانی کائنات تک وسعت دی لیکن اس کے جواز میں نہ تو کوئی دلیل ہی پیش کی اور نہ ہی تاریخ سے اس کی کوئی شہادت فراہم کی کہ چرندوں، پرندوں، درندوں یا حشرات الارض میں سے کسی نوع حیات کو کب قلتِ خوراک کی وجہ سے کش مکش زیست وموت میں مبتلا ہونا پڑا۔

ذی حیات اور اس کی خوراک پر تھوڑا سا تامل یہ واضح کرتا ہے کہ حیوانات ہی کی چند اقسام حیوانات کی دوسری اقسام کی خوراک ہیں اور ان خوراک بننے والی اقسام کی خوراک نباتات ہیں۔ نباتات اور حیوانات کی یہ سب قسمیں کثرت تولید کا یکساں مظاہرہ کرتی ہیں۔ کثرتِ تولید کا عمل نباتات میں بھی ویسا ہی جاری ہے جیسا حیوانات میں۔ گویا قدرت نے حیوانی نسل کی تولید میں جس نسبت سے اضافہ مقرر کیا ہے اسی نسبت سے اسکی خوراک

Marfat.com

میں بھی اضافے کا انتظام فرمایا ہے۔ لہٰذا یہ خیال بے بنیاد ہے کہ حیوانات کی کثرت تولید قلتِ خوراک کا شکار ہو کر کسی مخصوص قسم کی جہد للبقاء میں مبتلا ہوگی۔

انسانی آبادی کے متعلق مالتھس (MALTHUS) کے نظریہ کی بنیاد مختلف ہے۔ انسان جانوروں کی طرح ہر قسم کی نباتات کو اپنی خوراک نہیں بناتا۔ تہذیب و تمدن اختیار کرنے کی وجہ سے انسان نباتات کی صرف دو چار اقسام کا عادی ہو کر رہ گیا ہے اور قدرت کی لامحدود خودرو نباتاتی غذا سے اس نے اپنے آپ کو خود ہی محروم کر رکھا ہے۔ اس خود ساختہ پابندی کی بنا پر وہ اپنی مخصوص غذا میں اضافہ کے لئے خود کاشت کرنے پر مجبور ہے بریں ہم قدرت نے اس میں بھی لامحدود اضافہ کی گنجائش رکھی ہے۔ لیکن انسان ادھر متوجہ ہونے کی بجائے زراعت سے غافل اور دیگر مشاغل معیشت میں مبتلا ہو کر اپنے لئے اپنے ہی ہاتھوں قلت غذا کا مسئلہ کھڑا کر لیتا ہے۔ جانور ان مصنوعی حالات کا شکار نہیں وہ ہر قسم کی خودرو نباتات پر گزارا کر لیتے ہیں اس لئے وہ مالتھس کے نظریہ سے مستثنیٰ ہیں۔ ڈاروِن نے اس اہم نکتہ کو بالکل نظر انداز کر دیا ہے۔

بفرض محال اگر یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ قلت غذا کی بنا پر کبھی کبھار جانور جہد للبقاء کی کش مکش میں مبتلا ہو کر بقائے اصلح کا باعث بنا کرتے ہوں تو بھی غور طلب امر یہ ہوگا کہ اس جہد للبقاء کی نوعیت کیا ہوگی اور کیا وہ نظریہ ارتقاء کے تقاضوں کو پورا کر سکے گی؟ حقائق اس کا جواب نفی میں دیتے ہیں۔

وہ جہد للبقاء جس پر نظریہ ارتقاء استوار ہے، حیوانی اعضاء میں مفید رد و بدل کا متقاضی ہے۔ لیکن غذائی قلت کے باعث جانوروں کی باہمی کشمکش حیوانی اعضاء میں کسی ردّ و بدل کی متقاضی نہیں قلیل مقدار خوراک پر جانوروں

Marfat.com

میں جنگ اُن کی قدرتی توانائی کو اجاگر کرنے کا باعث تو بن سکتی ہے لیکن اُن کے جسموں میں کسی نوعیت کی تبدیلی کا محرک نہیں ہو سکتی۔ قلت غذا کی بنا پر جانوروں میں کشمکش حیات کا نتیجہ یہی ہوگا کہ جانوروں کی طاقتور انواع کمزور انواع کو اپنی خوراک بنالیں گی کمزور انواع قلیل غذا کے لئے آپس میں لڑ مریں گی یا فاقوں مرنے لگیں گی یا تلاش خوراک میں دوسرے علاقوں میں منتقل ہو جائیں گی۔ وہاں اگر خوراک میسر آگئی تو بہتر ورنہ وہاں بھی وہ موت ہی کا شکار ہوں گی۔ ارتقائی مقاصد کے لئے جسمانی اعضا میں جس قسم کے ردّ و بدل کی ضرورت ہے۔ ان حالات میں نہ تو ان کا کوئی موقع ہے اور نہ ہی اُن کے لئے کوئی تقاضا پیدا ہوتا ہے۔

ایسا تقاضا صرف اسی وقت پیدا ہو سکتا ہے جب حوادث زمانہ کی وجہ سے جانور بڑے پیمانے پر نقل مکانی پر مجبور ہو جائیں اور نئے ماحول میں ایسی مختلف آب و ہوا سے دو چار ہوں جو اُن کی جسمانی ساختوں میں نمایاں تبدیلی کی متقاضی ہو فرض کیجئے کہ قطب شمالی کے برفانی سفید ریچھوں یا سرد ممالک کی گھنی اون والی پہاڑی بھیڑوں کو شدید گرم ممالک میں منتقل ہونا پڑے تو نئے ماحول کا تقاضا یہی ہوگا کہ آہستہ آہستہ اُن کی گرم اور دبیز پوستینیں معمولی چمڑے اور مختصر بالوں میں تبدیل ہو جائیں۔ لیکن کیا مشاہدہ اس کی تصدیق کرتا ہے کیا تاریخ اس کا ثبوت فراہم کرتی ہے بالکل نہیں۔ جو بھیڑیں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے چار سال پہلے چرائی تھیں سرد ممالک کی پیداوار تھیں اور گھنی اون رکھتی تھیں وہی بھیڑیں آج چار ہزار سال بعد بھی میدانی علاقوں میں اسی گھنی اون کے ساتھ پل رہی ہیں جب ہزار ہا نسلوں کے بعد بھی اُن میں کوئی تبدیلی پیدا نہیں ہوئی اور اس تبدیلی کے بغیر ہی یہ نسلیں پھلتی پھولتی چلی آرہی ہیں تو ثابت ہوا کہ تبدیلی آب و ہوا کے شدید

Marfat.com

تقاضوں کے باوجود بھیڑوں کی اون میں خفیف سی تبدیلی بھی قدرت کو گوارا نہیں۔

مختصر یہ کہ جس خاص قسم کی جہد للبقاء کے جواز کے لئے ڈارون نے افراطِ نسل، قلت خوراک اور نقل مکانی کے سہارے لئے ہیں اُن میں سے اکثر سہارے جسمانی اعضاء میں کسی ردّ و بدل کے متقاضی ہی نہیں اور جو متقاضی ہیں وہ بھی مطلوبہ تبدیلی پیدا کرنے سے قاصر ہیں۔ چار ہزار سال کا تجزیہ بھی گواہی دیتا ہے۔

نظریہ ارتقاء کی تیسری کڑی ملاحظہ کیجئے۔

۳۔ ہمارا مشاہدہ ہے کہ ایک ہی نوع کے جانوروں کے انفرادی جسموں کی ساخت میں قدرے اختلاف (INDIVIDUAL DIFFERENCE) ہوا کرتا ہے۔ یہ اختلاف نسلوں میں خفیف لیکن مسلسل ردّ و بدل (VARIATIONS) کا نتیجہ ہوتا ہے یہ ردّ و بدل اکثر موروثی بھی ہوا کرتے ہیں۔

انفرادی جسموں کی ساخت میں ردّ و بدل کے جن مشاہدات کا ڈارون نے سہارا لیا ہے اُن کی دو نوعیتیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ ایک ہی ماں باپ کی اولاد میں کئی قسم کے اختلافات نظر آتے ہیں ایک بیٹا لانبا ہے تو دوسرا پست قد، ایک کالا ہے تو دوسرا سانولا یا گورا۔ ایک لڑکی کے بال کالے ہیں تو دوسری کے بھورے۔ ایک کی آنکھیں سیاہ ہیں تو دوسری کی نیلی۔ ایک کے بال گھنے ہیں تو دوسری کے چھدرے۔ بچپن چہرے مہرے کا فرق، ہڈی کاٹھی کا فرق، ڈیل ڈول کا فرق ہے۔

یہ تمام فرق بے شک ہیں بلکہ ان اختلافات کی حد تو یہ ہے کہ نسلِ انسانی

Marfat.com

میں کوئی دو انسان ہم شکل نہیں ملتے ان میں کچھ نہ کچھ فرق ضرور ہوتا ہے خواہ کتنا ہی خفیف کیوں نہ ہو۔ اور یہی حال جانوروں کا ہے۔ لیکن دیکھنا یہ ہے کہ یہ فرق ہے کیوں اور کیا یہ موروثی ہے؟

کوئی سمجھ دار آدمی یہ نہیں کہہ سکتا کہ یہ اختلاف، جہد للبقاء اور کش مکشِ حیات کا نتیجہ ہے۔ کیوں کہ رحم مادر میں، دورانِ حمل کا ماحول، تمام بچوں کے لئے یکساں ہوتا ہے۔ یہ خیال کرنا کہ وہاں کسی کش مکش حیات کے نتیجہ میں ایک کا رنگ کالا اور دوسرے کی آنکھیں بھوری ہوگئیں مہمل خیال ہوگا۔ خود ڈاروِن بھی اسے جہد للبقاء کہنے سے گریز کرے گا۔ سائنس کی تحقیق نے اب ثابت کر دیا ہے کہ افراد میں اس فرق کے اسباب بالکل جداگانہ ہیں۔

پھر یہ بھی ظاہر ہے کہ یہ فرق موروثی بھی نہیں۔ اگر بالوں، جلد اور آنکھوں کی رنگت یا قد کی درازی وغیرہ موروثی ہوتے تو ایک ہی ماں باپ کی اولاد میں یہ اختلاف ظاہر ہی کیوں ہو پاتے۔ ایک ہی والدین کی اولاد بلکہ ایک ہی جھول میں پیدا ہونے والے تمام بچوں میں ان اختلافات کا وجود خود اس بات کی دلیل ہے کہ یہ اقدار موروثی نہیں۔ موروثیت کا تقاضا یکسانیت ہے نہ کہ اختلاف۔

جسمانی ساختوں میں ردّ و بدل کے مشاہدہ کی دوسری نوعیت جس پر ڈاروِن نے دراصل اپنے نظریہ کی عمارت کھڑی کی ہے وہ جانوروں کی افزائش نسل کے تجربات ہیں۔ ماہرینِ فن افزائش نسل اکثر گھوڑوں، مویشیوں اور مرغیوں کی ایسی بہترین نسلیں تیار کرتے رہتے ہیں جو مختلف خصوصیات کی حامل ہوا کرتی ہیں اور جن کی یہ خصوصیات موروثی بھی ہوتی ہیں ان کی ایک واضح مثال مرغیوں کی افزائش نسل ہے جس میں زیادہ سے زیادہ انڈے دینے والی یا زیادہ سے زیادہ گوشت دینے والی مرغیاں پیدا کی جاتی ہیں۔ ان سے ڈاروِن یہ نتیجہ نکالتا ہے کہ پرورش

Marfat.com

کے طریقوں میں ردّ و بدل کر کے موزوں نسلوں سے بہتر نسلیں پیدا کی جا سکتی ہیں اور یہ خصوصیت ورثہ میں منتقل بھی ہو سکتی ہے۔

یہ بات ایک حد تک درست ہے لیکن صرف اسی حد تک جہاں تک مشاہدہ اس کی تصدیق کرے۔ انسان کو مختلف جانوروں کی نسلوں میں مختلف خصوصیات پسند آئیں۔ مثلاً گھوڑوں میں رنگ روپ، قوت برداشت اور رفتاری۔ گائے بھینس میں دودھ کی کثرت۔ بھیڑ بکری میں گوشت کی فراوانی، مرغیوں میں زیادہ سے زیادہ اور بڑے سے بڑا انڈہ دینے یا زیادہ گوشت آور ہونے کی صلاحیت۔ اور انسان نے کوشش کی کہ ان خوبیوں کی حامل بہترین نسلوں کا انتخاب کرے، اُن کی تربیت کرے اور ان نسلوں کو موروثی طور پر برقرار رکھے۔ در پیش مسئلہ صرف اسی قدر تھا کہ منتخب خصوصیات کی حامل نسلوں میں ان خصوصیات کو اجاگر کیسے کیا جا سکتا ہے اور موروثی طور پر انہیں کیسے برقرار رکھا جا سکتا ہے۔ ان ماہرین میں سے کسی کا بھی یہ منشاء ہرگز نہ تھا کہ جو نسلیں ان خصوصیات کی حامل ہی نہیں ان میں بھی یہ خصوصیات کیوں کر پیدا کی جائیں۔ کیوں کہ یہ تو ناممکن تھا اور اس کا ناممکن ہونا سب ہی کو معلوم تھا۔ اسی لئے صرف منتخب موزوں اور اچھی نسلوں ہی سے نسل کشی کی جاتی رہی۔ خراب نسلوں کو لے کر اُن میں یہ خوبیاں پیدا کرنے کی کسی نے کبھی کوشش نہیں کی۔ اچھی نسلوں کی خوبیوں کو اجاگر کرنے کے لئے قانون توریث اور خوراک کا مطالعہ کیا گیا۔ قانون توریث کا راز معلوم کر کے اچھی نسلوں میں تسلی وار نسل مخصوص خصوصیات کو برقرار رکھنے کی سعی کی گئی اور خوراک کے کیمیاوی مطالعہ اور مختلف قسم کی خوراکوں کا جسم پر اثر دریافت کرنے کے بعد جانوروں کی فربہی، گوشت کی فراوانی، دودھ کی کثرت اور انڈوں کی کمیت وغیرہ پر قدرت حاصل کی گئی۔ ان تمام مطالعہ اور تجربہ میں اعضاء جسمانی میں کسی ردّ و بدل کا کوئی نام و نشان ہی

نہ تھا محض اُن کی رفتارِ کار کو تیز کرنا اور اُن کی کارکردگی کو برقرار رکھنا ہی مقصود تھا کسی ماہر نے کبھی کسی عضوِ جسمانی میں ردّ و بدل کرنے کا کوئی خیال ہی نہیں کیا اور نہ ہی کوئی ایسا تجربہ کیا گیا۔ یہ صرف ڈاروِن کی اپنی سادہ لوحی ہے یا خوش فہمی کہ ماہرینِ افزائشِ نسل کے تجربات کو اس نے اعضاءِ جسمانی کی ساخت میں تبدیلی تک وسیع سمجھا اور پھر اسے موروثی قرار دے کر اس پر ایک نئی عمارت کھڑی کر دی۔ حالاں کہ اکتساب سے حاصل شدہ خصوصیات عارضی ہوا کرتی ہیں موروثی نہیں ہوتیں۔ قانونِ توریث انہیں غیر موروثی ثابت کرتا ہے۔

لیکن ڈاروِن قانونِ توریث سے بے علم تھا۔ وہ منڈل کی تحقیقات سے بے خبر تھا۔ اور محض خوش فہمی میں مبتلا تھا۔ وہ خود بھی نہ جانتا تھا کہ جس چیز کو وہ موروثی کہہ رہا ہے وہ موروثی ہے بھی یا نہیں۔ چنانچہ ولیم بک اپنی کتاب نیچر آف لایف میں لکھتا ہے کہ

> "بیشک نظریہ ارتقاء کی بنیاد فی الحقیقت یہ مفروضہ ہی ہے کہ جانوروں کی قسمیں کسی نہ کسی طرح تبدیل ہوتی رہتی ہیں۔ ڈاروِن، منڈل کی تحقیق کے متعلق کچھ نہ جانتا تھا۔ اس کی کتاب مبداء انواعِ حیوانات سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ وہ کس طرح ڈرتے ڈرتے اور الجھے ہوئے طریقہ سے جسمانی تبدیلیوں کو اس خوش اعتقادی پر ثابت کرنے کی کوشش کر رہا ہے کہ اکتسابی تبدیلیاں موروثی ہوں گی۔"[۱]

لیکن انجامِ کار منڈل کی تحقیق جب سامنے آئی اور اس نے قانونِ توریث

---

۱ (MODERN SCIENCE AND THE NATURE OF LIFE. P. 224)

Marfat.com

(GENETIC LAW) کو واضح کر دیا تو ڈاروِن کی اس خوش اعتقادی کی غلطی واضح ہو گئی۔ اور جد و جہد سے حاصل کردہ اکتسابی خصوصیات غیر موروثی قرار پائیں۔

گریگور منڈل کی دریافت اور بعد کی مزید تحقیق سے یہ ثابت ہو چکا ہے کہ ذی حیات افراد کے ہر ایک خلیہ (LIFE CELL) میں خاص قسم کے باریک ذرات ہوتے ہیں جو کرد موثوم (CHROMOSOME) کہلاتے ہیں۔ قدرت نے ہر نوع حیوانی کیلئے کرد موثوم کی تعداد مختلف لیکن معین رکھی ہے حضرت انسان کے ہر ایک خلیہ میں تیئیس جوڑ یعنی چھیالیس کرد موثوم ہوا کرتے ہیں، خواہ وہ انسان یورپ کا مہذب سفید فام ہو یا افریقہ کا سیاہ فام جنگلی، زرد چینی ہو یا سرخ انڈین، ہر ایک متنفس انسان کے ہر ایک خلیہ میں باریک تاگہ کے ٹکڑوں کی طرح کرد موثوم کی تیئیس جوڑیاں موجود ہوتی ہیں اور یہی کرد موثوم موروثی صفات کے حامل ہوتے ہیں یہی حیات کو برقرار رکھنے کے ضامن بھی ہوتے ہیں اور حمل کے ذریعہ حیات کی منتقلی کے ذمہ دار بھی۔

حیوانی خلیئے تقسیم کے ذریعہ بڑھتے رہتے ہیں جس کی وجہ سے بچہ کی نشو و نما ہوتی ہے۔ تمام عمر قدیم خلیئے مرتے رہتے ہیں اور جدید اُن کی جگہ لیتے جاتے ہیں۔ نوعمری میں نئے خلیوں کی پیدائش کی رفتار قدیم خلیوں کی موت کی رفتار سے کہیں زیادہ ہوتی ہے۔ جوانی میں خلیوں کی پیدائش اور موت کی رفتار متوازن ہوتی ہے اور ضعیفی میں موت کی رفتار پیداوار سے زیادہ ہو جاتی ہے۔

جب ایک خلیہ تقسیم ہو کر دو بنتا ہے تو تقسیم سے پہلے کرد موثوم، عمل طباعت

Marfat.com

سے اپنے مثنیٰ تیار کرتے ہیں۔ اس طرح دونوں جدید خلیوں میں تیئیس تیئیس جوڑ کردموثوم موجود ہوتے ہیں۔ جب نر اور مادہ کے ملاپ سے حمل قرار پاتا ہے تو نر کا جرثومہ تیئیس جوڑ نہیں بلکہ اکہرے تیئیں کروموثوم لیکر آتا ہے اور اسی طرح مادہ کے بیضہ کا خلیہ بھی تیئیس جوڑ نہیں بلکہ اکہرے تیئیس کروموثوم لیکر آتا ہے اور دونوں کے ملاپ سے نیا خلیہ حمل بنتا ہے وہ والدین کے کروموثوم ملاکر تیئیس جوڑ کا حامل بن جاتا ہے اور اسی لئے ماں اور باپ دونوں کے خواص کا حامل ہوتا ہے۔ فتبارک اللہ احسن الخالقین۔

کروموثوم (CHROMOSOME) درحقیقت باریک تر ذرات کی ایک تسبیح ہوتی ہے جس کے ہر دانے کو جین (GENE) کہتے ہیں ہر کروموثوم میں تسبیح کی جوڑی ہوا کرتی ہے اور ہر تسبیح میں جینز کے تقریباً تین تین ہزار دانے ہوا کرتے ہیں۔ ہر دانہ تسبیح ایک مخصوص خصوصیت کا حامل اور امین ہوا کرتا ہے اور اسی مخصوص جین کے ذریعہ ہی وہ مخصوص خصوصیت وراثت میں منتقل ہوا کرتی ہے گویا کروموثوم کی تسبیح ہر فرد انسان کے نوشتہ تقدیر کا پروانہ ہے جس کے ہر دانہ پر وہ موروثی مقدرات ثبت ہیں جو ہر ذی حیات کو ورثہ میں ملتے ہیں اور جنہیں وہ اگلی نسلوں میں منتقل کرتا چلا جاتا ہے تحقیق سے یہ ثابت ہو چکا ہے کہ موروثی خواص میں کبھی کوئی تبدیلی نہیں ہو سکتی تاوقتیکہ اس خصوصیت سے متعلقہ جین (GENE) میں تبدیلی واقع نہ ہو اور جینز (GENES) اس قدر پائیدار ہوتے ہیں کہ ان میں تبدیلی شاذ ہی ہوا کرتی ہے۔ اکتسابی عمل یا اعضاء حیوانی کے استعمال میں ردّ و بدل سے جینز میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہو سکتی اس لئے اعضاء حیوانی کے استعمال یا ان کی اشکال میں ردّ و بدل یا کسی ایسے ذریعہ سے حاصل کردہ خواص موروثی نہیں ہو سکتے۔

کروموثوم کی تسبیح یا جینز میں اگر کسی غیر معمولی حادثہ کی وجہ سے کوئی اہم

Marfat.com

تبدیلی رونما ہو جائے یا تیئیس جوڑی کروموسوم میں سے کوئی ایک کروموسوم شدید طور پر مجروح ہو جائے تو اس کا نتیجہ اولاد کا بانجھ پن ہوا کرتا ہے یعنی مجروح کروموسوم کو ورثہ میں حاصل کرنے والی اولاد کی نسل آگے نہیں چل سکتی اور حیات کا وہ سلسلہ منقطع ہو جاتا ہے۔ لیکن اگر کسی وجہ سے کروموسوم شدید مجروح نہ ہو بلکہ اس کے تین ہزار جینز میں سے کچھ جینز مجروح ہو جائیں تو پیدا ہونے والی اولاد میں خلقی نقائص یا تبدیلیاں رونما ہوتی ہیں اور یہ تبدیلیاں موروثی ہوتی ہیں۔ یہ حقائق بیماریوں کے جراثیم (GERMS) اور وائرس (VIRUS) کے جینز پر ایکسرے کی ریڈیائی شعاعوں کے ارتکاز سے تجربات کرنے کی بنا پر جدید سائنس علم الحیات نے دریافت کئے ہیں۔

قانون وراثت کے اس جدید انکشاف نے ڈارون کے نظریہ کی جڑ ھ کاٹ کر رکھ دی ہے۔ ڈارون کے قصر کی تعمیر اس بنا پر تھی کہ ماحول سے بہتر ہم آہنگی کے تقاضہ کے مدنظر حیوانی اعضاء اپنے اندر ردو بدل کے لئے کوشاں رہتے ہیں۔ اور یہ مسلسل نسلوں میں چلنے والا سست رفتار عمل نسل در نسل خفیف تبدیلیاں پیدا کرتا چلا جاتا ہے تا آن کہ ان خفیف تبدیلیوں کا اجتماع عضو حیوانی میں ایک واضح تبدیلی بن جاتا ہے۔ لیکن قانون توریث یہ کہتا ہے کہ عضو حیوانی میں عمل اکتساب سے کوئی تبدیلی پیدا نہیں ہوتی۔ اور اگر بظاہر کوئی تبدیلی نظر آتی ہو تو وہ موروثی نہیں ہو سکتی۔ اس لئے اس کا اولاد میں آگے چلنا محال ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ ایسی تبدیلیاں جینز (GENES) میں کوئی تبدیلی پیدا نہیں کرتیں۔ ماہرین نفسیات رابرٹ وڈ ورتھ (ROBERT WOODWORTH) اور ڈونالڈ مارکوئیس (DONALD MARQUIS) اپنی درسی کتاب "نفسیات"

Marfat.com

(PSYCHOLOGY) میں لکھتے ہیں۔

"کیا اکتسابی خصوصیات موروثی ہو سکتی ہیں؟ — قدیم نظریہ ارتقاء نے یہ فرض کر لیا تھا کہ افراد میں ماحول کے تاثر سے پیدا شدہ تبدیلیاں اور ایسی تبدیلیاں جو اپنی کوشش سے پیدا کی گئی ہوں اولاد میں منتقل ہو سکتی ہیں اور نسل بعد نسل اُن کا اثر جمع ہوتا رہتا ہے لیکن اس نظریہ کی تصدیق میں ثبوت تلاش کرنے کی بیشمار کوششوں کے باوجود کوئی ثبوت فراہم نہیں ہو سکا اور ماہرین علم الحیات نے اب اس نظریہ کو ترک کر دیا ہے توریث سے متعلق ہمارے جدید علم سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اکتسابی خصوصیات کا وراثت میں منتقل ہونا ممکن نہیں۔ اگر کسی مرد اور اس کی بیوی دونوں نے دستی مشقت اور مزدوری کی وجہ سے اپنے ہاتھوں میں نوکیلی سخت گٹھلیاں پیدا کر لی ہیں تو جلد میں ایسی تبدیلی اُن کے جینز کو کیسے متاثر کر سکتی ہے اور حقیقت بھی یہی ہے کہ اُن کی اولاد کی جلد میں یہ اثر منتقل نہیں ہوتا۔"[1]

اور اگر ریڈیائی انتشار وغیرہ کے کسی غیر معمولی طریقہ سے جینز میں کوئی تبدیلی پیدا ہو جائے تو اس کے نتیجہ میں پیدا ہونے والی، حیوانی ساخت میں تبدیلی، فوری ہوتی ہے یعنی اولاد میں مکمل طور پر ظاہر ہو جاتی ہے اصلاحی نہیں ہوتی اندھا دھند اور اتفاقی ہوتی ہے۔ اور ایسی اولاد عموماً بانجھ ہوتی ہے۔ وہ

(PSYCHOLOGY P.165)[1]

Marfat.com

نسل کو برقرار نہیں رکھ سکتی۔ اور اگر برقرار رکھ سکے تو وہ "عیب" برقرار چلا جاتا ہے اس میں کوئی مزید اصلاحی تبدیلی نہیں ہو سکتی۔ ولیم بک اپنی کتاب "ماہیت حیات" میں لکھتا ہے۔

"منڈل کی تحقیق ہر نوع حیوانی اور ہر نسل کے جینز کو علیحدہ علیحدہ مستقل اور ناقابل تبدیل قرار دیتی ہے۔ اس سے یہ ثابت کرنا مشکل ہو جاتا ہے کہ ابتدا میں حیوانات کے مختلف انواع و اقسام پہلی مرتبہ کس طرح ظہور میں آئے۔ اس لئے کہ نظریۂ ارتقاء کی تو بنیاد ہی یہ مفروضہ[1] ہے کہ حیوانات ایک نوع سے دوسری نوع میں تبدیل ہوتے رہتے ہیں۔ . . . جین کی پائیداری اور حیوانی انواع و اقسام میں ردّ و بدل کے اس تضاد کو رفع کیسے کیا جائے؟ . . . تحقیق کا نتیجہ تو یہی نکلتا ہے کہ جین میں ایک نادر اور اچانک تبدیلی ہی ارتقائی ردّ و بدل کا سبب ہو سکتی ہے۔ جس کا باعث شاید فضائے بسیط کے ریڈیائی انتشار کا کوئی برگشتہ تیر ہو ـــــ یہی ارتقائی عمل کا باعث ہو سکتا ہے[2]۔"

بوسٹن یونیورسٹی کے پروفیسر اسحاق عصیمو (ISSAAC ASIMOV) نے قانون توریث (THE GENETIC CODE) کے نام سے حال ہی میں ایک

---

[1] گویا یہ مفروضہ ناقابل شکست ہے اور تمام کرشمہ ہائے حیات کا ایک ہی مصدر ثابت کرنے پر سائنس داں اُدھار کھائے بیٹھے ہیں۔

[2] CSIENCE AND THE NATUR OF LIFE P. 226

Marfat.com

کتاب شائع کی ہے جس میں مسئلہ توریث سے متعلق جدید ترین سائنسی معلومات درج کی گئی ہیں۔ اس کتاب میں کروموسوم کی توڑ پھوڑ اور جینز میں تبدیلی کے مضر اثرات کا ذکر کرنے کے بعد مصنف لکھتا ہے۔

"جینز میں تبدیلی کے اثرات ہمیشہ تباہ کن ہی نہیں ہوتے کئی تبدیلیاں ایسی بھی ہو سکتی ہیں جو محض حسن اتفاق کی بنا پر کسی حیوان کو اس کے ماحول سے بہتر طریقہ پر ہم آہنگ کر دیں ایسی ہی اشکال پر قدرتی انتخاب کے ذریعہ عملِ ارتقاء کا دارو مدار رہ گیا ہے[1]"

گویا ڈارون کے نظریہ کا انجام تو تسلیم ہے لیکن چونکہ حیات حیوانی کے ارتقاء کے خیال کو یکسر محو کرنا ناپسند ہے لہٰذا آسمانی سلطانی کسی حادثہ کی بنا پر جینز میں جو ممکنہ تبدیلیاں ہو گزرتی ہوں اُن میں سے آٹے میں نمک برابر چونکہ کسی خوشگوار تبدیلی کا بھی امکان ہے لہٰذا کیوں نہ اسی کے سہارے ارتقاء کے نظریہ کو برقرار رہنے دیا جائے!

فضائے بسیط کے ریڈیائی انتشار کے کسی برگشتہ تیر سے کیا امیدیں وابستہ کی جا سکتی ہیں آیئے ذرا اس کا بھی جائزہ لے لیں۔ ریڈیائی انتشار کے برگشتہ تیروں سے بُرائی کے سوا کسی بھلائی کی کوئی توقع نہیں کی جا سکتی۔ انسانیت نے اس تلخ تجربے کا صرف ایک ہی سبق سیکھا تھا۔ اس کے نتائج بڑے مایوس کن نکلے۔ دوسری جنگ عظیم کے آخری مراحل میں ایٹم بم ایجاد ہو چکا تھا کچھ بم تیار

---

[1] THE GENETIC CODE P. 145 ـ

بھی کر لئے گئے تھے۔ جرمن اور جاپان کو اپنا انجام یوں بھی سامنے نظر آرہا تھا۔ دونوں آخری دموں پر تھے جرمن ہار مان چکا تھا اور جاپان ہتھیار ڈالنے ہی والا تھا کہ امریکہ کے سربراہوں کو یہ سوجھی کہ جنگ کو یوں ہی ختم کیوں ہونے دیا جائے۔ ایٹم بم کی تباہیوں اور حضرت انسان پر ریڈیائی انتشار کے اثرات معلوم کرنے کا یہ نادر موقع کیوں کھویا جائے۔ کیوں نہ لگے ہاتھوں یہ تجربہ بھی کر لیا جائے۔ چنانچہ علم نواز انسان دشمنوں نے ہیروشیما اور ناگاساکی پر ایٹم بم گرائے۔ جاپان میں تباہی مچ گئی اور دوسرے ہی لمحہ اس نے غیر مشروط طور پر ہتھیار ڈال دیئے۔

دوسری جنگ عظیم کے اختتام پر ہیروشیما اور ناگاساکی پر ایٹم بم پھٹنے کے نتیجہ میں ریڈیائی انتشار کا شکار ہونے والے لاکھوں انسانوں میں سے اگر کوئی ایک مثال بھی ایسی پیش کی جا سکتی جس پر ریڈیائی انتشار کا اثر مضر ہونے کی بجائے مفید ثابت ہوا ہو تو اس بے بنیاد قیاس پر کوئی متوجہ ہوتا کہ شاید ریڈیائی انتشار نظریہ ارتقاء کو حیات ثانی بخش سکے۔ لیکن ایسی ایک مثال بھی پیش نہیں کی جا سکتی اس لئے ریڈیائی انتشار کو ارتقاء کا نہیں بلکہ تنزل کا ہی باعث قرار دیا جا سکتا ہے۔

بفرض محال اگر یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ فضائے بسیط میں ریڈیائی انتشار کے کسی برگشتہ تیر نے کسی حیوانی نوع میں کوئی ارتقائی تبدیلی پیدا کی ہے تو اس کی نظیر تاریخ سے پیش کرنا ضروری ہو جاتا ہے نیز یہ ثابت کرنا بھی لازم آتا ہے کہ وہ تبدیلی ایسی نمایاں اور مکمل ہے کہ اس کے حامل کو جدید نوع حیوانی قرار دیا جائے۔ اگر ایسی کوئی مثال سامنے لائی بھی جائے تو وہ فرد واحد ہی کی ہو سکے گی۔ اس فرد کو، اگر وہ نر ہے تو مادہ اور اگر مادہ ہے تو نر کہاں سے

Marfat.com

ملے گا جو اسی جدید نوع کا ہوتا کہ اس سے جفت ہو کر وہ نئی نسل پھیلا سکے اور اگر اپنی ہی قدیم نسل کے نر و مادہ سے موثر جفتی کا امکان باقی رہا ہو تو اولاد میں صرف نصف اثر منتقل ہو سکے گا اور اولاد در اولاد میں رُبع۔ اس طرح بہتر تبدیلی نسل بعد نسل تحلیل ہو کر مفقود ہو جائے گی اور عمل ارتقاء کالعدم قرار پائے گا۔ اس کے برعکس چونکہ ریڈیائی انتشار سے اس ایک بہتر تبدیلی کے مقابلہ میں لاکھوں بدتر تبدیلیوں کے حامل بھی پیدا ہوں گے اور اُن کی نسلیں بھی جاری رہیں گی لہٰذا یہ مفروضہ تب ہی قابلِ اعتماد ہو سکتا ہے جب ان حیوانی انواع میں بد اور بدترین اقسام بھی دکھلائے جا سکیں جو نہیں ملتے۔

لہٰذا یہ سلسلہ کسی حال آگے چل نہیں پاتا اور حق یہی ہے، جو سائنس دانوں کی تحقیق نے ظاہر کیا کہ کسی حادثہ کی بنا پر جین (GENE) میں غیر معمولی تبدیلی کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس کے حامل کی اولاد بانجھ پیدا ہوتی ہے اور نسل آگے نہیں چل سکتی۔ ریڈیائی عمل کا شدید اثر حیوانی تخم پر جان لیوا ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ایسے حوادث پیش آنے کے باوجود تاریخ میں اُن کا ثبوت باقی نہیں رہتا۔ ایسے حوادث کے نتائج کو منتا ہے، بقا نہیں اور نظریہ ارتقاء کو اُن سے کوئی مدد نہیں مل سکتی۔

ڈاروِن کے نظریہ ارتقاء کی چوتھی کڑی یہ تھی کہ

۴۔ ماحول سے ہم آہنگی پیدا کرنے کے لئے، جہد للبقاء کی مسلسل کشمکش سے، اعضاء حیوانی میں جو خفیف ردّ و بدل پیدا ہوتا ہے اگر وہ مفید حال ثابت ہو تو نسل حیوانی کے بقاء و استحکام کا باعث بنتا ہے اور اگر مُضر ثابت

Marfat.com

نہ تو یہی ردّ و بدل ماحول کی ناسازگاری میں اضافہ کر کے نسل کی فنا کا باعث بن جاتا ہے اس طرح جہد للبقاء کی کشمکش میں وہی حیوانی نسلیں باقی رہ جاتی ہیں جو مفید ردّ و بدل کے مسلسل قدرتی انتخاب (NATURAL SELECTION) کی حامل رہی ہوں مفید ردّ و بدل کا مسلسل اجتماع ہی باقی رہنے والی نسلوں میں عمل ارتقاء (EVOLUTION) کا سبب بنتا ہے۔

لیکن یہ چوتھی کڑی اسی وقت تک مفید تھی جب تک ردّ و بدل کا عمل نہایت سست رفتار اور نسلاً بعد نسلاً جاری رہنے والا قرار دیا جا سکتا۔ اب جبکہ ردّ و بدل کا سبب جین (GENE) میں اچانک تبدیلی ٹھیرا اور اس کا فوری اور مکمل اثر دوسری ہی نسل میں پورے طور پر ظاہر ہونا قرار پایا تو — ارتقاء یا عدم ارتقاء — یہ عمل غیر مسلسل اور ناہموار ٹھیرا۔ موقتی اور جست لگانے والا، اور یہ جست ایسی ٹھیری کہ جس کا ارتقائی ہونا ضروری نہ تھا تخریبی ہونے کے مواقع تعمیری ہونے سے کہیں زیادہ ٹھیرے۔ نیز جین میں تبدیلی کے اثرات کا حیوان کے تقاضوں سے کوئی تعلق نہ رہا۔ گویا کسی جنس حیوانی میں کہیں کہیں کوئی ایسی بے ہنگم تبدیلی رونما ہونے لگی جس کے بہتر یا بدتر ہونے کی کوئی پیش قیاسی نہیں کی جا سکتی۔ حقائق کا یہ انکشاف نظریہ ارتقاء کی تکذیب کا باعث بن گیا۔

ہیروشیما اور ناگاساکی کے تجربات بتلاتے ہیں کہ ریڈیائی انتشار سے متاثر ہونے والوں کے جینز میں جس قدر تبدیلیاں ہوئیں تمام تر تخریبی تبدیلیاں تھیں۔ لاکھوں متاثرہ انسانوں میں سے کسی ایک میں بھی کسی تعمیری تبدیلی کی

Marfat.com

رپورٹ نہیں ملی - لہٰذا قدرتی انتخاب (Natural Selection)
تو یہی ہوگا کہ غیر متاثرہ افراد کے مقابلہ میں ایٹمی ریڈیائی اثر سے متاثر ہونے والی تمام نسلیں تباہ ہو جائیں اور قدیم غیر متاثرہ نسلیں ہی باقی رہ جائیں۔ اس سے یہی ثابت ہوا کہ جین میں ریڈیائی اثر سے پیدا ہونے والی تمام تبدیلیاں تخریبی ہوا کرتی ہیں اور کسی ارتقائی عمل کا باعث نہیں بنتیں۔ قدرتی انتخاب کی نوبت ہی نہیں آتی اور قدرتی انتخاب کی کثرت و اجتماع سے عمل ارتقاء کا وجود میں آنا، ایک ایسی آرزو بن کر رہ جاتا ہے جو شرمندۂ تعبیر نہ ہو سکے۔

نظریہ ارتقار کی پانچویں اور چھٹی کڑیاں یہ ہیں کہ

۵۔ ارتقائی منازل طے کرنے کا یہ عمل نہایت سست رفتار ہونے کی وجہ سے نظر نہیں آتا لیکن یہ عمل نباتات اور حیوانات کی ہر نوع اور ہر قسم میں قرن ہا قرن سے جاری چلا آتا ہے۔

۶۔ حیوانوں کی انواع و اقسام کی اکثر کڑیاں اس قدر مسلسل اور مربوط نظر آتی ہیں کہ ایک نوع دوسری نوع کی ارتقائی شکل ہے اور اس پوری ارتقائی بات کی طرف رہبری کرتا ہے کہ انسان بن مانس اور بندر کی ارتقائی شکل ہے اور اس پوری ارتقائی لڑی کی ابتدائی کڑی کوئی واحد خلیہ حیات والا خوردبینی کرمک حقیر ہوگا جو اتفاقِ محض سے وجود میں آ گیا ہو۔

تکرار بے سود ہے جب وہ شاخ ہی نہ رہی جس پر آشیانہ تھا تو نوحہ گری سے کیا حاصل نباتات اور حیوانات کی ہر نوع اور ہر قسم میں ارتقائی عمل کا جاری رہنا ایک بے بنیاد خیال ہے جس کی تائید میں کوئی چیز پیش نہیں کی جا سکتی۔ اور حضرت انسان کا بن مانس اور بندر کی اولاد قرار پانا ایک واہمہ سے زیادہ حقیقت

Marfat.com

نہیں رکھتا۔ ایک نوع حیوانی اور دوسری نوع حیوانی کے درمیان قانونِ توریث (GENETIC LAW) ایک ایسی سدِ سکندری بنکر کھڑا ہو گیا ہے جسے نہ توڑا جا سکتا ہے اور نہ ہی عبور کیا جا سکتا ہے مختلف انواع حیوانی کے کروموسوم اور جینز کی مختلف ساختیں اور مقداریں نباتاتی یا حیوانی انواع کی ایک دوسرے میں تبدیلی ناممکن قرار دے رہی ہیں اور کرمکِ حقیر سے حضرتِ انسان تک کی ارتقائی مُزان کا سہانا خیال ایک سراب بن چکا ہے۔

اعضاءِ حیوانی میں ارتقائی رد و بدل کا تصور ڈارون کا فریبِ نظر تھا جو غلط ثابت ہوا اور سائنس دان اب اسے تسلیم نہیں کرتے۔ کروموسوم اور جینز کے خواص علی الاعلان یہ ماننے پر مجبور کرتے ہیں کہ ایک خلیہ والی حیات کی سادہ شکل، زاید خلیوں والی حیات کی پیچیدہ تر شکل میں تبدیل نہیں ہو سکتی کیوں کہ دونوں کے کروموسوم کی ساخت میں بنیادی اختلاف ہیں۔ جسمانی تقسیم سے افزائشِ نسل کرنے والی حیات کی شکلیں ایسی شکلوں میں منتقل نہیں ہو سکتیں جو نر و مادہ کے ملاپ سے افزائش نسل کرتی ہوں۔ کیوں کہ جینز (GENES) اس کی اجازت نہیں دیتے۔ مجبوراً تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ حیات کی ہر نوع اپنی جگہ مستقل ہے کسی سادہ تر نوع سے نہیں نکلی۔ اور سائنس دانوں کو کبھی دبے الفاظ میں اور کبھی کھل کر تسلیم کرنا ہی پڑتا ہے کہ:-

"دوسری جینز ملں کی طرح نظریہ ارتقاء بھی یقینی نہیں[1]۔"

ڈارون کی معرکتہ الآرا کتاب (Orgin of Species) کے تازہ بتازہ ایڈیشن اب بھی شائع ہوتے ہیں لیکن اب ان جدید ایڈیشنوں کے مرتب اپنے

---

[1] Modern Science And Nature of life. P.133

تمہیدی بیان میں یہ لکھنے پر مجبور ہیں کہ

"اس حقیقت کے باوجود کہ ڈارون کی کتاب کے دس سال کے اندر ہی اندر گریگور منڈل کا تاریخی اور انقلابی مقالہ شائع ہو چکا تھا یہ درست ہے کہ ڈارون کے زمانہ میں اعضاء میں ردّ و بدل کی موروثی کیفیت صحیح طور پر سمجھی نہیں جا سکی ــــ آج انسان سوچتا ہے کہ اگر ڈارون کی نظر منڈل کے مقالہ پر پڑ جاتی تو اس پر کیا گزرتی۔ ہم آج منڈل کی رہنمائی میں یہ جان چکے ہیں کہ توریثی مادہ کی مخصوص وحدتیں یعنی جینز، معین بھی ہیں اور ناقابل امتزاج بھی (یعنی ایک نوع کے جینز دوسری نوع کے جینز میں جذب نہیں ہو سکتے) وہ توریثی عمل میں ایک دوسرے سے نمایاں ہیں۔ اور خلیہ کے مرکزہ کی ڈبیہ میں بند ہیں اور ان ہی کی منتخب لڑیاں نر و مادہ کے مادہ تولید کے خلیہ کے ذریعہ ایک نسل سے دوسری نسل میں خواص کو منتقل کرتی ہیں۔ ان وحدتوں میں ردّ و بدل، یعنی جینز میں تبدیلیاں ہمیشہ اچانک ہوا کرتی ہیں، خلیوں کی سطح پر ہوتی ہیں، اور تبدیلیوں کا عمل پلٹ نہیں سکتا ارتقائی نقطۂ نظر سے، ان موروثی تبدیلیوں کے عمل کی قابلِ توجہ خصوصیت یہ ہے کہ وہ غیر منظم، بے ربط، اور بے ساختہ ہیں ان کے اثرات کی نوعیت بھی اتفاقی ہے اور ان کا رُخ بھی اتفاقی اس طرح اس بات کی قطعاً کوئی شہادت نہیں ملتی کہ ان تبدیلیوں کا اس ذی حیات کے تقاضوں سے کوئی بھی ربط ہے جس ذی حیات کے اندر یہ واقع ہوتی ہیں۔"

(THE ORIGIN OF SPECIES - INTRODUCTION P. 17)

Marfat.com

اور ڈارون کے مبلغ اعظم، تھامس ہکسلے (Thomas Huxley) نے اپنی پرجوش غلط تبلیغ کا کیا کفارہ ادا کیا، وہ میک ڈگل (Mc DOUGALL) کے حوالہ سے ولیم بک یوں بیان کرتا ہے:-

"ہکسلے جو ڈارون کے نظریات کا موثر ترین مبلغ تھا اور ان پر پختہ ایمان رکھنے والا تھا اور جس نے حیاتیاتی کیمیا کے میکانی نظریات کو بڑی خوبی سے آگے بڑھایا تھا، وہی ہکسلے اپنی تمام سابقہ تعلیمات کے اہم نکات کی تردید کرتا اور بنی نوع انسان کو تلقین کرتا ہے کہ وہ ان میکانی نظریات کو رد کر دیں جن کو وہ خود عمر بھر شدّ و مد کے ساتھ ہمہ گیر اور خود مکتفی جتلاتا رہا تھا۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ جب ہکسلے نے اس بات پر غور کیا کہ میکانی حیاتیاتی نظریات کے انسان کی عملی زندگی پر کس قدر تباہ کن اثرات مرتب ہوتے ہیں تو اسے ان نظریات سے نفرت ہونے لگی۔"[۵۱]

لیکن حقایق آشکار ہو جانے کے باوجود، اس ماستا کی ماری بے چین بندریا کی طرح جو اپنے مردہ بچہ کے ڈھچر کو سینہ سے لگائے پھرتی ہو، کئی سائنس دان اب بھی نظریہ ارتقاء کے جنازہ کو مناسب اعزاز کے ساتھ دفنانے کی بجائے، اپنے کندھوں پر اس امید کے ساتھ اٹھائے لئے پھرتے ہیں کہ شاید کہیں فضائے بسیط کے ریڈیائی انتشار کی نظرِ کرم سے اس کے تنِ مردہ میں جان پڑ جائے۔ کیوں کہ بقول پروفیسر اسحاق عصیمو اب صرف

MODERN SCIENCE AND THE NATURE OF LIFE P. 144 ۵۱

"ایسی ہی اشکال پر قدرتی انتخاب کے ذریعہ عمل ارتقا کا دارومدار رہ گیا ہے[۱]۔"

سائنس دانوں کی کشادہ دلی اور بے تعصبی مشہور ہے اُن کا رویہ ہمیشہ متوازن رہا ہے۔ انہیں کسی نظریہ سے کوئی جذباتی لگاؤ یا تنفر نہیں ہوا کرتا وہ صرف حقیقت کے متلاشی ہوا کرتے ہیں۔ اور حقیقت کو ہر شکل میں خندہ پیشانی سے قبول کیا کرتے ہیں یہی وجہ ہے کہ سائنس کی دنیا میں، جہاں آئے دن پُرانے نظریات متروک ہوتے اور نئے نظریات اُن کی جگہ لیتے رہتے ہیں، سائنس دان نہایت سرد مہری سے ان متروک نظریات کی طرف سے مُنہ موڑ لیا کرتے ہیں لیکن نظریۂ ارتقاءِ حیات کے متعلق ہم ان کا رویہ مختلف پاتے ہیں ہم دیکھتے ہیں کہ نظریہ ارتقاء کی شکست کے باوجود اکثر سائنس دان اب بھی اس کے ڈھچر کو گلے لگائے پھرتے ہیں اس کی وجہ کیا ہے؟

اس کی وجہ یہ ہے کہ سر د مہری اور بے لوثی صرف ایسے علمی نظریات کی حد تک ہی محدود ہوا کرتی ہے جو انسان کی اپنی ذات سے متعلق نہ ہوں لیکن حیاتِ انسانی سے متعلق نظریات کی حیثیت مختلف ہے۔ ایسے تمام نظریات جو انسان کی اپنی ذاتی زندگی سے متعلق ہوں اس کے ذاتی ردِ عمل کو متاثر کرتے ہیں اس لئے وہ شخصی اور جذباتی رجحانات سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتے۔ سائنس دان بھی بنی نوعِ انسان ہی کے افراد ہیں۔ اور بنی نوعِ انسان کا ہر فرد اپنی ذات میں کسی نہ کسی نظریہ حیات کو اپنانے کی تشنگی محسوس کرتا ہے وہ

---

[۱] The Genetic Code P. 145.

Marfat.com

فطرتاً مجبور ہے کہ حیات وکائنات کے متعلق کوئی نہ کوئی ذاتی نظریہ رکھے۔ وہ نظریہ خدا پرستی پر مبنی ہے یا خود پرستی پر، مادہ پرستی کا مُبلغ ہے یا بت پرستی کا۔ اس سے مفر ممکن نہیں۔ فطری پیاس بجھانے کے لئے وہ بہرطور کسی نہ کسی نظریہ حیات کا جویاں رہتا ہے۔ حیات وکائنات کی کسی ایسی توجیہ کا متلاشی رہتا ہے جس سے اس کے تجسس کو تشفی نصیب ہو اور اس کے دل کو تسکین حاصل ہو۔ جب وہ ایسی توجیہ پالیتا ہے تو اس نظریہ حیات کو صرف نظری بصیرت سے ہی نہیں اپنا تا جذباتی لگاؤ سے بھی اُسے رنگین کیا کرتا ہے۔ اس عمل میں عالم اور جاہل سب برابر ہیں دانشور اور سائنس دان اس سے مستثنیٰ نہیں — اور جب کسی ایسے اپنائے ہوئے نظریہ حیات کو علم و دانش کی کسوٹی پر شکست نصیب ہوتی ہے تو اس شکست کو دیکھ کر دکھ ہوتا ہے اسے تسلیم کرنے کو جی نہیں چاہتا۔ دل چاہتا ہے کہ اس مردہ نظریہ حیات کے ڈھچر ہی کو گلے لگائے رکھیں خصوصاً جبکہ کوئی متبادل ور تشفی بخش نیا نظریہ حیات بھی پیش نظر نہ ہو۔ یہی حال ان سائنس دانوں کا ہے جنہیں نظریہ ارتقاء کی شکست تکلیف دہ معلوم ہوتی ہے۔

اہل مذہب نے دنیا کو ایک نظریہ حیات دیا تھا۔ مرورِ زمانہ نے اس کی صورت مسخ کر ڈالی۔ دانشورانِ مغرب کے لئے وہ باعثِ تسکین نہ رہا۔ وہ جدید نظریہ کے متلاشی ہوئے۔ نظریہ ارتقاء میں اُن کے ابھرتے ہوئے تجسس کو تسکین نصیب ہوئی اس لئے انہوں نے اُسے گلے لگالیا۔ لیکن سائنس کی نئی نئی دریافتوں نے توریثِ نسل کا قانون ڈھونڈ نکالا جس نے نظریہ ارتقاء کو بیخ و بُن سے اُکھاڑ پھینکا۔ اُسے ترک کرتے ہوئے ایک خلا محسوس ہوتا ہے کیونکہ کوئی متبادل نظریہ حیات دستیاب نہیں جس سے اُسے بدلا جائے ناچار سائنسدان

Marfat.com

اسی کے مردہ ڈھچر کو اس آس پر گلے لگائے بیٹھے ہیں شاید اس میں حیات نو پیدا ہو جائے۔

کسی نہ کسی نظریہ حیات کی تلاش ایک فطری تقاضا ہے ہر انسان یہی چاہتا ہے کہ اس کائنات کے متعلق اسے "کیسے اور کیوں" کا جواب ملے۔ اور اس جواب کی نوعیت ہی اس کی زندگی کے ردِ عمل کو متعین کرتی ہے اور اس کا مدنی اور سماجی کردار اسی کی فضاءوں میں پرورش پاتا ہے۔ اس طرح علم کا یہ بنیادی سوال خاص اہمیت حاصل کر لیتا ہے۔ اور اسی اہمیت کے مدِ نظر قدرت نے انسان کی فطرت میں جستجو کا شعلہ بھڑکایا اور تلاش کی لگن لگائی ورنہ جانوروں کی طرح پیٹ بھر کر کھا لینے اور پاؤں پسار کر سو رہنے سے اُسے کس نے روکا تھا۔ اسلام ہی وہ واحد مسلک ہے جو علم کے اس بنیادی سوال کی اہمیت کی طرف متوجہ کرتا اور ہر فرد بشر پر یہ لازم گردانتا ہے کہ وہ تکوین عالم کے راز کا کھوج اٹھائے۔ یہی وہ منفرد مذہب ہے جو اس کی اہمیت کو سمجھا اور سمجھاتا ہے۔ فرمایا۔

قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ بَدَاَ الْخَلْقَ ۔	اے محمدؐ ان لوگوں سے کہہ دیجئے کہ وہ اکناف عالم میں پھیل کر اس کا کھوج لگائیں کہ تخلیق عالم کی ابتداء کیسے ہوئی آغاز آفرینش کی صورت کیا تھی؟
(پارہ ۲۰، رکوع ۱۴)	

اس فرمایش سے مقصد یہ تھا کہ تلاش و جستجو سے جو حقایق منکشف ہونگے وہ خود ہی مقصدِ تخلیق پر روشنی ڈالیں گے اور اس مقصد کا تعین ہی ہمارا نظریہ حیات بن جائے گا وہی ہماری آئیڈیالوجی قرار پائے گی اور وہی ہمارے

Marfat.com

ہر عمل کی رہبر و محافظ ہوگی۔

فطری تجسس کے وجود کا راز یہی ہے کہ مشاہدہ وعقل کی تربیت اور جذبات کی رہنمائی میں عقل و دل کے متوازن امتزاج کے ساتھ اس منزل مقصود کو جو وجودِ کائنات کا اصلی سبب ہے متعین کیا جائے۔ فرمایا

اَوَلَمْ یَرَوْا کَیْفَ یُبْدِیُٔ اللّٰہُ الْخَلْقَ ثُمَّ یُعِیْدُہٗ؟	کیا یہ لوگ دیکھتے نہیں کہ اللہ تعالیٰ آفرینش کا آغاز کیسے کرتا ہے
(پارہ ۲۰ رکوع ۱۴)	اور پھر تخلیق کی تکرار کیسے کرتا رہتا ہے؟

گویا یہ کھوج لگانا انسانی صلاحیتوں کے لئے ناممکن نہیں۔ آغازِ تخلیق اور تکرارِ تخلیق کا راز کمندِ عقل و دل کی زد میں ہی ہے۔

چنانچہ مشرق و مغرب میں پھیل کر حضرت انسان نے کھوج لگایا۔ کھوج سے جو پتہ چلا وہ یہی ہے کہ کائنات کا ذرہ ذرہ اپنی تخلیق کی حیران کن تفصیلات سے، قدم قدم پر کسی علیم و قدیر خالق کی طرف اشارہ کر رہا ہے خواص الاشیاء کا تعین عجیب و غریب نظم و ضبط کی طرف متوجہ کرتا ہے مادہ اور توانائی کے عمل اور ردعمل کے کرشمے ایک منظم حکومت کا کھوج اٹھاتے ہیں۔ حیات کے گوناگون جلوے تدبیر و ارادہ کی غمازی کر رہے ہیں اور انسانی عقل و دل کی تخلیق، مقصدِ تخلیق کی لطیف و پر حکمت رمز کی نقاب کشائی کرتی نظر آتی ہے۔ یہ تماشا گاہِ عالم رموز و حکمت کی ایسی دلفریب پٹاری ہے کہ اس کا ڈھکنا اٹھا کر اندر جھانکنے کے لئے ہر دست مضطرب اور ہر آنکھ بے چین نظر آتی ہے۔

Marfat.com

کہتے ہیں کائنات کی خاک کا ہر ذرہ اپنے اندر ایک کائنات لئے ہوئے ہے۔ مادے کی اکائی جو سالمہ (Atom) کہلاتی ہے اور خوردبین سے بھی نظر نہیں آتی اس کی کیفیت یہ بیان کی جاتی ہے کہ اس کے مرکز میں مثبت برقائی قوت کا ارتکاز، پروٹان (Proton) کے نام سے نظام شمسی کے سورج کی طرح براجمان ہے۔ اور اس کے ارد گرد منفی برقائی قوت کے حامل ذرات الیکٹران (Electron) کے نام سے سیاروں کی طرح مصروف گردش ہیں۔ ان کے علاوہ ستاروں کی طرح کئی بے برقائی ذرات نیوٹران (Neutron) مصاحبین دربار کی طرح دست بستہ موجود ہیں۔ سالمہ کا یہ ذرۂ بے مقدار اپنے اندر اتنی توانائی لئے ہوئے ہے جس کی توڑ پھوڑ سے ایٹم بم اور ہائیڈروجن بم بنا کرتے ہیں۔ کسی اتفاق یا حادثہ سے وجود میں آجانے والی کائنات کے ذرات کے یہ لچھن تو نہیں ہو سکتے۔ کیا ہر سالمہ میں نظام شمسی کا وجود کسی بامقصد خالق کی گواہی تو نہیں دے رہا

ذی حیات کائنات کے کرشمے تو لب کشائی میں دو ہاتھ آگے ہی ہیں۔ بقاء حیات کی کیا کیا پُر پیچ ترکیبیں استعمال ہوئی ہیں، بیالوجی کی کتابیں ان کی تفصیلات سے بھری پڑی ہیں تو الد و تناسل کے عملیات کس انداز سے جاری کئے گئے ہیں دیکھ دیکھ کر عقل حیران ہوتی ہے۔ نباتاتی عالم میں جس وظیفۂ ازدواج کا علم مغرب کو حال ہی میں ہوا قرآن پاک نے چودہ سو سال قبل ہی بتلا دیا تھا۔

اَوَلَمْ یَرَوْا اِلَی الْاَرْضِ	کیا یہ لوگ زمین کی طرف متوجہ
کَمْ اَنْبَتْنَا فِیْھَا مِنْ	نہیں ہوتے کہ کس طرح ہم نے
کُلِّ زَوْجٍ کَرِیْمٍ۔	اس میں ہر ذی حیات کے ایسے

Marfat.com

(پارہ ۱۹ رکوع ۵) جوڑے بنا دیئے ہیں کہ نر و مادہ ایک دوسرے کی طرف محبت سے مائل ہوتے ہیں۔

نباتاتی عالم میں اس کام کی تکمیل دو طرح سے کی گئی۔ ایک شکل تو یہ تھی کہ ایک ہی درخت میں نر و مادہ اجزا علیحدہ علیحدہ مہیا کئے جائیں، لیکن نر و مادہ کے مختلف اجزا باہم اس قدر قریب رکھے جائیں اور ان میں ایسی کشش رکھی جائے کہ وہ وقت مقررہ پر خود بخود ازدواجی وظیفہ میں مصروف ہو جائیں۔ دوسری شکل یہ تھی کہ پودوں اور درختوں میں نر و مادہ کی جنس علیحدہ علیحدہ وحدتوں میں ہو۔ لیکن نر درخت اور مادہ درخت دونوں کے مادہ ہائے تولید میں، چھوٹے پرندوں اور پروانوں کے لئے رنگ، بو، اور ذائقہ کے ایسے پُرکشش سامان فراہم کر دیئے جائیں کہ کیڑے پروانے اور پرندے اُن کی کشش سے متوجہ ہو کر اُن سے استفادہ کرنے کے لئے آئیں اور دوران استفادہ نر درخت کا مادہ تولید اٹھا کر مادہ درخت کے مادۂ تولید تک پہنچا دیں ــــ یہ سب کچھ اتفاقی تو نہیں۔ تخلیق کو ارادی اور بامقصد ظاہر کرتا ہے۔

نباتاتی عالم کو چونکہ قدرت نے حرکت و ارادہ سے محروم رکھا تھا اسلئے اس کے عمل توالد و تناسل کے اسی قدر اسباب کافی تھے۔ لیکن عالمِ حیوانات میں حرکت و ارادہ دونوں مختلف مدارج تک پائے جانے مقصود تھے۔ اس لئے حیوانات میں وظیفۂ زوجیت کو اگر انہی کی مرضی پر چھوڑ دیا جاتا تو ممکن تھا کہ حیوانی منصوبہ بندی، خدائی منصوبہ کی شکست کا باعث بن جاتی لہذا خدا تعالیٰ نے وظیفہ ازدواج کے عمل کو اس قدر پُرلطف بنا دیا کہ ہر جانور

Marfat.com

نر و مادہ بے اختیار اس کی طرف کھچا چلا جاتا ہے۔ یہ فعل، حیوانی زندگی کی لذت میں سب سے بڑی لذت بنا ہوا ہے اور لطفِ زندگی کا سارا خمار، بڑی حد تک اسی کے گرد طواف کرتا ہے۔ کیا قدرت، مقصد اور ارادہ کی اس سے بڑھ کر بھی کوئی شہادت مطلوب ہے۔ خدا تعالٰی کی ہستی کا کھوج لگانے والے اسے کیسے نظر انداز کر دیں،۔

نباتاتی عالم کی اولاد تو والدین کا جزوِ بدن بن کر خود بخود پرورش پاتی ہے کسی مزید اہتمام کی ضرورت محسوس نہیں کرتی۔ لیکن حیوانی عالم میں اولاد کی پرورش، حیوانی اختیار و آزادیٔ عمل کی وجہ سے ایک مسئلہ بن سکتی تھی پُر لطف وظیفۂ زوجیت کی وجہ سے توالد و تناسل کا سلسلہ تو چل نکلتا لیکن اگر اولاد اور والدین، خصوصاً ماں اور بچہ میں بے پناہ محبت کا رشتہ قائم نہ کیا جاتا تو پیدا ہونے والی اولاد بے ضرورت فضلہ کی طرح اٹھا کر پھینک دی جاتی اور بقائے نسل کا منشاء پورا نہ ہو سکتا۔ اس لئے ضروری تھا کہ حیوانی عالم میں ماں اور بچہ کے درمیان بے پناہ محبت کا جذبہ پیدا کیا جائے اور وہ پیدا کیا گیا تا بے کس و بے بس بچہ کی پرورش پر والدین اس وقت تک مجبور رہیں جب تک بچہ خود بڑا ہو کر تلاشِ رزق میں مصروف ہونے کے قابل نہ ہو جائے۔ کیا یہ سب اتفاقِ محض کے کرشمے ہیں ؟

جانوروں کی پیدائش کے دو ہی طریقے ممکن تھے قرارِ حمل کے بعد جنین یا تو مادہ کے پیٹ میں ہی پرورش پا کر مکمل بچہ بنے یا اس سے قبل ہی انڈہ کی شکل میں مادہ کے پیٹ سے علیحدہ ہو جائے جانوروں کی پیدائش کے دونوں ہی طریقے اختیار فرمائے گئے پہلی صورت میں تو عرصہ حمل کے دوران جنین کی پرورش کے لئے مادہ کا اپنا خون میسر تھا لیکن دوسری شکل میں

Marfat.com

چونکہ جنین کو مادہ کے پیٹ سے علیحدہ انڈے کے اندر ہی اندر پرورش پاکر مکمل بچہ بنتا تھا۔ اس لئے انڈے کے اندر اس قدر تغذیہ کا انتظام ضروری تھا جو بچہ کی مکمل تخلیق تک اس کے لئے کافی ہو اور ساتھ ہی ساتھ یہ بھی ضروری تھا کہ خوردبین ذرہ جنین اور اس کی غذا کا یہ اسٹور ایک مضبوط اور سخت خول میں محفوظ ہو تاکہ صدمات سے بچ سکے۔ چنانچہ سب انتظام اسی طرح کیا گیا۔ یہی نہیں بلکہ ناقابلِ فہم طریقہ سے یہ انتظام بھی فرمایا گیا کہ انڈے کے اندر تغذیہ کا سٹور خود بخود آہستہ آہستہ خون میں تبدیل ہوتا رہے۔

مرغی کا وہی انڈا جو ہم کھانے کے لئے آبالتے ہیں تغذیہ محض ہوتا ہے لیکن اسی کو اگر مناسب گرمی میں سینے کے لئے رکھ دیا جائے تو خوردبین خلیہ جنین کی مشنری تغذیہ کو آہستہ آہستہ خون میں تبدیل کرنے لگتی ہے۔ اور اسی خون سے بڑھنے لگتی ہے۔ اس میں ہڈیاں گوشت پوست اور مختلف اجزا بنتے ہیں۔ اور پھر رونگٹوں اور پروں سے مسلح ہو کر بچہ اس قدر طاقتور بن جاتا ہے کہ خول پھاڑ کر باہر نکل آتا ہے۔ رحم مادر میں پرورش پلنے والے جنین میں تو یہ صلاحیت نہ ہو کہ وہ تغذیہ کو خون میں تبدیل کرسکے لیکن انڈے کے اندر پرورش پلنے والے جنین میں یہ صلاحیت موجود ہو، حیوانی مادہ میں کسی اندھے ناسمجھ بے عقل ارتقائی جذبہ سے تو ممکن نہیں۔ قادرِ مطلق، دانا و بینا کے منشاء اور ارادہ سے ہی ممکن ہے۔

اس سلسلہ کو کہاں تک پھیلایا جائے۔ واحد خلیۂ جنین میں سے ہی ہڈی، گوشت، خون، اعصاب اور مختلف اعضاء رئیسہ کے تفریقی خلیوں کا پیدا ہونا اور پھر ایک کا اپنے اپنے مختص کام میں مصروف ہو کر جسمانی شکل و صورت کی تکمیل کرنا ایک ایسا اعجازی کرشمہ ہے جسے دیکھ کر دیدۂ بینا وارفتہ ہوسکتی ہے

Marfat.com

لیکن کثرتِ نظارہ کا بُرا ہو، ہمیں عرفانِ ربانی کا ذرہ بھر احساس نہیں ہوتا۔ اور ہم انتہائی بے حسی سے بھول جاتے ہیں کہ معجزات کی کثرت نہ تو اُن کی اہمیت ہی کو کم کرسکتی ہے اور نہ ہی قادرِ مطلق کی قدرت کاملہ کے دلائل کو متاثر کرسکتی ہے۔

قدرت کے تخلیقی کارناموں میں، پانی ایک اہم کردار ادا کرتا ہے۔ مادہ کی مختلف شکلوں میں باہمی کیمیاوی عمل کا سب سے بڑا ذریعہ پانی ہی ہے۔ شجرِ حیات کی تعمیر بھی پانی سے ہی ہوئی کہنے کو تو یہ ہائیڈروجن اور آکسیجن دو ایسی گیسوں کا مرکب ہے جن میں سے ایک جلتی اور دوسری جلاتی ہے لیکن یہ خود ان دونوں خاصیتوں سے محروم ہے۔ کیمیاوی مرکبات کے خواص اُن کے اجزائے ترکیبی کے خواص سے اس قدر مختلف کیوں ہوتے ہیں ایک ایسا معمہ ہے جس کی توجیہ بجز اس کے اور کوئی ہو ہی نہیں سکتی کہ یہ مختلف خواص ہی مخصوص فرائض و مناصب کی دیدہ و دانستہ تقسیم کی نشان دہی کرتے ہیں، چونکہ پانی نے قدرت کے تخلیقی کارناموں میں اہم کردار ادا کرنا تھا اسے ایسے مخصوص خواص بخشے گئے جن کو ہائیڈروجن اور آکسیجن کے خواص سے دور کا واسطہ بھی نہ تھا۔

پانی نے پہاڑوں کی بلندیوں، میدانوں کی پہنائیوں اور سمندر کی گہرائیوں میں ہر جگہ نباتاتی اور حیوانی حیات کے گل بوٹے لگانے کے لئے پہنچنا تھا۔ اس لئے اسے سیماب صفت مایع کی شکل عطا کی گئی۔ اور معمولی سی گرمی سے بخارات بن کر پھیلنا، ہلکا ہو کر بلند ہونا۔ بلندیوں میں سینکڑوں میل اُڑتے پھرنا اور پھر بلندیوں کی شدید سردی سے سکڑ کر، وزنی ہو کر بارش کی شکل میں گرنا، اس کے لئے سہل تر کر دیا گیا تا پہاڑوں، وادیوں اور میدانوں کو سیراب

Marfat.com

کرتا ہوا واپس سمندر میں جمع ہو جائے۔

سمندر بے شمار حیاتِ حیوانی کی آماجگاہ ہے۔ سردی میں پانی جم کر برف بن جاتا ہے۔ گرمی سے پھیلنے اور سردی سے سکڑنے کی خاصیت مادہ کی ہر شکل میں پائی جاتی ہے اور پانی میں بھی۔ لیکن اگر پانی کی یہی خاصیت بلا ترمیم برقرار رہتی تو سردیوں کی شدت میں سمندر کا پانی جم کر وزنی ہو جاتا برف بنتا اور سمندر کی تہ میں بیٹھتا چلا جاتا یہاں تک کہ تمام سمندر جم کر پتھر بن جاتے اور تمام سمندری جانور ہلاک ہو جاتے۔ اس آفت سے بچنے کے لئے ضروری تھا کہ برف وزنی ہو کر پانی میں بیٹھ جانے کی بجائے ہلکی ہو کر سطح سمندر کے اوپر ہی تیرتی رہے تاکہ نیچے نیم گرم پانی میں سمندری جانور بیرونی سردی سے محفوظ بے خطر گھومتے پھریں۔ اس کام کی تکمیل کے لئے لازم آیا کہ سردی سے سکڑنے اور گرمی سے پھیلنے کے عام قانون میں صرف پانی کے لئے اس کے نقطہ انجماد کے قریب بطورِ خاص ترمیم کی جائے۔

مادہ کی کیا مجال کہ وہ قدرت کے مقررہ قوانین سے سرِ مو تجاوز کرے۔ اگر کوئی قادرِ مطلق نہ ہوتا تو ایسی کوئی ترمیم کبھی نافذ نہ ہو سکتی۔ لیکن مالکِ کون و مکان نے اپنے اختیاراتِ خصوصی استعمال فرمائے۔ پانی کو حکم ملا کہ خلافِ قانونِ طبعی وہ ۴ ڈگری سینٹی گریڈ کے بعد مزید ٹھنڈا ہونے پر سکڑنے کی بجائے پھیلنا شروع کر دے اور پھیلتا ہی چلا جائے یہاں تک کہ صفر ڈگری سینٹی گریڈ تک پہنچ کر جم جائے برف بن جائے اور ہلکا ہونے کی وجہ سے سطح سمندر پر ہی تیرتا پھرے۔ پانی، جو نہ فلسفی تھا نہ سائنس دان، قانونِ قدرت کیا جانتا۔ وہ ایک ہی چیز سے واقف تھا۔ امرِ الٰہی کی تعمیل۔ اس نے فوری تعمیل کی۔ مالک کا حکم ہی اس کے لئے قانون تھا۔ عاقل کے لئے اشارہ کافی ہے۔

Marfat.com

صرف پانی کے لئے قانون قدرت میں یہ مخصوص ترمیم، خدا تعالٰے کے وجود، اس کی مشیت اور مقصد تخلیق کی نشان دہی کا ایسا واضح ثبوت ہے جس کا کوئی انکار نہیں کر سکتا۔ سائنس کی تمام درسی کتب میں قانون قدرت میں اس خصوصی ترمیم کو "قدرت کی ناقابلِ فہم فیاضی" کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ دانشِ بصیرت سے محروم دانشوروں کو "فیاضی" تو نظر آتی ہے لیکن اُن کی کور باطنی اسے "ناقابلِ فہم" ہی قرار دیتی ہے۔

کارگہ حیات میں خداشناسی کے لئے قدم قدم پر علامات بکھری پڑی ہیں قرآن کریم کا بڑا حصہ ان ہی علامات کے مشاہدہ اور ان پر غور و تدبر کی تلقین کے لئے وقف ہے۔ اُن کا بار بار ذکر کرتا ہے اور دلائل و براہین سے انہیں ذہن نشین کرانے کی کوشش کرتا ہے۔ عقل کے نزدیک وجودِ کائنات کی توجیہ مندرجہ ذیل تین احتمالی اشکال سے باہر نہیں ہو سکتی۔

۱۔ کائنات و حیات کو کسی نے پیدا نہیں کیا نہ وہ اپنے اندر وجود میں آنے کی ذاتی صلاحیت رکھتی ہیں۔ اس کے باوجود ناقابلِ فہم اتفاق سے وہ بس یوں ہی عدم سے وجود میں آگئی ہیں۔

۲۔ حیات و کائنات میں خود قوت تخلیقی موجود ہے جس کے باعث وہ خود ہی اپنے بل بوتے پر وجود میں آگئی ہیں۔

۳۔ کائنات اور حیات کو کسی نے تخلیق کیا ہے۔

ان تینوں اشکال کے علاوہ اور کسی چوتھی شکل کا تصور ممکن ہی نہیں۔

ان تینوں اشکال میں سے کونسی شکل قرینِ قیاس اور قابلِ فہم ہے۔

Marfat.com

پوری کائنات میں اس پر غور کرنے کا اہل اگر کوئی ہو سکتا ہے تو حضرت انسان ہی ہے اس لئے خدا تعالےٰ نے مندرجہ بالا تینوں اشکال پیش نظر رکھتے ہوئے حضرت انسان سے ہی دریافت فرمایا کہ وہ اپنے بارے میں بتائے کہ کس نتیجہ پر پہنچا ہے۔ کیا وہ "بس یوں ہی" عدم سے وجود میں آگیا ہے یا خود اپنا خالق ہے اگر دونوں کا جواب نفی میں ہے تو تیسری شکل تسلیم کرنے میں اسے عار کیوں ہے۔ فرمایا

اَمْ خُلِقُوْا مِنْ غَیْرِ شَیْءٍ۔ اَمْ ھُمُ الْخَالِقُوْنَ۔ اَمْ خَلَقُوا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بَلْ لَّا یُوْقِنُوْنَ (پارہ ۲۷ رکوع ۴)

(اے محمد ان لوگوں سے پوچھئے کہ کیا یہ کسی خالق کے بغیر اور کسی ذاتی صلاحیت کے بغیر بس یوں ہی عدم سے وجود میں آگئے ہیں یا پھر اپنی ذاتی صلاحیتوں کی بنا پر کسی خالق کے بغیر وجود میں آئے ہیں گویا خود اپنے خالق ہیں۔ اور اگر اپنی ذات کے متعلق کسی خوش فہمی میں مبتلا ہوں تو لگے ہاتھوں اُن سے یہ بھی پوچھ لیجئے کہ کیا زمین اور آسمانوں کو انہوں نے ہی پیدا کیا ہے —— نہیں بات دراصل یہ ہے کہ یہ لوگ یقین حاصل کرنے کے راستہ پر آنا ہی نہیں چاہتے)

یعنی حضرت انسان اپنے ہی متعلق غور کر کے بتلائے کہ کیا وہ محض یوں ہی کسی اندرونی یا بیرونی سبب تخلیق کے بغیر، عدم سے وجود میں آگیا ہے بلا وجہ بلا سبب، عدم سے وجود، بس یوں ہی —— اسباب وعلل کی ہمہ گیر زنجیروں میں چاروں طرف سے جکڑا ہوا انسان یہ کیسے مان لے کہ وہ "بس یوں ہی" وجود میں آگیا ہو۔ اس کی عقل یہ گوارا نہیں کرتی وجود میں آنے کا باعث خواہ اپنی ذات میں ہو یا خارج از ذات کہیں نہ کہیں ہونا ہی چاہیئے۔

Marfat.com

تو پھر حضرت انسان دوبارہ غور کر کے بتلائے کہ کیا وہ خود اپنا خالق ہے؟ کیا خود اس کی ذات میں عدم سے وجود میں آنیکی صلاحیتیں موجود ہیں جن کی بناء پر وہ خود وجود میں آگیا ہو؟ اپنی ذات میں انسان کو صلاحیتیں تو بہت سی نظر آتی ہیں اس کے اپنے وجود میں اس کے نشو ونما اور اس کے قیام کی بیشتر طاقتیں موجود ہیں۔ لیکن یہ خارج سے والدین کے نطفہ میں مستور منتقل ہوئی ہیں۔ اپنی ذاتی نہیں۔ علاوہ ازیں وہ اپنے وجود کو لمحہ بہ لمحہ برقرار رکھنے کے لئے ہوا پانی اور خوراک کے خارجی اسباب کا اس قدر محتاج ہے کہ ان کے بغیر وہ تھوڑی دیر کے لئے بھی زندہ نہیں رہ سکتا ——— اپنا خالق ہونا تو کجا تخلیق کے بعد قیام کے لئے اس کی بے بسی اس کی ذاتی صلاحیتوں کی کم مائیگی کو واضح کر رہی ہے۔ اگر انسان میں "از خود" کی صلاحیتیں ہوتیں تو وہ اپنی تمام کوتاہیوں کا "از خود" مداوا کر پاتا۔ اپنی تمام بیماریوں کا علاج کر لیتا، اور بیسیوں ایسے کام انجام دے سکتا جن کے لئے وہ اپنے آپ کو بے بس پاتا ہے لہٰذا وہ ماننے پر مجبور ہے کہ وہ اپنا خالق نہیں اور نہ ہی اپنے آپ پر قادر ہے۔

اگر انسان "بس یوں ہی" پیدا نہیں ہوا اور نہ ہی "از خود" پیدا ہوا تو یہ تسلیم کئے بغیر کوئی چارہ نہ رہا کہ کوئی اور اس کا خالق ہے جو اسکی تخلیق پر قادر ہے۔

انسان نے جب یہ تسلیم کر لیا کہ کوئی شے نہ تو ذاتی صلاحیت کی بناء پر عدم سے وجود میں آیا کرتی ہے اور نہ ہی بس یوں ہی وجود میں آسکتی ہے تو اس سے کہا گیا کہ اسی طرح کائنات بھی کسی خالق کی محتاج ہوئی۔ اور موجودات عالم میں چوں کہ بظاہر صاحب قدرت و اقتدار حضرت انسان ہی نظر آتا ہے لہٰذا وہ خود ہی بتلا دے کہ کیا اس نے کائنات کو پیدا کیا ہے؟

Marfat.com

اگر اس کا جواب نفی میں ہے تو لامحالہ کائنات کا خالق بھی کوئی اور ہی ٹھیرا۔ وہی جس نے خود انسان کو پیدا کیا اور ہر چیز کو پیدا کیا۔

اس سے زیادہ مدلل، معقول، منطقی، اور عام فہم دلیل اور کون سی ہو سکتی ہے خدا تعالیٰ نے چند مختصر الفاظ میں نہ صرف اپنی ذاتِ پاک کے وجود کا ثبوت پیش فرمایا بلکہ ایسے دانشوروں کی نامعقولیت بھی واضح فرما دی جو اپنی تحقیق کو لادینی حدود میں ہی رکھنے پر مُصر ہیں اور جو کسی خالق کے امکان پر توجہ دینے کے لئے آمادہ ہی نہیں۔ فرمایا یہ لوگ یقینی علم کی طرف رہبری کرنے والے راستہ کو ہی مسدود کرتے ہیں اور یقین کے راستہ پر گامزن ہونا چاہتے ہی نہیں۔ بل لا یوقنون ،

یہ عجیب بات ہے کہ تخلیق کائنات کے بیشمار حقائق جب دانشوران مغرب کو قادرِ مطلق کی تخلیقی تدبیروں کو تسلیم کرنے پر مجبور کرتے ہیں تو اعترافِ حقیقت کے الفاظ اُن کے حلق میں آکر اٹک جاتے ہیں اور وہ اعترافِ حقیقت سے محروم، سطحی ترتیبِ کار کے فہم و ادراک میں ہی اُلجھ کر رہ جاتے ہیں۔ ولیم بک اپنی کتاب جدید سائینس اور ماہیت حیات کے آخری حصّہ میں لکھتا ہے :۔

"علم الحیات کے ماہرین آج کل انسانی جسم میں مختلف قسم کے کنٹرولوں کی میکانی شکلوں کے گہرے مطالعہ میں مصروف ہیں لیکن دلچسپی کی بات یہ ہے کہ اس تحقیق کے دو اہم ترین دائرے ہیں، اُن کی غیر معمولی اہمیت کے باوجود کچھ بھی پتہ نہیں چلایا جا سکا ــــــ پہلا دائرہ اس بات کا ہے کہ جنین کے واحد خلیہ سے مزید پیدا شدہ خلیوں میں تقسیم کار کیوں کر عمل میں آتی ہے۔

Marfat.com

جنین کے واحد خلیہ سے تقسیم کے ذریعہ پیدا ہونے والے نئے خلیئے اپنی عمومی نوعی خصوصیات برقرار رکھتے ہوئے کس طرح اپنے اپنے خصوصی فرائض میں از خود مصروف ہو جاتے ہیں کہ کوئی جگر کے خلیوں، کوئی اعصاب کے، اور کوئی خون کے خلیوں کے فرائض انجام دینے لگتا ہے یہاں تک کہ جنین مکمل بچہ بن جاتا ہے ـــــ خلیوں کے تقسیم کار کا مسئلہ علمار علم الحیات کے لئے ایک ایسی اُلجھن ہے جس نے درجنوں منطقی مغالطوں اور تجرباتی ناکامیوں میں مبتلا کر رکھا ہے۔ ایک اکیلا حقیر خلیہ لاتعداد ایسے خلیوں کو کس طرح جنم دیتا ہے، جو بچہ کی تخلیق کے مقررہ پروگرام کے مطابق عین موزوں وقت پر پیدا ہوتے چلے جاتے ہیں اور صرف اپنے اپنے متعلقہ مختلف اور خصوصی فرائض ہی انجام دینے لگتے ہیں ـــــ انسانی جسم ہی دوسرا دائرہ تحقیق جو ابھی تک ناسفتہ ہی دھرا ہے وہ نظام جسدی کی وحدت ہے جسے سمجھنے سے قاصر رہنے کی بنا پر علمار علم الحیات یہ محسوس کرتے ہیں کہ وہ حیات پر کسی خیال آرائی کے اہل نہیں حیات کی مقصدیت ایک عرصہ سے فلاسفہ اور دانشوروں کا موضوع خیال بنی رہی ہے اب وقت آگیا ہے کہ سائنس دان اس مسئلہ کو اپنے ہاتھ میں لیں ـــــ جدید تحقیق سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ انسانی جسم کے متفرق طبیعی اور کیمیاوی مقامی نظاموں سے قطع نظر، انسان کی مجموعی تنظیم جسدی کا مطالعہ بھی کسی الجھن، غیر یقینی مفروضات غیر واضح تفہیم اور کسی روح

Marfat.com

کے مفروضہ کے بغیر ہی ریاضی کی قطعیت کے ساتھ کیا جانا ممکن ہے۔ انسان کے بامقصد عمل میں کوئی پیچیدہ بھید نہیں بامقصد عمل مادی نظاموں کی ہی خصوصیت ہے۔ جب ہم اس کام کو ایسے مشاہدات و تجربات کے تحت جن کا تجزیہ کیا جاسکے سنجیدگی سے شروع کریں گے تب ہی علم الحیات اپنے اصلی روپ میں اجاگر ہو سکے گا[۵۱]

اہل مذہب تو تعصب اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے بدنام ہی ہیں، عصر جدید کے دانشور بھی ہٹ دھرمی اور تعصب میں کتنی دور نکل جاتے ہیں، مندرجہ بالا عبارت سے عیاں ہے۔ فاضل مصنف ایک ہی سانس میں یہ بھی کہ رہے ہیں کہ خلیوں کی تقسیم کار اور نظام جسدی کی تنظیمی وحدت علماء علم الحیات کو یہ محسوس کراتی ہے کہ وہ حیات پر کسی خیال آرائی کے اہل ہی نہیں لیکن اسی سانس میں آپ یہ بھی فرماتے ہیں کہ یہ دونوں مسائل کوئی پیچیدہ بھید نہیں اور کسی روح کے مفروضہ اور غیر یقینی مفروضات (یعنی ہستی باریتعالیٰ) کے بغیر ہی ان مسائل کو سلجھایا جا سکتا ہے اور جب یہ پوچھا جائے کہ یہ کیونکر ہوگا تو فرماتے ہیں کہ ـــــ جب ہم اس کام کو ایسے مشاہدات و تجربات کے تحت جن کا تجزیہ کیا جاسکے سنجیدگی سے شروع کریں گے تب یہ ممکن ہوگا ـــــ گویا ایسے مشاہدات جن کا فی الحال کوئی وجود ہی نہیں اور ایسے تجربات جن کا ابھی تصور ہی ممکن نہیں کسی موہوم مستقبل میں ضرور اس عقدے کو حل کر دیں گے۔

---

۵۱ (Modern Science and the Nature of life P.261/264

"ایمان بالغیب" کی یہ بڑی ہی نادر مثال ہے۔ اہل مذہب جب عوام سے "ایمان بالغیب" کا مطالبہ کرتے ہیں تو وہ "غیب" کے قرائن و شواہد میں بھرپور منطقی دلائل اور قطعی مشاہدات پیش کرتے ہیں لیکن سائنس والوں کا "ایمان بالغیب" محض اس بے بنیاد تعصب اور اس خالص ہٹ دھرمی پر استوار ہے کہ چاہے کچھ ہو جائے روح اور خدا کے احتمالی تصور سے بھی کوسوں دور ہی بھاگنا ہے۔ اس خیال کا احتمال کہ شاید روح کی کوئی حقیقت ہو، اس نظریہ کا امکان کہ شاید کوئی علیم و قدیر خالق ہو ان لوگوں کے لئے شجر ممنوع ہے۔ غور و فکر کا یہ راستہ انہوں نے جان بوجھ کر اپنے آپ پر کیوں مسدود کر رکھا ہے، اُن کے پاس اس کا کوئی جواب نہیں۔

دانشوران مغرب کی کوتاہ نظری قابل رحم ہے اُن کی نظر بالکل سطحی ہے اُن کا فطری تجسس محض اسباب و علل کے سطحی علم سے ہی تشفی پالیتا ہے حالاں کہ بصیرت کلی کا متلاشی اس پر اکتفا نہیں کرسکتا۔ وہ اسباب و علل کے علاوہ کسی مزید حقیقت کی تشنگی بھی محسوس کرتا ہے وہ مشاہدہ کی علتِ فوری کے علاوہ علتِ غائی کا بھی کھوج اُٹھانا چاہتا ہے۔ وہ سبب کے علاوہ مقصد کا بھی جویاں ہے۔ اس کی تشنہ لبی اس وقت تک دور نہیں ہوتی جب تک وہ سبب اور مقصد دونوں کا بھید نہیں پالیتا۔ لیکن دانشِ حاضر کی حالت اُس پیاسے کی سی ہے جو شدتِ پیاس کی وجہ سے بے تابانہ کوئیں کی طرف بھاگتا ہے اور وہاں پہنچکر اپنی تشنگی بجھانے کی بجائے کوئیں کے ڈول گننے لگ جاتا ہے کہ وہ کب ختم ہوں گے۔ ـــــ وہ کبھی ختم نہ ہوں گے۔ خدا تعالےٰ کے اسرار و رموز بروز کھلتے ہی چلے جائیں گے لیکن اُن کا مکمل احاطہ کبھی نہ ہو ڈول گننا بھی دلچسپ مشغلہ ہے لیکن اس سے دل کی پیاس تو نہ

Marfat.com

نظر کی تفریح ہی ہوتی ہے۔

دل کی پیاس ایک فطری جذبہ ہے اور فطری ہونے کی وجہ سے قدرت نے اس کی سیرابی کے معقول انتظام بھی کر رکھے ہیں، ایسے انتظام جو ہر لمحہ ہر متنفس کے سامنے رہتے ہیں۔ کبھی نظر سے اوجھل نہیں ہوتے وہ دو نا قابلِ فہم اشکال بھی جن کا دلیم بک نے مندرجہ بالا عبارت میں ذکر کیا ہے اسی انتظام کا مظہر ہیں یعنی واحد خلیہ سے جنین کا نشوونما پاکر سالم ومکمل بچہ بن جانا اور نظام جسدی کا ایک منظم ومربوط بامقصد وحدت کے طور پر کام کرنا، ان دونوں کا وجود اس لئے عمل میں آیا تاکہ سائنس داں سمجھ پائیں کہ تخلیقِ حیات کیوں کر ہوئی اور روحِ حیات کی حقیقت کیا ہے۔

قرآن کریم سے یہ واضح ہوتا ہے کہ ابتدائً خدا تعالےٰ نے حیات انسانی کا ایک ایسا واحد خلیہ پیدا فرمایا جیسے خلیہ کے متعلق سائنس دانوں کا گمان ہے کہ وہ کسی اتفاق سے وجود میں آگیا ہوگا۔ پھر اس واحد خلیہ کو اسی طرح تقسیم فرما کر اس کا جوڑا پیدا کیا جس طرح خلیوں کی تقسیم کا مشاہدہ سائنس داں کرتے رہتے ہیں۔ پھر ان دونوں علیحدہ علیحدہ خلیوں کو مرغی کے دو انڈوں کی طرح قدرت کے گرما بے میں نوعیت کے لئے علیحدہ علیحدہ رکھ کر، ان واحد خلیوں سے اسی طرح جنین کے تمام مراحل طے کروائے جس طرح ہم روزمرہ مرغی کے انڈوں میں، اور انسانی رحم مادر میں دیکھتے ہیں۔ اور جب دو بچے مکمل ہو کر ظہور میں آئے تو ایک آدم کہلایا اور دوسری حوّا دونوں جوان ہو کر وظیفۂ زوجیت میں مصروف ہوئے اور ان سے نسلِ انسانی پھیلی۔

قدرت نے پرندوں میں یک خلیہ انڈے کے ذریعہ نسل کی تخلیق کا سلسلہ انسان کو یہ سمجھانے کے لئے جاری رکھا ہے۔ ... یک خلیہ حیات ... رحم مادر کے

گرمابہ کے بغیر سالم بچہ کس طرح بنایا جاتا ہے آدم اول کی تخلیق اسی طرح ہوئی۔ اور حیوانوں میں توالد وتناسل کا سلسلہ ایک خلیہ کے آغاز سے شروع کر کے مکمل بچہ کی تکمیل تک پہنچانے کا انتظام اس لئے جاری رکھا تا یہ بات ہر وقت ناسمجھ انسان کے پیش نظر رہے کہ جس ابتدائی انسان کی تخلیق کو ہم اس قدر عجیب اور ناقابل فہم سمجھ رہے ہیں وہ روزانہ ہمارے سامنے پیدا کر کے دکھلایا جا رہا ہے ہر شہر میں ہر قریہ میں ہر گھر میں اور ہر خاندان میں۔ کیا روزمرہ کے اس مشاہدہ کے بعد بھی کچھ شبہ کی گنجائش باقی ہے کہ تخلیق آدم کیسے ہوئی یا جانوروں کا آغاز کیسے ہوا! فرمایا

اَوَلَمْ يَرَوْا كَيْفَ يُبْدِئُ اللّٰهُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ	کیا وہ دیکھ نہیں رہے کہ کس طرح خدا تخلیق کی ابتدا کرتا ہے اور پھر عمل تخلیق کو دہراتا رہتا ہے یہ خدا تعالےٰ کے لئے بڑا آسان ہے۔

(پارہ ۲۰۔ رکوع ۱۴)

یعنی تخلیق کی تکرار تخلیق کی ابتداء پر دلیل ناطق ہے۔

رہی ابتدائی خلیہ کی تخلیق۔ وہ تو سائینس دانوں کے نزدیک خود بخود محض اتفاقیہ طور پر بھی ممکن ہے۔ پھر خدا تعالےٰ کے لئے کیوں مشکل ٹھیری۔

کسی ذی حیات کے بچہ کو خلیہ واحد سے لے کر مکمل و منظم نظام جسدی تک پہنچانے کا عمل کیوں کر ہو پاتا ہے اس کی تحقیق سائینس دان کرتے رہیں گے لیکن یہ عمل جاری کیوں ہوا۔ اس کا جواب صرف یہی ہے کہ تا تکرار

Marfat.com

تخلیق، آغازِ تخلیق پر شاہد ناطق ہو۔ اسلامی نظریہ تخلیق کے اس سیدھے اور قابلِ فہم بیان کے بعد اہل مذہب اور سائنس دانوں میں اختلاف صرف اسی قدر رہ جاتا ہے کہ حیات، تمام انواع و اقسامِ حیات کے لئے کیا ایک ہی ابتدائی خلیۂ حیات کے ذریعہ عمل میں آئی یا ہر نوع کے لئے ابتدائی خلیہ ہائے حیات علیحدہ علیحدہ تخلیق کئے گئے۔ یہ کوئی اہم اختلاف نہیں۔ ڈاروِن کا نظریہ جب ٹوٹ چکا۔ ہر نوع کے کروموسوم اور جینز اپنی اپنی مخصوص تعداد و نوعیت کے لحاظ سے مختلف قرار پائے تو اُن کے ابتدائی مصادر بھی علیحدہ علیحدہ ہی تسلیم کرنے ہوں گے۔ جہاں ایک خلیہ حیات " اتفاق " یا خدا کی قدرت سے پیدا ہو سکتا ہے، وہاں ہر نوع کے لئے ایک ایک علیحدہ ابتدائی خلیہ بھی اسی طرح پیدا ہو سکتا ہے۔

رہا ولیم بک کا دوسرا مسئلہ یعنی نظام جسدی کا ایک منظم و مربوط اور بامقصد وحدت کے طور پر کام کرنا۔ یہ ایک ایسا موضوع ہے جو نفس اور روح کے مباحث کو راست دعوت دیتا ہے اس کا ذکر آئندہ باب میں کیا جائے گا۔

مشہورِ عالم ماہر علم الحیات پیری لی کامٹے ڈی نوی (Pierre Lecomte du Nouy) نے کچھ عرصہ ہوا " انسانی تقدیر " (Human Destiny) کے نام سے ایک کتاب لکھی تھی جس میں تخلیق و ارتقاء کے مسائل سے بحث کی گئی ہے۔ فاضل مصنف بحث کے اختتام پر لکھتا ہے۔

" ہم باصرار کہتے ہیں کہ کوئی نظریہ اب تک پیش نہیں کیا

Marfat.com

گیا جو کائنات میں تخلیقِ حیات یا قدرتی ارتقاء کی توجیہ پیش کرتا ہو۔ جہاں تک تخلیقِ حیات کا تعلق ہے ہم نے مختصراً اس کتاب کے پہلے حصہ میں اس کا ذکر کیا ہے اور ہم چاروناچار یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ یا تو کسی مافوق الفطرت ہستی کی مداخلت کو تسلیم کریں جسے سائنس دان خدا کہیں یا اینٹی چانس (Anti CHANCE) یا ہم یہ اعتراف کریں کہ چند میکانی اشکال کے علاوہ ہم اس بارہ میں کچھ بھی نہیں جانتے۔ یہ کوئی خوش اعتقادی کی بات نہیں، ناقابل تردید حقیقت ہے (صفحہ ۹۸) دانشور، جنہیں گذشتہ چالیس سالوں میں اپنی پائیدار اور مستحکم عقل پر کئی مرتبہ شبہ کرنا پڑا، سائنس کے ان نظریات کو بلا تکلف رد کرتے چلے گئے جو ان کی جوانی میں ناقابل شکست سمجھے جاتے تھے۔ لیکن وہی دانشور کسی مافوق الفطرت خالق ہستی کو تسلیم کرنے سے محض اس لئے منکر ہیں کہ ان کے حواس اس ہستی کا تصوّر کرنے پر قادر نہیں۔ حالانکہ وہ جانتے ہیں کہ ان کے حواس کی صلاحیتیں کس قدر محدود ہیں (صفحہ ۱۰۰) لامذہب اور دہریہ حضرات کو اس کا ذرہ بھی احساس نہیں کہ ہماری منظم اور ذی حیات کائنات خدا کی ہستی کے تصور کے بغیر کس قدر ناقابلِ فہم بن جاتی ہے۔ کسی ایسے کائناتی سبب پر ان کا اعتقاد جس کے متعلق وہ کچھ بھی علم نہیں رکھتے، کس قدر غیر منطقی اعتقاد ہے لیکن وہ اسے محسوس نہیں کرتے (صفحہ ۱۲۳)

(Human Destiny)

Marfat.com

اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ
وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ
الَّیْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰیٰتٍ
لِّاُولِی الْاَلْبَابِ الَّذِیْنَ
یَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِیٰمًا
وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِهِمْ
وَیَتَفَكَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ
السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ
رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا
بَاطِلًا سُبْحٰنَكَ
فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ
(پارہ ۴ رکوع ۱۱)

تخلیق کائنات اور گردش لیل و
نہار میں سمجھ دار لوگوں کے لئے
واضح دلائل ہیں۔ وہ لوگ جو اٹھتے
بیٹھتے لیٹتے خالق کونین کو ذہن میں
رکھتے اور تخلیق کائنات پر غور و
تدبر کیا کرتے ہیں وہ انجام کار یہی
کہنے پر مجبور ہیں کہ اے ہمارے
رب آپ نے یہ کائنات بے مقصد نہیں
بنائی آپ کی شان بے مقصد کام سے
بہت ارفع ہے کائنات کو بے مقصد
سمجھنے کے نتائج بد سے ہمیں محفوظ
رکھنا۔

Marfat.com

باب ہفدہم

فرائیڈ، نفس اور رُوح

سگمنڈ فرائیڈ (SIGMUND FREUD) آسٹریا کے ضلع موراویا کی ایک چھوٹی سی بستی فریل برگ (FREILBERG) کے ایک متوسط الحال یہودی گھرانے میں ۱۸۵۶ء میں پیدا ہوا۔ بنی اسرائیل حضرت یعقوب علیہ السلام کے زمانہ سے اپنے آپ کو خدا کی برگزیدہ قوم سمجھتے آئے ہیں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی موعود سرزمین (Promised land) کا حصول ہمیشہ ان کے پیش نظر رہا ہے وہ جہاں کہیں رہے اسی نصب العین کے پیش نظر اپنی نسلوں کو مناسب قومی تربیت دینے کے لئے اپنے محلے علیحدہ بنا کر سارے گھروندوں (GHETTOES) میں رہے علیحدگی پسندی اور نسلی عصبیت کی بنا پر وہ غیر یہودیوں کو مشتبہ نگاہ سے دیکھتے اور عیسائی ممالک میں اکثر ناپسندیدہ نظروں سے دیکھے

Marfat.com

جاتے رہے ہیں۔

یہود اور نصاریٰ میں مذہبی تعصب اور تنازع کی ابتدا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ ہی سے شروع ہو چکی تھی۔ یہودی حضرت مسیح کو جھوٹا مدعی سمجھتے تھے اور اُن کی پیدائش کو عیب دار قرار دیتے تھے۔ انہوں نے رومی حاکموں سے ساز باز کر کے حضرت مسیح کو سولی پر چڑھایا تھا اس کے بعد مسیح کے حواریوں اور ابتدائی دور کے عیسائیوں پر یہودیوں نے بے حد مظالم کئے اور کرتے رہے۔ یہاں تک کہ جب روم عیسوی تحریک کا مرکز بنا تو عیسائیوں نے یہودیوں سے پُرانے بدلے چکانے شروع کئے۔ یہودیوں پر ہر جگہ مظالم ڈھائے گئے اور انہیں ایک اچھوت قوم سمجھا گیا۔ ان مظالم کی داستانوں نے یہودی نسلوں پر انمٹ اثر چھوڑا اور اسرائیلی نسلی عصبیت نے یہودی بچوں کے ذہنوں میں اس تلخ یاد کو ہمیشہ تازہ رکھا۔

بنی اسرائیل کے افراد ایک بڑی تلخ حقیقت کا شکار ہیں۔ پیدا ہوتے ہی اُن کے کانوں میں یہ ٹھونسا جاتا رہا ہے کہ وہ خدا کی پسندیدہ اور برگزیدہ قوم ہیں، ایک ایسی نسل جسے خدا تعالیٰ نے اپنی رحمتوں کے لئے مختص کر لیا ہو اور جسے دنیا کی دوسری تمام اقوام پر فضیلت دی گئی ہو۔ لیکن آنکھیں کھولنے اور ہوش سنبھالنے کے بعد وہ ہمیشہ یہی دیکھتے چلے آئے ہیں کہ وہ دنیا کی مغضوب علیہ قوم ہے جسے ظلم و ستم کا تختۂ مشق بننے کے لئے چُن لیا گیا ہو اور جو تاریخ کے ہر دور میں اقتدار اور فضیلت سے محروم اور مصائب سے ہی دوچار رہی ہے۔

C

Marfat.com

عقیدہ اور مشاہدہ کے اس بین تضاد نے بنی اسرائیل کے سمجھ دار طبقہ میں ایک طرف خدا سے مایوسی اور لادینی رجحان کو اجاگر کیا اور دوسری طرف نسلی تعصب کو۔ نتیجہ یہ ہوا کہ بنی اسرائیل میں ایسے دانشور پیدا ہونے لگ گئے جو بیک وقت خدا کے منکر بھی ہوتے اور مذہبی رہنماؤں ہی کی سرکردگی میں نسلی تحریک کے پرجوش حامی بھی۔ فرائیڈ بھی اسی ماحول کی پیداوار تھا۔ منکر خدا بھی اور نسلی طور پر کٹر یہودی بھی۔ فرائیڈ کا سوانح نگار ڈاکٹر جونز لکھتا ہے

"فرائیڈ خدا اور حیات بعد الموت کے عقاید سے منکر ہی پروان چڑھا تھا اور اس نے ان عقاید کی ضرورت کبھی محسوس ہی نہیں کی، لیکن وہ ہمیشہ خود کو اپنی بیخ و بن تک یہودی سمجھتا تھا اور اپنے یہودی ہونے کو بڑی اہمیت دیتا تھا۔ یہودیوں کے خلاف معمولی اشارہ سے ہی غیر معمولی تاثر لینے کی یہودی حس، اس میں بدرجہ اتم موجود تھی اور اس نے بہت ہی کم ایسے لوگوں کو دوست بنایا جو غیر یہودی تھے۔ (صفحہ ۴۹) — وہ ایک ایسا دہریہ تھا جو خدا کا کبھی قائل نہ ہو سکا۔"[۵۱]

نوجوان ڈاکٹر فرائیڈ نے جب طبی پیشہ اختیار کیا تو اسے ہسٹریا کے مریضوں سے خاص دلچسپی پیدا ہوئی۔ ان مریضوں میں عموماً غیر شادی شدہ

(THE LIFE AND WORK OF SIGMUND FREUD P.55 ۵۱

Marfat.com

لڑکیاں، جوان بیوائیں اور ایسی عورتیں ہوا کرتی تھیں جن کی خانگی زندگی کسی ناخوشگوار سانحہ کا شکار ہوئی ہو۔

ہسٹریا ایک اعصابی عارضہ ہے جس کا اُن دنوں کوئی کیمیاوی علاج معلوم نہ تھا۔ جادو، ٹونے اور ٹوٹکوں سے کام لینے والے عطائی حکیموں کی طرح، ڈاکٹر لوگ بھی اس کے علاج میں جدت آفرینیوں سے کام لیا کرتے تھے۔ ہپناٹزم کے ذریعہ عامل اپنے معمول پر جو عجیب و غریب اثرات ڈال سکتا ہے، اُن کی نئی نئی دریافت ہوئی تھی اور کئی جدت پسند ڈاکٹر ہپناٹزم کے ذریعہ ہسٹریا کا علاج کرنے لگے تھے۔ ڈاکٹر فرائیڈ بھی ایک یہودی ڈاکٹر جوزف بریور (Joseph Breuer) کی شاگردی میں اسی طریقہ سے علاج کرنے لگا۔

اس طریق علاج میں مریض پر توجہ مرکوز کر کے اس پر غنودگی طاری کی جاتی ہے پھر اسے یہ باور کرایا جاتا ہے کہ وہ صحت مند ہو رہا ہے۔ اور اس کا مرض زائل ہو رہا ہے۔ غنودگی میں مریض کی کمزور ذہنیت، معالج کے طاقت ور خیالات سے متاثر ہوتی ہے اور مریض افاقہ محسوس کرتا ہے۔ دوسرے ڈاکٹروں کی طرح ڈاکٹر بریور اور ڈاکٹر فرائیڈ بھی خیالات کے تاثر کو تسلیم کرتے تھے۔

ہپناٹزم کے ذریعہ مریض پر غنودگی طاری کرنا ذرا مشکل کام ہے۔ ہر مریض اس تاثر کو باسانی قبول نہیں کرتا۔ غنودگی کی حالت پیدا کرنے میں متعدد ناکامیوں کی بنا پر بریور اور فرائیڈ آسان تر طریق کار تلاش کرنے لگے انہوں نے سوچا کہ ہپناٹزم کے ذریعہ ڈاکٹر کے خیالات جب مرض میں افاقہ پیدا کر سکتے ہیں تو خود مرض کو مریض کے اُلجھے ہوئے خیالات

Marfat.com

کی پیداوار کیوں نہ سمجھا جائے۔ اور کیوں نہ ان خیالات کی ٹوہ لگائی جائے جو مرض کا باعث بنے۔ انہوں نے مریض کو پُرسکون حالت میں لٹا کر خیالات کی روانی کو بے تکلفی سے بیان کرنے کی ہدایت کی اور تاکید کی کہ کسی حال میں بھی کسی ناخوشگوار خیال کو بیان کرنے سے نہ جھجکیں۔ اور سب کچھ بلا کم و کاست بیان کرتے چلے جائیں۔ ایسی مسلسل کئی نشستوں میں انہیں مریض کے خیالات، جذبات اور تجربات کے کئی ایسے حصے ملنے لگے جن پر وہ مرض کی ذمہ داری عاید کر کے مریض کی تشفی کرنے میں کامیاب ہو جاتے تھے۔ انہوں نے اس طریق کار کا نام نفسیاتی تجزیہ (Psycho Analysis) رکھا۔ اور یہ طریقہ کار شہرت پانے لگا۔

فرائیڈ کے نفسیاتی نظریات کا خلاصہ یہ ہے کہ

۱۔ انسانی ذہن تین شعبوں میں منقسم ہے لاشعور (Unconcious) ذہن کا سب سے بڑا شعبہ ہے جو تمام خواہشات نفسانی کا گھر ہے، تمام آرزوؤں کا سرچشمہ اور تمام شہوات کا مصدر۔ انسانی نفس (Libido) لطف و عیش کی تمنا میں مستغرق یہاں بیٹھا ایک ہی دھن میں لگا رہتا ہے۔ خوشی کا حصول اس کا واحد مقصدِ حیات ہے۔ آرزوؤں اور تمناؤں کو ہر دم پیش کرنا اس کا مرغوب مشغلہ ہے۔ دوسرا شعبہ تحت الشعور (Pre-Conscious) کہلاتا ہے اور تیسرا شعبہ شعور (Conscious) کہلاتا ہے۔ شعور کے شعبہ میں ہم حواس خمسہ کے تمام تاثرات وصول کرتے اور تحت الشعور کے راستے، لاشعور کی طرف منتقل کرتے چلے جاتے ہیں۔ تمام جذبات تمام خیالات، تمام مشاہدات اور تمام یادیں

Marfat.com

لاشعور میں مدفون ہیں اور تحت الشعور کے جھروکے میں سے
گزر کر شعور کی سطح تک ابھر آتی ہیں۔

۲۔ تحت الشعور میں تہذیب و تمدن، اخلاق اور روحانیت کے
تاثرات نے ایک محکمہ احتساب (Censor) قائم کر رکھا ہے
جب آرزوئیں لاشعور سے ابھر کر تحت الشعور کے جھروکے
تک آتی ہیں تو تحت الشعور کا محکمہ احتساب اُن کی چھان بین کر کے
مناسب خیالات اور آرزؤں کو شعور کی سطح تک ابھر آنے کی
اجازت دیتا ہے اور نامناسب آرزؤں کو لاشعور کی طرف
واپس دھکیل دیتا ہے۔

۳۔ حیوانی جذبات بھوکے شیر کی طرح انسان کے لاشعور میں بیٹھے
مسلسل ہل چل مچا رہے ہیں۔ وہ شعور کی سطح تک ابھر کر عملی
میدان میں جلوہ آرا ہونا چاہتے ہیں لیکن تہذیب و عقل کا محتسب
(Censor) تحت الشعور میں چوکیدار کی طرح اُن کا راستہ روکے
بیٹھا ہے، جذبات، احتساب کے چوکیدار کو جکمہ دینے کے لئے
عجیب و غریب بہروپیہ شکلیں اختیار کرتے ہیں تا کہ کسی طرح جلوہ آرا
ہو پائیں۔ بھول چوک کے حرکات، طنز و مزاح کے مکالمے،
خوابوں کی دنیا، خاندانی، قبائلی اور قومی توہمات و رسوم
ثقافت اور مذہبی عقاید و عبادات، تمام ان ہی پوشیدہ
جذبات کے مظاہروں کی انفرادی اور اجتماعی بہروپیہ
شکلیں ہیں۔

۴۔ جو خیالات اور جذبات، قانون اور اخلاق کے احتساب کی

Marfat.com

جانب سے بار بار لاشعور کی طرف دھتکارے جاتے ہیں، اس مسلسل دباؤ (Repression) کی وجہ سے آہستہ آہستہ وہ لاشعور کی گہرائیوں میں دب کر گرہ گیر ہو جاتے ہیں۔ یا دوں سے دور اور مستور، گہری تہوں کے نیچے مدفون ہو کر وہ کش مکش اور الجھنیں (Conflicts) پیدا کرتے ہیں۔ اور نفسیاتی عوارض (Neuroses) اور ہسٹریا کا باعث بنتے ہیں نفسیاتی بیماریاں گویا فطری جذبات کو غیر فطری احتساب کے ذریعہ دبائے رکھنے کا ردِ عمل ہیں۔ فطرت کو غیر فطری طریقوں سے دبانے کی سزا۔

۵۔ نفسیاتی تجزیہ (Psycho analysis) ان بیماریوں کا موثر علاج ہے۔

۶۔ خواب، مدفون جذبات کے مظاہروں کے سوا اور کچھ نہیں۔ یہ پوشیدہ آرزوؤں کے اعلانات ہیں جو احتساب کے خوابیدہ چوکیدار کو چکمہ دے کر تمثیلی زبان، تصویری مرقعوں، اشاروں کنایوں اور پہیلیوں میں بے چین جذبات کی داستان بیان کرتے ہیں۔

۷۔ محبت، نفرت، رحم، غضب، جرأت، خوف، حزن، شہوت وغیرہ انسانی جذبات کی اگرچہ متعدد شکلیں ہیں لیکن دراصل ان سب جذبات کا مصدر صرف ایک ہی بنیادی جذبہ ہے ــــ جنسی شہوت ــــ یہ بنیادی جذبہ انسان کے نطفہ میں موجود ہوتا ہے جنین کے ساتھ پرورش پاتا ہے اور بچہ کی پیدائش کے ساتھ ہی اپنا

Marfat.com

مظاہرہ کرنے لگ جاتا ہے پیدائش کے بعد بچہ کی بالیدگی کے ساتھ ساتھ جنسی شہوت کے جذبہ میں سے ہی تمام انسانی جذبات نمودار ہونے لگتے ہیں۔ یہاں تک کہ اعلیٰ مذہبی تخیلات اور بلند روحانی جذبات بھی اسی سفلی جذبہ کی بدلی ہوئی شکلیں ہیں بیم و رجا، اور حلب منفعت کے جذبات جو انسانی عمل کے بنیادی محرکات سمجھے جاتے ہیں وہ بھی جنسی شہوت کے جذبہ سے ہی نمودار ہوتے ہیں۔

۸۔ جنسی شہوت کا جذبہ بچہ کی پیدائش کے وقت سے ہی ظاہر ہونے لگتا ہے۔ اسی جذبہ کے تحت بچہ اپنی ماں کی طرف راغب ہوتا ہے اور اس سے ناجائز جنسی تعلق (Incest) استوار کرنا چاہتا ہے۔ لیکن جنسی اعضاء کی عدم پختگی کی وجہ سے چونکہ بچہ ابھی اختلاط جنسی پر قادر نہیں ہو سکتا لہٰذا اس کی جنسی شہوت، ماں سے محبت کی شکل اختیار کر لیتی ہے۔ بچہ جب باپ کو ماں کی طرف مائل دیکھتا ہے تو اس کا جذبہ رقابت بھڑک اُٹھتا ہے اور وہ باپ سے نفرت کرنے لگ جاتا ہے۔ ماں بیٹے، اور باپ بیٹی میں ناجائز محبت اور باپ بیٹے اور ماں بیٹی میں رقابت اور نفرت کے مبینہ جذبات کو ڈاکٹر فرائیڈ نے اپنی قابلِ فخر دریافت قرار دیا ہے اور اس کا نام (Oedipus Complex) رکھا ہے اس کا کہنا ہے کہ قدرت نے خود ہی انسان کو ان سفلی اور مذموم جذبات کے چکر میں ڈالا ہے اور انسانیت کو اس سے مفر نہیں۔ یہ نوشتہ تقدیر ہے۔

Marfat.com

۹۔ اخلاق وروحانیت کی درس وتدریس اور تہذیب وتمدن کی اصلاحی تحریکوں نے انسان کو اس کی فطری درندگی سے بلند تر کرنے کی انتھک کوششیں کی ہیں لیکن یہ تمام جدوجہد انسان میں موقتی انفعالی جذبہ پیدا کرنے سے زیادہ اور کچھ نہ کر سکی۔ اور یہ انفعالی جذبہ کچھ مفید ہونے کی بجائے مُضر ہی ثابت ہوا۔ شہوت اور انفعال میں کش مکش کا باعث اور نفسیاتی اُلجھنوں کا سبب بن گیا۔ لہٰذا مذہبی اور اخلاقی آئیڈیل محض ایسے خواب ہیں جو شرمندۂ تعبیر نہ ہو سکے عظیم تر مغالطے (Great Illusions) ہیں۔

فرائیڈ کے نفسیاتی نظریات کی کڑیاں بظاہر ڈارون کے نظریہ ارتقاء کی کڑیوں کی طرح مضبوط اور مربوط نظر آتی ہیں لیکن جب علم الحیات اور تجرباتی نفسیات کے جدید انکشافات کی روشنی میں اُن کا تنقیدی جائزہ لیا جائے تو وہ اتنی ہی بودی قرار پاتی ہیں۔ جن دنوں فرائیڈ نے انسانی ذہن کو قیاسی طور پر شعور تحت الشعور اور لاشعور کے تین فرضی شعبوں میں تقسیم کیا تھا، انسانی دماغ کی ساخت اور اس کی کارکردگی کے متعلق معتبر معلومات برائے نام تھیں قطعی طور پر کوئی بات معلوم نہ تھی۔ شعبوں کا وجود اور ان کی کارکردگی کی نوعیت فرائیڈ نے ازخود ہی فرض کرلی تھی اس کے پاس اس کی کوئی دلیل نہ تھی کہ انسانی ذہن کو تین شعبوں میں کیوں منقسم سمجھا جائے۔ مشاہدات کی یادوں اور جذباتی قوتوں کو لاشعور میں کیوں غیر محسوس طور پر مصروفِ ہیجان قرار دیا جائے اور ان کے متعلق یہ کیوں تسلیم کیا جائے کہ وہ ایک شعبہ سے دوسرے اور تیسرے

Marfat.com

شعبے میں منتقل ہو سکتی اور مچا کرتی ہیں۔ معتبر معلومات کی عدم موجودگی میں، جذبہ تجسس، حافظہ اور جذبات کی کارکردگی کی کسی توجیہہ کا متلاشی تھا۔ فرائیڈ نے اپنے قیاس سے یہ نقشہ پیش کر دیا۔ جو مقبول ہونے لگا لیکن جوں جوں علم الحیات میں معتبر معلومات کا اضافہ ہوتا گیا۔ اس بے بنیاد قیاس آرائی کی قلعی کھلتی چلی گئی۔

فرائیڈ کے نفسیاتی نظریات پر سیر حاصل تبصرہ کے لئے مندرجہ ذیل عنوانات پر ماہرین علم الحیات اور علم النفس کی فنی معلومات کا جاننا ضروری ہے۔

۱۔ مشاہدات کے ریکارڈنگ کی نوعیت کیا ہے۔ کیا یہ ریکارڈ لاشعور میں مصروف عمل رہتا ہے؟

۲۔ جذبات کی ماہیت کیا ہے کیا جذبات کا مسکن انسانی دماغ ہے اور کیا وہ لاشعور میں ہل چل مچا سکتے ہیں؟

۳۔ کیا انسانی دماغ واقعی شعور، تحت الشعور اور لاشعور کے تین شعبوں میں منقسم ہے اور کیا مشاہدات کی یادیں اور جذبات ان تینوں شعبوں میں ادھر سے ادھر منتقل ہوتے رہتے ہیں؟

۴۔ ننھے کی شہوت اور اوڈی پس کمپلکس کی حقیقت کیا ہے؟۔

۵۔ فرائیڈ کے مفروضہ محکمہ احتساب کی اصلیت کیا ہے؟ کیا تلخ یادیں اور جذبات محکمہ احتساب کو چکمہ دے کر بہروپیہ شکلیں اختیار کر سکتے ہیں؟ کیا اخلاق و روحانیت کی تلقین فطری جذبات

Marfat.com

کو غیر فطری طور پر دبا کر نفسیاتی الجھنیں پیدا کرنے کا باعث ہوا کرتی ہے ؟

۶۔ نفسیاتی الجھنوں کے اسباب کیا ہیں۔ اور ان کا طریق علاج کیا ہے کیا فرائیڈ کا نفسیاتی تجزیہ موثر طریق علاج ثابت ہوا ؟

۷۔ خواب کی حقیقت کیا ہے ؟ کیا صرف نفسانی خواہشات ہی محرکِ خواب ہوا کرتی ہیں ؟ آیئے ان سب کی تفصیلات معلوم کریں ۔

یادِ مشاہدہ کی نوعیت، جذبات کی کیفیت اور لاشعور کی ماہیت سے متعلق جدید سائنسی انکشافات نے وافر معلومات بہم پہنچائی ہیں۔ جدید انکشافات یہ ثابت کرتے ہیں کہ مشاہدات، ذہن کے پردوں پر قلمی تصویروں کی طرح نہیں بلکہ مقناطیسی ٹیپ ریکارڈنگ کی لکیری علامات کی طرح اپنے مخصوص کوڈ (code) میں اس طرح مرتسم ہوتے ہیں گویا ایک کتاب ہے جو ابجدی صروف میں لکھی جا رہی ہو۔ یہ تحریریں بے جان کتابوں کی طرح ذہن انسانی میں محفوظ رہتی ہیں اور لائبریری کی الماریوں میں دھری کتابوں کی طرح اس وقت تک بے معنی رہتی ہیں جب تک کوئی اٹھا کر انہیں پڑھتا نہیں خود ان کی ذات میں کسی عمل کی کوئی صلاحیت نہیں۔ اور نہ ہی وہ کسی لاشعوری علاقے میں کوئی ہل چل مچا سکتی ہیں۔ لائبریری میں دھری کسی کتاب کی حقیقت کاغذ کے ٹکڑوں اور سیاہی کی لکیروں سے زیادہ کچھ نہیں۔ اس کی علمی نوعیت اور قدر صرف اسی وقت پیدا ہوتی ہے جب کوئی ذی شعور زبان دان اسے پڑھتا اور معنی پہناتا ہے۔

اسی طرح ذہن انسانی کے کسی حصہ میں مرتسم مشاہدات کے ریکارڈ کی

Marfat.com

لکیریں اس وقت تک غیر موثر اور بے معنی رہتی ہیں جب تک شعور انسانی اپنی توجہ کی شعاعیں اُن پر ڈال کر انہیں پڑھتا نہیں۔ جذباتی تجربات کی یادوں کی کیفیت بھی یہی ہے۔

شعور انسانی دماغ کے ایک عمل کا نام ہے نہ کہ کسی حصہ دماغ کا دماغ میں شعور اور لاشعور کے کوئی علیحدہ علیحدہ مختص علاقے نہیں اور نہ ہی جذبات و خیالات کی یادیں ایسی چیزیں ہیں جو ایک علاقے سے دوسرے علاقے میں منتقل ہوتی ہوں بلکہ یہ یادیں کتابِ حافظہ میں بے جان علامات و نشانات کی شکل میں مرتسم ہو کر وہیں برقرار رہ جاتی ہیں اور ادھر سے اُدھر منتقل یا ہل چل مچانے کی کوئی صلاحیت نہیں رکھتیں۔ "شعور" انسانی دماغ میں ایک مخصوص حس ہے جو اپنی توجہ کی شعاعیں کتابِ حافظہ کے کسی نہ کسی حصہ پر ڈالتی رہتی ہے اور جو حصۂ کتاب اس کی زد میں آتا ہے وہ معنوی لباس پہن کر شعور میں تازہ ہو جاتا ہے۔ معنوی لباس پہنانا حِس شعور کا کام ہے نہ کہ یادِ مشاہدہ یا بے جان ریکارڈ کا۔

جذبات کے متعلق جدید تحقیق نے ثابت کر دیا ہے کہ وہ چند مخصوص غدودوں میں موقتی کیمیاوی عمل کے ذریعہ چند مخصوص کیمیاوی مادوں کے پیدا ہونے، اور ان کے ذریعہ جسدِ انسانی میں کیمیاوی توازن میں تبدیلی پیدا کرنے کا نام ہے۔ جذباتی غدودوں میں کیمیاوی مادہ پیدا کرنے یا روک رکھنے کا کنٹرول انسانی دماغ میں ایک مخصوص مقام پر موجود ہے۔ یہ کنٹرول جو جبلی طور پر کام کرتا ہے، انسان کے موقتی مخصوص ماحول کی رعایت سے مخصوص غدودوں میں کیمیاوی عمل کو جاری کرتا اور روکتا ہے لیکن ان کیمیاوی محرکاتِ جذبات کو پیدا کرنے والی غدودیں دماغ

Marfat.com

سے باہر ہیں۔ اور جو کیمیادی مادہ وہ پیدا کرتی ہیں وہ بھی دوران خون میں مل کر جسم میں جذباتی کیفیت پیدا کرتا ہے، دماغ میں سرایت نہیں کرتا اس طرح جذبات کا مسکن دماغ نہیں بلکہ جسم ہے۔ دماغ حواس خمسہ کے احساسات کو ریکارڈ کرنے کی طرح جذبات کے احساسات بھی ریکارڈ کرتا ہے اور ان غدودوں کی رفتار کار کو بھی کنٹرول کرتا ہے جو جذباتی کیمیادی مادے پیدا کرتی ہیں۔ لیکن دماغ نہ تو جذبات کا مولد ہے اور نہ ہی مسکن۔ مُولِد متعلقہ غدودیں ہیں اور مسکن انسانی جسم کے مختلف حصے ہیں۔ جو موقتی طور پر اُن کیمیادی مادوں سے متاثر ہو کر مخصوص کیفیت کا مظاہرہ کرتے ہیں دوسرے تمام غیر جذباتی مشاہدات و کیفیات کو ریکارڈ کرنے کی طرح دماغ کا کام یہ ہے کہ وہ جذباتی مشاہدات و کیفیات کو بھی ویسا ہی ریکارڈ کرے۔ اسطرح جذباتی تجربات کا جو ریکارڈ دماغ میں رہ جاتا ہے وہ دیگر غیر جذباتی مشاہدات کے ریکارڈ کی طرح بے جان کوڈ کی شکل میں ہی ہوتا ہے۔ فرق صرف اس قدر ہے کہ حافظہ جب ایسے جذباتی تجربات کی یاد تازہ کرتا ہے تو جذباتی کیفیت بھی تازہ ہو جاتی ہے کیوں کہ اس کی یاد کی مخصوص نوعیت ہی یہی ہے۔

انسانی تربیت، جب انسانی ذہن میں کوئی خاص خیالی ماحول پیدا کرنے کے قابل ہو جاتی ہے تو یہ خیالی ماحول بھی خارجی حقیقی ماحول کی طرح جذباتی غدودوں کے کنٹرول کو متاثر کرنے لگتا ہے اور ہم اپنے ذہن میں خوف، غصہ، غم اور محبت وغیرہ قسم کے خیالی سین پیدا کر کے حقیقی خوف، غصہ غم اور محبت کے جذبات کو انگیخت دے سکتے ہیں لیکن اس خیالی محرک کو روبکار لانے کے لئے ضروری ہے کہ متعلقہ

Marfat.com

معاون خیالات اس وقت شعور کی توجہ کی شعاعوں کی زد میں ہوں ورنہ کوئی جذبہ نمودار نہیں ہوتا۔ فرائیڈ کے "لاشعور میں ہمہ وقتی جذبات کے وجود" کا مفروضہ بالکل بے بنیاد ہے جذبات کی انگیخت اور یادوں کو تازہ کرنا دونوں ہی شعوری عمل ہیں۔ غیر شعوری ہرگز نہیں۔ ان کے متعلق ماہرین کی آراء ملاحظہ کیجئے۔

"لاشعور" کے بارے میں مشہور امریکن ماہر نفسیات پروفیسر جوزف جیسٹرو (Joseph Jastrow) اپنی تنقیدی کتاب "فرائیڈ، خوابوں اور جنسی شہوت کے متعلق اس کے نظریات" (Freud his dream and Sex Theories) میں لکھتا ہے۔

"لاشعور، فرائیڈ کے نظریات کا بنیادی مفروضہ ہے جس کے بغیر نفسیاتی تجزیہ کا وجود ناممکن ہے۔ فرائیڈ کی پوری تحریک اسی پر چل رہی ہے۔ یہ ایک مفروضہ ہے جو بنیادی سوال کا بڑا ہی شاطرانہ جواب تھا۔ لیکن چونکہ چند باتوں کی توجیہہ کے لئے ہمیں اس مفروضہ کی ضرورت ہے محض اس بناء پر اس کا جواز تو پیدا نہیں ہو سکتا کہ ہم لاشعور کے وجود کو فرض کرلیں۔ زمانہ قدیم میں ہسٹریا اور مماثل عوارض کی توجیہہ یوں کی جاتی تھی کہ مریض پر "جن" قابض ہوگیا ہے۔ اس پر "بھوت پریت کا سایہ" ہے۔ اگر آپ یہ فرض کرنے پر آمادہ ہوں کہ جن بھوت ہوا کرتے ہیں اور لوگوں کو ان تکلیف دہ عوارض سے پریشان کرنا ان کی فطرت میں داخل

Marfat.com

ہے تو توجیہ مکمل ہو جاتی ہے۔ جادوگرنیوں کو ایسے ہی مفروضات کا مجرم قرار دے کر مار ڈالا گیا تھا۔ لیکن ہمارے ذہن ایسی غیر فطری، غیر سائنسی توجیہ قبول نہیں کرتے ۔۔۔ ہڈسن کے نظریہ نے بھی کسی قدر مقبولیت حاصل کی تھی۔ اس نے بڑی جرأت سے اعلان کیا تھا کہ ہمارے دو نفس ہیں ۔ "ہمزاد"۔ ایک باشعور جو ہماری روزمرہ زندگی کے ظاہری عمل بجا لاتا ہے اور دوسرا لاشعور جو اُن تمام پُراسرار اور غیر معمولی اعمال کا ذمہ دار ہے جن کی ہم توجیہ نہیں کر سکتے۔ اگر واقعی ہمارے دو نفس ہیں اور اُن کے یہی فرائض ہیں تو علم النفس کو کسی قدر قابل قبول توجیہ مل جاتی ہے، جنوں اور بھوتوں کے مفروضہ سے بہتر، لیکن دلائل و بُراہین سے اُسی قدر عاری۔ ہڈسن کے نظریات سائنس کی حدود سے خارج تھے اگرچہ اس نے بھی ہمزاد کے ذریعہ امراض کے علاج کا ایک طریقہ رائج کیا تھا۔ لیکن وہ اب "لاشعور" کی تاریخ کا ایک باب اغلاط بن کر رہ گیا ہے۔ فرائیڈ کے لاشعور کے لئے بھی لازم ہے کہ وہ اپنے ثبوت میں کوئی فطری بنیاد پیش کرے ورنہ یہ بھی اسی کتاب کا ایک باب بن جائے گا۔ ڈنلاپ کا کہنا ہے کہ فرائیڈ کے لاشعور کی حقیقت میں کوئی سائنسی بُنیاد نہیں۔ وہ اسے اتنا ہی مردود قرار دیتا ہے جتنا "بھوت کے سائے" یا ہڈسن کے "ہمزاد" کو دوسرے اہل علم جن میں نفسیاتی معالجوں کی اکثریت ہے کہتے ہیں کہ لاشعور کی تھوڑی بہت بُنیاد تو ہے لیکن اس کے شواہد اس قدر کمزور ہیں کہ فرائیڈ کے لاشعور کو کسی حال تسلیم نہیں کیا جا سکتا۔"

(FREUD, HIS DREAM AND SEX THEORIES P. 151/153

Marfat.com

پھر طویل بحث کے بعد پروفیسر جیسٹرو اپنا فیصلہ سناتا ہے

"میں یہی نتیجہ نکالنے پر مجبور ہوں کہ فرائیڈ کا لاشعور ایک بے بُنیاد افسانہ ہے"۔ لہ

امریکہ کے مشہور ماہرِ نفسیات پروفیسر رابرٹ وڈورتھ اور پروفیسر ڈونالڈ مارکوئیں اپنی مقبولِ عام درسی کتاب نفسیات (Psychology) میں لکھتے ہیں :۔

"ہم جو کچھ سیکھتے ہیں وہ ذہن میں کس طرح محفوظ ہوتا ہے ؟ اس کے جواب میں کچھ لوگوں نے کہا ہے کہ وہ "لاشعور" میں محفوظ رہتا ہے۔ لیکن اس پُر اسرار فقرہ کا مطلب کیا ہے ؟ اس کا مطلب یا تو "لاشعوری عمل" ہو سکتا ہے یا "لاشعوری بے عملی"۔ لاشعوری عمل کا مطلب یہ ہو گا کہ ایک لڑکا جس نے ضرب کے پہاڑے سیکھ لئے ہوں اپنے دل میں مسلسل انہیں پڑھتا رہے اگرچہ لاشعوری طور پر ہی سہی۔ اور چونکہ اس لڑکے نے برف پر پھسلنا، تیرنا، درختوں پر چڑھنا وغیرہ بھی سیکھ لیا ہے لہٰذا ان تمام اعمال کو بھی مسلسل دُہرا رہا ہو۔ اور تمام سیکھے ہوئے گانے گا رہا ہو۔ اور ان تمام لوگوں کو جنہیں وہ دیکھ چکا ہے اپنے ذہن میں شناخت کر رہا ہو۔ وغیرہ وغیرہ۔ حفاظتِ یادداشت کا ایسا نظریہ جو

(Freud, his dream and sex Theories P. 168

Marfat.com

تمام سیکھی ہوئی باتوں کے مسلسل ذہنی تکرارِ عمل کا متقاضی ہو، اپنے ہی بوجھ تلے دب کر ٹوٹ جاتا ہے لیکن اگر حفاظتِ یادداشت "لاشعوری بے عملی" ہے تو اس میں لاشعور کا لفظ فاضل اور غیر ضروری بھی ہے اور گمراہ کن بھی۔ کیوں کہ اس صورت میں حفاظتِ یادداشت کی شکل یہ ہوگی کہ سیکھنے کا ہر عمل انسان کی دماغی ساخت کے مادہ میں کوئی تبدیلی پیدا کرتا ہے اور مادہ کی یہ تبدیلیاں برقرار رہتی ہیں اور اس وقت تک بے عمل رہتی ہیں جب تک کسی موثر محرک سے حرکت میں نہ لائی جائیں مشق اور تکرار بھی دماغی ساخت کے مادہ میں تبدیلیاں پیدا کرتے ہیں۔ یہ تبدیلیاں مقدار میں خوردبینی ذرات سے بھی کم تر ہوتی ہیں لیکن اس قدر ضرور ہوتی ہیں کہ انسان نے جو کچھ سیکھا ہے اسے دُہرا سکے اور چیزوں کو اسی طرح دوبارہ دیکھ سکے جس طرح اس نے دیکھنا سیکھا ہے"۔[۵۱]

پروفیسر برائین ایم فاس (BRIAN M.FOSS) اپنی تازہ کتاب "نفسیات کے نئے افق" (NEW HORIZONS IN PSYCHOLOGY) میں لکھتا ہے۔

"چونکہ آنکھ کئی طرح سے کیمرہ سے مشابہ اور مشاہدہ تصویر سے، لہٰذا کیا یہ فرض کرنا مناسب نہ ہوگا کہ مشاہدہ ایک قسم کا فوٹو گرافی عمل ہے جس میں بیرونی دنیا کے نمونے فی الفور اور بعینہٖ

---

۵۱ (PSYCHOLOGY -P.549

Marfat.com

دماغ کے کسی حصہ میں منعکس ہو جاتے ہیں؟ بدقسمتی سے اس کا جواب قطعی نفی میں ہے۔ عکسی تصویر سے مماثلت کے متعلق اگر کچھ کہا جاسکتا ہے تو یہی کہ مشاہدہ اور جو کچھ بھی ہو عکسی تصویر ہرگز نہیں یہ مماثلت بالکل سطحی اور گمراہ کن ہے (صفحہ ۴۵)۔ دُنیا سے متعلق ہمارے مشاہداتی معلومات کا نوے فیصد سے بھی زیادہ حصہ ہمیں آنکھ کے ذریعہ حاصل ہوتا ہے۔ اور علم میں حالیہ چند بڑی بڑی ترقیوں میں سے ایک اہم ترقی اس شعبہ میں ہوئی ہے کہ آنکھ کے اندر سے عکسی تصویر دماغ تک "منتقل" کیسے ہوتی ہے اعصاب (NERVES) کے ذریعہ انتقال کے متعلق ہم اپنی معلومات کی بنا پر یہ تو جانتے ہی ہیں کہ آنکھ کی پشت کی جھلی پر کے کوائف بصری، اعصاب کے اندر برقی کیمیاوی عمل کو متاثر کرتے ہیں اور یہ اثرات انجام کار دماغ کے بصری حصہ (OPTICAL CORTEX) تک جا پہنچتے ہیں۔ ایک زمانہ تک یہ خیال کیا جاتا رہا کہ جب ہم بصری مشاہدہ کرتے ہیں تو آنکھ کے اندر مشاہدہ کی تصویر کے بالکل مطابق ایک مسطح نقشہ دماغ پر مرتسم ہو جاتا ہوگا۔ لیکن یہ خیال کہ اس سادہ عکسی تصویر کے ذریعہ، جو دماغ آنکھ سے حاصل کرتا ہے، تمام مشاہدات عینی کی توجیہ کی جاسکتی ہے اب غلط ثابت ہو چکا ہے توجیہ کا جو نقشہ اب محقق ہوا ہے وہ ناقابل بیان حد تک پیچیدہ ہے۔ اس کے مطابق آنکھ میں اتری ہوئی تصویر کا "انتقال" دراصل کئی متفرق مرحلوں میں انجام پاتا ہے۔

Marfat.com

سب سے پہلے خود آنکھ کی پشت کی جھلی پر، پھر بصری اعصاب میں، پھر دماغ کے مخصوص عینی حصّہ (LATERAL GENICULATE BODIES) میں اور انجام کار دماغی جھلی (CEREBRAL CORTEX) پر۔ اور قابلِ حیرت بات یہ ہے کہ منظر کی تصویر اور دماغی جھلی میں اس کے تاثر کا رشتہ کسی لحاظ سے اس سے بالکل مختلف ہوتا ہے جو "عکسی تصویر" کے قدیم نظریہ کے مدنظر متصور تھا۔"[۱]

اور پروفیسر ولیم بک اپنی کتاب "جدید سائنس اور ماہیت حیات" میں لکھتا ہے:

"جب کوئی مشاہدہ یا تجربہ اپنی یاد چھوڑتا ہے تو اس کا دماغ میں کوئی نقش رہ جانا چاہیئے۔ حالیہ شہادتیں یہی ثابت کرتی ہیں۔ کیونکہ ثابت ہو چکا ہے کہ تمام مراحل پر دماغی کارکردگی، بھوت پریت کے سایہ کی شکل میں نہیں بلکہ دماغی مادّہ کے ذرّات کی اقسام کے مختلف نمونوں کی صورت میں ہوا کرتی ہے۔ ضروری نہیں کہ ان باریک مادّی نقوش کو چھوٹے ٹیڑے اُبھرے ہوئے مناظر کی شکل میں تصور کیا جائے جو سر کے خول میں چاروں طرف بکھرے پڑے ہوں بلکہ یہ عمل اس کے ساتھ قریبی مماثلت رکھتا ہے جو مقناطیسی ٹیپ ریکارڈنگ میں روبکار آتا ہے۔ اس طرح یاد اور شعور

---

[۱] (NEW HORIZONS IN PSYCHOLOGY P.19)

Marfat.com

کی بنیادیں جدی مادہ میں ہی رکھی گئی ہیں"۔[1]

"ڈاکٹروں نے دیکھا کہ دماغ کے نچلے حصہ میں کوئی پھوڑا بیمار میں غذا کی اشتہا کو بے پناہ حد تک بڑھا دیتا ہے۔ بیمار کھاتا چلا جاتا ہے۔ پھر بھی اس کی سیری نہیں ہوتی۔ کچھ لوگوں نے خیال کیا کہ یہ حالت پیٹوٹیری غدود کو نقصان پہنچنے سے پیدا ہوئی ـــــ پیٹوٹیری غدود دماغ کا حصہ نہیں۔ دماغ کے عین نیچے وہ ایک ایسی غدود ہے جو دماغ اور جسم کی دوسری تمام غدودوں کے درمیان، جو ہارمون پیدا کرتی ہیں، واسطہ کا کام دیتی ہے۔ کچھ لوگوں نے یہ خیال کیا کہ اشتہا میں اضافہ کی ذمہ دار ہائیپوتھیلامس (HYPOTHALAMUS) ہے اور تجربات نے ثابت کر دیا کہ موخر الذکر خیال صحیح تھا۔ ہائیپوتھیلامس دماغ کا ایک مختصر لیکن بے حد اہم حصہ ہے۔ جو دماغ کی نچلی سطح پر اس راستہ کے بالکل قریب ہے جو حرام مغز کو دماغ کے دوسرے حصوں سے ملاتا ہے۔ یہ پیٹوٹیری غدود سے بالکل اوپر اور اس کے ساتھ ایک شاخ سے جڑا ہوا ایک حصہ دماغ ہے۔ ہے تو یہ صرف نصف انچ لیکن یہ اعصابی خلیوں کے کئی ایسے گچھوں پر مشتمل ہے جو جوڑی جوڑی اپنی درمیانی لائین کے دو طرفہ پھیلے ہوئے ہیں۔ مزید تحقیق نے بتلایا کہ مختلف جانوروں میں کھانے کی بے پناہ اشتہا، ہائیپوتھیلامس کے

---

[1] (MODERN SCIENCE AND THE NATURE OF LIFE P. 44

اعصابی خلیوں کی ایک مخصوص جوڑی وینٹرومیڈیل کو نقصان پہنچنے سے پیدا ہوتی ہے اور دوسری اعصابی جوڑیوں کو نقصان پہنچانے سے یہ کیفیت پیدا نہیں ہوتی۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ وینٹرومیڈیل جوڑی کو تلف کرنے سے طبیعت میں بربریت اور چڑچڑاپن بھی آجاتا ہے۔ یہ بھی پتہ چلا کہ ایک اور جوڑی کو نقصان پہنچانے سے جانوروں نے کھانا بالکل بند کر دیا اور وہ فاقہ کشی سے موت کے قریب پہنچنے کے باوجود غذا کھانے سے باز رہے۔ اس طرح اشتہاءِ غذا کے نظام کا کنٹرول سینٹر دریافت ہوا۔

دماغ کی جھلی (CORTEX) کے نیچے ٹمپورل لوب کی چوٹی کے قریب اعصابی خلیوں کا ایک اور گچھا ہے جو ایمگڈالا (AMYGDALA) کہلاتا ہے۔ اسے تلف کرنے سے بھی اشتہاءِ غذا کی کیفیت کو بدلا جاسکتا ہے۔ ایمگڈالا ایک اعصابی نظام (LIMBIC SYSTEM) کا حصّہ ہے جو ہائپوتھیلامس کے ساتھ کئی سلسلوں سے مربوط ہے۔ ایمگڈالا کے کچھ اعصابی خلیئے کھانے کی اشتہاء کو مشتعل کرتے ہیں اور کچھ دوسرے اعصابی خلیئے اس اشتہاء کو بند کر دیتے ہیں۔ ایمگڈالا دوسرے جذبات کی تشنگی اور سیری کو بھی کنٹرول کرتا ہے ــــ ہائپوتھیلامس جنسی شہوت کی انگیخت کے لئے بھی اہم ہے کیوں کہ یہ ثابت ہو چکا ہے کہ ہائپوتھیلامس کے ایک حصّہ کو نقصان پہنچنے سے انسان جنسی شہوت سے محروم ہو کر ہر قسم کی جنسی دلچسپیوں سے

Marfat.com

بے نیاز ہو جاتا ہے۔ جب انسان کے اعضاء جنسی پوری نشوو نما پا چکتے ہیں۔ تو وہ جنسی ہارمون تیار کرنے لگتے ہیں۔ یہ ہارمون خون میں مل جاتا ہے اور پھر ہائپو تھیلامس میں پہنچکر جنسی تحریک کا باعث بنتا ہے۔ ہائپو تھیلامس اور جنسی اشتہاء کے باہمی تعلق کو تجربات سے ثابت کیا جا چکا ہے۔ ایمگڈالا کا بھی جنسی شہوت سے ویسا ہی تعلق ہے جیسا غذا کی اشتہاء سے ہائپو تھیلامس کے کچھ اور حصوں کو مشتعل کرنے سے خوف اور غضب کے جذبات کا ظہور ہوتا ہے اور یہی حال ایمگڈالا کا ہے ـــــ المختصر یہ واضح ہو چکا ہے کہ ہائپو تھیلامس اور ایمگڈالا پر مبنی جذباتی محرکات کا ایک ایسا نظام موجود ہے جو دماغ کے حرکتی نظام سے بہت قریب واقع ہے اور جس سے متاثر ہو کر انسان جذبہ سے مسلح ہو کر خارجی محرکات کا مقابلہ کرتا ہے۔ جذباتی محرکات کے اس نظام کو ایک وقت میں ایک ہی محرک جذبہ مصروف رکھ سکتا ہے۔ ہائپو تھیلامس کے اعصابی خلیوں پر مشتمل مختلف جذباتی مراکز متقاضی جذبات میں سے کسی ایک جذبہ کو ترجیحی عمل کے لئے منتخب کر لیتے ہیں۔ یہ جذباتی مراکز جسم کی ضروریات اور سیری کی تازہ ترین کیفیت سے باخبر ہو کر آپس میں یہ طے کر لیتے ہیں کہ کس جذبہ کے مظاہرہ کو ترجیح دی جائے۔ ترجیح کا فیصلہ کرنے میں یہ پیش نظر رہتا ہے کہ فی الوقت سب سے زیادہ شدید ضرورت کس تقاضے کی ہے اور کونسی

Marfat.com

منزلِ مقصود قابلِ حصول ہے۔"

مندرجہ بالا اقتباسات یہ واضح کرنے کے لئے کافی ہیں کہ ماہرین علم الابدان اور علم النفس کی نظر میں جذبات، مشاہدہ کی یاد اور نفس کے شعور و لاشعور کی حقیقت کیا ہے۔ جذبات، ذاتی بقا اور مفاداتی تحفظ کے لئے قدرت کی طرف سے عطا کردہ حربے ہیں۔ جو انسانی جسم کے مختلف حصوں میں مختلف غدودوں کے کیمیاوی عمل سے پیدا ہوتے ہیں ان کیمیاوی عملوں کے محرک دماغ کے مخصوص حصے ہائپوتھیلامس اور امیگڈالا ہیں جو خارجی ماحول کے تقاضا کے مطابق متعلقہ غدودوں کو کیمیاوی عمل پر اکساتے ہیں۔ اور پیدا شدہ کیمیاوی مادے خون میں مل کر جذباتی ہیجان پیدا کرتے ہیں۔ ماحول اگر دشمن سے نبرد آزما ہونے کا متقاضی ہے تو جرأت اور غضب کے جذبات سے متناسب کیمیاوی مادے پیدا کرنے والی غدودیں حرکت میں لائی جاتی ہیں اور اگر ماحول محبت و وارفتگی کا متقاضی ہے۔ تو جذباتِ محبت پیدا کرنے والے کیمیاوی مادوں کی غدودیں روبعمل ہونے لگتی ہیں اور اگر ماحول شہوتِ جنسی کا متقاضی ہے تو جنسی جذبات کو انگیخت کرنے والی غدودیں حرکت میں لائی جاتی ہیں ــــ اور یہ حقیقت کسی دلیل کی محتاج نہیں کہ جذبات کو ہیجان میں لانے والے تمام ماحول شعوری ہی ہو سکتے ہیں، لاشعوری نہیں۔ جذبات کا پیدا ہونا اور روبہ عمل رہ کر پھر ٹھنڈا پڑ جانا بھی تمام شعوری فعل ہی ہیں۔ اور یہ بھی ظاہر ہے کہ کسی جذباتی تجربہ کی یاد، دیگر تجربات و مشاہدات کی

(NEW HORIZONS IN PSYCHOLOGY P. 237-252 ؂ [a]

Marfat.com

یادوں کے مماثل ہوا کرتی ہے ۔۔۔ اور ذہن میں سب یادوں کے قرار کی نوعیت یکساں ہے۔

مشاہدات اور جذباتی تجربات کی یادیں ذہن میں بے جان علامتی نشانات ہیں جو اپنے مخصوص کوڈ کی زبان میں ذہن کے قرطاس پر ابجدی حروف میں لکھی ہوئی کتاب کی مانند ہیں۔ وہ بذاتِ خود نہ تو محرک ہوتی ہیں اور نہ ہی متحرک۔ انسانی ذہن میں شعور کی توجہ کا مرکز جب کبھی اور جن جن یادوں کی تحریر کو اپنی زد میں لاتا ہے وہ شعور میں تازہ ہو جاتی ہیں۔ ورنہ مدفون پڑی رہتی ہیں۔ غیر جذباتی یادیں تو صرف مشاہدہ کے شعور کا اعادہ کرتی ہیں لیکن جذباتی یادیں چونکہ جذباتی پس منظر سے رنگین ہوتی ہیں اس لئے مکرر جذباتی کیفیت پیدا کرنے کا باعث بن جاتی ہیں۔

مندرجہ بالا ثابت شدہ حقایق کے مدنظر فرائیڈ کا یہ خیال کہ جذبات لاشعور میں ایک طوفان بے تمیزی اٹھائے رہتے ہیں جن سے ہم شعوری طور پر بے خبر ہیں ہر پہلو سے غلط قرار پاتا ہے۔ جذبات موقتی ماحول کی پیداوار ہوا کرتے ہیں انہیں دوام اور بقا ہے ہی نہیں۔ وہ اپنا کام کر چکنے کے بعد فنا ہو جاتے ہیں اور ہر نئی ضرورت پر از سر نو پیدا ہوا کرتے ہیں۔ ان کا مولدِ دماغ نہیں اور نہ ہی ان کا مسکن دماغ ہے وہ غدودوں کے کیمیاوی عمل کے نتیجہ میں نمودار ہوتے ہیں جسم کے مختلف حصوں میں عارضی طور پر جلوہ آرا ہوتے ہیں اور تھوڑی دیر اپنا مظاہرہ کر کے ختم ہو جاتے ہیں۔ دماغ کے کسی حصہ شعور یا لاشعور میں اُن کا کوئی مسکن نہیں۔ صرف حافظہ میں مرحوم جذبات کی یادیں اسی

Marfat.com

طرح برقرار رہ جاتی ہیں جس طرح دیگر مشاہدات کی۔ لیکن وہ نہ کسی ہیجان کی صلاحیت رکھتی ہیں اور نہ ہی کوئی ہیجان پیدا کرتی ہیں ان بنیادوں کے انہدام کے بعد، فرائیڈ کا شاندار محل ریت کے تودے کی طرح بیٹھ جاتا ہے۔

آیئے اب ذرا "ننھے کی شہوت" اور اُودی ڈی پس کمپلکس کی بھی خبر لیں۔

فرائیڈ کا یہ خیال کہ جنسی شہوت کا جذبہ ہی واحد بنیادی جذبہ ہے جو استقرارِ حمل کے ساتھ پیدا ہوتا اور بچہ کی پیدائش کے وقت سے ہی ظاہر ہونے لگتا ہے اور باقی تمام جذبات اسی جذبہ سے نمودار ہوتے ہیں تمام تر بے بنیاد ثابت ہو چکا ہے۔ غدودوں کے علم نے اسے جہالتِ محض قرار دیا ہے۔ بائیالوجی کا ہر طالب علم یہ جانتا ہے کہ مختلف جذبات مختلف غدودوں کے علیحدہ علیحدہ کیمیاوی مادوں سے پیدا ہوتے ہیں اور جنسی شہوت کا جذبہ پیدا کرنے والی غدودیں دوسرے جذبات نہیں پیدا کر سکتیں۔ نیز جنسی شہوت کا جذبہ سنِ بلوغت سے پہلے پیدا نہیں ہو سکتا۔

جذبات کے سرچشموں اور ان کے طریق عمل کے متعلق یہ ثابت ہو چکا ہے کہ :۔

۱۔ چند مخصوص غددوں کے کیمیاوی عمل سے پیدا ہونے والے مخصوص کیمیاوی مادوں کا دوران خون میں مل کر انسانی جسم کے مخصوص حصوں میں مخصوص ہیجانی کیفیت پیدا کرنے کا نام جذبہ

Marfat.com

ہے۔ اشتہار، محبت۔ خوف۔ غضب اور شہوت وغیرہ مختلف جذبات کے لئے علیحدہ علیحدہ مختلف غدودیں متعین ہیں جو اپنے اپنے مخصوص کیمیاوی مادے پیدا کرتی ہیں۔ جنسی شہوت کا جذبہ پیدا کرنے والی غدودیں دوسرے جذبات پیدا کرنے والی غدودوں سے بالکل مختلف ہیں۔

۲۔ جذبات بلاضرورت اور از خود پیدا نہیں ہوا کرتے وہ کسی نہ کسی خارجی یا داخلی تقاضے کی بنا پر ہی پیدا ہوا کرتے ہیں۔

۳۔ ان کی پیدائش کا حکم دینے والا کنٹرول سنٹر انسان کے دماغ میں ہے جو داخلی یا خارجی تحریک پر متعلقہ غدودوں کو کیمیاوی عمل جاری کرنے کا حکم دیتا ہے۔

۴۔ جذبات کو دوام نہیں۔ وہ موقتی طور پر پیدا ہوتے اور اپنا کام کر کے ختم ہو جاتے ہیں۔ مخصوص ہیجانی کیفیت جذبہ کے آغاز پر پیدا ہوتی اور جذبہ کے اختتام پر مفقود ہو جاتی ہے اور انسان اپنی عمومی پرسکون حالت پر عود کر آتا ہے۔

۵۔ دوسرے جذبات سے متعلقہ غدودیں تو بچہ کی پیدائش پر ہی مکمل ہو جاتی ہیں اور فوراً بعد اپنے عمل کی اہل قرار پاتی ہیں۔ لیکن جذبہ شہوت جنسی سے متعلقہ غدودیں بچہ کی پیدائش پر نامکمل ہوتی ہیں دس بارہ سال کی عمر کے بعد ان میں روبعمل آنے کی صلاحیت پیدا ہوتی ہے۔ اور ان کے روبعمل آنے کے مظاہرہ اوّل کو بلوغت کہتے ہیں۔ سن بلوغت سے قبل کوئی بچہ جنسی جذبہ کے مظاہرہ کا اہل نہیں ہوتا اور اگر کوئی بچہ مماثل حرکات کا مظاہرہ کرتا بھی ہے تو وہ بڑے بچوں

Marfat.com

کی صحبت میں سیکھی ہوئی ظاہری حرکات کی نقالی ہوتی ہے حقیقی جذبہ کا مظاہرہ نہیں ہوتا۔

ان ثابت شدہ اور مسلمہ حقایق کے مدنظر یہ خیال کہ جنسی شہوت کا جذبہ ہی واحد بنیادی جذبہ ہے غلط قرار پاتا ہے۔ اگر دوسرے جذبات جذبۂ شہوت ہی سے نکلے ہوتے تو انسان کے لئے اس وقت تک کسی دوسرے جذبہ کا مظاہرہ کرنا ممکن نہ ہوتا جب تک جذبہ شہوت کے کیمیاوی مادوں کو پیدا کرنے والی غدودیں مکمل ہوکر وہ کیمیاوی مادے پیدا کرنے نہ لگ جاتیں۔ یعنی سن بلوغ سے قبل انسان کسی جذبہ کے مظاہرہ کا اہل ہی نہ ہوتا لیکن مشاہدہ بتلاتا ہے کہ پیدائش کے بعد جلد ہی، جذبہ شہوت کے سوائے بقیہ تمام جذبات کا مظاہرہ انسانی بچہ سے ظہور میں آنے لگتا ہے۔ لہٰذا اگر شہوت جنسی کو کسی دوسرے جذبہ کی اولاد قرار دیا جاتا تو قابل غور بھی تھا کیونکہ یہ جذبہ دوسرے جذبوں سے بہت بعد نمودار ہونے لگتا ہے۔ لیکن یہ کہنا کہ جذبہ شہوت نے دوسرے جذبات کو جنم دیا گویا یہ کہنا ہے کہ بچے، ماں سے پہلے پیدا ہو گئے ــــ لیکن حقیقت وہی ہے جو غدودوں کے علم نے بالکل واضح کر دی کہ جذبہ شہوت کی ذمہ دار غدودیں علیحدہ ہیں اور دوسرے جذبات کی علیحدہ اور ایک دوسرے میں والد و مولود کا کوئی رشتہ نہیں۔

ہر صاحب اولاد جو اپنے بچوں کے حرکات و سکنات کا کسی قدر مطالعہ کرتا ہے بخوبی جانتا ہے کہ پانچ چھ سال کے معصوم بچوں کا جذبہ شہوت سے سرشار ہونا تو کجا وہ اگر والدین کو ہم صحبت ہوتے دیکھ بھی پائیں تو وہ یہ سمجھنے سے قطعی قاصر ہوتے ہیں کہ یہ کیا ہو رہا ہے۔ وہ یہی دیکھ کر حیران رہ جاتے

Marfat.com

ہیں کہ والدین اس عجیب قسم کی ہاتھا پائی میں کیوں مشغول ہیں۔ اس سے زیادہ نہ اُن کا ذہن کام کرسکتا ہے اور نہ ہی ان کی کوئی اور حس مشتعل ہوتی ہے لیکن فرائیڈ اور اس کے متبعین کی ہٹ دھرمی سے مجبور ہوکر ماہرین نفسیات کو اس بدیہی حقیقت کا بھی تفصیلی مطالعہ کرنا پڑا۔ انہوں نے کم عمر لڑکے اور لڑکیوں کی کثیر تعداد کو طویل عرصہ کے لئے زیر مطالعہ رکھ کر شواہد کے ساتھ یہ نتیجہ شائع کیا کہ "ننھے کی شہوت" بے بنیاد افسانہ ہے اور اوڈی پس کمپلکس ایک ڈھکوسلا۔ کم سن بچوں میں شہوت جنسی کا نہ تو کوئی جذبہ ہوتا ہے اور نہ ہی اس کا کوئی شعور۔ لڑکی کے مقابلہ میں لڑکے کا ماں کی طرف کوئی خاص رجحان نہیں ہوتا اور لڑکی کا باپ سے کوئی خاص لگاؤ نہیں ہوتا۔ لڑکی اور ماں میں یا لڑکے اور باپ میں نفرت کا مطلق کوئی جذبہ ہوتا ہی نہیں اور اس جذبہ کے وجود کا تصور ہی بے بنیاد ہے کمسن بچوں میں جہاں کہیں رقابت اور نفرت کا جذبہ دیکھا گیا اس کا ہدف ہمیشہ دوسرے رقیب بچوں کو ہی پایا گیا جو ان بچوں کی دلچسپیوں کے سامان پر قابض ہونا چاہتے تھے۔

ماہر علم النفس ڈاکٹر سی۔ ڈبلیو۔ ولینٹین (C. W. VALENTINE) نے ایک کتاب "معتدل بچہ اور اس کی چند بے اعتدالیاں" (THE NORMAL CHILD AND SOME OF HIS ABNORMALITIES) کے موضوع پر لکھی ہے جس میں بچوں کی نفسیات پر تجرباتی تحقیقات کے نتائج درج کئے گئے ہیں فرائیڈ کے نظریات، ننھے کی شہوت، ماں بیٹے اور باپ بیٹی کے ناجائز تعلقات وغیرہ کا جائزہ لینے کے لئے پیدائش سے لے کر چودہ برس کی عمر تک سینکڑوں بچوں کو ہفتوں زیر مطالعہ رکھ کر یہ نتیجہ

Marfat.com

نکالا گیا ہے کہ اس عمر میں بچے شہوت جنسی کے تصور سے بالکل بے بہرہ ہوتے ہیں اور والدین سے بچوں کے معصوم لگاؤ کی باہمی نسبت مندرجہ ذیل جدول کے مطابق ہوتی ہے جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ماں سے لڑکے اور لڑکی کا لگاؤ یکساں ہے اور نہ تو لڑکے کو باپ سے نفرت ہوتی ہے اور نہ ہی لڑکی کو ماں سے۔

" بچہ کی عمر	باپ سے لڑکے کا لگاؤ	باپ سے لڑکی کا لگاؤ	ماں سے لڑکے کا لگاؤ	ماں سے لڑکی کا لگاؤ
۲ سال	۱۱ فیصد	۱۰ فیصد	۷۷ فیصد	۸۷ فیصد
۳ سال	۲۰ فیصد	۲۸ فیصد	۶۱ فیصد	۶۶ فیصد
۴ سال	۲۸ فیصد	۲۶ فیصد	۵۷ فیصد	۶۶ فیصد
۵ سال	۲۸ فیصد	۲۵ فیصد	۵۷ فیصد	۶۶ فیصد
۶ سال	۲۳ فیصد	۱۵ فیصد	۶۸ فیصد	۸۷ فیصد

بچوں اور والدین میں رقابت کے کسی جذبہ کی کوئی رپورٹ نہیں ملی جہاں کہیں جذبہ رقابت پایا گیا وہ دوسرے بچوں سے ہی متعلق تھا نہ کہ والد یا والدہ سے[ملہ]"

مندرجہ بالا تحقیق واضح کرتی ہے کہ لڑکی ہو یا لڑکا، کم تر عمر میں ماں سے ہی لگاؤ رکھتے ہیں اور یہ قابل فہم بھی ہے کہ ماں ہی اس عمر میں ہر وقت مونس حال ہوتی ہے۔ پھر جوں جوں عمر بڑھتی جاتی ہے۔ باپ سے لگاؤ ترقی کرتا جاتا ہے اور ماں سے لگاؤ میں کمی آتی جاتی ہے۔

باپ بیٹے اور باپ بیٹی میں لگاؤ یکساں ہوتا ہے اور ماں بیٹے

ملہ THE NORMAL CHILD P.107/108

Marfat.com

اور ماں بیٹی میں لگاؤ بھی یکساں ہوتا ہے بچہ کی جنس اور والدین کی جنس سے کسی قسم کا کوئی فرق نہیں پڑتا۔

پروفیسر جیسٹرو لکھتا ہے

" فرائیڈ کی تمام تحریروں کی بھرمار میں، جو اوڈی پس کی مہموں کے بیان میں بے ذوق بھی ہیں اور بے شمار بھی، مجھے کہیں بھی کوئی ایسی قطعی تحریر نہیں ملی۔ جس سے پتہ چل سکے کہ اوڈی پس کا نظریہ وجود میں کیسے آیا۔ بار بار تکرار سے پڑھنے کے باوجود صرف یہی پتہ چلتا ہے کہ بس نفسیاتی تجزیہ میں یہ انکشاف ہوا ہے (صفحہ ۱۹۶) ___ ڈاکٹر ریمس (Dr. RAMUS) فرائیڈ کا پیرو ہونے کے باوجود لکھتا ہے کہ ماں بچے کے تالیفی تعلقات کو حرامکاری کے جذبات سے موسوم کرنا، خواہ ایسا دانستہ طور پر کیا گیا ہو یا نادانستہ، مجھے تو بالکل غیر فطری اور ارادی محسوس ہوتا ہے۔ اس سے تو یہ ظاہر ہوتا ہے کہ فرائیڈ یا جس کسی نے پہلی بار یہ خیال ظاہر کیا اس نے پہلے ماں بچے کے ناجائز تعلقات کا نظریہ گھڑا۔ پھر اسے کسی کھونٹی پر لٹکانے کے لئے اوڈی پس کے افسانے کو ایسی کہانی دیکھ کر اپنا لیا جو اس کے مطلب سے قریب تر تھی (صفحہ ۱۹۸) ___ میں علم حیاتیات، علم الابدان اور علم النفس میں کہیں بھی ان ہزیانی تعلقات کا رتی بھر جواز نہیں پاتا۔ میں ان تمام علوم میں ایسے مسلمہ اصول پاتا ہوں جو ایسے تعلقات کو قطعی ناممکن قرار دیتے ہیں۔ بجز اس کے کہ وہ ان بے بنیاد

Marfat.com

خام خیالیوں میں پائے جائیں جن میں لڑکے بالے غیر منطقی طور پر ہوائی قلعے بناتے ہوئے مصروف ہوتے ہوں یا پھر فرائیڈ کے پیرو، نامعقولیت کے ماہرین بن کر مشغول ہوتے ہیں۔"[1]

بچوں کی نشوونما اور بچوں کی نفسیات سے متعلق امریکہ کی مشہور انجمن گیسل انسٹی ٹیوٹ (THE GESELL INSTITUTE OF CHILD DEVELOPMENT) نے پیدائش سے لے کر دس سال کی عمر تک کے بچوں کے برتاؤ اور رویہ سے متعلق ایک ضخیم تجرباتی کتاب شائع کی ہے جس کا نام ہے "بچہ کا رویہ" (CHILD BEHAVIOUR)۔ اس کتاب کا دسواں باب "جنسی رویہ اور جنسی دلچسپیاں"، گیارہواں باب "ماں بچے کے تعلقات" اور بارہواں باب "باپ بچے کے تعلقات" پر مشتمل ہیں۔ یہ تینوں باب چالیس صفحات پر حاوی ہیں۔ لیکن ان میں کہیں بھی، ننھے کی شہوت، ماں سے ناجائز تعلق یا باپ سے بیٹے کی رقابت کا رتی برابر بھی ذکر نہیں ملتا فرائیڈ کے ان بے ہودہ اور فرسودہ خیالات کو ناقابل التفات اور مردود سمجھ کر بالکل ہی نظر انداز کر دیا گیا ہے۔

فرائیڈ کا محکمہ احتساب (CENSOR) بھی ریت کے تودوں پر تعمیر کیا گیا تھا اس کی منطق یوں ہے کہ:

(الف) انسانی ذہن کے تحت الشعور میں ایک ایسا محکمہ احتساب قائم ہے جو انسانی جذبات کے فطری بہاؤ پر تہذیب وتمدن کی مصنوعی

---

[1] (FREUD, HIS DREAM AND SEX THEORIES P.203

قیود عاید کرتا رہتا ہے۔

ب۔ جذبات کے فطری مظاہروں پر یہ غیر فطری قیود، جذبات کو زبردستی دبا دبا کر لاشعور میں دفن کر دیا کرتی ہیں۔

ج۔ لیکن لاشعور میں مضطرب جذبات، عقل و تہذیب کی پابندیوں سے مسلسل ہنگامہ آرائی کرتے رہتے ہیں۔ اور کبھی کبھی بہروپیہ کی شکلیں اختیار کر کے محتسب کو چکمہ دے کر آزاد ہونے میں کامیاب بھی ہو جاتے ہیں۔

د۔ لاشعور میں جذبات و احتساب کی یہی کشمکش نفسیاتی الجھنوں کو جنم دیتی ہے اور اس طرح اخلاق و روحانیت کی تلقین فطری جذبات کو غیر فطری طور پر دبا کر نفسیاتی الجھنیں پیدا کرنے کا باعث ہوا کرتی ہے۔

اس چہار نکاتی منطق میں صرف اتنی سی بات ہی درست ہے کہ عقل و تمدن کے تقاضوں اور جذبات انسانی کے آزادانہ مظاہروں میں تصادم کی صورت پیدا ہو سکتی ہے لیکن یہ درست نہیں کہ تصادم واقع بھی ہوتا ہے اور نہ ہی یہ درست ہے کہ یہ کوائف لاشعوری ہوتے ہیں۔ جذبات کے مظاہرے، عقل کے تقاضے اور تصادم کا امکان تینوں ہی شعوری کیفیتیں ہیں ان میں سے کسی کے لئے تحت الشعور یا لاشعوری سطح متعین کرنا خلاف حقیقت ہے۔ نفس انسانی ایک وحدت ہے انسان کے جذبات کیا چاہتے ہیں اس سے پوشیدہ نہیں اس کی عقل کا تقاضا کیا ہے اس پر مستور نہیں۔ لہٰذا دونوں تقاضوں میں کسی شعوری یا لاشعوری تصادم کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ انسان پورے شعور کے ساتھ پورے

Marfat.com

ماحول کا ادراک کر رہا ہے اور اس نے فیصلہ کرنا ہے کہ وہ جذبات کو لگام دے یا ان کی پیروی کرے اور انہیں آزاد چھوڑ دے۔ اگر وہ یہ فیصلہ کرتا ہے کہ جذبات کو کھلا مظاہرہ کرنے دے تو عقل کے تقاضے داخلِ دفتر کر دیے جاتے ہیں۔ کوئی تصادم واقع نہیں ہوتا جذبات کھل کھیلتے ہیں اور ایسی صورت میں فرائیڈ کے لئے بھی کوئی نفسیاتی اُلجھن نہیں رہ جاتی۔

اور اگر انسان یہ فیصلہ کرتا ہے کہ جذبات کو لگام دینی چاہیئے تو انسان کا دماغ اس فیصلہ کی تعمیل میں جذبات کے کنٹرول سینٹر کو یہ حکم دیتا ہے کہ متعلقہ غدودوں کو مزید کیمیاوی مادہ کی تخلیق سے روک دیا جائے ہائپوتھیلامس اور ایمگڈالا کے کنٹرول سینٹر فوراً متعلقہ غدودوں کو مزید اشتعالی مادہ کی تخلیق سے روک دیتے ہیں۔ جذبہ کا نمو دسر دپڑنے لگ جاتا ہے وہ پہلے ٹھنڈا اور پھر فنا ہو جاتا ہے۔ نہ عقل و جذبہ میں کوئی تصادم واقع ہوتا ہے اور نہ ہی جذبہ کو کسی لاشعور کی طرف دبانے کا سوال پیدا ہوتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ نہ تو کسی جذبہ کو دوام حاصل ہے کہ وہ کہیں جا کر بیٹھ جائے یا بالجبر اُسے سُلایا جائے۔ نہ ہی جذبات کا مسکن دماغ ہے اور نہ ہی دماغ میں شعوری اور لاشعوری شعبے ہیں جیسا کہ قبل ازیں واضح کیا جا چکا ہے پوری داستان ہی بے بنیاد ہے۔

جذبات کا لاشعور میں بیٹھ کر عقل کے چوکیدار سے آنکھ مچولی کھیلنا اور بہروپی شکلیں اختیار کرنا ایک بے لگام افسانہ نویس کی خیال آرائی تو کہلا سکتی ہے کسی دانشور کی فنی تحقیق نہیں کہلا سکتی۔ "ہمزاد" کی طرح یہ خیال بھی ایک ہی قالب میں دو چالاک اور شاطر نفوس کو تسلیم کرنے پر مجبور کرتا ہے جس کا نہ

Marfat.com

نہ تو فرائیڈ ہی قائل ہے اور نہ ہی اُس کی کوئی حقیقت ہے۔

الغرض اس میں شک نہیں کہ تہذیب و تمدن کے تقاضوں نے سماجی زندگی میں انسانی رویہ پر کئی ایسی حدود و قیود لگا رکھی ہیں جو جذبات کے بے لگام بہاؤ کو روکتی اور انہیں مخصوص طریق عمل کا پابند کرنا چاہتی ہیں۔ لیکن یہ پابندیاں تمام تر شعوری ہیں اُن کا عمل بھی شعوری ہے اور اُن کا ردعمل بھی شعوری ہی ہو سکتا ہے کسی لاشعوری تو کیا شعوری تصادم کی بھی کوئی گنجائش نہیں اس لئے کہ تصادم کے امکان سے پہلے ہی انسان خود فیصلہ کر لیتا ہے کہ عقل کو ترجیح دے یا جذبہ کو۔ لہٰذا یہ خیال کہ اخلاق و روحانیت کی تلقین فطری جذبات کو غیر فطری طور پر دبا کر نفسیاتی اُلجھنیں پیدا کرتی ہے، گمراہ کن خیال ہے۔ کسی بھی اچھے یا بُرے نظریئے کی تلقین کسی نفسیاتی اُلجھن کو پیدا نہیں کرتی۔ یہ تو محض ایک خیال کی اشاعت ہوتی ہے کوئی شخص جو کسی نظریہ اخلاق کو اپناتا اور اس پر عمل کرتا ہے وہ گویا اس نظریہ اخلاق کو اپنی عقل کے مُطابق پاتا ہے اور جب وہ اپنے جذبات اور اپنی عقل کے تقاضوں کے درمیان کوئی ترجیحی فیصلہ کرتا ہے تو اپنی ہی رائے کے مطابق کرتا ہے اگر وہ جذبات کو روکنا چاہتا ہے تو متعلقہ غدودوں کو اسی کے مطابق حکم دیتا ہے اور اُن کے کیمیاوی عمل کو روک کر جذبہ کی فنا کا انتظام کرتا ہے۔ جذبات کی حبس و قید کی نوبت ہی نہیں آتی اور نہ ہی کسی نفسیاتی اُلجھن کے سامان پیدا ہوتے ہیں۔ نفسیاتی اُلجھنوں کا سبب بالکل مختلف ہے۔

یہ عجیب بات ہے کہ فرائیڈ نے اپنی جہالت سے جذبات کی حبس و قید کو نفسیاتی اُلجھنوں کا باعث قرار دیا حالانکہ قدرت نے خلقی طور پر انسانی

Marfat.com

جسم میں ایسے انتظام مقرر فرما رکھے ہیں کہ جذبات کی حبسِ بے جا کی نوبت ہی نہ آسکے اور اگر ماحول کی مجبوری یا خود انسان کا اپنا آہنی ارادہ بھی جذبات کو اس قدر دبانا چاہیں کہ وہ گھٹن محسوس کرنے لگیں تو قدرت کے مہیا کردہ انتشاری فوارے (ESCAPE VALVES) فوراً روبہ عمل آجاتے ہیں۔ جذبات کا تمام جمع شدہ کیمیاوی مادہ بہ نکلتا ہے۔ جذبات ٹھنڈے پڑ جاتے ہیں۔ اور انسان کو سکون حاصل ہو جاتا ہے۔ اخلاق و روحانیت کے دلدادہ غیر شادی شدہ نوجوانوں کا جذبہ شہوت جنسی، جب قید و بندش کی جکڑ میں گھٹن محسوس کرنے لگتا ہے تو احتلام کا انتشاری فوارہ اُن کے لئے باعثِ سکون بن جاتا ہے۔ شدید غصہ کی حالت میں لڑتا ہوا انسان جب قوی تر کے مقابلہ میں بے دست و پا ہو جاتا ہے تو اس کے غصہ کی شدت پہلے غم کی شکل اختیار کرتی ہے اور پھر اشکباری اسے اس غم سے بھی نجات دلا دیتی ہے۔ باعزم انسان بھی جب شدتِ غم میں اپنے جذباتِ غم و اندوہ کو دبانا چاہتا ہے تو اس کا لبریز پیمانہ آنکھوں کے راستے چھلک اٹھتا ہے اور اُسے سکون نصیب ہوتا ہے۔ خوف و ہیبت کی شدت جب انسان کو بے دست و پا کر دیتی ہے تو اس کے نازک جذباتی آلات کو شکست کلی سے بچانے کے لئے سکتہ و بے ہوشی اس کی دستگیری کرتے ہیں۔ غرض قدرت نے ہر ایک جذبہ کے لئے کوئی نہ کوئی انتشاری فوارہ متعین کر دیا ہے تاکہ جذبات غیر معمولی گھٹن میں مبتلا ہو کر کسی عارضہ کا باعث نہ بن جائیں۔ قدرت کی یہ مشیت اس بات کی غمازی کرتی ہے کہ جذبات کی گھٹن، نفسیاتی الجھنوں کا باعث نہیں ہوا کرتی۔ نفسیاتی الجھنوں کا سبب کچھ اور ہی ہے۔

Marfat.com

نفسیاتی الجھنوں کا سبب کیا ہے۔ اس کی دریافت کی طرف ٹھوس قدم اس وقت اٹھا جب تجرباتی نفسیات کا رجحان پیدا ہوا۔ انسان اور جانوروں کے رویہ پر سنجیدہ تجربے کیے جانے لگے رویہ اور تربیت (BEHAVIOUR AND LEARNING) کے قریبی تعلق کی اہمیت پر توجہ کی گئی۔ اور بائیو کیمی (BIO-CHEMY) کو انسانی شخصیت کا بنیادی مواد قرار دے کر تربیتی ماحول کو تعمیرِ شخصیت کا معمار قرار دیا گیا۔ آج کل علم النفس میں تعمیرِ شخصیت سے متعلق معتبر ترین نظریہ یہی قرار دیا جاتا ہے کہ انسان مشاہدہ اور جذبات کے آلات سے مسلح ہو کر پیدا ہوتا ہے اور پیدائش کے دن سے ہی وہ ماحول سے دوچار ہونے لگتا ہے اس کا خام فہم اس کے ابتدائی مشاہدات و تجربات کی کوئی نہ کوئی تعبیر کرتا ہے اس تعبیر میں مزید تجربات کی بنا پر ترمیم و اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے۔ جذبات صلاحیت، مشاہدہ اور ماحول کے مابین روزمرہ کا ردِعمل آہستہ آہستہ ایک "طریق کار" کی بنیاد ڈالتا ہے اور بچہ اپنے مخصوص نہج پر جذباتی طریقِ عمل اور خیالی طریقِ فکر کا عادی ہونے لگتا ہے۔ جذبات و خیالات سے نمٹنے کا یہ مخصوص طریق کار ہر شخص کا انفرادی ہوا کرتا ہے۔ اور یہی طریقِ کار اس کی شخصیت کا بنیادی پتھر ہے۔

ایک بچہ جسے بچپن میں ناسازگار ماحول سے مسلسل سابقہ پڑتا رہا ہو اور والدین یا سرپرستوں کی جانب سے اُسے کوئی حوصلہ افزا مدد نہ مل سکی ہو۔ قدرتی طور پر وہ خوف کے ساتھ مایوسی اور ناکامی کے باعث، تشکک، بدگمانی اور غیر ضروری احتیاط کے خیالات میں مبتلا ہوگا۔ اسی قسم کے خیالات اس کی فرصت کے لمحات پر چھایا کریں گے۔ اور وہ ان خیالات کے سایہ میں قنوطی نہج فکر و عمل کا عادی ہوتا جائے گا۔ قنوطیت اس کی شخصیت کا جزو

Marfat.com

بن جائیگی۔ اس سے بالکل برعکس ماحول سے دوچار ہونے والا بچہ رجائی فطرت کا حامل بنے گا۔ نڈر، پُر امید، مشکلات سے نبرد آزما ہونے کے لئے ہر وقت تیار، جرأت کا حامل اور مستقبل کے روشن پہلو پر ہمیشہ نظر رکھنے والا۔ تکرار عمل سے عادت اور رجحان کی پیدائش ہوا کرتی ہے ماحول کے سامنے جس نہج کے عمل کی تکرار کی کثرت ہوگی طبیعت اور شخصیت کا رجحان اسی طرف مائل ہوگا۔

شخصیت کی تعمیر میں تربیت کے عمل کی اہمیت کے مد نظر یہ سمجھنا مشکل نہیں کہ بچہ جوں جوں بڑا ہوتا جاتا ہے یہ بھی سمجھنے لگ جاتا ہے کہ جذبات کے غیر مقبول مظاہروں کو لگام کیوں دینی چاہیئے۔ اور کس طرح دی جا سکتی ہے وہ اپنے فکر و جذبہ کے طریق کار میں کوشش سے اصلاحیں کرنے لگتا ہے اور یہ اصلاحی کوششیں بار آور بھی ہوتی ہیں۔ نفسیاتِ طفل سے واقف بزرگوں کی نگرانی میں تو انقلابی تبدیلیاں بھی پیدا کی جا سکتی ہیں کیوں کہ ہر وہ عادت جو تکرار عمل سے پیدا ہوئی ہو۔ جبلتِ تخلیقی میں داخل نہیں، نظری طور پر قابل تغیر ہے اور عملی طور پر اکثر حالات میں تغیر پذیر ہو جایا کرتی ہے۔

ایسے لوگ جو تربیتِ نفس کے نقطہ نظر سے ناہموار ماحول میں پل کر جوان ہوئے ہوں۔ اُن کی شخصیت کی تعمیر میں کئی خامیاں رہ جاتی ہیں۔ کشمکش حیات میں جب ایسے لوگ سوسائٹی کے دوسرے افراد سے دوچار ہوتے ہیں تو اُن کی یہی خامیاں انہیں احساسِ کمتری میں مبتلا کرتی ہیں۔ اس قسم کی متعدد خامیوں میں سے اگر کوئی مخصوص خامی غیر معمولی طور پر نمایاں ہو تو اس کا حامل اس کی وجہ سے نفسیاتی الجھن میں مبتلا ہو سکتا ہے۔

ایسی نفسیاتی الجھن سے نجات کا علاج یہی ہے کہ اس معیوب اور ناقص

Marfat.com

نہج فکر و عمل کو ترک کیا جائے اور زیادہ صحت مند نہج فکر و عمل کی عادت ڈالی جائے۔ یہ علاج مشکل سہی لیکن واحد صحیح علاج ہے۔ فرائیڈ کے نظریہ کے مطابق فکر و عمل کی اس بری عادت کے پہلے تجربہ کو اس کا پورا ذمہ دار گردانا گیا ہے۔ اور اس مخصوص تجربہ کی بھولی بسری یاد کو تلاش کر کے مریض کے سامنے لا کھڑا کرنا اس کا واحد علاج ہے۔ ظاہر ہے کہ معالج کی اس تشخیص پر ایمان لانے والے مریض کو پہلے تجربہ کی یاد تازہ کرانے سے اور یہ باور کرانے سے کہ یہی بیماری کی جڑ تھی جسے نکال پھینکا گیا، کسی قدر افاقہ ضرور محسوس ہوگا۔ لیکن وہ عارضی اور ناپائیدار ہی ہوگا۔ فرائیڈ کے تمام مریض یہ عارضی افاقہ ہی محسوس کیا کرتے تھے۔ کسی کو مکمل صحت نصیب نہیں ہوتی۔ بیماری، جو دراصل ایک غلط طریق فکر و عمل ہوا کرتی تھی عود کر آتی تھی —— لیکن یہ سمجھنا مشکل نہیں کہ پہلا دوسرا درمیانی یا آخری کوئی سا بھی واحد تجربہ روگ کا بلکلی ذمہ دار نہیں بلکہ سب کا مجموعی اثر جو مخصوص "طریق کار" کو روبکار لایا ہے، اس کا ذمہ دار ہے اور "طریق کار" کی تبدیلی ہی واحد علاج ہے۔ اسلام نے صدیوں پہلے یہ تبلا دیا تھا کہ ہر وہ عادت جو جبلت نہیں بدلی جا سکتی ہے۔ اور تکرار عمل سے نہج فکر و عمل میں تبدیلی پیدا کر کے اسلامی رنگ کی ایک نئی شخصیت کو وجود میں لانا ہی اسلامی تعلیم و تربیت کا مقصود و منتہا ہے اسلامی عبادات کی تمام تلقین اور اسلامی عمل کے تمام احکام اسی مقصد کے لئے وقف ہیں۔ صحیح فکر و عمل کا مسلمان لاکھ جسمانی بیماریوں میں مبتلا ہو، نفسیاتی الجھنوں میں کبھی مبتلا نہیں ہو سکتا۔

Marfat.com

خواب کی حقیقت کیا ہے؟ کیا صرف خواہش نفس ہی تمام خوابوں کی محرک ہوا کرتی ہے؟ ماہرین علم النفس تسلیم کرتے ہیں کہ ابھی تک کما حقہٗ وہ خواب کی حقیقت نہیں سمجھ پائے چند اقسام کے خوابوں کے مخصوص اسباب تجربات سے متعین کئے گئے ہیں لیکن خوابوں کے بے شمار اقسام ابھی محتاج توجیہ ہیں۔ اُن کے نزدیک خواہش نفس کو محرک خواب قرار دینا درست نہیں۔ بلی کے خواب میں چھیچھڑے کا مشہور محاورہ فرائیڈ سے صدیوں قبل زبان زدِ عام تھا لیکن تجربات اس خیال کی تائید نہیں کرتے۔

ڈاکٹر اینک (DY. H. J. EYSENCK) لکھتا ہے

"فرائیڈ اپنے اس مفروضہ کے ثبوت میں کہ خواب تکمیل آرزو کی عکاسی کرتے ہیں یہ دلیل پیش کرتا ہے کہ مُہم جو اور دوسرے لوگوں کا تجربہ ہے کہ جب وہ اپنی مہموں کے دوران مصائب میں گھر کر اپنے خیموں میں پڑے فاقہ کشی کا شکار ہوتے ہیں تو انہیں غذاؤں کے خواب ہی دکھائی دیتے ہیں۔ اس طرح غذا کی ضرورت غذا کی خواہش پیدا کرتی ہے اور خواب جو خواہشات کی تکمیل کے لئے ہر وقت تیار ہوتے ہیں بُھنے ہوئے گوشت کے بڑے بڑے تکے اور سٹرابری کے کیک پیش کرنے لگتے ہیں — لیکن فرائیڈ اس بارے میں ہمیں کوئی تجرباتی ثبوت فراہم نہیں کرتا۔ عام ناقابل اعتماد قسم کی روایات ہی پیش کرتا ہے جو غیر معتبر، منتخب اور نامکمل ہیں۔ خوش قسمتی سے اب ہمارے پاس ایسے حالیہ تجربات کی رپورٹیں موجود ہیں جو مناسب ماحول اور خاص نگرانی میں کئے گئے تھے اور

Marfat.com

جن میں حصہ لینے والے افراد کا فاقہ کشی سے چوتھائی وزن کم ہوگیا تھا۔ اُن کے خوابوں کے تفصیلی ریکارڈ رکھے گئے ہیں اور اُن کے مقابلہ میں ایسے دوسرے لوگوں کے معیاری گروہ (CONTROL GROUP) کے خوابوں کا ریکارڈ بھی رکھا گیا ہے جنہیں موزوں غذائیں دی جاتی رہیں۔ دونوں ریکارڈوں کا موازنہ یہ ظاہر کرنے سے بالکل قاصر ہے کہ فاقہ کشوں نے پیٹ بھروں کے مقابلہ میں غذا کے زیادہ خواب دیکھے۔ اس طرح تجرباتی طریقہ نے ثابت کردیا کہ فرائیڈ کا روایاتی ثبوت مبہم اور بے ربط ہے۔ اور خوابوں کی نوعیت اور اُن کے مقاصد کے بارے میں فرائیڈ کا بنیادی خیال غلط ہے۔"[1]

یہ خیال کہ اکثر خواب پراگندہ خیالی کا نتیجہ ہوا کرتے ہیں نہایت قدیم خیال ہے اور ایک حد تک درست بھی معلوم ہوتا ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ پراگندہ خیالی ہی تمام خوابوں کا سبب ہے۔ طوالت کا خوف تفصیلات سے مانع ہے لیکن انسانی تاریخ کے اوراق میں یہ حقایق محفوظ ہیں کہ کئی لوگوں نے خواب میں نظم ونثر کے بہترین نمونے مرتب کئے۔ کئی ایجادوں کے مرکزی خیالات کی رہنمائی انہیں خواب میں ہی ہوئی۔ اور مستقبل کے حالات کئی لوگوں کو خواب ہی میں بتلائے گئے۔ جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ خواب میں صرف پراگندہ خیالی ہی کارفرما نہیں ہوا کرتی

---

[1] (USES AND ABUSES OF PSYCHOLOGY P.231/232

Marfat.com

بلکہ فکر و نظر کا ارتکاز بھی ہوا کرتا ہے، تخلیقی صلاحیتوں کا مظاہرہ بھی اور علومِ غیب کا انکشاف بھی۔

مادہ پرست دانشور چونکہ غیر مادی سبب کو احتمالی طور پر بھی ماننے کے لئے آمادہ نہیں ہوتے اس لئے روحانیت والوں کے مشاہدات و مکاشفات کو وہ درخورِ اعتنا ہی نہیں سمجھتے وہ اس بات پر غور کرنے کی زحمت ہی گوارا نہیں کرتے کہ شاید ان کی باتوں میں کوئی حقیقت مستور ہو۔ لہٰذا ان سے یہ کہنا کہ خوابوں کے کچھ اسباب انسانی نفس میں موجود ہیں تو کچھ اور اسباب ماورائی بھی ہیں' بالکل بے سود ہے۔ کیوں کہ وہ اپنی آنکھوں پر تعصب کی پٹی باندھ کر کسی ایسی حقیقت کو دیکھنا ہی نہیں چاہتے جو ان کی خیالی دنیا سے باہر ہو۔ خواب کی دنیا ایک وسیع دُنیا ہے۔ جس میں پراگندہ خیالی بھی ہے، — خیال آرائی بھی۔ عقل و خرد کے کرشمے بھی ہیں اور جذبات و محبت کی نمائشیں بھی۔ جنت ارضی کے نظارے بھی ہیں اور عذابِ دوزخ کی سوزش بھی نفس کی جذباتی الجھنیں بھی ہیں اور روح کی بلند پروازیاں بھی بلکہ عالمِ بالا سے تعلق کی استواری اور دیدارِ الٰہی بھی — یہ ایک وسیع دُنیا ہے لیکن اس کی وسعتوں کا بیان موجودہ موضوعِ بحث سے راست تعلق نہیں رکھتا۔ یہاں اسی قدر بیان کرنا کافی ہے کہ خواب کا عالم بلّی کے خواب میں چھیچھڑوں تک محدود نہیں۔ اس سے کہیں بڑھ کر وسیع تر عالم ہے۔

پروفیسر جیسٹرو نے فرائیڈ کی زندگی میں ہی یہ فیصلہ سنا دیا تھا کہ:

"فرائیڈ کے نظریات بے بنیاد قیاس آرائیوں کے

Marfat.com

مفروضات پر مبنی ہیں اور اُن سے اخذ کردہ نتائج متعدد ذرائع سے حاصل شدہ شواہد کی بنا پر دریافت شدہ معتبر حقایق کے متضاد ہیں۔ فرائیڈ کی منطق حقیقت کو نظرانداز کرتی، اسے مسخ کرتی اور بے لگام خیال آرائی کے ذریعہ بادی النظر میں قابل فہم باتوں کو لے کر نہایت ہی لغو نتائج نکالتی ہے (صفحہ ۱۷۲) ــــ فرائیڈ نے جو محل تیار کیا ہے ریت پر تیار کیا ہے اور ناقص گارے کے ساتھ تعمیر کیا ہے وہ لوگ جنہوں نے نفسیات کے علم کو ایک بے ربط مجموعہ معلومات سے بلند کر کے سائنس کے محفوظ مقام تک پہنچایا ہے۔ اُن کا کہنا ہے کہ فرائیڈ کے گھڑے ہوئے افسانوں، خیالی داستانوں اور بے بنیاد قیاس آرائیوں کی علم النفس میں کوئی جگہ نہیں ہے۔ جو شور و غوغا فرائیڈ کے نفسیاتی تجزیہ نے بلند کر رکھا ہے اس کے دبتے ہی نفسیاتی تجزیہ کی تحریک ایک کاذب مدعی اور غاصب قرار پا کر ملک بدر کر دی جائے گی۔ اور اس کا نام و نشان بھی باقی نہ رہیگا اگر یہ پیش بینی درست ہے تو عن قریب فرائیڈ کا مسلک عصر سائنس کا درخشاں مغالطہ قرار پائے گا، دانشورانہ معرفت میں عہد جدید کا عظیم سراب[1]،

اور بعد میں آنے والے ماہرین علم النفس نے تصدیق کی کہ یہ پیش بینی

---

[1] FREUD, HIS DREAM AND SEX THEORIES P. 277

Marfat.com

بالکل درست تھی۔ مشہور ڈاکٹر ایچ جے اینک (H. J. EYSENCK) نے اپنی کتاب "نفسیات کے جائز و ناجائز استعمال" میں "نفسیاتی تجزیہ کی خامیاں کیا ہیں" کے عنوان سے ایک مستقل باب لکھا ہے جس میں عالمانہ بحث کے بعد یہ نتیجہ نکالا ہے کہ

"اگرچہ اس کی ممیائی ہوئی نعش کا دیدار اب بھی معتقدین کو کرایا جاتا ہے، لیکن حق یہ ہے کہ انسانی فطرت کی سائینٹفک توجیہہ کا مدعی، نفسیاتی تجزیہ کا خود مکتفی نظام اب بالکل مردہ ہو چکا ہے"۔ ۵۸

دنیا اب فرائیڈ کے نفسیاتی نظریات کی حقیقت سے آگاہ ہو چکی ہے انسانی نفس کو شہوت جنسی کا طوفان مجسم قرار دینے کا نظریہ اب متروک ہو چکا ہے "ننھے کی شہوت" کو اب کوئی تسلیم نہیں کرتا اوڈی پس ڈیفینس افسانوی کردار بن چکا ہے اور نفسیاتی تجزیہ کے بیشتر اصول غلط قرار پائے ہیں۔ فرائیڈ کے بچے کھچے متبعین کی اب غیر سند یافتہ عطائی حکیموں سے زیادہ کوئی وقعت نہیں رہی۔ لیکن اس کے باوجود علم کے لبادے میں جہالت و طغیان کے اس طوفان نے مغربی تہذیب پر گہرے نقوش چھوڑے ہیں۔ اہل مغرب کو روحانی اور اخلاقی قدروں سے محروم کر کے فرائیڈ نے کوئی متبادل تعمیری نظریہ عطا نہیں کیا۔ ہوائے نفس کے جو زود شکست کھلونے اس نے پیش کئے تھے وہ سنجیدہ خیال دانشوروں کو زیادہ دیر لبھا نہ سکے۔ ڈارون اور فرائیڈ سے مایوس ہو کر یہ لوگ ایک

---

۵۸ USES AND ABUSES OF PSYCHOLOGY P. 232

Marfat.com

مرتبہ پھر حیات ونفسیات کی گتھیاں سلجھانے کے لئے پہلی سی تشنہ لبی کے ساتھ صحرائے تجسس میں سرگرداں ہیں ان کی جستجو کس مرحلہ پر ہے۔

ہم نے گذشتہ باب کے آخر میں اس کا ذکر ولیم بک کی کتاب "جدید سائنس اور ماہیئت حیات" کے حوالہ سے کیا تھا کہ

"علم الحیات کے ماہرین آج کل انسانی جسم میں مختلف قسم کے کنٹرولوں کی میکانی شکلوں کے گہرے مطالعہ میں مصروف ہیں۔ لیکن دلچسپی کی بات یہ ہے کہ اس تحقیق کے دو اہم ترین دائروں میں ان کی غیر معمولی اہمیت کے باوجود کچھ بھی پتہ نہیں چلایا جا سکا ——— پہلا دائرہ اس بات کا ہے کہ جنین کے واحد خلیہ سے مزید پیدا شدہ خلیوں میں تقسیم کار کیونکر عمل میں آتی ہے جنین کے واحد خلیہ سے تقسیم کے ذریعہ پیدا ہونے والے نئے خلیئے اپنی عمومی خصوصیات برقرار رکھتے ہوئے کس طرح اپنے اپنے خصوصی فرائض میں از خود مصروف ہو جاتے ہیں کہ کوئی جگر کے خلیوں کوئی اعصاب کے اور کوئی خون کے خلیوں کے فرائض انجام دینے لگتا ہے یہاں تک کہ جنین مکمل بچہ بن جاتا ہے ——— انسانی جسم میں دوسرا دائرہ تحقیق جو ابھی تک ناسفتہ ہی دھرا ہے وہ نظام جسدی کی وحدت ہے جسے سمجھنے سے قاصر رہنے کی بناء پر علماء علم الحیات یہ محسوس کرتے ہیں کہ وہ حیات پر کسی خیال آرائی کے اہل نہیں!" ؎۱

؎۱ MODERN SCIENCE AND THE NATURE OF LIFE P.262

Marfat.com

لیکن تا ایں دم نہ تو واحد خلیۂ حیات سے متفرق المقاصد خلیہ ہائے حیات کی پیدائش اور تقسیم کار کی عقدہ کشائی ہو سکی اور نہ ہی روح کے مفروضہ کے بغیر با مقصد عمل کے لئے تنظیم جسدی کی وحدت اور ہم آہنگی کی کوئی توجیہہ مل سکی۔ کیا روح کے بغیر حیات کی توجیہہ ممکن ہے؟ کیا روح کا تخیل ایک بے بنیاد واہمہ ہے؟ مادہ، توانائی اور روح کی ماہیئت کیا ہے؟ یہ وہ سوال ہیں، اسلامی نظریۂ حیات کے تحت جن سے سابقہ ناگزیر ہے۔ اور جن کی تشفی بخش توجیہہ، حیات بعد الموت اور محاسبۂ اعمال کے اسلامی عقاید پر مستحکم ایمان کے لئے، نہایت ضروری قرار پاتی ہے۔

کہتے ہیں کہ جب انسان نے ہوش سنبھال کر اپنے ماحول کو غور سے دیکھنا شروع کیا تو اس نے کائنات کی تمام موجودات کو تین انواع پر مشتمل پایا۔ بے جان مادہ۔ خالص توانائی اور جاندار مخلوق —— بے جان مادہ کے مشاہدہ اور مطالعہ کے بعد انسان اس نتیجہ پر پہنچا کہ وہ توانائی سے محروم ناقابل تقسیم ذرات سے بنا ہوا ہے اور اگرچہ اس کی لاتعداد شکلیں پائی جاتی ہیں اور اکثر شکلیں ایک دوسرے میں تبدیل بھی ہوتی رہتی ہیں۔ بریں ہم کائنات میں مادہ کی کل مقدار معیّن ہے جس میں کمی بیشی نہیں کی جا سکتی۔ مادہ نہ تو پیدا کیا جا سکتا ہے اور نہ ہی فنا کیا جا سکتا ہے مختلف طبیعی اور کیمیاوی عملوں سے صرف اس کی شکلیں تبدیل کی جا سکتی ہیں۔ توانائی کی نوعیت اگرچہ چنداں سمجھ میں نہ آ سکی تھی بریں ہم اس کا وجود آگ کی تپش، سورج کی روشنی اور گرمی اور بادلوں کی گھن گرج اور چمک

Marfat.com

میں صاف نظر آتا تھا۔ جاندار مخلوق میں انسان نے بہ خوبی دیکھی کہ وہ بے جان مادہ کے برعکس، بالیدگی حاصل کرتی ہے، حرکت کرتی ہے، اپنی مدافعت کرتی ہے، خود اپنی جنس کو پیدا کرتی ہے اور پھر بے حس و حرکت اور بے جان ہو کر سڑے ہوئے مادہ کی شکل میں منتقل ہو جاتی ہے انسان نے یہ نتیجہ نکالا کہ جاندار مخلوق میں نہ نظر آنے والی کوئی ایسی طاقت ہوگی جو اس سے یہ سب کام کرواتی ہے۔ اور جب وہ طاقت نکل جاتی ہے تو جاندار مخلوق بے حس و حرکت ہو کر گلے سڑے مادہ کی شکل اختیار کر لیتی ہے۔ اس طاقت کا نام انسان نے روح حیات رکھا۔ مادہ، توانائی اور حیات کے متعلق انسان کے علم کی یہ پہلی منزل تھی۔

کائنات کے مزید مشاہدہ اور مطالعہ نے انسان کے اس علم میں بنیادی تبدیلیاں کر ڈالیں۔ توانائی کے متعلق انسان کو یہ پتہ چلا کہ وہ مختلف اشکال حرارت، نور، برق، مقناطیسی قوت اور متعدد شعاعی اور لاشعاعی لہروں پر مشتمل ہے۔ اور یہ شکلیں آپس میں تبدیل بھی ہوتی رہتی ہیں۔ لیکن توانائی کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ وہ آزاد شکل میں کہیں نظر نہیں آتی ہمیشہ مادے کے کندھوں پر سوار ہی نظر آتی ہے گویا وہ ایسی مخفی حقیقت ہے جو اپنے وجود کے مظاہرے کے لئے مادہ کی محتاج ہو۔ مادہ کے متعلق انسان پر یہ منکشف ہوا کہ وہ جس ذرے کو حقیر اور ناقابل تقسیم سمجھتا تھا وہ ایک نظام شمسی کا حامل ہے جس میں توانائی کی مختلف وحدتیں مثبت اور منفی برقی قوتیں لئے مصروف طواف ہیں۔ گویا مادہ کی بنیاد برقی توانائی پر ہی رکھی گئی ہے۔ مادہ توانائی ہی کی مرتکز شکل ہے۔ توانائی سے مادہ پیدا بھی کیا جاسکتا ہے اور توانائی میں منتقل ہو کر وہ فنا بھی ہو جاتا ہے

Marfat.com

بلکہ مادہ کی کئی اقسام مختلف رفتار سے توانائی کے ریڈیائی انتشار میں مصروف رہتی ہیں۔ مادہ اور توانائی کے باہمی تعلقات، برق اور کیمیاوی توانائی کے گوناگون کرشموں اور کئی نامیاتی مادوں کی غیر نامیاتی اجزاء سے لیبارٹری میں تیاری کے تجربات نے انسان کو حیات کے متعلق یہ سوچنے پر مائل کیا کہ ذی حیات میں روحِ حیات توانائی کی کوئی مافوق شکل نہیں بلکہ مادہ سے اُلجھنے والی یہی حرارتی، برقی اور کیمیاوی توانائیاں ہی دراصل روحِ حیات ہیں۔ کرشمۂ حیات مادہ اور توانائی کے باہمی عمل اور ردعمل ہی کا نتیجہ ہے۔ کسی مافوق روح کا کوئی وجود نہیں اور حیاتیاتی کیمیا، مادہ اور توانائی کے طریق کار کے عمیق در عمیق علم سے، روح کے مفروضہ کے بغیر ہی کرشمۂ حیات کی مکمل توجیہ ممکن ہونی چاہیئے۔

انسان کے علم کی یہ دوسری منزل تھی۔

لیکن کاروانِ حیات اب کافی آگے بڑھ چکا ہے حضرت انسان اب اپنے علم کی تیسری منزل میں داخل ہے اس نے ایٹم کا کلیجہ چیر کر کائناتی توانائی کے ارتکاز کو تجربات سے ثابت کر دکھایا ہے وہ مادہ کو توانائی میں مسلسل تبدیل کر کے چاند اور سیاروں کے گرد چکر کاٹنے لگا ہے۔ وہ پورے اعتماد کے ساتھ اس بات پر تلا ہوا ہے کہ اسی کائناتی توانائی اور اسی کائناتی مادہ کے عمل اور ردعمل سے روح کے مفروضہ کے بغیر ہی کرشمۂ حیات کی مکمل توجیہ ثابت کر دکھائے گا۔

لیکن وہ اس کوشش میں کبھی کامیاب نہ ہو سکے گا!

کیوں؟

Marfat.com

اس لئے کہ وہ توانائی جو کرشمۂ حیات کی ضامن ہے، عام کائناتی توانائی نہیں۔ایک علیحدہ قسم کی مخصوص توانائی ہے۔عام کائناتی توانائیوں سے اس کا ممتاز ہونا اظہر من الشمس ہے لیکن سائنس دان محض ہٹ دھرمی کی وجہ سے مندرجہ ذیل بدیہی حقایق کے نتائج سے گریز کرتے ہیں۔

۱۔ مادے کی ہر مخصوص شکل کے لئے اس کے اپنے علیحدہ مخصوص خواص معین ہیں۔اور اِن خواص کا ایسا مظاہرہ کہ ان سے سرِ مو تجاوز نہ ہو مادے کی اس مخصوص شکل کا اضطراری فریضہ ہے مادے کی تمام شکلیں خواہ وہ کسی بھی ماحول سے دوچار ہوں اپنے اپنے خواص کے مظاہرہ پر ہی مجبور ہیں اور اس قانون کی سختی سے پابند ہیں۔

۲۔ توانائی کی مختلف شکلیں بھی اپنی اپنی مخصوص خاصیتوں کی پابند ہیں اور انہی کے مظاہروں میں شب و روز مصروف۔وہ ان میں سرِ مُو تجاوز نہیں کرسکتیں۔

۳۔ انسانی خلیۂ حیات مادے اور توانائی کا ہی مرکب کرشمہ ہے بظاہر اُسی مادے کا جس کے مختلف اشکال دنیا میں موجود نظر آتے ہیں اور اُسی توانائی کا جس کی مختلف شکلیں ہم کائنات میں دیکھ رہے ہیں۔لیکن اس خلیہ کے چند ایسے خواص ہیں جو نہ تو مادے کی تمام معلوم شکلوں میں سے کسی شکل یا اشکال میں پائے جاتے ہیں اور نہ ہی توانائی کی تمام معلوم شکلوں میں سے کسی شکل یا اشکال سے سرزد ہوسکتے ہیں اس مشاہدہ کا لامحالہ یہی نتیجہ نکالا جاسکتا ہے کہ یا تو

(الف) خلیئے کا مادہ عام کائناتی مادے سے مختلف اور جدید مخصوص خواص کا حامل ہے یا

Marfat.com

(ب) اس کی توانائی عام کائناتی توانائی سے مختلف اور جدید مخصوص خواص کی حامل ہے یا

(ج) اس کا مادہ اور اس کی توانائی تو دونوں کائناتی مادہ اور کائناتی توانائی ہی ہیں لیکن اُن کے علاوہ کوئی انوکھی سی مزید توانائی بطور اضافہ اس میں موجود ہے جو مشاہدہ کردہ جدید خواص کا باعث ہے اور اس انوکھی مزید توانائی کا طریق عمل بالکل نرالا مگر متعین ہے۔

مشاہدہ بتلاتا ہے کہ پہلی شکل درست نہیں۔ ماں کے پیٹ میں استقرار حمل کا واحد خلیۂ حیات اسی کائناتی مادہ سے بنا اسی کائناتی مادہ سے پرورش پا کر جنین ہوا، اسی کائناتی مادہ سے مکمل ہو کر بچہ کی شکل میں نمودار ہوا۔ پھر اسی کائناتی مادہ پر مبنی غذا، پانی اور ہوا سے پرورش پا کر بڑھتا جوان ہوتا اور نطفہ حیات پیدا کرتا چلا گیا۔ اس لئے یہ کہنا کسی حال درست نہیں کہ خلیۂ حیات کا مادہ غیر کائناتی ہے۔ مادۂ خلیۂ حیات بھی کائناتی مادہ ہے۔ انسان کا مشاہدہ اور سائنس کی تحقیق دونوں ہی اس کی تصدیق کرتے ہیں۔ خلیۂ حیات کا کیمیاوی تجزیہ یہی بتلاتا ہے کہ وہ کائناتی مادہ سے ہی مرکب ہے۔ البتہ خلیۂ حیات میں اسی کائناتی مادہ کی مخصوص شکلیں نرالی اور ایسی ہیں جو غیر حیاتیاتی اشکال میں نہیں پائی جاتیں۔ مادہ چونکہ وہی ہے اور شکلیں چونکہ نرالی ہیں لہٰذا شکلوں کے اس تنوع کا باعث کوئی جدید مادہ نہیں بلکہ کوئی اور شے ہے۔

خلیۂ حیات میں کام کرنے والی مختلف توانائیوں کے اعمال کا تجزیہ ہمیں بتلاتا ہے کہ کچھ اعمال تو ایسے ہیں جو اسی کائناتی توانائی کی مختلف اشکال سے سرزد ہوتے ہیں لیکن کچھ اعمال ایسے بھی ہیں جو کائناتی توانائی سے سرزد

Marfat.com

نہیں ہو سکتے بلکہ یہ خلیاتی توانائی سے سرزد ہو رہے ہیں مثلاً خلیوں کا بترتیب عملِ اطاعت سے اپنی تعداد بڑھانا، تمام خلیوں میں کروموسوم کی مکمل جوڑیاں بننا، لیکن مادہ تولید کے خلیوں میں کروموسوم کی واحد لڑیاں بننا، تیار شدہ مادہ تولید کے خلیوں کے ملاپ سے یہ مکمل جوڑیاں تیار ہو جائیں۔ جنین کے واحد خلیہ سے یکساں خلیوں کا پیدا ہو کر مختلف المقاصد خلیوں میں تقسیم ہونا، تخلیق کے پروگرام اور ماحول کے تقاضوں کے مطابق خلیوں کی تقسیم کی رفتار کا کم و بیش ہوتے رہنا، اپنے اپنے پروگرام کے مطابق تکمیل تخلیق کے مراحل یوں طے پائیں کہ دل تو چند ہفتوں میں تیار ہو کر مصروف عمل ہو جائیں، پھیپھڑے پیدائش کے بعد ہی اپنا کام شروع کریں اور شہوت جنسی کے غدود سن بلوغت تک کارکردگی کے قابل ہی نہ ہوں ــــ یہ تمام امور ہمیں نتیجہ اخذ کرنے پر مجبور کرتے ہیں کہ خلیۂ حیات میں عام مادہ اور عام توانائیوں کے علاوہ ایک مخصوص قسم کی توانائی بھی روبکار ہے جو ان صلاحیتوں کی حامل ہے جن سے عام کائناتی توانائی کی تمام شکلیں عاری ہیں۔

مادہ کی کسی شکل اور توانائی کی کسی نوعیت میں یہ صلاحیت اور خصوصیت موجود نہیں کہ وہ مادہ اور توانائی کی کسی ترتیب سے وہ شے پیدا کر سکیں جو نمو اور بالیدگی پر قادر ہو، خود اختیاری حرکت کر سکے، اپنی مدافعت کی صلاحیت رکھتی ہو اپنی جنس بھی پیدا کر سکے اور تمام جسدی نظام کو نظم و ضبط کی وحدت میں برقرار رکھ سکے یہ شے اس وقت تک پیدا نہیں ہو سکتی جب تک دیئے سے دیا جلانے والی شمع حیات اپنا خمیر منتقل نہ کرے حیاتیاتی توانائی کی خصوصی نوعیت کا اس سے بڑھ کر اور

Marfat.com

کونسا ثبوت درکار ہے۔ کائنات کی متعدد دوسری توانائیوں کی طرح اس مخصوص توانائی کے وجود کا اقرار، جو رات دن اپنے شواہد کا مظاہرہ کر رہی ہے بار خاطر کیوں ہے؟

دانش مغرب کا، روح کے ان خواص سے انکار تو قابلِ فہم ہے جو عوام میں بیان کئے جاتے ہیں لیکن یہ بات عقل و فہم سے بالکل ہی بعید ہے کہ کائنات کی دوسری توانائیوں، نور، برق، اور حرارت کی طرح قوتِ حیات کی بھی ایک علیحدہ توانائی ہو جس کی خاصیت یہ ہے کہ مادہ میں نفوذ کے بعد وہ اس میں خواصِ حیات کا مظاہرہ کرتی ہے اور جس کا موصل واسطہ صرف توریثی نطفہ ہوا کرتا ہے کیوں نہ تسلیم کر لیا جائے۔ ضروری نہیں کہ اس توانائی کو مافوق سمجھا جائے اور نہ ہی یہ ضروری ہے کہ اس سے ایسے خواص منسوب کئے جائیں جو متحقق نہیں۔ لیکن جس قدر متحقق اور مسلمہ ہے اُسے ماننے میں عار کیا ہے؟

کائنات کی دیگر توانائیوں، حرارت نور اور برق کی طرح اسی کائنات میں ایک حیاتیاتی توانائی بھی موجود ہے جو کائنات سے زیادہ مافوق نہیں جو مادہ میں نفوذ کر کے اس میں ایسے جدید نامیاتی مرکب بناتی ہے جو خلیوں کی شکل اختیار کرتے ہیں۔ یہ توانائی نہ تو علیم ہے نہ قدیر اور نہ ہی مدبر الاّ لیکن جس طرح توانائی کے دوسرے اقسام کو چند خصوصی خواص عطا ہوئے ہیں اس توانائی کو بھی گنتی کے وہ چند خواص عطا ہوئے ہیں جو خواصِ حیات کہلاتے ہیں یعنی نمو و بالیدگی کی صلاحیت، خود ارادی حرکت کی اہلیت خود حفاظتی عمل کی توفیق، نسل کشی کی صلاحیت اور نظام جسدی کے نظم و ضبط کی اہلیت۔ کائنات کی دوسری توانائیوں کی اس خصوصیت کی طرح

Marfat.com

کہ وہ بالذات منفرد نظر نہیں آتیں بلکہ مادہ کے کندھوں پر سوار ہی نظر آتی ہیں اور اپنے موصل واسطوں ہی میں نمودار ہوتی ہیں۔ حیاتیاتی توانائی کی بھی یہ خصوصیت ہے کہ وہ کائنات میں منفرد بالذات کہیں بھی موجود نہیں اور نہ ہی عام مادے کے کندھوں پر سواری کرتی ہے اپنے مخصوص موصل واسطہ ہی میں رہتی ہے۔ دوسری کائناتی توانائیوں کی طرح ایک مادی وجود سے دوسرے مادی وجود میں اپنے مخصوص موصل واسطہ ہی سے پہنچتی ہے۔ اس کا موصل واسطہ اس کا اپنا ہی بنایا ہوا تولید نسل کا نطفہ ہوا کرتا ہے۔ یہ چند سادہ حقایق دن رات کا ذاتی مشاہدہ ہیں جنہیں ہر متنفس خود دیکھتا ہے یہ قیاس آرائی سے مبرا اور خوش عقیدگی سے پاک ہیں۔

ان حقایق کے مشاہدہ کے باوجود اگر دانشوران مغرب یہ کہیں کہ نہیں۔ حیاتیاتی توانائی کا علیحدہ کوئی وجود نہیں۔ کائنات کی دوسری توانائیاں ہی مل کر مادہ میں حیات پیدا کر سکتی ہیں تو ایسے دعویٰ کا ثبوت انہی کے ذمہ ہے۔ اور وہ ثبوت پیش کرنے سے قاصر ہیں۔ اگر مادہ اور کائنات کی دیگر توانائیوں کے ملنے سے حیات کی نمود ممکن ہوتی تو نہ صرف کائنات کے کسی گوشہ اور تاریخ کے کسی دور میں اس کا مشاہدہ ممکن ہوتا بلکہ اب تک تجربہ گاہوں میں غیر نامیاتی مادہ اور کائناتی توانائی سے حیات پیدا کی جا چکی ہوتی۔

کائنات کی دیگر توانائیوں اور مادے کے الٹ پھیر سے انسان آج تک حیات کا پرکاہ بھی نہ بنا سکا۔ اسے خود اعتراف ہے کہ خمیر حیات کی مدد کے

بغیر کوئی حیاتیاتی مادہ تیار نہیں کیا جا سکتا۔ وہ صرف اسی بات پر اترکے پھرتا ہے کہ اس نے مردہ جڑی بوٹیوں کے چند نامیاتی عروق تجربہ گاہوں میں تیار کر لئے یا صدیوں مدفون کوئلوں سے حاصل شدہ چند نامیاتی مرکبات کے مماثل مرکبات، غیر نامیاتی مادوں سے کارخانوں میں بنا ڈالے۔ لیکن حیات کے فضلے، جڑی بوٹیوں کے ڈھیر اور کوئلے کے مرکبات کو خود حیات سے کیا رشتہ۔ یہ تسلیم کرنے سے کسی حال مفر نہیں کہ باعثِ حیات ایک مخصوص قسم کی توانائی (VITAL FORCE) ہے جس کے چند عجیب و غریب لیکن متحقق اور واضح خصائص ہیں اور ان خصائص کا ظہور کائنات کی دوسری توانائیوں سے ممکن نہیں اس وائٹل فورس (VITAL FORCE) سے اکثر سائنس دانوں کو للّٰہی بغض ہے، ایک چڑھ سی ہے نہ معلوم کیوں لیکن کیا کیا جائے وہ بہر طور وائٹل فورس ہی ہے کائنات کی دوسری توانائیوں میں سے کوئی توانائی نہیں جس طرح کائنات کی دوسری توانائیاں مادہ پر مسلط ہو کر اس میں رد و بدل پیدا کرتی ہیں یہ وائٹل فورس بھی مادہ اور دیگر توانائیوں دونوں پر مسلط ہو کر اپنے مطلب کے مطابق انہیں استعمال کیا کرتی ہے۔ یہ نہ خالق ہے نہ عالم نہ قادر اور نہ مدبّر الامر لیکن اسے اپنے محدود دائرہ کے اندر تخلیقی قوتیں بھی عطا کی گئی ہیں تدبیری صلاحتیں بھی، اور حسبِ ضرورت قدرت بھی۔

تدبیرِ الٰہی کی چھوٹی چھوٹی ڈبیاں مادہ کے ہر سالمہ میں بھی مستور ہیں اور جسدِ حیات کے ہر خلیہ میں بھی سالمہ (ATOM) میں مقید تدبیرِ الٰہی کی ڈبیوں میں مثبت و منفی برق پاروں کو طوافِ ابدی کا ایک ہی حکم

Marfat.com

ملا ہے جسے وہ مسلسل بجالا رہے ہیں۔لیکن خلیوں (LIFE CELLS) کے اندر تدبیر الٰہی کی کروموزوم کی ڈبیوں میں مقید جینز (GENES) جو مادی مرکبات ہی سے تخلیق کئے گئے ہیں اور جو کائناتی برق پاروں ہی سے متحرک و مصروف عمل کئے گئے ہیں انہیں پیچیدہ تر احکام نافذ کئے گئے ہیں انہیں کبھی ایک عمل میں مصروف ہونا ہوتا ہے کبھی اس سے رُک کر دوسرے عمل میں اور کبھی تیسرے عمل میں۔تعین اوقات اور تبدیلئ فرائض کا کام نہ تو مادہ انجام دے سکتا ہے نہ ہی کائناتی توانائی کی قوتیں۔یہ کام صرف مخصوص حیاتیاتی توانائی (VITAL FORCE) کا ہی ہے۔تعین فرائض کے بعد جینز کا مادہ اپنی کیمیاوی اور برقی قوت کی مدد سے مصروف کار ہو جاتا ہے جب تبدیلی فرائض کی ضرورت پڑتی ہے تو وائیٹل فورس اپنی صلاحیت خداداد سے دخیل ہو کر یہ کام انجام دیتی ہے اور جینز نئے فرض کی تکمیل میں لگ جاتے ہیں پھر مناسب وقت پر وائیٹل فورس تیسرے کام کا حکم نافذ کرتی ہے۔یہ وائیٹل فورس کیمیاوی و برقی توانائی کی طرح جسم کے ہر خلیے میں موجود اور مصروف عمل ہے۔تمام عملیات کے کنٹرول سنٹرز کو یہی منظم رکھتی ہے تنظیم جسدی کی وحدت کو قائم رکھنا بھی اسی کا کام ہے۔رحم مادر میں خلیہ اولین کو خصوصی احکام جاری کرنا بھی اسی کا کارنامہ ہے۔جنین کے ابتدائی متفرق خلیوں میں کام کی ایسی تقسیم کہ کچھ خلیۓ خون، کچھ ہڈیاں اور کچھ دل وجگر کے مخصوص نوعیت والے خلیوں کی تخلیق کرنے لگیں، یہ سب صلاحیتیں اسی وائیٹل فورس کی ہی ہیں۔یہ سب کام نہ تو مادہ کے بس کا روگ ہے اور نہ ہی کائناتی توانائی کا۔یہ ایک مخصوص منصب ہے جو اس مخصوص حیاتیاتی توانائی کے سپرد کیا

Marfat.com

گیا ہے۔ لیکن یہ یاد رہے کہ تکمیل فرائض کی یہ تمام صلاحیتیں اختیاری نہیں اضطراری ہیں اُسی طرح اضطراری جس طرح آگ کا کام جلنا ہے اور پانی کا کام بجھانا جس طرح ہائیڈروجن کا کام جلنا ہے اور برف کا کام سردی پہنچانا جس طرح مادہ اور دیگر کائناتی توانائیاں اضطراری طور پر مصروف فرائض ہیں اسی طرح حیاتیاتی توانائی بھی مصروف فرائض ہے۔ اس بات سے بے خبر کہ اس کے فرائض کیا ہیں، لیکن خلقی اور اضطراری طور پر مصروف محض۔

الغرض حیاتیاتی توانائی کائنات کی دیگر توانائیوں کی طرح توانائی ہی کی ایک قسم ہے جو اپنی ماہیت کے لحاظ سے دیگر توانائیوں سے کچھ زیادہ مختلف نہیں لیکن نوعیت کے لحاظ سے یوں مختلف ہے کہ دوسری توانائیوں کے مقابل اس کے فرائض زیادہ پیچیدہ اور زیادہ اہم ہیں اس کا دائرہ عمل بھی مخصوص ہے اور طریق کار بھی مخصوص اور یہ اپنے دائرہ عمل میں مادے اور دیگر توانائیوں سے کام لیا کرتی ہے۔

یہ حیاتیاتی توانائی کہاں سے آئی کس طرح عمل کرتی ہے اور اس کے خصائص کیا ہیں اس کا مطالعہ دلچسپی سے خالی نہیں دانشوران مغرب اس مطالعہ کی طرف اس وجہ سے توجہ نہیں دے سکے کہ وہ اس کے وجود خصوصی ہی کے منکر ہیں۔ لیکن قرآن پاک نے قوت حیات کے مبداء طریق کار اور خواص پر کافی روشنی ڈالی ہے۔

عقل یہی قیاس کرتی ہے کہ کائنات میں قدرت نے جب حیات کی ابتداء کی ہوگی تو پہلے حیات کے خلیۂ اول کا مادی ڈھانچا بنا کر اس میں حیاتیاتی توانائی نافذ کی ہوگی۔ پھر یہ واحد خلیہ حیات حیاتیاتی توانائی سے مسلح ہو کر

Marfat.com

بڑھنے اور کم وبیش اسی طرح پیکر انسانی کی پوری شکل اختیار کرنے لگ گیا ہوگا جس طرح انسانی بچہ اب بھی تکرار تولید کرتا رہتا ہے۔ قرآن پاک میں بھی یہی بتلایا گیا ہے کہ خدائے قادر وحکیم نے انسان کو مادہ ارضی سے خلیائی وتھڑے کی شکل میں ہی پیدا فرمایا۔

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ مِنْ حَمَاٍ مَسْنُوْنٍ (پارہ ۱۴ رکوع ۲)

ہم نے انسان کو کھنکھناتی مٹی کے خمیر آلود سڑے گارے سے پیدا کیا۔

مادہ کے خمیر آلود خاکی گارے سے انسانی خلیہ حیات کی تعمیر کر کے خدائے قدوس نے اس میں حیاتیاتی توانائی داخل فرمائی۔

وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰئِكَةِ اِنِّیْ خَالِقٌ بَشَرًا مِّنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ فَاِذَا سَوَّیْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِیْنَ (پارہ ۱۴ رکوع ۳)

اور جب آپ کے رب نے ملائکہ سے فرمایا کہ میں کھنکھناتی مٹی کے خمیر آلود سڑے گارے سے انسان پیدا کرتا ہوں جب میں اسے ٹھیک ٹھاک درست کر کے اس میں اپنی روح پھونک دوں تو تم سب اس کی کار اجرائی کے لئے مصروف عمل ہو کر اس کی فرمانبرداری میں جھک جانا۔

ثُمَّ سَوّٰىهُ وَنَفَخَ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِهٖ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ

پھر خدا تعالے نے اسے ٹھیک ٹھاک درست کر کے اس میں اپنی روح پھونکی اور اس طرح تمہارے

Marfat.com

وَالۡاَ فۡـئِدَۃ ؕ — لئے کان آنکھیں اور دل بنائے گئے۔ یعنی آلات جذبات و مشاہدہ سے تمہیں مسلح کیا گیا۔

(پارہ ۲۱ رکوع ۱۴)

قرآن کریم میں حیاتیاتی توانائی کو روح انسانی سے کہیں موسوم نہیں کیا گیا بلکہ اسے خدا تعالےٰ نے اپنی روح قرار دیا ہے —— خدا تعالےٰ ہمیں اس روح اللہ کی تقدیس کی توفیق عطا فرمائے —— روح کا لفظ قرآن پاک میں اٹھارہ مرتبہ آیا ہے۔ بارہ مرتبہ فرشتہ روح القدس کے لئے، تین مرتبہ پیدائش آدم کے موقعہ پر اور تین مرتبہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کے ضمن میں جو بن باپ وجود میں آئے تھے۔ انسانی قوتِ حیات یہی روح اللہ ہے۔ جو آدم اول میں نفخ کی گئی اور تمام بنی نوع انسان میں جاری و ساری ہے اور یہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے حضرت مریمؑ میں نفخ کی گئی۔ عیسائیوں نے حضرت عیسےٰ علیہ السلام کو حامل روح اللہ ہونے کی وجہ سے ممتاز قرار دیا، حالانکہ اس روح اللہ کا حامل ہر فرد بشر ہے۔ اسی لئے خدا تعالےٰ نے فرمایا

لَقَدۡ خَلَقۡنَا الۡاِنۡسَانَ فِیۡۤ اَحۡسَنِ تَقۡوِیۡمٍ ؕ — ہم نے انسان کو خوبصورت سانچے میں ڈھال کر اس کے بقاء و قیام کا احسن ترین انتظام فرمایا ہے

(پارہ ۳۰ رکوع ۲۰)

الغرض حیاتیاتی توانائی وہ روح اللہ ہے جو آدم اول میں نفخ کی گئی اور توالد و تناسل کے ذریعہ ہر انسان کے جسم میں سرایت کرتی چلی آئی ہے۔ ایک معین وقت کے لئے ایک محدود دائرہ حیات میں یہ "روح اللہ" صفاتِ تخلیق و بقاء سے متصف کی گئی ہے۔ اسی لئے اسے "امر اللہ" سے

Marfat.com

ممتاز قرار دیا گیا ہے۔ کائنات کے تمام کرشمے خدا تعالےٰ کے حکم ہی سے وجود میں آتے ہیں یعنی "امر اللہ" سے، "کن" کے فرمان الٰہی سے۔ لیکن تمام کائناتوں کے مادوں اور توانائیوں سے یہ ممکن نہیں کہ صفاتِ حیات کا مظاہرہ کرسکیں اس کا راز اسی بات سے کھلتا ہے کہ حیاتیاتی توانائی کی تخلیق خدائے پاک نے "کن کے فرمان" سے نہیں[1] بلکہ "روح اللہ کے نفخ" سے فرمائی۔ اسی لئے قرآن پاک میں فرمایا گیا ہے کہ

---

[1] یسئلونک عن الروح۔ قل الروح من امر ربی وما اوتیتم من العلم الا قلیلا (پارہ ۱۵ رکوع ۱۰) (اے نبی آپ سے لوگ الروح کی بابت دریافت کرتے ہیں آپ ان سے کہ دیجئے کہ الروح "امر ربی" سے ہے میرے رب کے حکم سے ہے اور اس بارے میں جس قدر علم تمہیں دیا گیا ہے وہ بہت تھوڑا ہے) اس آیت کریمہ میں جس "الروح" کا ذکر ہے وہ "روح القدس" جبرئیل امین، حامل وحی ہیں نہ کہ حیاتیاتی توانائی یا روح اللہ۔ جبرئیل امین "امر ربی" سے پیدا کئے گئے۔ اور ان کا کام یہ ہے کہ نزول وحی کے ذریعہ ان علوم ربانی اور امور غیبی کو انبیاء تک پہنچائیں جن علوم وامور تک علم ظاہر کے سرچشموں یعنی خواس خمسہ کی دسترس نہیں۔ آیت کا اگلا حصہ اسی بات کا ثبوت ہے کہ یہاں روح القدس کا ذکر ہے جہاں فرمایا گیا کہ روح القدس کے متعلق تمہاری معلومات بے حد محدود ہیں اور محدود ہی رہیں گی کیونکہ ان سے متعلق معلومات کا دار ومدار تو وحی الٰہی پر ہی ہے جو ان کے ذریعہ نازل ہوتی ہے اور جس میں ان کے متعلق بقدر ضرورت ہی بتلایا گیا ہے لیکن روح القدس کے مقابلہ میں روحِ حیات کے صفات وخواص سے متعلق

(بقیہ اگلے صفحہ پر)

Marfat.com

اَنَّ اللّٰہَ یَحُوۡلُ بَیۡنَ الۡمَرۡءِ وَ قَلۡبِہٖ ۔ (پارہ ۹ رکوع ۱۷)

اللہ تعالیٰ انسان کے وجود اور اس کے دل کے درمیان موجود ہیں ۔

وجود انسانی اور بقاء حیات کے درمیانی رشتہ کو حرکتِ قلب سے لازم و ملزوم قرار دینا گذشتہ چند صدیوں کی دریافت ہے ۔ لیکن قرآن پاک نے اس رشتہ کی وضاحت چودہ سو سال قبل ہی فرمادی تھی ۔ بقائے حیات کا حرکت قلب سے لزوم اسی لئے ہے کہ "روح اللہ" یعنی حیاتیاتی توانائی انسان کے مادی وجود میں اپنی کارکردگی کو برقرار رکھنے کے لئے فراہمی آکسیجن کی محتاج ہے اور چونکہ فراہمی آکسیجن حرکتِ قلب سے لازم و ملزوم ہے اسی لئے روح اللہ کی جسم انسانی میں کارکردگی بھی حرکت قلب سے لازم و ملزوم ہے اور اسی لئے فرمایا گیا کہ خدا تعالیٰ یعنی روح اللہ انسان کے وجود

(بقیہ پچھلے صفحہ کا)

انسانی معلومات وافر ہیں اور ان میں اضافہ بھی ہوتا رہتا ہے اور انسانی تجسس و تحقیق سے اس میں مزید اضافے کے امکان بھی موجود ہیں ۔ لیکن یہ روح القدس بھی ہیں جن کے متعلق ہماری معلومات بے حد محدود ہیں اور محدود ہی رہیں گی ۔

آدم اول میں جو "حیاتیاتی توانائی" نفخ کی گئی وہ تو قرآنی وضاحت کے مطابق "روح اللہ" تھی ۔ لیکن حیات کے دوسرے مظاہرے حیوان ، چرند پرند نباتات اور جراثیم وغیرہ بھی "روح اللہ" کے ہی حامل ہیں یا "امر اللہ" کے مخصوص کرشمے ہیں یہ ہماری موجودہ بحث سے متعلق نہیں اور اس کا بیان بھی غیر ضروری طوالت کا باعث ہوگا ۔

Marfat.com

اور اس کے قلب کے درمیان ایک لازم و ملزوم رشتہ کی مانند حائل ہیں اور اس رشتہ کی شکست موت کا باعث ہوتی ہے۔ حیاتیاتی توانائی کو روح اللہ قرار دینا اور پھر اُسے اپنی ذات اقدس سے موسوم کرنا ظاہر کرتا ہے کہ خدا تعالےٰ حیاتیاتی توانائی کو کائناتی توانائی سے ممتاز قرار دیتے ہیں

روح اللہ کی حیاتیاتی توانائی جب نطفہ انسانی میں داخل ہوتی ہے تو علم و تجربہ سے محروم خواصِ حیات کی اضطراری صلاحیتوں ہی کی حامل ہوتی ہے۔ لیکن جب جنین مراحلِ تولید مکمل کر کے آلات جذبات و مشاہدہ سے مسلح ہو کر اپنی انفرادی وحدت لئے ہوئے بچہ کی شکل میں پیدا ہوتا ہے تو روح اللہ کی حیاتیاتی توانائی، ماحول، مشاہدہ اور تجربہ کے تاثرات کی حامل بن کر "نفس" کہلانے لگتی ہے۔ قرآن کریم میں انسانی افراد کو "نفوس" سے ہی موسوم کیا گیا ہے روح اللہ نہیں کہا گیا۔ روح اللہ حیاتیاتی توانائی کی ایک مسلسل حالت ہے جو تمام بنی نوع انسان میں نافذ ہے لیکن جب یہ کسی ایک نطفہ انسانی کی وحدت میں مقید ہو کر اپنے مخصوص ماحول میں کارفرما ہونے لگتی ہے تو "نفس" کی انفرادی کیفیت کا آغاز ہوتا ہے جس طرح دریا کے وسیع دھارے میں پانی کے قطرات اپنی انفرادیت کو متعین نہیں کر سکتے۔ لیکن اس سے علیحدہ ہو کر قطراتِ آب کہلانے لگتے ہیں اسی طرح روح اللہ کی حیاتیاتی توانائی کے دھارے میں سے "نفوس" کی وحدتیں علیحدہ ہوتی رہتی ہیں۔ "نفس" کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ حیاتیاتی توانائی کا خام مادہ ہی نہیں رہتا بلکہ جذبات و شعور کے آلات سے مسلح ہو کر وہ ماحول، تجربہ اور مشاہدہ کے اثرات قبول کرنے لگ جاتا ہے اس طرح وہ اچھی یا

Marfat.com

بڑی ایک تربیتی کیفیت سے دوچار ہوتا ہے اور حیاتیاتی توانائی کی اضطراری صلاحیتوں کا حامل ہونے کے علاوہ شعوری اور اختیاری افعال و اعمال کا مصدر بھی بننے لگ جاتا ہے۔

"نفس" کی اس تربیتی کیفیت کے مختلف مراحل ہیں۔

ماحول و مشاہدہ کی تربیت کا پہلا مرحلہ "نفس امارہ" کہلاتا ہے اس دور میں انسان جذبات کو مرغوب کھلونے سمجھتا اور ان میں محو ہو جایا کرتا ہے۔ جذباتی لذتوں سے بے حد محظوظ ہوتا اور جذباتی آلام سے بہت متاثر ہوتا ہے۔ جذبات کی نوعیت سمجھنے کی کوئی کوشش نہیں کرتا اور نہ ہی ان میں توازن و اعتدال پیدا کرنے کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ شخصیت کی تعمیر کے لئے جذبات کو معاون قوتیں سمجھنے کی بجائے خود ان ہی کو مقصد حیات سمجھ بیٹھتا ہے اور بالکل جذبات کا غلام بن کر رہ جاتا ہے قرآن کریم نے اسی حالت کی طرف متوجہ کرتے ہوئے فرمایا!

اَفَرَءَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ	آپ نے دیکھا اس شخص کی کیا
اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ	حالت ہوتی ہے جو ہوائے
(پارہ ۲۵ رکوع ۱۹)	نفس کو اپنا معبود بنا لیتا ہے؟

اس میں کسے شک ہے کہ انسانی جذبات نہایت قوی محرکات عمل ہوتے ہیں اور اگر انہیں متوازن رکھنے کی کوشش نہ کی جائے تو وہ انسان کو اپنا غلام بنا کر اسے غیر صحت مند راستوں پر چلانے لگتے ہیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے جذبات کی اسی حالت کو پیش نظر رکھ کر فرمایا۔

وَمَآ اُبَرِّئُ نَفْسِیْ اِنَّ	میں اپنے نفس کو بری الذمہ قرار
النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌ	نہیں دیتا نفس بے شک برائیوں

Marfat.com

بِالسُّوٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیْ ۔ (پارہ ۱۳ رکوع ۱) پر اُبھارتا ہے بجز اس کے کہ میرا رب اپنا رحم فرمائے۔

رحمت رب کی صورت یوں ہوا کرتی ہے کہ اُن لوگوں کی زندگی میں بھی جو جذبات کا کھلونا بنے رہتے ہیں کبھی کبھی ایسے لمحات آجاتے ہیں جب وہ معاشرے کے تقاضوں سے مجبور ہو کر اجتماعی مفاد کے نقطہ نظر سے سوچنے لگ جاتے ہیں اس وقت اُن کا نفس انہیں جذبات کا غلام بنے رہنے پر ملامت کرتا ہے اور وہ اپنے اعمال و افعال کو تنقیدی نظر سے دیکھنے لگتے ہیں اور جہاں خود کو غلطی پر پاتے ہیں۔ اُسے تسلیم کرتے ہیں۔ تنقید و ملامت کی اس ضرورت کو محسوس کرنا ایک انقلابی قدم ہے اور جب انسان یہ قدم اُٹھاتا ہے تو گویا وہ "نفس امّارہ" کے حدود سے باہر نکل کر "نفس لوّامہ" کی طرف بڑھنے کی آرزو کرتا ہے۔ اور ایک نئے تربیتی دور میں داخل ہونے لگتا ہے۔ بصیرت کے انہی لمحات کو تھوڑی سی کوشش کے ذریعہ طویل کرتے چلے جانے سے، جلد ہی ہمیں اپنی ذات میں ایک خفتہ صلاحیت بیدار ہوتی نظر آنے لگتی ہے جسے ہم "ضمیر" کے نام سے موسوم کیا کرتے ہیں۔

"نفس لوّامہ" کا تربیتی دور ضمیر کی خفتہ صلاحیتوں کو اجاگر کرتا، شخصیت کو متوازن بنیادوں پر استوار کرتا اور انسان کو کسی مقصد حیات کی تلاش پر آمادہ کرتا ہے۔ اگر ضمیر کی آواز یا نفس لوّامہ کی تنقید پر مناسب توجہ دی جاتی رہے تو جلد ہی انسان کائنات پر غور و فکر کرنے میں مبتلا ہو جاتا ہے اور مقصد تخلیق کو ڈھونڈ نکالنے کے پیچھے پڑ جاتا ہے۔

"نفس لوّامہ" کی اس حالت کا بیان قرآن کریم میں یوں فرمایا گیا ہے۔

Marfat.com

لَاۤ اُقۡسِمُ بِیَوۡمِ الۡقِیٰمَۃِ
وَلَاۤ اُقۡسِمُ بِالنَّفۡسِ
اللَّوَّامَۃِ اَیَحۡسَبُ
الۡاِنۡسَانُ اَلَّنۡ نَّجۡمَعَ
عِظَامَہٗ بَلٰی قٰدِرِیۡنَ
عَلٰۤی اَنۡ نُّسَوِّیَ بَنَانَہٗ
بَلۡ یُرِیۡدُ الۡاِنۡسَانُ
لِیَفۡجُرَ اَمَامَہٗ یَسۡـَٔلُ
اَیَّانَ یَوۡمُ الۡقِیٰمَۃِ
(پارہ ۲۹ رکوع ۱۷)

یوم قیامت کی قسم اور نفس لوامہ
کی قسم کیا انسان یہ سمجھتا ہے کہ ہم
اس کی ہڈیاں جمع نہ کرسکیں گے؟
بے شک ہم اس پہ قادر ہیں کہ
اس کی انگلیوں کی پوریں تک
درست کردکھائیں۔ انسان نفس
پرست بن کر چاہتا تو یہ ہے کہ
برائیاں ہی کرتا چلا جائے لیکن
مکافات عمل سے بچنے کے لئے
قیامت کا منکر بن کر پوچھتا یہ ہے
کہ قیامت کب ہوگی!

اللہ پاک جب مختلف چیزوں کی قسم کھاتے ہیں تو مقصد یہ ہوتا ہے کہ ان مخصوص چیزوں کو بطور دلیل پیش کیا جائے مندرجہ بالا آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ مکافاتِ عمل کا تقاضا اور تنقیدی نفس کی اندرونی آواز دونوں ہی اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ قیامت اور محاسبۂ اعمال ناگزیر اور برحق ہیں۔ اور انسان کے انکار کی اصل وجہ یہ نہیں کہ قیامت، حشر ونشر اور محاسبۂ اعمال کے دلائل میں کچھ خامی ہے بلکہ انکار کی اصل وجہ انسان کا اپنا نفس پرستی کا غیر منطقی میلان ہے جو اسے برائیوں میں مبتلا کئے ہوئے ہے۔

الغرض "نفس لوّامہ" کی مسلسل تربیت انسانی شخصیت کو جذبات پرستی سے نکال کر عقل وجذبات کے توازن سے ہمکنار کرتی اور کسی مقصدِ

Marfat.com

حیات کی تلاش پر اُبھارتی ہے۔فرائیڈ بدقسمتی سے نظری طور پر "نفس امارہ" کی سطح سے اُبھر نہ سکا۔گو ماحول کی اخلاقی تربیت کے زیر اثر وہ عملی طور پر "نفس لوّامہ" کے مرحلہ میں داخل ہوگیا تھا لیکن اپنی لادینی مادہ پرست ذہنیت کے مد نظر وہ نہ تو اپنی نظر کو ہی مرتفع کر سکا اور نہ ہی اپنی ذات میں عمل و نظر کے اس تضاد کی کوئی توجیہ پیش کر سکا۔ وہ اپنے اندرونی تضاد کا ذکر اس طرح بیان کرتا ہے کہ

"میں خود جب اپنے آپ سے یہ سوال کرتا ہوں کہ میں کیوں ہمیشہ شریفانہ برتاؤ کیا کرتا ہوں، دوسروں کو درگزر کرنے کے لئے ہمیشہ تیار اور جہاں تک ممکن ہو سکے اُن کے ساتھ نیکی کا سلوک کرنے پر مائل، اور کیوں یہ دیکھنے کے باوجود میں نیک کرداری سے باز نہیں آتا کہ ایسا کرنے سے انسان اپنا نقصان بھی کرتا ہے اور دوسروں کا نشانہ بھی بنتا ہے کیونکہ دوسرے لوگ ظالم بھی ہیں اور ناقابل اعتماد بھی ____ تو یہ حقیقت ہے کہ مجھ سے کوئی جواب نہیں بن پڑتا ___ میرا شریفانہ برتاؤ یقیناً نامعقول ہے اور جوانی میں مجھے کبھی کوئی خاص اخلاقی تحریک بھی نہیں ہوئی تھی۔"[1]

"نفس لوّامہ" دراصل تعمیر شخصیت کا حقیقی دور ہے۔یہ دور جذبات و عقل میں توازن پیدا کرنے کے علاوہ انسان کو کوئی نہ کوئی نظریہ حیات اپنانے پر اُبھارتا ہے اور انسان کائنات پر غور و فکر کرنے اور زندگی کی کوئی نہ

THE LIFE AND WORKS OF SIGMUND FREUD P. 473

Marfat.com

کوئی منزل مقصود متعین کرنے پر مائل ہوتا ہے مادہ پرست لوگ جنہیں اس مادی کائنات اور دنیوی حیات کے علاوہ اور کوئی حقیقت نظر نہیں آتی اسی دنیوی زندگی کو پرکشش اور پرلطف بنانا اپنا مقصد حیات قرار دے لیتے ہیں اُن کی جدوجہد کا یہ منطقی نتیجہ ہوتا ہے کہ وہ اپنی ذات کو دوسروں کی ذات پر اور اپنے قومی اور ملکی مفاد کو دوسروں کے قومی اور ملکی مفاد پر ترجیح دیں۔ اپنے معاشرہ میں اصلاحوں اور مقامی ترقیوں کے باوجود انہیں آفاقی نظر نصیب نہیں ہو سکتی۔ اور انہیں مادی قوت کے علاوہ بین الاقوامی کش مکش کا کوئی علاج سمجھ میں نہیں آسکتا۔

لیکن وہ لوگ جنہیں کائنات میں غور و تدبر کے بعد مقصد تخلیق نظر آجاتا ہے وہ اس مقصد تخلیق کی تکمیل کو ہی ترجیح دیتے ہیں اُن کے لئے یہ چند روزہ زندگی اتنی اہمیت نہیں رکھتی اُن کی نظر ذاتی قومی اور طبقاتی قیود سے آزاد ہو کر آفاقی بن جاتی ہے وہ دنیوی بہبود کو اسی آفاقی نظر سے دیکھتے اور اس کے لئے کوشاں ہوتے ہیں۔ اپنے نفس کی تربیت اور اپنی روح کی بالیدگی اور دوسرے نفوس کی اصلاح اُن کی نظر میں ہر چیز پر مقدم قرار پاتی ہے اور وہ اپنی روزمرہ کی جدوجہد کو حصولِ دولت کے ماپ سے نہیں بلکہ تربیت نفس کے ماپ سے ناپتے ہیں کیوں کہ اُن کے نزدیک یہی سب سے بڑی دولت ہے اور اسی معیار سے اُن کا محاسبہ ہوگا۔

ہاں۔ وہ لوگ جنہیں مقصد تخلیق نظر آجاتا ہے جو حقیقی نظریہ حیات پر ایمان رکھتے ہیں وہ اسی پر اکتفا نہیں کرتے۔ اُن کی شخصیت صرف مدنی حُسن سلوک سے مطمئن نہیں ہوتی وہ اپنے خالق سے تعلق پیدا کرنے کے پیاسے

Marfat.com

ہوتے ہیں اور اس پیاس کو بجھانے کے لئے وہ تربیت نفس کے تیسرے مرحلے میں داخل ہوتے ہیں۔ یہ "نفس مطمئنہ" کا مرحلہ کہلاتا ہے ایسے لوگ صفاتِ الٰہیہ سے روشناس ہونے کے لئے کائنات کی کار فرمائیوں پر مسلسل غور و فکر کرتے، خدا تعالےٰ کے تخلیقی کارناموں کا گہرا مطالعہ کرتے اور اس کے قوانین فطرت و شریعت کو سمجھنے اور اُن سے ہم آہنگ ہونے کی مشق کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ اُن کی حیاتیاتی توانائی، نفس مطمئنہ کا لبادہ اختیار کر لیتی ہے اور وہ اس آیت کریمہ کا مصداق بن جاتے ہیں کہ

يَا أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ	اے اطمینان حاصل کرنے والی
ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً	روح تو اپنے رب کی طرف اس
مَّرْضِيَّةً	حالت میں لوٹ کر آ کہ تو اس سے
(پارہ ۳۰ رکوع ۱۴)	خوش ہو اور وہ تجھ سے خوش
	ہو۔

انسان جب پیدا ہوتا ہے تو اس کی روح حیات، احساسات و ادراک کے تجربہ سے ناآشنا اور علم سے بالکل محروم ہوتی ہے۔ جذبات اور فہم و ادراک کے تمام آلات مادی جسم میں ہی نمودار ہوتے ہیں اور ان کے مشاہدات و تجربات کا تمام ریکارڈ بھی دماغ کے مادی ٹیپ (TAPE) ہی میں محفوظ کیا جاتا ہے۔ روح حیات کی شعوری توجہ کی شعاعیں زندگی کے تجربات سے آشنا ہوتیں اور حافظہ کے اس ٹیپ ریکارڈ کا وقتاً فوقتاً معائنہ کرتیں اور ان پر غور و تدبر کرتی رہتی ہیں۔ تجربات و مشاہدات کے اس مجموعی اثر سے ہی ہر ایک نفس کی شخصیت بنا کرتی ہے۔

Marfat.com

انسانی تجربات کا تفصیلی ریکارڈ اور ان تجربات کے مجموعی تاثر میں شخصیت کی تعمیر دو جُدا جُدا حقیقتیں ہیں۔ تجربات کا ریکارڈ تو انسانی دماغ کی مادی سلوٹوں میں کیمیادی تبدیلیوں کی صورت میں محفوظ ہوتا ہے لیکن تعمیر شخصیت خام روح حیات کی تربیتی کیفیت ہے جو حیاتیاتی توانائی ان تجربات کے ماحول اور ان تفکر و تدبّر کی تکرار سے حاصل کرتی ہے۔

حیاتیاتی توانائی اگر مادی جسم سے الگ ہو جائے تو اسے موت کہتے ہیں۔

سائنس داں کہتے ہیں کہ توانائی فنا نہیں ہو سکتی صرف روپ بدل سکتی ہے۔ گویا انسان کے مرنے پر اس کی حیاتیاتی توانائی یعنی روح حیات اس کے جسم سے علیحدہ ہی ہو سکتی ہے، فنا نہیں ہو سکتی اسے جسم سے علیحدہ ہو کر ایک نئے ماحول میں اپنی زندگی کے ایک نئے دور سے سابقہ پڑتا ہے۔

مرنے پر حیاتیاتی توانائی کا جب جسم سے تعلق منقطع ہو جاتا ہے تو تجربات کی تمام یادیں دماغی سلوٹوں میں ہی دھری رہ جاتی ہیں۔ اور روح حیات عمر رفتہ کی یادوں سے محروم لیکن ان کے مجموعی اثرات سے تعمیر شدہ شخصیت کی حامل ہو کر جسم سے جُدا ہوتی ہے۔ حیاتیاتی توانائی پر شخصیت کا یہ رنگ ہی وہ اثاثہ ہے، جو روحِ حیات اس دُنیا سے لوٹتے ہوئے اپنے ساتھ لے جا سکتی ہے کش مکشِ حیات کی کاوشوں سے حاصل کردہ باقی تمام اثاثے یہیں دھرے رہ جاتے ہیں۔

Marfat.com

شخصیت کہنے کو تو نفس یا روح کی ایک کیفیت ہے لیکن یہ کیفیت، جذبات، مشاہدات، احساسات تجربات اور تفکر و تدبر کے مجموعی اثرات کا نتیجہ ہے۔ گویا زندگی کے تاثرات کا یہ نچوڑ، ایک غیر مرئی لاکٹ ہے جو روح حیات کے گلے میں لٹکا دی گئی ہو۔ جس طرح ایک چھوٹے سے بیج میں پورا درخت مستور ہوتا ہے جس طرح نطفۂ انسان کے ایک خلیہ میں پورا انسان چھپا بیٹھا ہے اسی طرح گلے میں بندھی ہوئی شخصیت کی اس چھوٹی سی لاکٹ میں عمر رفتہ کے وہ تمام انفرادی تجربات و مشاہدات مستور ہیں جن کا مجموعی تاثر یہ شخصیت ہے۔ قیامت کے دن یہ لاکٹ کھول دی جائیگی اور شجر حیات کے گذشتہ تمام اعمال ایک ایک کر کے اس میں سے یوں نمودار ہونے لگیں گے جس طرح بیج سے درخت نمودار ہونے لگتا ہے پھر یہ تمام تفصیلی دفتر اعمال اس روح انسانی کا نوری جسم بن جائے گا۔ وہی اس کے ہاتھ پاؤں بن کر اس کے کارناموں کی گواہی دینے لگیں گے وہی اس کے نورانی دماغ کی سلوٹیں بن کر عمر رفتہ کی یادوں کو اگلنے لگیں گی اور شخصیت انسانی کا یہ کھلتا ہوا پھول اسے ایک مرتبہ پھر بھرپور زندگی کے تمام واقعات سے روشناس کرادے گا تا وہ مکافاتِ عمل سے دوچار ہو۔

اس حقیقت کو قرآن کریم میں یوں بیان فرمایا گیا ہے۔

وَكُلَّ إِنسَانٍ أَلْزَمْنَاهُ طَائِرَهُ فِي عُنُقِهِ وَنُخْرِجُ لَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ كِتَابًا يَلْقَاهُ مَنشُورًا اقْرَأْ كِتَابَكَ كَفَىٰ	اور ہم نے ہر انسان کے اعمال کو اس کے گلے کی لاکٹ بنا رکھا ہے۔ اور قیامت کے دن ہم اسے یوں نکال پیش کریں گے کہ وہ اسے کھلے ریکارڈ کی طرح پڑھ لے گا۔

Marfat.com

بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيْبًا۔	اپنا اعمال نامہ غور سے پڑھو تمہارے اپنی شخصیت ہی تمہارا محاسب
مَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا يَهْتَدِىْ لِنَفْسِهٖ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى۔	بن کر سامنے آرہی ہے راہِ راست پر چلنے والے نے اپنی ہی ذات کے لئے راہِ راست اختیار کی تھی اور گمراہ کی گمراہی بھی اسی کی جان کے لئے تھی بھلا کوئی دوسرا
(پارہ ۱۵، رکوع ۲)	کسی کا بوجھ کیوں اُٹھانے چلا۔

زندگی موت اور نشاۃ ثانیہ کی حقیقت سمجھنے میں لوگوں کو اکثر اُلجھن ہوتی ہے کہ دوبارہ زندہ کیسے ہوجائیں گے اور اگر ہو بھی گئے تو مادی جسم کی جذباتی غدودوں کے بغیر جذباتی کیفیتوں کا احساس اور عمرِ رفتہ کے ذہن کے بغیر گذشتہ یادوں کا شعور کیسے ہوگا۔ ان دونوں باتوں کو قابلِ فہم بنانے کے لئے خدا تعالےٰ نے نیند اور بیداری کی دو مختلف کیفیتیں پیدا کیں تاکہ انسان ایک کمتر درجہ کی موت وحیات کے اعادہ کا مشاہدہ رات دن کرتا رہے۔ ذی حیات کو نیند سے بے نیاز اور ہمیشہ بیدار رہنے والا بنانا کچھ مشکل نہ تھا انسان کے جسم میں بے شمار ایسے عمل جاری ہیں کہ نہیں آرام کرنے کی ذرا بھر مہلت نہیں اگر اُن میں سے کوئی ایک تھوڑی دیر کے لئے ہی رک جائے تو موت واقع ہوجاتی ہے حیات کے پہلے سانس سے لے کر موت کی آمد تک انسان کے اعضاء رئیسہ اور دیگر اعضاء مسلسل اپنے فرائض کی بجاآوری میں منہمک رہتے ہیں پھر دوسرے چند اعضاء کے لئے ناگزیر نہ تھا کہ وہ ضرور ہی تھکن محسوس کریں اور آرام کے محتاج ہوں وہ بھی ایسے ہی

Marfat.com

بنائے جا سکتے تھے کہ مسلسل مصروف کار رہیں اور نیند و آرام کے محتاج نہ ہوں۔ نیند کی ایجاد دراصل خدا تعالے نے محض اس لئے فرمائی تا موت کے بعد حیات کو قابلِ فہم بنایا جائے اور یہ مشاہدہ کرایا جائے کہ موت کے بعد جس حس و شعور کا تجربہ ناقابلِ تصور خیال کیا جا رہا ہے، نیند میں حس و شعور سے محروم انسان وہ سب کچھ کس طرح خواب کی دنیا میں محسوس و مشاہدہ کر لیتا ہے۔ عین اسی کے مطابق جس طرح وہ بیداری میں مشاہدہ کیا کرتا ہے۔ فرمایا:۔

اَللّٰہُ یَتَوَفَّی الْاَنْفُسَ حِیْنَ مَوْتِھَا وَالَّتِیْ لَمْ تَمُتْ فِیْ مَنَامِھَا فَیُمْسِکُ الَّتِیْ قَضٰی عَلَیْھَا الْمَوْتَ وَ یُرْسِلُ الْاُخْرٰی اِلٰی اَجَلٍ مُّسَمًّی اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَکَّرُوْنَ ۝	اللہ تعالیٰ موت کے وقت جانوں پر قبضہ کر لیتے ہیں اور جن پر موت وارد نہیں ہوتی اُن پر نیند میں قبضہ کرتے ہیں پھر جن پر موت مقدر ہو چکی ہے اُنہیں روک رکھتے ہیں اور دوسری جانوں کو ایک مقررہ وقت کے لئے رہا کر دیتے ہیں۔ غور و فکر کرنے والوں کے لئے اس میں کئی باتوں کے دلائل پنہاں ہیں۔
(پارہ ۲۴ رکوع ۲) وَھُوَ الَّذِیْ یَتَوَفّٰکُمْ بِاللَّیْلِ وَ یَعْلَمُ مَا جَرَحْتُمْ بِالنَّھَارِ ثُمَّ یَبْعَثُکُمْ فِیْہِ لِیُقْضٰی اَجَلٌ	وہی ہے جو تم پر رات کو قابض ہوتا ہے اور جو کچھ تم دن میں کرتے ہو وہ جانتا ہے پھر وہ دن میں تمہیں جگا اٹھاتا ہے تاکہ میعاد

Marfat.com

مُسَمًّى ثُمَّ اِلَیْہِ مَرْجِعُکُمْ ثُمَّ یُنَبِّئُکُمْ بِمَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۔ (پارہ، رکوع ۱۴)

معین پوری کی جائے پس تم اسی کی طرف لوٹ کر جاؤ گے اور وہ تمہیں ان اعمال سے مُطلع کرے گا جو تم حیات دنیوی میں کرتے رہے تھے۔

دیکھو کس طرح ہر روز نیند میں تم بے بس و ناکارہ ہو کر رہ جاتے ہو، عملی طور پہ ایک قسم کی موت کا شکار، حس و شعور سے محروم، حرکت و ارادہ سے عاری، حصول منفعت اور دفعِ مضرت سے لاچار اور بھلے بُرے میں تمیز کے نااہل۔ اس کے باوجود جس طرح تمہیں ہر صبح حیات نو عطا کی جاتی ہے ایسے ہی حقیقی موت کے بعد بھی حیاتِ تازہ عطا کی جائیگی جس طرح نیند میں حس و شعور سے محروم ہو کر بھی خواب کے عالم میں تمام قسم کے تخیلات اور جذبات سے دوچار ہوتے ہو اسی طرح موت کے بعد بھی حس و شعور سے مسلح کئے جاؤ گے۔

سائنس دان نہ تو اس حقیقت سے انکار کر سکتے ہیں کہ حیاتیاتی توانائی دیگر کائناتی توانائیوں سے علیحدہ ایک مخصوص قسم کی توانائی ہے جو حیاتیاتی خواص کی حامل ہے اور نہ ہی اس بات سے پلٹ سکتے ہیں کہ توانائی فنا نہیں ہو سکتی صرف اپنے روپ بدل سکتی ہے اور اپنے مادّی موصل سے منتقل ہو سکتی ہے۔ لامحالہ یہی تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ جسم سے علیحدہ ہو کر روح کو اپنے نئے ماحول میں زندگی کے ایک نئے دور سے سابقہ پڑتا ہے —— نہ فنا ہونے والی روحِ حیات کے لئے نئی زندگی کا یہ لامتناہی

Marfat.com

دور اس قدر طویل ہے کہ مختصر دنیوی زندگی اس کے مقابلہ میں کھیل تماشہ سی معلوم ہوتی ہے۔ اسی لئے خدائے قدوس نے فرمایا

وَمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا اِلَّا لَهْوٌ وَّلَعِبٌ وَاِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۝

اور یہ دنیوی زندگی تو گویا لہو و لعب ہی ہے دائمی زندگی تو دار الآخرت ہی ہے کیا ہی اچھا ہو اگر لوگ اس حقیقت کو سمجھ لیں۔

(پارہ ۲۱ رکوع ۳)

اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِيْنَةُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ اَمَلًا

(پارہ ۱۵ رکوع ۱۸)

مال و دولت اور اولاد بیشک دنیوی زندگی کی رونق ہیں لیکن تمہارے رب کے نزدیک تو ثمرات کے اعتبار سے بھی اور خوشنودی کے اعتبار سے بھی ہمیشہ باقی رہنے والے اعمال صالحہ ہی بہتر ہیں۔

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا نُوَفِّ اِلَيْهِمْ اَعْمَالَهُمْ فِيْهَا وَهُمْ فِيْهَا لَا يُبْخَسُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَيْسَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا النَّارُ

جو لوگ اپنے اعمال سے محض حیات دنیوی کی منفعت اور رونق ہی چاہتے ہیں ہم ان کو ان کے اعمال کا پورا پورا بدلہ اسی دنیا میں دے دیتے ہیں اور اس میں کوئی کمی نہیں کی جاتی لیکن ایسے لوگوں کے لئے

Marfat.com

(پارہ ۱۲ رکوع ۲)

پھر آخرت میں تو آگ ہی ہے۔

وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلٰى
دَارِ السَّلٰمِ وَيَهْدِىْ
مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ
لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى
وَزِيَادَةٌ ۔

(پارہ ۱۱ رکوع ۸)

اور خدا تعالیٰ تو دائمی سلامتی
کے گھر کی طرف ہی بلاتا ہے اور
جسے چاہتا ہے سیدھے راستے
کی ہدایت دیتا ہے۔ جو لوگ
اچھے کام کرتے ہیں اُن کے لئے
بھلائی ہی بھلائی ہے بلکہ اس پر
مزید دیدارِ الٰہی بھی۔

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ
اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ
فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً

(پارہ ۱۴ رکوع ۱۹)

مرد ہو یا عورت جو کوئی بھی
اعمال صالح بجالائے گا اور خدا
تعالیٰ پر ایمان رکھتا ہوگا اسے
مطمئن اور پاکیزہ زندگی عطا
کی جائے گی۔

يٰٓاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ
ارْجِعِىْٓ اِلٰى رَبِّكِ
رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً

(پارہ ۳۰ رکوع ۱۴)

اے اطمینان والی روح تو اپنے
رب کی طرف اس حالت میں لوٹ
کر آکہ تو اُس سے خوش ہو اور
وہ تجھ سے خوش ہو۔

الغرض حیاتِ دنیوی کا مقصدِ اصلی تو یہی ہے کہ عمل صالح کے ذریعہ حیاتِ طیبہ حاصل کی جائے تاکہ نفسِ مطمئنہ اپنے آقا کے حضور اس حالت میں حاضر ہو کہ دونوں ایک دوسرے سے راضی ہوں اور ہم آہنگی یک رنگی کے

Marfat.com

درجہ تک پہنچ جائے۔ لیکن خوبی یہ ہے کہ عل کے بنیادی مسئلہ کا حل بھی اس میں مستور ہے، مفاد پرستی پر حق وانصاف کی بالادستی اور پائیدار عالمی امن کا قیام بھی اسی سے وابستہ ہے یہی وہ واحد علاج ہے جس سے مفاد پرستی اور عدل وانصاف کی کش مکش کو ختم کیا جاسکتا ہے۔ عدل وانصاف کی ایسی پاسداری کہ ہم خود اپنے خلاف اور دشمن کے حق میں فیصلہ نافذ کریں اس وقت تک حاصل نہیں ہوسکتی جب تک کسی ایسی بالاتر ہستی کے سامنے جوابدہی کا خوف نہ ہو جو ہمارے اعمال کی بازپرس کرے گی یہ خوف خدا اور یوم الحساب پر ایمان لانے سے ہی پیدا ہوسکتا ہے اور اس خشیت الٰہی کے بغیر کسی پائیدار عالمی امن کی ضمانت نہیں دی جاسکتی۔ یہ راز رسول عربی کی ذات اقدس نے ہی آشکار کیا ہے۔ فرمایا اور ربانی الفاظ میں فرمایا

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا	اے ایمان والو انصاف پر تم اس
كُونُوا قَوَّامِينَ بِالْقِسْطِ	مضبوطی سے قائم ہو جاؤ گویا تم
شُهَدَاءَ لِلَّهِ وَلَوْ	خدا کے سامنے گواہی دے
عَلَىٰ أَنْفُسِكُمْ أَوِ	رہے ہو خواہ یہ انصاف تمہاری
الْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ	اپنی ذات کے خلاف ہی کیوں
(پارہ ۵ رکوع ۱۷)	نہ ہو یا تمہارے والدین اور
	قرابتداروں کے خلاف
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا	اے ایمان والو! تم اللہ کے
كُونُوا قَوَّامِينَ لِلَّهِ شُهَدَاءَ	لئے اس مضبوطی سے کھڑے ہو جاؤ
بِالْقِسْطِ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ	کہ انصاف کے ساتھ گواہی دیا کرو

Marfat.com

شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰۤی
اَلَّا تَعْدِلُوْا ۔ اِعْدِلُوْا
هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰی
وَ اتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ
خَبِیْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ
(پارہ ۶ رکوع ۶)

اور کسی قوم سے تمہاری عداوت
تمہیں اس کے حق میں انصاف
کرنے سے روک نہ سکے۔ تم ہر
حالت میں انصاف ہی کرو اس
لئے کہ وہ تقویٰ سے قریب تر ہے
اور خوفِ خدا کو ہمیشہ ملحوظ رکھو
تم جو کچھ کرتے ہو خدا اس سے بخوبی
واقف ہے۔

Marfat.com

باب ہژدہم

کارل مارکس اور جدلیاتی مادہ پرستی

اہل مغرب میں سائینسی علوم کے عروج نے مادہ پرستی کے رجحان کو فروغ دیا تو فارغ البال لوگوں نے جدلیاتی مادہ پرستی (DIALECTICAL MATERIALISM) کو اپنا شعار بنانا شروع کر دیا۔ نئی نئی ایجادات اور سرمایہ داری کی برکتوں نے معیار زندگی بلند کر رکھا تھا اور فارغ البالی میں اضافہ ہوتا چلا جا رہا تھا۔ جمہوری خیالات کی اشاعت ہونے لگی تھی۔ آہستہ آہستہ شاہی طرز کی حکومتیں یکے بعد دیگرے جمہوریت اور نیم جمہوریت میں تبدیل ہونے لگ گئیں۔

جمہوری خیالات کی اشاعت میں سرمایہ دار طبقہ پیش پیش تھا لیکن جمہوریت ہی کی روشنی میں سرمایہ داری کی خرابیوں پر بھی نظریں پڑنے لگیں صنعتی دور کے مزدوروں کی خستہ حالی نے کئی فارغ البال دانشوروں کو

Marfat.com

متوجہ کرنا شروع کیا اور وہ معاشرتی اور معاشی انصاف کا پرچار کرنے لگے۔ یہ لوگ سوشلسٹ کہلاتے تھے۔ سرمایہ داری کی خرابیوں پر متوجہ ہونے والے افراد میں ایک شخصیت کارل مارکس (KARL MARX) کی بھی تھی کارل مارکس کا ساتھی فریڈرک اینجلز (FREDERICK ENGELS) لکھتا ہے۔

"جس طرح ڈارون نے نامیاتی کائنات کا قانون ارتقاء دریافت کیا اسی طرح مارکس نے یہ قانون دریافت کیا کہ انسانی تاریخ کس طرح ارتقائی منازل طے کیا کرتی ہے۔ خیالی نظریات کے گھنے جنگلوں میں یہ سادہ حقیقت اب تک مستور پڑی تھی کہ انسان سیاست سائنس آرٹ اور مذہب وغیرہ میں مصروف ہونے سے پہلے، کھانے پینے لباس اور مکان کا محتاج ہوا کرتا ہے لہٰذا بقائے حیات کے مادی اسباب کی پیداوار، یعنی کسی دور میں معاشرہ کی معاشی ترقی کا معیار ہی وہ بنیادیں فراہم کرتا ہے جن پر متعلقہ لوگوں کی سیاسی تنظیمیں، قانونی نظریات، آرٹ بلکہ مذہبی افکار تک استوار ہوا کرتے ہیں۔ اس لئے ان موخرالذکر امور کی توجیہہ ان ہی معاشی اسباب کی روشنی میں کی جانی چاہیئے نہ کہ اس کے برعکس جیسا کہ اب تک کیا جاتا رہا ہے"۔[۱]

کارل مارکس (1818-1883) ایک جرمن نژاد یہودی تھا جس نے صنعتی

---

[۱] MARX, ENGELS, SELECTED WORKS VOL II. P. 167

Marfat.com

میدان میں سرمایہ دار اور مزدور کی روز افزوں کش مکش کے مطالعہ کے بعد "سرمایہ" (DAS KAPITAL) کے نام سے تین جلدوں میں ایک ضخیم کتاب لکھی جس کا مرکزی خیال یہ ہے کہ ترقی پذیر تمدن کے مشینی دور نے پیداوار کے ارزاں میکانی طریقوں سے ایک طرف سرمایہ کے ارتکاز کو تقویت بخشی تو دوسری طرف گھریلو صنعتوں کو تباہ کر کے بے روزگار کاریگروں کی جمیعت کو اس بات پر مجبور کر دیا ہے کہ وہ سرمایہ داروں کے کارخانوں میں روزانہ اجرت پر مزدوری کیا کریں۔ جہاں انہیں پوری اجرت نہیں مل سکتی۔ سرمایہ دار ان کے حق الخدمت کا بڑا حصہ خود دبا لیتے ہیں اور ان کا خون چوس چوس کر موٹے ہوتے چلے جاتے ہیں لیکن مزدور اپنی ناگزیر ضروریات زندگی کو بھی پورا نہیں کر پاتے۔ مذہبی تعلیم کے اجارہ دار سرمایہ داروں کے کارندے بن کر الٹا مزدوروں ہی کو صبر و شکر کی تلقین کرتے اور طبقاتی جدو جہد سے باز رکھتے ہیں۔ اس طبقاتی تضاد کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ ایک نہ ایک دن مزدور متحد ہو کر نظام سرمایہ داری کا تختہ الٹ دیں گے۔ اور ایک ایسے نظام کی بناء ڈالیں گے جس میں سرمایہ داری کے دوبارہ جنم لینے کا امکان ہی باقی نہ رہے مارکس نے بتلایا کہ ارتقاء معیشت کا فطری قانون یہی ہے کہ بام عروج پر پہنچ کر سرمایہ داری خود ہی اپنی موت کا سامان پیدا کرے۔

مارکس اور اس کے ساتھی اینجلز نے اس انقلابی خیال کی مسلسل اشاعت کی اور مزدوروں کو سرمایہ دارانہ نظام کے خلاف عملی طور پر منظم کرنے کے لئے ۱۸۴۷ء میں پہلی کمیونسٹ لیگ کی بنیاد رکھی اور اس کا دستور العمل کمیونسٹ مینی فیسٹو (COMMUNIST MANIFESTO)

Marfat.com

جاری کیا جس میں بتلایا کہ

"ہم طبقات اور طبقاتی مخاصمتوں سے لبریز قدیم بوژوائی معاشرہ کی جگہ ایک ایسا معاشرہ قائم کریں گے جس میں ہر فرد واحد کی انفرادی آزادانہ نشوونما، پورے معاشرہ کی ترقی کی شرط اولین ہو گی"۔[1]

کارل مارکس کی تحریک نے مختلف مقامات پر مختلف اثرات پیدا کئے۔ کہیں مزدوروں نے متحد ہو کر اپنے حقوق طلب کرنے کے لئے ٹریڈ یونینز بنا لئے کہیں سرمایہ داروں نے مزدوروں کو مراعات دینے میں ہی اپنی عافیت دیکھی اور کہیں لوگوں نے مارکس کے پیغام کے بنیادی اصول کو ہی مضبوطی سے پکڑا کہ نظام سرمایہ داری کا خاتمہ ہی سرمایہ اور مزدور کی جنگ کا واحد علاج ہے۔ موخر الذکر خیال کے حامیوں نے مختلف ممالک میں مارکسٹ پارٹیاں بنا بنا کر مزدوروں کو سرمایہ داروں کے خلاف بھڑکانا شروع کیا اور اس کش مکش کے ذریعہ ایک معاشی انقلاب کا خواب دیکھنے لگے۔

روس میں لینن نے مارکس کے نظریات کو عملی جامہ پہنایا اور ان نظریات کی ترمیم شدہ شکل کا نام 'مارکزم لینن ازم' (MARXISM-LENINISM) رکھا گیا یہی عرف عام میں سوشلزم، کمیونزم یا اشتراکیت کہلاتی ہے۔ اشتراکیت تین اجزاء ترکیبی پر مشتمل ہے جو ایک دوسرے کے ساتھ لازم و ملزوم رشتہ میں مربوط ہیں۔ اول جدلیاتی مادہ پرستی کا نظریہ حیات، دوم سوشلزم کا لائحہ عمل اور سوم کمیونسٹ جنت ارضی کی منزل مقصود۔

---

[1] SOVIET SOCIALIST DEMOCRACY MOSCOW P.163

Marfat.com

اشتراکی دانشور پی نکیتین (P. NIKITIN) اپنی انعام یافتہ کتاب "معاشیات کے بنیادی اصول (FUNDAMENTALS OF POLITICAL ECONOMY) میں لکھتا ہے۔

"مارکزم لینن ازم وہ سائنس ہے جو تمدنی ارتقاء کے اصولوں سوشلسٹ انقلاب، مزدوروں کی آمریت اور سوشلسٹ کمیونسٹ سوسائٹی کی تعمیر سے بحث کرتی ہے یہ ایک جامع نظریہ ہے جو تین شعبوں، نظریہ حیات، معاشی نظام اور سائنٹفک کمیونزم پر مشتمل ہے۔" [1]

ہم اشتراکیت کے ان ارکانِ ثلاثہ کا تفصیلی جائزہ لیں گے اس باب میں اشتراکی نظریہ حیات پر روشنی ڈالی جائے گی اور اگلے باب میں معاشی نظام اور سائنٹفک کمیونزم پر۔

اشتراکی نظریہ حیات جدلیاتی مادہ پرستی (DIALECTICAL MATERIALISM) کہلاتا ہے لیکن اسے لادینی مادہ پرستی کہنا زیادہ موزوں ہوگا کیوں کہ یہ نظریہ، مذہب اور خدا پرستی کو واہمہ اور دھوکہ قرار دے کر کائناتی نیرنگیوں کو محض مادی عناصر اور توانائی کا کرشمہ بتلاتا ہے۔ اور مادی ترقی ہی کو مقصدِ حیات قرار دیتا ہے۔ لینن کارل مارکس سے متعلق اپنے تعارفی مضمون میں لکھتا ہے:۔

"مارکس ۱۸۴۴-۴۵ء سے ہی جب اس کے خیالات

---

[1] FUNDAMENTALS OF POLITICAL ECONOMY MOSCOW P.7

Marfat.com

ایک معین شکل اختیار کرنے لگے پکا مادہ پرست تھا وہ لڈوگ فیورباش (LUDWIG FEUERBACH) کا پیرو تھا جس کے نظریات میں مارکس کو یہی خامی نظر آئی کہ اس کی مادہ پرستی کافی غیر منظم اور غیر مربوط تھی مارکس کے نزدیک فیورباش کا کارنامہ یہی تھا کہ اس نے ہیگل کے فلسفہ سے اپنا رشتہ توڑ کر اس مادہ پرستی کا اعلان کیا جس نے اٹھارویں صدی عیسوی سے ہی مروجہ سیاسی نظاموں اور مذاہب و دینیات کے خلاف بھی جہاد برپا کر رکھا تھا اور فلسفہ کے خلاف بھی۔" [1]

جدلیاتی مادہ پرستی کی دلیل یوں بیان کی جاتی ہے کہ انسانی فہم و ادراک چونکہ مشاہدات و تجربات کے تجزیہ اور تعمیر نو پر قادر ہیں اس لئے وہ تاثرات کی شکست و ریخت سے ان گنت خیالی تصویریں بنا لیا کرتے ہیں لیکن ضروری نہیں کہ وہ سب تصویریں حقیقی بھی ہوں تخیل (IDEA) اور نظریات (IDEOLOGIES) کی تمام شکلیں قابلِ اعتماد نہیں اور انہیں مادی حقایق کے برابر درجہ نہیں دیا جا سکتا۔ تخیلات کی پرواز میں حقیقت اور واہمہ کے درمیان امتیاز کا معیار، اس نظریہ کے مطابق یہی ہو سکتا ہے کہ جو خیال اسی کائناتی مادہ اور توانائی کی روشنی میں اپنی حقیقت کا ثبوت فراہم کر سکے اسے حقیقی تسلیم کر لیا جائے اور خیالات کی بقیہ تمام پروازوں کو فرضی اور غیر حقیقی قرار دیا جائے۔ اسی بنا پر جن شیاطین، فرشتے، دیوی دیوتا اور خدا سب واہمہ ہی کی ایجاد

---

[1] (LENIN-SELECTED WORKS-MOSCOW-VOL. I. P. 8

Marfat.com

ہیں جن کی کوئی سند نہیں اور مذہب کا سرچشمہ تمام تر توہم پرستی ہی ہے۔ حقیقت اور واہمہ کے درمیان امتیاز کا یہ معقول طریق کار عین منطقی (DIALECTICAL) ہے اور چونکہ ہماری کائنات تمام تر مادی (MATERIAL) ہی ہے اور انہی مادی تعبیروں میں ہمیں حقایق کا ثبوت تلاش کرنا ہے۔ اس لئے عقل و دانش کے نزدیک واحد معقول مسلک، جدلیاتی یا لادینی مادہ پرستی (DIALEETICAL MATERIALISM) ہی ہوسکتا ہے۔

اس نظریہ حیات کے مطابق تمام مذاہب دورِ جاہلیت کے حیوانی جذباتِ خوف و رجا کی پیداوار ہیں۔ جنہیں معاشرہ نے اپنی نادانی سے غیر ضروری اہمیت دے کر اپنے ہی پاؤں کی زنجیر بنالیا ہے۔ خود غرض لوگوں نے عوام کو ورغلانے اور ان سے ناجائز استحصال کرنے کے لئے مذہب کو آلۂ کار بنا رکھا ہے۔ خدا پرستی اور مذہبی تخیل، اپنی توہماتی نوعیت کی وجہ سے، معاشرہ کی ترقی میں سخت رکاوٹ بنے ہوئے ہیں جنہیں ختم کرنا اشتراکی مادہ پرست معاشرے کا اولین فرض ہے۔

"کمیونسٹ پارٹی اس بات کو چھپاتی نہیں کہ وہ مذہب کو بالکل رد کرتی اور کائنات سے متعلق اسے غیر سائنسی اور دقیانوسی نظریہ قرار دیتی ہے۔ دہریت کی لادینی تعلیم کی اشاعت اور مذہب کے خلاف منظم نظریاتی جہاد کے بغیر حقیقی اشتراکی نظریہ حیات کا تصور ممکن ہی نہیں۔ روسی کمیونسٹ پارٹی کا پروگرام مذہبی عقاید کی نامعقولیت کی وضاحت اور دہریت کی مسلسل تبلیغ لازم قرار دیتا ہے۔"

(SOVIET SOCIALIST DEMOCACY. MOSCOW P. 192)

Marfat.com

خدا سے بغاوت اور مذہب کی اس قدر مخالفت کے مدنظر، مذہب کے خلاف اشتراکی اعتراضات کا تفصیلی جائزہ ضروری قرار پاتا ہے۔ اس لئے ہم ان اعتراضات کو اُن ہی کے الفاظ میں بیان کرتے ہیں ۔۔ اشتراکی مصنّف پوڈوسٹنک (V. PODOSETNIC) اور سپرکن (A. SPIRKIN) اپنی کتاب "تاریخی مادہ پرستی پر ایک نظر" (A GLANCE AT HISTORKAL MATERIALISM) میں لکھتے ہیں:

" جیساکہ اینجلز نے بیان کیا، مذہب لوگوں کی روزمرہ زندگی میں غالب آنے والی مادی طاقتوں کا اُن کے دلوں میں ایک بے ہنگم پرتو ہے۔ ایک ایسا عکس جس میں کائناتی توانائیاں ہی مافوق طاقتوں سے متصف کردی جائیں۔ داستانوں لوک کہانیوں اور آرٹ کی دوسری شکلوں میں تو یہ ضروری نہیں کہ خیالات کی پرواز کو حقیقی سمجھا جائے لیکن اس کے برعکس مذہب، خدا شیطان اور فرشتوں کے خیالی تصورات کو ہی حقیقی سمجھتا ہے۔ تمام مذاہب میں یہ قدر مشترک ہے کہ مافوق طاقتوں پر اعتقاد رکھا جائے ۔ لوگوں نے مافوق طاقتوں پر یہ اعتقاد کہاں سے اپنایا اور ایسی ہستی کو جس کا وجود ہی نہیں انہوں نے کیوں تسلیم کرلیا؟ ۔۔۔ مافوق طاقتوں پر اعتقاد، تہذیب وتمدن سے ماقبل زمانے کے وحشی انسان کی بے بسی کو ظاہر کرتا ہے ۔ ماقبل تاریخ وحشی دور میں لوگ تمام تر کائناتی طاقتوں کے بے بس غلام تھے۔ بادلوں کی گرج، بجلی کی چمک بارش، سمندر کے مدّوجذر، سیلابوں زلزلوں

Marfat.com

آتش فشاں پہاڑوں کے پھٹنے، بیماریوں، اموات اور خوابوں کے قدرتی مظاہروں کی توجیہہ کرنے سے وہ یکسر قاصر تھے ان مشاہدات اور اسی قسم کے دوسرے مشاہدات کی توجیہہ کے تقاضے تو بڑھتے چلے گئے۔ لیکن حصول علم کے اسباب بالکل ہی کمیاب تھے۔ لوگوں نے انسانوں اور قدرتی توانائیوں کو ہی مافوق طاقتوں سے متصف کرنا شروع کر دیا اور ساتھ ہی ساتھ پوجا پاٹ، عبادت دعا اور قربانی کے طریقے رائج کر لئے۔

اس طرح ابتدائی دور میں پیدا ہونے والے مذہبی اعتقادات سرمایہ دار معاشرہ میں اب بھی موجود چلے آرہے ہیں۔ مزدور عوام کی سماجی بدحالی، سرمایہ کی اندھی طاقت کا خوف — اندھی اس لئے کہ عوام اس کی پیش قیاسی نہیں کر سکتے — ایسی اندھی طاقتیں جو مزدوروں اور چھوٹے کاروباریوں کو زندگی کے ہر گام پر اچانک غیر متوقعہ اور حادثاتی تباہی بربادی قلاشی، استحصال، فاقہ کشی اور موت سے ڈراتی بھی ہیں اور اُن میں مبتلا بھی کرتی ہیں یہی مروجہ مذاہب کی جڑھ ہیں۔ مادہ پرستوں کو یہ حقیقت بطور خاص اور مسلسل پیش نظر رکھنی چاہیئے۔

عوام ان مصائب و آلام سے نجات کے لئے جو استحصالی معاشرہ اُن پر عاید کرتا ہے، مذہب کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ بے روزگاری کے خوف، افلاس اور ایٹمی جنگ کے خدشات نے مستقبل کو غیر یقینی اور مخدوش

Marfat.com

بنا رکھا ہے۔ اور سرمایہ دارانہ معاشرہ کے سماجی تضاد سے کوئی راہِ نجات نہ پاکر اکثر لوگ مذہب کی طرف متوجہ ہوتے ہیں، تا انہیں خوف و ہراس سے نجات ملے۔

مذہب کی نوعیت ہی ایسی ہے کہ وہ سائنس کا غیر ہو۔ یہ علم ایسا نہیں جو انسان کی قوت اور کائنات پر اس کی قدرت کو واضح کرے۔ بلکہ ایک اندھی عقیدت ہے جو بنیادی طور پر خوف و ہراس پر مبنی ہے۔ عقیدت کو کوئی ثابت نہیں کیا کرتا اُسے آزمایا ہی جاتا ہے۔ مذہب انسان کی عقل تجربہ اور مشاہدہ سے نہیں بلکہ اس کے جذبات سے خطاب کرتا ہے۔ یہ مصنوعی طور پر جذبات کو مشتعل کرتا، موت کے بعد خوشحالی کے وعدے کرتا، اور سزا، لعنت ملامت، سماجی مقاطعہ، جہنم کے خوف اور آگ سے جلائے جانے سے ڈراتا دھمکاتا ہے اس طرح لوگوں کے دلوں میں اندھا خوف پیدا کر کے اور انہیں ابدی زندگی کے سبز باغ دکھلا کر مذہب اُن سے مطالبہ کرتا ہے کہ وہ اپنے مقدر کے سامنے ہتھیار ڈال دیں۔

مذہب کے جذباتی پہلو ہی مذہب کا تانا بانا ہیں۔ ہر مذہب نے مذہبی رسوم کے طریقے بنا رکھے ہیں جن پر عقیدتمند اس لئے عمل پیرا ہوا کرتے ہیں تا مافوق طاقتوں کو متاثر کر سکیں۔ مذہبی رسومات کے یہ طریقے اہم نتائج کے حامل ہوا کرتے ہیں۔ یہ عادت بن کر لوگوں کو مذہب کا غلام بناتے ہیں یہ وقتاً فوقتاً مذہبی تخیلات کو جنم دیتے، مستحکم کرتے اور اُن

Marfat.com

تاریک اور مبہم جذبات کے دھاروں کو تیز تر کر دیتے ہیں جو مذہبی عقیدت سے وابستہ ہیں۔

سوشلسٹ سوسائٹی میں مذہب کی سماجی جڑھیں بالکل کٹ جاتی ہیں۔ سرمایہ داری کی موت کے ساتھ ہی انسان سے انسان کی لوٹ کھسوٹ اور سماجی استحصال ختم ہو جاتے ہیں۔ البتہ معاشرہ کے کچھ لوگوں کے ذہنوں میں مذہبی عقیدت باقی رہ جاتی ہے۔ سوشلسٹ ممالک میں مذہب صرف اسی شکل میں، ماضی کی یادگار کے طور پر باقی رہ گیا ہے۔ جب تک یہ معتقدین زندہ ہیں عبادت گاہیں اور پادری بھی باقی ہیں۔

سوشلسٹ ممالک کے قوانین ضمیر کی آزادی کی ضمانت دیتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ مذہبی عبادت کی آزادی بھی باقی ہے اور مذہب کے خلاف پروپاگنڈہ کرنے اور لادینیت کی تعلیم کی پوری پوری آزادی بھی ہے۔ مذہب کی باقی ماندہ یادگاریں اگرچہ سخت جان ہیں لیکن لازوال تو نہیں وقت کے ساتھ وہ لوگوں کے دلوں سے محو ہو جائیں گی۔ مارکس نے کیا خوب کہا

لہ مذہب کے خلاف تبلیغ و تلقین اور تعلیم کی تو پوری آزادی ہے بلکہ اشتراکی حکومتیں خود اس پر کروڑوں روپے صرف کرتی ہیں لیکن اہل مذہب کو نہ تو تبلیغ کی اجازت ہے اور نہ ہی مذہب کے خلاف جھوٹے پروپاگنڈے کا جواب دینے کی اجازت ہے۔ اجازت صرف اس بات کی ہے کہ انفرادی طور پر اپنی ضمیر کے مطابق اہل مذہب عبادت خانوں میں گھس کر خاموشی سے عبادت کر لیں۔

Marfat.com

جب اس نے بتلایا کہ مذہب اس موہوم خوشحالی کی آرزو کا نام ہے جو خوش آیند مغالطوں کے محتاج معاشرے کا لازمی نتیجہ ہوا کرتی ہے لیکن جونہی لوگ اس سے آگاہ ہو جائیں کہ حقیقی خوشحالی کیا چیز ہے اور وہ کیسے حاصل کی جاسکتی ہے مذہب کا وجود ختم ہو جاتا ہے"[1]

ماسکو ہی سے شائع کردہ ایک اور کتاب "معاشرہ ماقبل سرمایہ داری کی مختصر تاریخ (A SHORT HISTORY OF PRE-CAPITALIST SOCIETY) میں بتلایا گیا ہے کہ

"محنت کش عوام پر جاگیردار طبقہ کا اقتدار برقرار رکھنے کے حربے صرف معاشی استحصال اور سیاسی استبداد ہی نہ تھے بلکہ نظریہ حیات کو بھی موثر طور پر استعمال کیا جاتا تھا جاگیری نظام میں مذہب اور کلیسا نے فیصلہ کن کردار انجام دیا۔ کلیسا نے بتلایا کہ اس دنیا کی مصیبتوں اور تکلیفوں کے بدلے دوسری دنیا میں جنت ملے گی۔ کلیسا کی ہمیشہ یہی کوشش رہی کہ محنت کش طبقہ میں اطاعت گزاری کا جذبہ پیدا کر کے جاگیرداری استبداد کے خلاف جدوجہد کرنے سے انہیں باز رکھا جائے۔ مذہب اس دور میں روحانی زندگی پر ہمہ گیر اثر رکھتا تھا اور کلیسا کا کام یہ تھا کہ اپنے مذہبی اقتدار سے مروجہ سماجی نظام کے جواز پر مہر تصدیق ثبت کرے —— تاریخ

---

[1] A GLANCE AT HISTORICAL MATERIALISM MOSCOW P.122-125

Marfat.com

کے جاگیرداری دور میں وسیع طور پر پھیلا ہوا دوسرا مذہب اسلام تھا۔ مسلمانوں کی مذہبی تنظیم نے ملک عرب میں جاگیرداری نظام کے نفاذ کی بنیادیں رکھیں اور اسلام ہی روحانی طور پر ان تمام ممالک کے جاگیرداری سماج پر حکمران رہا جو عربوں نے فتح کئے اور پھر ایشیا افریقہ اور کسی حد تک یورپ میں پھیل گیا۔ اسلام نے استبداد اور استحصال کے مروجہ نظام کے جواز کا فتویٰ نافذ کیا۔ قرآن بیان کرتا ہے کہ دولت کی غیر مساوی تقسیم خدا تعالیٰ کے حکم سے ہی ہمیشہ ہمیشہ کے لئے نافذ کی گئی ہے۔ عیسائیت کی طرح اسلام بھی غریبوں کو حکمران طبقہ کے استبداد کے تحت روزمرہ کی مشقت آمیز زندگی کے صلہ میں مرنے کے بعد ایک بہتر زندگی کا وعدہ کرتا ہے ــــــ اپنے وسیع اثرات کی بنا پر بدھ مت کا شمار دنیا کے اہم ترین مذاہب میں کیا جاسکتا ہے اس مذہب نے بھی حکمران جاگیری طبقہ کا سرکاری مذہب بن کر سماجی ناہمواریوں کو جائز قرار دینے سے ہی استحکام حاصل کیا۔"[1]

اس تمام بیان کا خلاصہ یہ ہے کہ لادینی مادہ پرست نظریہ حیات کے مطابق

۱۔ کسی تصور، خیال یا نظریہ کے قابل قبول ہونے کے لئے ضروری ہے کہ وہ خیال یا نظریہ منطقی طور پر معقول ہو اور مادی کائنات

---

[1] A SHORT HISTORY OF PRE-CAPITALIST SOCIETY- MOSCOW- P.122-125

Marfat.com

کی روشنی میں اس کا وجود ثابت کیا جا سکے۔ اشتراکیوں کی رائے میں مذہب اس معیار پر پورا نہیں اترتا۔

۲۔ مذہب دورِ جاہلیت کے خوف و رجاء کی پیداوار ہے، کائناتی طاقتوں کے مقابلہ میں وحشی انسان کی بے بسی کی یادگار اور استحصالی معاشرہ کے آلام و مصائب سے نجات کی موہوم آرزو۔

۳۔ مذہب، خوف و ہراس پر مبنی ایک اندھی عقیدت ہے جسے ثابت نہیں کیا جاتا صرف آزمایا ہی جاتا ہے۔

۴۔ مذہب عقل تجربہ اور مشاہدہ سے نہیں بلکہ جذبات سے خطاب کرتا اور مصنوعی طور پر جذبات کو مشتعل کرتا ہے۔

۵۔ مذہب انسان کی استعداد اور کائنات پر اس کی قدرت کو واضح کرنے کی بجائے الٹا اُسے جہنم کے خوف سے ڈراتا دھمکاتا اور جنت کے سبز باغ دکھلا کر جدوجہد سے باز رکھنے اور اپنے مقدّر پر قانع رہ کر حالات کے سامنے ہتھیار ڈال دینے کی تلقین کیا کرتا ہے۔

۶۔ مذہبی رسوم کا مقصد ہی یہ ہے کہ وہ عادت بن کر لوگوں کو مذہب کا غلام بنائے رکھیں اور ان تاریک و مبہم جذبات کے دھاروں کو تیز کیا کریں۔ جو مذہبی عقیدت سے وابستہ ہیں۔

۷۔ مذہب سرمایہ دار طبقہ کو محنت کش طبقہ پر مسلط رکھنے کی تائید کرتا ہے۔ عیسائیت اسلام اور بدھ مت سب ہی استبداد اور استحصال کے مروجہ نظاموں کے جواز کا فتویٰ دیتے ہیں۔ قرآن دولت کی غیر مساوی تقسیم کو خدا تعالیٰ کے حکم سے ہمیشہ کے لئے

Marfat.com

نافذ شدہ بتلا کر معاشی اصلاح اور منصفانہ تقسیم کی راہیں مسدود کرتا ہے۔

۸۔ لادینی مادہ پرستی انسان کو حقیقت پرست بنا کر جدوجہد پر اُبھارتی اور مذہبی توہمات سے پاک کرتی ہے۔

یہ ہے لادینی مادہ پرست نظریہ حیات (DIALECTICAL MATERIALISM) کا لُبِ لُباب۔ آیئے اب سنجیدگی سے اس بیان کا مرحلہ بہ مرحلہ جائزہ لیں اور صداقت، نادانی، کج فہمی، دروغ گوئی اور تہمت کے عناصر علیحدہ علیحدہ کرنے کی کوشش کریں۔

۱۔ معقولیت پسندی اور اسلام

اس نظریہ کی پہلی شق مذہب سے معقولیت کا مطالبہ کرتی ہے اُسے شکایت ہے کہ مذہب معقولیت پسند نہیں توہم پرست ہے اور اپنی تائید میں کوئی منطقی دلیل پیش نہیں کرتا۔

مذہب سے معقولیت کا مطالبہ بالکل بجا ہے۔ ہم بھی اس کی تائید کرتے ہیں۔ اگر کوئی مذہب اس معیار کو قبول نہیں کرتا تو ہمیں اس سے سروکار نہیں۔ اسلام کے متعلق ایسا خیال بالکل بے بنیاد ہے اور جہالت پر مبنی اسلام تو خود ببانگ دہل معقولیت کی دعوت دیتا ہے فرماتا ہے۔

هَلْ يَسْتَوِى الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ اَمْ هَلْ تَسْتَوِى الظُّلُمٰتُ	کیا اندھا اور آنکھوں والا دونوں برابر ہوتے ہیں یا کیا اندھیرا اور اُجالا برابر ہو سکتے ہیں؟

Marfat.com

وَالنُّوْرُ ط

(پارہ ۱۲ رکوع ۸)

مَثَلُ الْفَرِيْقَيْنِ كَالْاَعْمٰى
وَالْاَصَمِّ وَالْبَصِيْرِ وَ
السَّمِيْعِ، هَلْ يَسْتَوِيٰنِ
مَثَلًا اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ

اگر دو فریقوں کی مثال ایسی ہو کہ ایک اندھا اور بہرہ ہے اور دوسرا آنکھوں اور کانوں والا تو کیا دونوں برابر ہو سکتے ہیں کیا تم اتنا بھی نہیں سمجھتے؟

(پارہ ۱۲ رکوع ۲)

اَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا
فَاَحْيَيْنٰهُ وَجَعَلْنَا لَهٗ
نُوْرًا يَّمْشِيْ بِهٖ فِى النَّاسِ
كَمَنْ مَّثَلُهٗ فِى الظُّلُمٰتِ
لَيْسَ بِخَارِجٍ مِّنْهَا۔

بھلا جس بے جان کو زندہ کر کے ہم نے روشنی فراہم کی ہو تاکہ اس کی مدد سے وہ لوگوں میں چل پھر سکے کیا وہ اس شخص کے برابر ہوگا جو ایسی تاریکی میں گھرا بیٹھا ہو جس سے نکل ہی نہ سکے؟

(پارہ ۸ رکوع ۲)

هَلْ يَسْتَوِى الَّذِيْنَ
يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا
يَعْلَمُوْنَ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ
اُولُوا الْاَلْبَابِ ط

بھلا ذی علم اور بے علم کہیں برابر ہو سکتے ہیں؟ سمجھنا تو صرف عقلمند لوگوں کا ہی کام ہے۔

(پارہ ۲۳ رکوع ۱۵)

اسی لئے قرآن پاک تو نادانی اور بے سمجھی کی باتوں سے منع فرماتا ہے اور صرف علم کی روشنی میں ہی گفتگو کی اجازت دیتا ہے۔ فرمایا

لَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ
بِهٖ عِلْمٌ

جس بارے میں تمہیں علم نہ ہو رائے زنی مت کیا کرو۔

(پارہ ۱۵ رکوع ۴)

Marfat.com

بلکہ قرآن کریم اس کی بھی رہبری فرماتا ہے کہ صحت مند اور معقول زاویہ نگاہ کیسے اختیار کیا جاتا ہے

اَلَّذِیْنَ یَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَیَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَہٗ اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ ھَدٰھُمُ اللّٰہُ وَ اُولٰٓئِکَ ھُمْ اُولُو الْاَلْبَابِ

وہ لوگ جو باتوں کو توجہ سے سنا کرتے ہیں اور اُن کے اچھے پہلوؤں کو تسلیم کرتے ہیں وہی صحت مند راستہ پر ہیں اور وہی عقلمند کہلاتے ہیں۔

(پارہ ۲۳ رکوع ۱۶)

اور اسلام کا تو دعویٰ ہے کہ وہ دلائل و براہین کے سوا اور کچھ ہے ہی نہیں وہ مجسم معقولیت ہی معقولیت ہے فرمایا

یٰۤاَیُّھَا النَّاسُ قَدْ جَآءَکُمْ بُرْھَانٌ مِّنْ رَّبِّکُمْ وَ اَنْزَلْنَا اِلَیْکُمْ نُوْرًا مُّبِیْنًا

اے لوگو تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے برہان آیا ہے اور تمہاری طرف ہم نے روشن نور نازل کیا ہے۔

(پارہ ۶ رکوع ۴)

قَدْ جَآءَکُمْ مِّنَ اللّٰہِ نُوْرٌ وَّکِتٰبٌ مُّبِیْنٌ

تمہارے پاس تو خدا کی طرف سے روشنی اور مدلل کتاب آئی ہے۔

(پارہ ۶ رکوع ۷)

یٰۤاَیُّھَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْکُمْ مَّوْعِظَۃٌ مِّنْ رَّبِّکُمْ وَشِفَآءٌ

اے لوگو تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے نصیحت نامہ آیا ہے تمہارے اندرونی امراض

Marfat.com

لِمَا فِی الصُّدُوْرِ ۔ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ؕ
کی شفا جو سراسر ہدایت ہے اور مومنوں کے لئے رحمت ہی رحمت ہے۔

(پارہ ۱۱ رکوع ۱۱)

قرآن پاک جو کچھ منوانا چاہتا ہے ڈرا دھمکا کر یا لالچ دے کر نہیں منواتا بلکہ محض دلائل و براہین کی بنا پر ہی منواتا ہے فرمایا

لَاۤ اِكْرَاهَ فِی الدِّیْنِ ۙ قَدْ تَّبَیَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَیِّ ۚ
مذہبی عقاید میں بالکل کوئی جبر نہیں سلامت روی اور کجروی کے راستے بالکل واضح کر دیئے ہیں۔

(پارہ ۳ رکوع ۲)

وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ
آپ ان سے کہیئے کہ تمہارے رب کی طرف سے تو سچی بات ہی آئی ہے اب جس کی مرضی اُسے قبول کرے اور جو چاہے اس کا انکار کرے کوئی جبر نہیں۔

(پارہ ۱۵ رکوع ۱۶)

نُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ ۔
ہم تو فکر و تدبر کرنے والوں کے لئے دلائل کھول کھول کر بیان کرتے ہیں۔

(پارہ ۱۱ رکوع ۸)

كَذٰلِكَ یُبَیِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰیٰتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ ؕ
اللہ تعالیٰ اسی طرح دلائل کی وضاحت بیان فرماتے ہیں تاکہ تم غور و تدبر کر سکو۔

(پارہ ۳ رکوع ۴)

Marfat.com

قَدْ بَیَّنَّا الآیٰتِ لِقَوْمٍ یُّوْقِنُوْنَ
(پارہ ۱ رکوع ۱۴)

ہم نے اُن لوگوں کے لئے جو یقین حاصل کرنا چاہیں دلائل کو کھول کھول کر بیان کر دیا ہے

اُنْظُرْ کَیْفَ نُصَرِّفُ الآیٰتِ لَعَلَّھُمْ یَفْقَھُوْنَ
(پارہ ۷، رکوع ۱۴)

دیکھو ہم کس طرح دلائل کو مختلف پہلوؤں سے بیان کرتے ہیں تاکہ یہ لوگ کسی طرح سمجھ جائیں۔

قَدْ فَصَّلْنَا الآیٰتِ لِقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ قَدْ فَصَّلْنَا الآیٰتِ لِقَوْمٍ یَّفْقَھُوْنَ
پارہ ۷، رکوع ۱۸)

ہم نے دلائل کو ذی علم لوگوں کے لئے کھول کر بیان کر دیا ہے ہم نے دلائل کو صاحب فہم لوگوں کے لئے واضح کر دیا ہے۔

قَدْ جَآءَکُمْ بَصَآئِرُ مِنْ رَّبِّکُمْ فَمَنْ اَبْصَرَ فَلِنَفْسِہٖ وَمَنْ عَمِیَ فَعَلَیْھَا وَمَآ اَنَا عَلَیْکُمْ بِحَفِیْظٍ۔
(پارہ ۷، رکوع ۱۹)

بلاشبہ تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے حق بینی کے دلائل پہنچ چکے ہیں جو اُن سے روشنی حاصل کریگا اپنے لئے ہی کرے گا اور جو تاریکی میں رہنا چاہے گا وہ بھی اپنے لئے میں تمہارا نگران تو نہیں۔

صرف یہی نہیں اسلام کو شکایت ہے کہ لوگ دلائل پر توجہ کیوں نہیں دیتے۔

وَکَاَیِّنْ مِّنْ آیَۃٍ فِی السَّمٰوٰتِ وَ

اور زمین و آسمان میں دلائل کی کتنی ہی نشانیاں ہیں جن سے

Marfat.com

الارض یمرون علیہا وہم عنہا معرضون۔ | ان لوگوں کا سابقہ پڑتا ہے لیکن وہ ادھر متوجہ ہوئے بغیر ہی گزر جاتے ہیں۔

(پارہ ۱۳ رکوع ۶)

افلا یتدبرون القرآن ام علی قلوب اقفالہا۔ | یہ لوگ قرآن پر غور کرنے سے گریز کیوں کرتے ہیں کیا اُن کے دلوں پر قفل پڑ گئے ہیں؟

(پارہ ۲۶ رکوع ۷)

لہم قلوب لا یفقہون بہا ولہم اعین لا یبصرون بہا ولہم آذان لا یسمعون بہا اولٰئک کالانعام بل ہم اضل اولٰئک ہم الغافلون۔ | اُن کے دل تو ہیں لیکن وہ انہیں سمجھنے کے لئے استعمال نہیں کرتے اُن کی آنکھیں بھی ہیں لیکن وہ دیکھتے ہی نہیں اور اُن کے کان بھی ہیں لیکن وہ سُنتے ہی نہیں وہ گویا جانور ہیں بلکہ ان سے بھی بدتر۔ دراصل یہ لوگ غفلت میں پڑے ہوئے ہیں۔

(پارہ ۹ رکوع ۱۲)

افلم یسیروا فی الارض فتکون لہم قلوب یعقلون بہا او آذان | کیا یہ لوگ زمین میں سیر و سیاحت نہیں کرتے تاکہ اُن کے ذہن سمجھنے کے قابل اور اُن کے کان سننے کے لائق

Marfat.com

يَسْمَعُوْنَ بِهَا ۚ	ہو جائیں۔ بات دراصل یہ
فَاِنَّهَا لَا تَعْمَى	ہے کہ آنکھیں تو اندھی نہیں
الْاَبْصَارُ وَلٰكِنْ	ہوتیں لیکن سینے میں جو دل ہیں
تَعْمَى الْقُلُوْبُ الَّتِيْ	وہ اندھے ہو جایا کرتے ہیں یعنی
فِي الصُّدُوْرِ ۝	فہم وتدبر سے کام لینا چھوڑ
(پارہ ۱۷ رکوع ۱۴)	دیتے ہیں۔

اور جب دل اندھے ہو جاتے ہیں تو معقولیت پسندی کا راستہ چھوڑ کر عجائب پسندی پر اتر آتے ہیں۔ معجزات اور غرائب کا مطالبہ کرتے ہیں اور یہ نہیں سوچتے کہ اگر وہ پیش بھی کر دیئے جائیں تو اس بات پر تو روشنی نہیں پڑ سکتی کہ زیر بحث مسئلہ کا معقول تر پہلو کون سا ہے۔ اسی لئے قرآن پاک معجزات طلب کرنے والوں کو بھی یہی تاکید کرتا ہے کہ دلیل و برہان کی طرف ہی متوجہ ہوں۔ خدا تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہی تاکید فرمائی کہ معقولیت پسندی کو ہی مضبوطی سے پکڑیں اور اسی کو اپنا شعار بنائیں فرمایا

اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ	دلیل و حکمت اور اچھی نصیحتوں
بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ	کے ذریعہ ہی لوگوں کو خدا کے
الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ	راستہ کی طرف بلائیے اور
بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ ۝	ان سے معقول انداز میں بحث
(پارہ ۱۴ رکوع ۲۲)	کیجئے۔

الغرض معقولیت پسندی اور دلیل و برہان کی پابندی تو اسلام کا طرۂ امتیاز رہا ہے اور وہ اپنے مخاطب سے بھی اسی کی توقع رکھتا ہے

Marfat.com

وہ مخاطب سے معقولیت اور صرف معقولیت کا ہی مطالبہ کرتا ہے۔

قُلْ ھَاتُوْا بُرْھَانَکُمْ	اُن سے کہیئے کہ اگر وہ خود کو
اِنْ کُنْتُمْ صَادِقِیْنَ	صداقت پر سمجھتے ہیں تو دلائل و
(پارہ ۱ رکوع ۱۳)	براہین پیش کریں۔

اسلام اور لا دینی مادہ پرستی (DIALECTICAL MATERIALISM) جب دونوں ہی اس بات پر متفق ہیں کہ معقولیت اور صرف معقولیت ہی قابلِ قبول ہے تو آیئے ذرا دیکھیں اس دعویٰ میں ثابت قدم کون ہے۔

۲۔ مادہ پرستی قرین عقل ہے یا خدا پرستی؟

مادہ پرستی اور خدا پرستی میں بنیادی اختلاف یہی ہے کہ اہل مذہب اس تماشہ گاہ عالم سے ہٹ کر ایک ایسی ہستی کے قائل ہیں جو اس تماشا گاہ کی خالق، مالک اور روح رواں ہے لیکن مادہ پرست اس خیال کو توہم پرستی قرار دیتے ہیں۔ آیئے تھوڑی دیر کے لئے خالص مادہ پرست ذہنیت سے ہی اس کائنات کو سمجھنے کی کوشش کریں۔

مادہ پرستوں کے مسلمات کے مطابق اس کائنات کی تمام نیرنگیاں صرف کائناتی مادہ اور کائناتی توانائی کی مختلف اشکال کے عمل اور ردِ عمل کا نتیجہ ہیں۔ اور کوئی ماورئی شے یا علت موجود نہیں اور انہی کے مسلمات کے مطابق ہر شے کے وجود کا اور ہر تبدیلی کے نفاذ کا کوئی نہ کوئی سبب ہونا ضروری ہے۔ بے سبب اور بلا علت نہ تو کوئی

Marfat.com

چیز وجود میں ہی آسکتی ہے اور نہ ہی کوئی تبدیلی واقع ہوسکتی ہے۔

ان دو مسلمات کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے غور کیجئے کہ کیا مادہ اور توانائی کی تمام موجودہ اشکال ازل سے ہیں یا ایک دوسرے سے پیدا ہوئی ہیں؟

کائنات کا مطالعہ یہی بتلاتا ہے کہ پیچیدہ تر اشکال سادہ تر اشکال سے پیدا ہوئی ہیں اور مادہ کی تمام شکلیں عناصر سے مرکب ہیں اور مادی عناصر کے وجود کا باعث توانائی ہے۔

اور توانائی کا باعث؟

توانائی کا باعث تو کوئی نہیں —— توانائی کو تو ازلی ابدی ہی تسلیم کرنا پڑے گا، تمام حقیقتوں کی ابتدائی حقیقت، جو از خود ہے اور کسی سے پیدا نہیں ہوئی۔

اگر یہی مان لیا جائے کہ ازل سے خلائے بسیط میں کچھ نہ تھا مگر توانائی تھی صرف توانائی۔ تو پھر سوال پیدا ہوتا ہے کہ توانائی کو پہلی بار مادہ میں کس علت نے تبدیل کیا؟

علت تو کوئی تھی ہی نہیں لہٰذا یہ فرض کرنا پڑے گا کہ خود توانائی میں ہی یہ صلاحیت موجود تھی کہ وہ از خود بلا علت مادہ میں تبدیل ہوسکے یعنی یہ توانائی کی خاصیت ہے۔

اس خاصیت یا صلاحیت کو اضطراری قرار دیں گے یا اختیاری؟

مشاہدہ تو یہی بتلاتا ہے کہ مادہ اور توانائی کی تمام اشکال کے خواص اضطراری ہی ہیں کیوں کہ وہ صرف معینہ ماحول اور علت

Marfat.com

کی موجودگی میں ہی ظہور پذیر ہوتے اور لازماً ظہور پذیر ہوا کرتے ہیں ۔
لیکن توانائی کی مادہ میں پہلی تبدیلی کے لئے چونکہ نہ تو کوئی ماحول تھا اور نہ ہی علت اس لئے اسے اضطراری قرار دینا مشکل ہے ۔ اور اگر اسے اضطراری قرار دیا بھی جائے تو لازم آتا ہے کہ تمام کائناتی توانائی یکدم مادہ کی کسی ایک شکل میں تبدیل ہو جائے لیکن ایسا نہیں ہوا لہٰذا یہی تسلیم کرنا پڑے گا کہ یہ تبدیلی اختیاری تھی ۔

گویا منطقی طریق استدلال (DIALECTICS) ہمیں یہ تسلیم کرنے پر مجبور کرتا ہے کہ فضائے بسیط میں وہ ذات واحد جو ازل سے تھی کائناتی توانائی ہے ۔ بدرجہ اوّل جو صفات اس ذات میں ماننے پڑتے ہیں وہ یہ ہیں کہ وہ وحدہٗ لاشریک ذات ہمیشہ سے ہے، از خود ہے، کسی سے پیدا نہیں ہوئی، سب اس سے پیدا ہوئے ہیں ۔ وہ از خود اور اختیاری طور پر توانائی کی مختلف قسموں اور مادہ کی مختلف شکلوں میں تبدیل ہونے پر قادر ہے ۔ اور چونکہ اختیاری طور پر قادر ہے لہٰذا علیم بھی ہے ۔ اس کے علم اختیار ارادہ اور قدرت کو ہم کتنا ہی محدود رکھنے کی کوشش کریں بہر حال ہم کسی نہ کسی حد تک علّت اولیٰ یعنی کائناتی توانائی سے یہ صفات منسوب کرنے ہی پڑیں گے ۔

لیکن ہم جانتے ہیں کہ کائناتی توانائی ان صفات کی حامل نہیں ۔ لہٰذا کائناتی توانائی کو نہیں اس کے پس پردہ کسی اور علّتِ اولیٰ کو تسلیم کرنا منطقی طور پر ناگزیر ہوگا ۔ جو ان صفات کی حامل بھی ہو اور کائناتی توانائی کا مصدر بھی ــــ لادینی مادہ پرستی اس ٹھوس دلیل کا کوئی جواب نہیں دیتی ۔

Marfat.com

آیئے اب ذرا اس بات پر غور کریں کہ خواص الاشیاء کی ماہیت کیا ہے؟
خواص الاشیاء مادے کی مختلف انفرادی اشکال سے ظاہر ہونے والی وہ خصوصیتیں ہیں جو کسی ایک شکل سے مختلف علتوں کے باعث مناسب ماحول میں یکساں طور پر اور لازماً ظاہر ہوا کرتی ہیں مثلاً ہائیڈروجن ایک گیس ہے اور جلتی ہے آکسیجن بھی گیس ہے لیکن جلاتی ہے۔ سوڈیم ایک ٹھوس عنصر ہے جو پانی کو پھاڑ کر ہائیڈروجن اور آکسیجن میں تبدیل کر دیتا ہے۔ شکر پانی میں حل پذیر اور میٹھی شے ہے اور کونین کڑوی۔ سیب لذیذ اور فرحت بخش ہے لیکن سنکھیا سم قاتل ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔ سوال یہ ہے کہ ان مختلف خواص کی علت کیا ہے؟ اور کیا ان خواص کے تعین و تقسیم کے لئے کوئی قاعدہ قانون مقرر ہے؟ آکسیجن اور ہائیڈروجن دونوں ہی گیس ہیں لیکن پانی جو ان سے مرکب ہے جلنے جلانے کی بجائے آگ کو بجھاتا ہے اور مایع ہے۔ یہ کیوں؟ جب توانائی محض ایک محرک اور متحرک قوت ہے۔ صرف ایک بے قراری ہے تو اس کے ارتکاز سے جو مادہ پیدا ہوا اس کو بھی انہی یا ملتے جلتے خواص کا مظہر ہونا چاہیئے تھا کیوں کہ کوئی نئی شے یا کیفیت از خود وجود میں نہیں آسکتی۔ پھر اس نے بالکل جدید اور مختلف خواص کا مظاہرہ کیسے شروع کر دیا؟ مختلف عناصر اگر اس وجہ سے مختلف ہوئے کہ ان میں توانائی کی وحدتیں مختلف نسبتوں سے شریک تھیں تو ان سے توانائی ہی کے خواص مختلف نسبتوں سے ظاہر ہونے چاہیئے تھے یہ نئے نئے غیر متوقعہ اور ناقابل توجیہ خواص کہاں سے آگئے جن کے تنوع کی انتہا نہیں اور جن کی وضاحت کرنا سائنس داں غیر ضروری سمجھتے ہیں کیا ان کا مطالعہ اور ان کی توجیہ کی کوشش لادینی مادہ پرستی کا فرض نہیں

Marfat.com

اس سے گریز کا سبب کہیں لادینی مادہ پرستی کی بنیادی کمزوری تو نہیں ؟

سیب درخت سے ٹوٹ کر زمین کی طرف ہی کیوں گرتا ہے کبھی کبھی آسمان کی طرف کیوں نہیں چلا جاتا یہ نہایت قدیم سوال تھا لیکن نیوٹن سے پہلے اس سوال کو درخور اعتنا ہی نہ سمجھا گیا جب کبھی یہ سوال اٹھا اہل علم نے لوگوں کو نادان ٹھیرا کر یہ کہتے ہوئے خاموش کر دیا کہ بھلا یہ بھی کوئی سوال ہے یہ تو چیزوں کی خاصیت ہے کہ وہ زمین کی طرف ہی گرتی ہیں ایسے سوال کرنا جہالت ہے یہی جواب خواص الاشیاء کی علت دریافت کرنے والوں کو دیا جاتا ہے کہ یہ سوال مہمل اور بے معنی ہے۔ خواص الاشیاء بس خواص الاشیاء ہی ہیں لیکن جس طرح نیوٹن کی پیش کردہ توجیہہ کشش ثقل سے قبل، سیب کا ٹوٹ کر زمین ہی کی طرف گرنا، محتاج توجیہہ رہا اسی طرح یہ سوال ابھی تک محتاج توجیہہ ہے کہ مختلف اشیاء کے مختلف خواص کا سبب کیا ہے اور یہ خواص کونسے قانون کے تحت متعین ہوتے ہیں میٹھی چیز میٹھی اور کڑوی چیز کڑوی ہوتی ہی کیوں ہے سرخی سیاہی سبزی اور زردی کے امتیاز کی بنا کیا ہے۔ یعنی خواص الاشیاء کی علت کا راز کیا ہے ؟ یہ ایک خالص علمی سوال ہے جس سے محض اسلئے گریز کیا جاتا ہے کہ یہ خداشناسی کی طرف رہبری کرتا ہے مختلف اشیاء میں مختلف خواص کی الاٹمنٹ کا مطالعہ یہ حقیقت منکشف کرتا ہے کہ خواص الاشیاء کی تقسیم بے مقصد اور بے ہنگم اندھی تقسیم نہیں یہ تقسیم واضح مقصد کی غمازی کرتی ہے۔

خود سائنس دانوں ہی کے بیان کے مطابق یہ خواص الاشیاء کی پُرمصلحت تقسیم ہی کا نتیجہ ہے کہ خلائے بسیط میں ہلیم (HILIUM) اور

Marfat.com

ہائیڈروجن کی سادہ شکلوں سے آغاز کر کے کائنات نے حجر و شجر اور حیوان و انسان تک ترقی کی ہے اگر خواص الاشیاء کا تعین اندھا دھند بے ربط اور غیر منظم ہوتا تو ارتقائی منازل کی نوبت آہی نہ سکتی توانائی اور مادے نے پہلے حیات کی آمد کے لئے سازگار ماحول فراہم کیا۔ مادے کی ایک مخصوص شکل 'پانی کو' جسے حیات کے مظاہروں میں نمایاں کام کرنا تھا' ایسی وافر مقدار میں مہیا کیا گیا کہ جس کی انتہا نہیں پھر اس کے ایسے خواص متعین کئے گئے جو معاون حیات ہوں۔ حرارت کی تھوڑی بہت کمی بیشی سے اُسے بآسانی زمین کے ہر حصے اور فضاؤں میں پہنچانے کی خاطر اس کے نقاط تبخیر و انجماد موزوں ترین متعین کئے گئے اور جب اس کے نتیجہ میں نقطہ انجماد سمندر میں پیدا وار حیات آبی کے لئے ناموزوں نظر آیا تو صفر درجہ سنٹی گریڈ اور چار درجہ سنٹی گریڈ کے درمیان پانی کے خواص ہی الٹ دیئے گئے تا کہ برف ہلکی ہو کر سطح آب پر تیرتی رہے اور سمندر کی تہوں میں آبی جانور موت سے مامون اور شدت کی سردی سے محفوظ ہو جائیں۔ خواص الاشیاء کی ایسی تقسیم اور ان میں ایسی ترمیم جسے لامذہب سائنس داں بھی "قدرت کی ناقابل فہم فیاضی" کے نام سے موسوم کریں اس امر کی واضح دلیلیں ہیں کہ خواص الاشیاء کی الاٹمنٹ مصلحت اور مقصد تخلیق و بقاء کے مدنظر کی گئی ہے۔

اور پھر جب حیات وجود میں آئی تو اس نے تمام حقیقت کو برہنہ کر دیا۔ نیوکلیک ایسڈ (NEUCLIC ACID) کو ایسے خواص بخشنا جو قیام حیات بقائے حیات اور توالد و تناسل کے اجراء میں مفید مطلب ہوں قدرت کی ایسی واضح جانبداری تھی جو اس کے ارادوں کا پردہ

چاک کئے دیتی ہے۔ توالد و تناسل کے مادوں کو وہ محیر القول اور ناقابل فہم خواص عطا کرنا جنہیں دیکھ کر حیرت سے انسان کے اوسان خطا ہوں اس بات کی واضح دلیل ہے کہ قدرت بقاء حیات پر بہر قیمت تلی ہوئی ہے۔ سلسلہ توالد و تناسل کو برقرار رکھنے کے لئے الفت و محبت کی کشش پیدا کرنا اور اولاد کی پرورش کے لئے ماں کے دل میں بچے کی بے پناہ محبت ڈالنا یہ سب ایسی چیزیں ہیں جو ہر غیر متعصب، صاحب فہم کو بالقصد تخلیق کی طرف متوجہ کرتی ہیں۔ محض خواص الاشیاء کے صدقہ میں حضرت انسان کا صاحب فہم و ادراک بن جانا ہی قطعی طور پر ثابت کرتا ہے کہ یہ "منصوبہ بندی" کائناتی توانائی کے بس کا روگ نہیں — صاحب تدبر و ارادہ ہستی کی کرشمہ سازی ہے۔

کائناتی توانائی اور مادہ، خواص الاشیاء کے پردے میں اضطراری قدرت کا بوجھ تو اٹھا سکتے ہیں۔ اختیاری قدرت، ذی ارادہ اور بامقصد ہونے کے متحمل نہیں ہو سکتے۔ وہ صرف خواص الاشیاء کے ہی مظہر ہیں علم اختیار ارادہ مصلحت اور مقصد کے حامل نہیں لیکن جب ان صفات کا وجود اسی مادی کائنات میں صاف طور پر کارفرما نظر آ رہا ہے تو ان کے موصوف کو تلاش کرنا بھی منطقی مادہ پرستی (DIALECTICAL MATERIALISM) کا فطری تقاضا ہونا چاہیئے۔ اور وہ موصوف ذات پاک خدا تعالیٰ کی ہستی ہی ہے۔ اسی کو مصدر الکل کہنا زیادہ قرین عقل بھی ہے اور احسن بھی۔ مادہ اور توانائی کی علت اولیٰ بھی وہی ہے اسی نے کائناتی توانائی کو پیدا کیا اسی نے روح حیات کا نفخ کیا اسی نے خواص الاشیاء متعین فرمائے اور اسی نے ترقی کا

Marfat.com

کی تقسیم کی۔

کارخانہ قدرت پر غور و فکر سے مقصد تخلیق کا سُراغ اُٹھانا بھی مشکل نہیں خود عقل یہی تقاضا کرتی ہے کہ فہم و ادراک اور اختیار و ارادہ سے مسلح ذی حیات انسانی شاہکار کی تخلیق کا مقصد اس سے بہتر اور کیا ہو سکتا ہے کہ وہ خود اختیاری طور پر بھی مشیت و ارادہ الٰہی سے ایسی ہی ہم آہنگی کا مظاہرہ کرے جیسی ہم آہنگی کا مظاہرہ اضطراری طور پر خواص الاشیاء کے پردہ میں غیر ذی شعور کائنات کر رہی ہے۔

اہل مذہب نے مندرجہ بالا نتائج تک پہنچنے کے لئے صرف نظری استخراج نتائج پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ مادی سائنس کے ٹھیٹھ اصولوں اور مادہ پرستوں کی منطق کے مطابق عملی مشاہدہ اور ذاتی مکاشفہ سے بھی اس کی پوری پوری تصدیق حاصل کی ہے تمام ادیان کے ہادیوں نے اپنے اپنے ذاتی مشاہدہ سے گواہی دی ہے کہ ذات پاک باری تعالیٰ برحق ہے۔ انبیاء کرام کے معزز گروہ نے ذات باری تعالیٰ سے شرف تکلم حاصل کر کے اس کا مشاہداتی ثبوت پیش کیا اور اپنے منطقی استدلال اور مشاہداتی تصدیق کی بنا پر ہی مذہب کی اشاعت کی۔ تمام انبیاء علیہم السلام نے باری باری اس بات کی بھی گواہی دی اور اسی بات پر اپنے مذہب کی اساس بھی رکھی کہ ان الدین عند اللہ الاسلام تسلیم و رضا اور کامل ہم آہنگی ہی دین فطرت ہے اِنَّ ھٰذَا لَفِی الصُّحُفِ الاُولیٰ صُحُفِ اِبْرَاھِیْمَ وَمُوسیٰ ۔ پہلے انبیاء کی مقدس کتابوں میں بھی یہی کچھ مذکور ہے اور ابراہیم و موسیٰ کے صحیفوں میں بھی

Marfat.com

یہی مذکور ہے۔

مذہب اور خدا پرستی کی معقولیت کے مندرجہ بالا دلائل خود مذہب نے ہی پیش کئے ہیں کسی نئی روشنی کی تازہ تنویر نہیں ہیں یہ وہی قدیم صبح ازل کے بتلائے ہوئے، روح القدس کے فرمائے ہوئے، نبی اُمّی کے پڑھائے ہوئے چودہ سو سال سے قرآن پاک میں مسطور و محفوظ دلائل ہیں جنہیں قرآن کریم بار بار مختلف پیرائے میں دہراتا رہا ہے۔ مغربی تہذیب کے دلدادگان پر یہ واضح کرنے کے لئے کہ اسلام خدا پرستی کی تعلیم کی بنیاد، ڈرانے دھمکانے اور لالچ دینے کی بناء پر نہیں رکھتا بلکہ کائنات کے خالص منطقی مطالعہ پر رکھتا ہے ہم قرآن کریم کی متعدد آیتیں پیش کرتے ہیں۔ قرآن پاک میں خوف ورجاء کا ذکر خدا شناسی کے لئے نہیں بلکہ قدرت کے قانون مکافات عمل کی وضاحت کے لئے آیا ہے۔ فرمایا

اِنَّ فِی خَلْقِ السَّمٰوٰتِ	زمین اور آسمانوں کی تخلیق میں
وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ	اور گردش لیل و نہار میں اور
اللَّیْلِ وَالنَّهَارِ	سمندر میں چلنے والی کشتیوں کے
وَالْفُلْكِ الَّتِیْ تَجْرِیْ	تیرنے میں جن سے لوگ مستفید
فِی الْبَحْرِ بِمَا یَنْفَعُ النَّاسَ	ہوتے ہیں اور بارش میں جو آسمانوں
وَمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ	سے نازل ہوتی ہے اور جس سے
السَّمَاءِ مِنْ مَّاءٍ فَاَحْیَا	مردہ زمین زندہ ہوتی ہے اور
بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا	اس میں ہر قسم کے جانور پھیلتے
وَبَثَّ فِیْهَا مِنْ كُلِّ	ہیں اور ہواؤں کی گردش اور
دَابَّةٍ وَّتَصْرِیْفِ الرِّیٰحِ	بادلوں میں جو زمین و آسمان کے

Marfat.com

وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ؁

درمیان مقید ہیں، صاحب فہم حضرات کے لئے دلائل کے دفتر موجود ہیں۔

(پارہ ۲ رکوع ۴)

اَوَلَمْ يَرَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاۗءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ اَفَلَا يُؤْمِنُوْنَ ؁

کیا انکار کرنے والوں کو اس کا علم نہیں کہ زمین و آسمان سربستہ و یکساں تھے پھر ہم نے انہیں کھول کر علیحدٰہ علیحدٰہ پھیلا دیا اور پانی میں سے ہی ہم نے ہر ذی حیات کو پیدا کر دکھایا کیا وہ ان باتوں کو تسلیم نہیں کرتے؟

(پارہ ۱۷ رکوع ۳)

وَاللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ مِّنْۢ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ شَيْـــًٔا ۙ وَّجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْــِٕدَةَ ۙ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ؁

اور اللہ تعالٰے نے تمہیں ماؤں کے پیٹوں سے اس حالت میں نکالا کہ تم بالکل کچھ بھی نہ جانتے تھے پھر تمہارے لئے کان آنکھیں اور دل اس لئے فراہم کئے تا تم شعور حاصل کر کے اعتراف حقیقت کرو۔

(پارہ ۱۴ رکوع ۱۷)

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ وَحَمَلْنٰهُمْ فِي الْبَرِّ وَ

اور ہم نے بنی آدم کو معزز کیا اور اسے اچھا پاکیزہ رزق

Marfat.com

وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنٰهُمْ
مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَ
فَضَّلْنٰهُمْ عَلٰى كَثِيْرٍ
مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلًا

فراہم کیا اور ہم نے اسے اپنی
بہت سی مخلوقات پر فضیلت
دی کیا یہ سب کسی مقصد تخلیق
کا متقاضی نہیں؟

(پارہ ۱۵ رکوع ۷)

اِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَى الْاَرْضِ
زِيْنَةً لَّهَا لِنَبْلُوَهُمْ
اَيُّهُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا
وَاِنَّا لَجٰعِلُوْنَ مَا
عَلَيْهَا صَعِيْدًا
جُرُزًا ط

ہم نے زمینی پیداوار کو اس
لئے زمین کی رونق بنایا تاکہ
ابن آدم کے حسنِ عمل کی آزمائش
کریں۔ اس لئے ہم اس کی فنا اور
بقا کا تکرار کرتے رہتے ہیں تاکہ
دنیوی زینت کی ناپائیداری
سے سبق سیکھے۔

(پارہ ۱۵ رکوع ۱۲)

وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلَ
الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَآءٍ
اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ
فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ
الْاَرْضِ فَاَصْبَحَ هَشِيْمًا
تَذْرُوْهُ الرِّيٰحُ وَ
كَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ
مُّقْتَدِرًا ۔ اَلْمَالُ وَ
الْبَنُوْنَ زِيْنَةُ

انہیں بتلائیے کہ حیاتِ دنیوی
کی مثال تو بارش کی سی ہے جو
آسمان سے نازل ہو کر نباتاتی
پیداوار کا باعث بنتی ہے پھر
یہ زمینی پیداوار خس وخاشاک
بن کر ہوا میں اڑ جاتی ہے لیکن
اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہی
رہتا ہے۔ بیشک مال اور اولاد
دنیوی زندگی کی زینت ہیں

Marfat.com

الحیٰوۃِ الدُّنیا والباقیاتُ	لیکن حسن و خوبی کے اعتبار سے
الصّالحاتُ خیرٌ عِندَ	بھی اور مآل کار کے اعتبار سے
رَبِّکَ ثَوابًا وَّخیرٌ	تمہارے رب کے نزدیک باقی
اَمَلاً ط	رہنے والے اعمال صالحہ ہی بہتر
(پارہ ۱۵ رکوع ۱۸)	ہیں۔
وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُکِّرَ	اس شخص سے زیادہ ظالم کون
بِاٰیاتِ رَبِّہٖ فَاَعْرَضَ	ہوگا جس پر خدا تعالیٰ کے دلائل
عَنْہَا وَنَسِیَ مَا قَدَّمَتْ	پیش کیے جائیں اور وہ ان سے
یَدٰہُ اِنَّا جَعَلْنَا عَلٰی	منہ پلٹا لے اور اپنے ہاتھوں سے
قُلُوْبِہِمْ اَکِنَّۃً اَنْ	جو گناہ سمیٹ رہا ہے اُن کے
یَّفْقَہُوْہُ وَفِیْ اٰذَانِہِمْ	نتائج بد سے غافل ہو جائے۔
وَقْرًا وَاِنْ تَدْعُہُمْ	ایسے ہی لوگوں کے دلوں پر پردے
اِلَی الْہُدٰی فَلَنْ	پڑ جاتے ہیں اور کانوں میں ڈاٹ
یَّہْتَدُوْا اِذًا اَبَدًا	لگ جاتے ہیں۔ وہ سمجھتے نہیں
وَرَبُّکَ الْغَفُوْرُ	اور نہ ہی سیدھے راستے کی طرف
ذُو الرَّحْمَۃِ لَوْ یُؤَاخِذُہُمْ	بلائے جانے پر متوجہ ہوتے ہیں
بِمَا کَسَبُوْا	لیکن تمہارا رب بڑا کرم فرما رحم
لَعَجَّلَ لَہُمُ الْعَذَابَ	والا ہے اگر وہ لوگوں کے اعمال
بَلْ لَّہُمْ مَّوْعِدٌ لَّنْ	پر فوری گرفت شروع کر دے
یَّجِدُوْا مِنْ دُوْنِہٖ	تو وہ جھٹ پٹ مصائب میں
مَوْئِلًا ط	مبتلا ہو جائیں اسی لیے اُن کے

Marfat.com

وَمَا خَلَقْنَا السَّمَاءَ وَ
الْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا
بَاطِلًا۔ ذٰلِكَ ظَنُّ
الَّذِيْنَ كَفَرُوْا
فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ
كَفَرُوْا مِنَ النَّارِ
اَمْ نَجْعَلُ الَّذِيْنَ
آمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
كَالْمُفْسِدِيْنَ فِي الْاَرْضِ
اَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقِيْنَ
كَالْفُجَّارِ۔ كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ
اِلَيْكَ مُبٰرَكٌ لِّيَدَّبَّرُوْا
آيٰتِهٖ وَلِيَتَذَكَّرَ
اُولُوا الْاَلْبَابِ۔

ہم نے زمین آسمانوں اور جو
کچھ اُن کے مابین ہے بے مقصد
نہیں بنایا ایسا خیال تو منکرین
کا ہے سو منکرین کے لئے انجام
کار بڑی خرابی ہے۔ بھلا ہم کہیں
ایمان لانے والوں، نیک عمل
کرنے والوں کو ان لوگوں کے
برابر کر دیں گے جو دنیا میں فساد
برپا کرتے رہتے ہیں کیا ہم نیکوکار
لوگوں کو بدکار لوگوں کے مساوی
کر دیں گے؟ یہ کیسے ممکن ہے!
ہم نے تمہاری طرف یہ مبارک
کتاب اسی لئے تو اُتاری ہے
تاکہ لوگ اس کے دلائل پر غور و
فکر کریں اور اہلِ دانش اس سے
سبق سیکھیں۔

(پارہ ۲۳ رکوع ۱۲)

وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ
وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا
اِلَّا بِالْحَقِّ وَاِنَّ السَّاعَةَ
لَاٰتِيَةٌ فَاصْفَحِ الصَّفْحَ
الْجَمِيْلَ اِنَّ رَبَّكَ

ہم نے زمین آسمان اور جو کچھ
اُن کے مابین ہے بامقصد پیدا
کئے ہیں اور قیامت کا آنا برحق
ہے لہٰذا پر امن بقائے باہمی کو
خوش اسلوبی سے اپناؤ تمہارا

Marfat.com

محاسبہ کا ایک وقت مقرر ہے

(پارہ ۱۵ رکوع ۲۰) جس سے مفر نہیں۔

اَمْ حَسِبَ الَّذِیْنَ — کیا وہ لوگ جو بداعمالیوں میں
اجْتَرَحُوا السَّیِّاٰتِ — مگن ہیں یہ سمجھتے ہیں کہ ہم انہیں
اَنْ نَّجْعَلَهُمْ کَالَّذِیْنَ — اُن کے برابر کر دیں گے جو ایمان
آمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ — لا کر نیک کام کرتے ہیں گویا کہ
سَوَاءً مَّحْیَاهُمْ وَ — دونوں کی زندگی اور موت
مَمَاتُهُمْ سَاءَ مَا — یکساں ہے؟ یہ کیسا غیر منطقی
یَحْکُمُوْنَ وَخَلَقَ اللّٰهُ — قیاس ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تو زمین
السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ — اور آسمانوں کو برحق اور بامقصد
بِالْحَقِّ وَلِتُجْزٰی کُلُّ — پیدا کیا ہے تاکہ ہر شخص کو اس
نَفْسٍ بِمَا کَسَبَتْ — کے عمل کا پھل دیا جائے اور
وَهُمْ لَا یُظْلَمُوْنَ ط — اُن سے ذرا بھی ناانصافی نہ ہو۔

(پارہ ۲۵ رکوع ۱۸)

وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ — ہم نے زمین اور آسمانوں کو
وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَهُمَا — لہو و لعب کے طور پر پیدا نہیں
لٰعِبِیْنَ۔ مَا خَلَقْنٰهُمَا — کیا بلکہ انہیں بامقصد بنایا ہے
اِلَّا بِالْحَقِّ وَلٰکِنَّ — لیکن اکثر لوگ اس حقیقت سے
اَکْثَرَهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ — بے علم ہیں اُن سب کے لئے
اِنَّ یَوْمَ الْفَصْلِ مِیْقَاتُهُمْ — محاسبہ اور فیصلہ کا ایک دن
اَجْمَعِیْنَ ط — معین ہے۔

(پارہ ۲۵ رکوع ۱۵)

Marfat.com

هُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِيْمُ

(پارہ ۱۴ رکوع ۶)

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنْ
كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّنَ
الْبَعْثِ فَاِنَّا خَلَقْنٰكُمْ
مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ
نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ مِنْ مُّضْغَةٍ
مُّخَلَّقَةٍ وَّغَيْرِ مُخَلَّقَةٍ
لِّنُبَيِّنَ لَكُمْ وَنُقِرُّ فِي
الْاَرْحَامِ مَا نَشَآءُ اِلٰۤى
اَجَلٍ مُّسَمًّى ثُمَّ نُخْرِجُكُمْ
طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوْۤا
اَشُدَّكُمْ وَمِنْكُمْ مَّنْ
يُّتَوَفّٰى وَمِنْكُمْ مَّنْ
يُّرَدُّ اِلٰۤى اَرْذَلِ الْعُمُرِ
لِكَيْلَا يَعْلَمَ مِنْ بَعْدِ
عِلْمٍ شَيْـًٔا وَتَرَى الْاَرْضَ
هَامِدَةً فَاِذَاۤ اَنْزَلْنَا
عَلَيْهَا الْمَآءَ اهْتَزَّتْ

رب تو بہترین صناع بھی ہے
اور سب سے زیادہ علیم بھی
لہٰذا اس کی حسن تخلیق کا مقصد
بھی احسن ہی ہو سکتا ہے۔

اے لوگو اگر تمہیں مکافات
عمل کے لئے دوبارہ جی اُٹھنے
میں کچھ تردد ہو تو اس بات پر
غور کرو کہ ہم نے تمہاری پیدائش
کا آغاز مٹی سے کیا پھر نطفہ بنایا
پھر خون کا لوتھڑا۔ پھر نامکمل اور
مکمل گوشت کا ٹکڑ یہ سب مدارج
اس لئے رکھے تا کہ کار تخلیق تم پر
واضح ہوتا چلا جائے اور دوبارہ
جی اُٹھنے کا سمجھنا سہل ہو جائے
پھر ہم جسے چاہتے ہیں رحم مادر
میں ایک معینہ مدت تک عمل
تخلیق میں مصروف رکھتے ہیں اور
اس کے بعد تمہیں صحیح وسالم بچہ
بنا کر نکالتے ہیں اس کے بعد تمہیں
بلوغت تک پہنچاتے ہیں پھر تم میں
سے بعض تو فوت ہو جاتے ہیں اور

Marfat.com

وَرَبَتْ وَاَنْبَتَتْ مِنْ
كُلِّ زَوْجٍ بَهِيْجٍ۔ ذٰلِكَ
بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَالْحَقُّ وَ
اَنَّهٗ يُحْيِ الْمَوْتٰى وَ
اَنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ
قَدِيْرٌ وَّاَنَّ السَّاعَةَ
اٰتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيْهَا
وَاَنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُ
مَنْ فِى الْقُبُوْرِ ۔
وَمِنَ النَّاسِ مَنْ
يُّجَادِلُ فِى اللّٰهِ بِغَيْرِ
عِلْمٍ وَّلَا هُدًى وَّلَا
كِتٰبٍ مُّنِيْرٍ۔ ثَانِيَ
عِطْفِهٖ لِيُضِلَّ عَنْ
سَبِيْلِ اللّٰهِ لَهٗ
فِى الدُّنْيَا خِزْىٌ وَّ
نُذِيْقُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ
عَذَابَ الْحَرِيْقِ ذٰلِكَ
بِمَا قَدَّمَتْ يَدٰكَ
وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ
بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ؕ

بعض ایسی نکمی عمر تک پہنچتے ہیں
کہ سب سیکھا سکھلایا علم بھی
بھول جاتا ہے ــــ یہ سب
پس پردہ مقصد کے دلائل
ہی تو ہیں ــــ اور تم زمین کو
بنجر دیکھتے ہو۔ پھر ہم اس پر
مینہ برساتے ہیں تو وہ ابھرتی
پھلتی پھولتی اور خوشنما نباتات
اگاتی ہے ایسی نباتات جن میں
جنسی ازدواج کی خصوصیت
ہوتی ہے یہ سب اس بلت کا
ثبوت ہیں کہ ذات باری تعالیٰ
برحق ہے اور وہی مردوں کو
زندہ کیا کرتا ہے اور وہ ہر چیز
پر قادر ہے اور قیامت کا آنا
بالکل یقینی ہے جس میں ذرہ
بھر شبہ نہیں۔ اور اللہ تعالیٰ
مردوں کو زندہ کر دکھائے گا۔
کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو ذات
باری تعالیٰ میں بغیر علم، بغیر رہبری
اور بغیر سند کے یوں ہی لایعنی

Marfat.com

بحثیں کرنے لگ جاتے ہیں۔ لوگوں کو راہ راست سے بھٹکانے کے لئے بڑے غرور کے ساتھ بحث و تکرار کرتے ہیں انہیں دنیا میں بھی خفت و خواری ہے اور قیامت کے دن بھی سخت عذاب ہوگا یہ اس لئے ہوگا تا وہ اپنے اعمال کا مزا چکھیں ورنہ خدا تعالیٰ تو اپنے بندوں پر سختی نہیں فرماتے۔

وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَكُمْ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ إِذَا أَنْتُمْ بَشَرٌ تَنْتَشِرُونَ وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِنْ أَنْفُسِكُمْ أَزْوَاجًا لِتَسْكُنُوا إِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَوَدَّةً وَرَحْمَةً إِنَّ فِي ذَالِكَ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ وَمِنْ آيَاتِهِ خَلْقُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافُ أَلْسِنَتِكُمْ

اور خدا تعالےٰ کے دلائل کے منجملہ یہ بھی ایک دلیل ہے کہ اس نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا اور تم تھوڑے ہی عرصے میں پھیلتے چلے گئے: اور یہ بھی دلیل ہے کہ تم سے تمہارے جنسی جوڑے پیدا کئے تاکہ اُن سے سکون حاصل کرو اور نر و مادہ دونوں میں ہم نے محبت اور شفقت پیدا کی ان حقائق میں غور و فکر کرنے والوں کے لئے واضح دلائل ہیں اور

Marfat.com

وَاَلْوَانِكُمْ اِنَّ فِیْ
ذٰلِكَ لَاٰيَاتٍ لِّلْعَالِمِيْنَ
وَمِنْ آيَاتِهٖ مَنَامُكُمْ
بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَ
ابْتِغَاؤُكُمْ مِنْ فَضْلِهٖ
اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰيَاتٍ
لِقَوْمٍ يَسْمَعُوْنَ وَمِنْ
آيَاتِهٖ يُرِيْكُمُ الْبَرْقَ
خَوْفًا وَّطَمَعًا وَّيُنَزِّلُ
مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَيُحْيِیْ
بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا
اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰيَاتٍ
لِقَوْمٍ يَعْقِلُوْنَ وَمِنْ
آيَاتِهٖ اَنْ تَقُوْمَ
السَّمَاءُ وَالْاَرْضُ بِاَمْرِهٖ
ثُمَّ اِذَا دَعَاكُمْ دَعْوَةً
مِنَ الْاَرْضِ اِذَا
اَنْتُمْ تَخْرُجُوْنَ وَلَهٗ
مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ
وَالْاَرْضِ كُلٌّ
لَهٗ قَانِتُوْنَ وَهُوَ

خدا تعالیٰ کے دلائل میں سے
ہی یہ بات بھی ہے کہ اس نے
زمین اور آسمان بنائے اور
تمہاری زبانوں کے اختلاف
اور تمہارے رنگوں کے
اختلاف بھی صاحب علم
لوگوں کے لئے واضح دلیلیں
ہیں۔ تمہارا راتوں کو خواب
غفلت میں مدہوش ہونا
اور دن میں تلاش معاش میں
مصروف رہنا بھی متوجہ ہو کر
سننے والوں کے لئے دلائل فراہم
کرتا ہے اور اسی کے دلائل
کے منجملہ یہ ہے کہ تم آسمان پر
چمکنے والی بجلی کو خطرے کے
خوف اور بارش کی امید سے
دیکھتے ہو پھر آسمان سے مینہ
برستا ہے اور مردہ زمین سرسبز
ہو کر زندہ ہو جاتی ہے سمجھدار
لوگوں کے لئے ان شواہد میں
دلائل موجود ہیں اور یہ بھی

Marfat.com

الَّذِي يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ وَهُوَ أَهْوَنُ عَلَيْهِ وَلَهُ الْمَثَلُ الْأَعْلَىٰ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ

(پارہ ۲۱ رکوع ۶)

ایک دلیل ہے کہ زمین و آسمان اسی کے حکم سے برقرار و قائم ہیں پھر جب تمہیں زمین میں سے طلب کیا جائے گا تو تم یکبارگی نکل پڑو گے اور زمین و آسمان میں جو کچھ بھی ہے سب اسی کے تابع فرمان ہیں۔ وہ ذات پاک وہی ہے جو تخلیق کا آغاز بھی کرتی ہے اور اعادہ بھی اور یہ کام اس کے لئے آسان ہے اور آسمان و زمین میں اس کی شانِ اعلےٰ ہے اور وہ زبردست حکمت والا ہے۔

أَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوا فِي أَنْفُسِهِمْ مَا خَلَقَ اللَّهُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا إِلَّا بِالْحَقِّ وَأَجَلٍ مُسَمًّى وَإِنَّ كَثِيرًا مِنَ النَّاسِ بِلِقَاءِ رَبِّهِمْ لَكَافِرُونَ

(پارہ ۲۱ رکوع ۴)

کیا ان لوگوں نے اپنے دلوں میں کبھی یہ غور نہیں کیا کہ خدا تعالیٰ نے زمین و آسمان اور جو کچھ اُن کے مابین ہے کسی حکمت ہی سے بنایا ہے اس کے باوجود کس قدر تعجب کی بات ہے کہ لوگ اپنے رب سے ملنے کا انکار ہی کر دیتے ہیں۔

Marfat.com

اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ ضُعْفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ ضُعْفٍ قُوَّةً ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ قُوَّةٍ ضُعْفًا وَّشَیْبَةً یَخْلُقُ مَا یَشَآءُ وَهُوَ الْعَلِیْمُ الْقَدِیْرُ

(پارہ ۲۱ رکوع ۹)

خدا تعالیٰ نے تمہیں ناتوانی سے پیدا کیا پھر ناتوانی کے بعد تمہارے لئے توانائی فراہم کی اور توانائی کے بعد تم پھر ناتوان اور بوڑھے کر دیئے جاتے ہو (کیا اس میں قدرت ارادہ اور مقصد جھلکتے نظر نہیں آتے؟) خدا تعالےٰ جس طرح چاہتا ہے تخلیق کرتا ہے وہ علیم بھی ہے اور قدیر بھی۔

وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَنْۢبَتْنَا فِیْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِیْمٍ۔

(پارہ ۲۱ رکوع ۱۰)

اور ہم نے آسمانوں سے بارش نازل کر کے اس کے ذریعے ہر ذی حیات میں ایسے جنسی جوڑے پیدا کئے جو ایک دوسرے کی طرف الفت و محبت سے مائل ہوتے ہیں۔

اَوَلَمْ یَرَوْا اَنَّا نَسُوْقُ الْمَآءَ اِلَى الْاَرْضِ الْجُرُزِ فَنُخْرِجُ بِهٖ زَرْعًا تَاْكُلُ مِنْهُ اَنْعَامُهُمْ وَاَنْفُسُهُمْ اَفَلَا یُبْصِرُوْنَ

(پارہ ۲۱ رکوع ۱۶)

کیا وہ دیکھتے نہیں کہ ہم کس طرح خشک افتادہ زمین کی طرف پانی پہنچاتے ہیں اور کس طرح اس سے وہ نباتاتی غذا پیدا کرتے ہیں جو وہ خود بھی کھاتے ہیں اور ان کے جانور بھی۔

Marfat.com

کیا ان حقایق سے وہ کچھ بصیرت حاصل نہیں کر سکتے؟

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰہَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَاَخْرَجْنَا بِہٖ ثَمَرَاتٍ مُّخْتَلِفًا اَلْوَانُھَا وَمِنَ الْجِبَالِ جُدَدٌ بِیْضٌ وَّحُمْرٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُھَا وَغَرَابِیْبُ سُوْدٌ وَمِنَ النَّاسِ وَالدَّوَابِّ وَالْاَنْعَامِ مُخْتَلِفٌ اَلْوَانُہٗ کَذٰلِکَ اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمَاءُ اِنَّ اللّٰہَ عَزِیْزُ الْغَفُوْرُ ۔

(پارہ ۲۲ رکوع ۱۶)

کیا انہوں نے یہ نہیں دیکھا کہ خدا تعالےٰ نے آسمان سے پانی برسا کر اس سے جو پھل پیدا کئے ہیں ان کے رنگ کس قدر مختلف ہیں اسی طرح پہاڑوں کے مختلف حصے بھی سفید سرخ اور گہرے سیاہ مختلف رنگوں کے ہیں اور انسانوں جانوروں اور چوپایوں میں بھی اختلاف رنگ پایا جاتا ہے (اس کا سبب یعنی خواص الاشیاء کی ماہیت کیا ہے؟) درحقیقت اللہ تعالیٰ کے ذی علم بندے ہی اس کی عظمت کے قائل ہوا کرتے ہیں۔ وہ بڑا غالب اور مہربان ہے۔

وَسَخَّرَ لَکُمْ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا مِّنْہُ

اور ذرا غور تو کرو اس نے تم انسانوں کے لئے وہ سب کچھ مطیع و فرمانبردار بنا دیا جو

Marfat.com

اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ ؕ	زمین و آسمان میں ہے کیا غور و فکر کرنے والوں کے لئے اس میں دلائل و براہین موجود نہیں کہ تخلیق بامقصد ہے۔
(پارہ ۲۵ رکوع ۱۸)	
زَعَمَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا اَنْ لَّنْ یُّبْعَثُوْا قُلْ بَلٰى وَ رَبِّیْ لَتُبْعَثُنَّ ثُمَّ لَتُنَبَّؤُنَّ بِمَا عَمِلْتُمْ وَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ یَسِیْرٌ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ النُّوْرِ الَّذِیْۤ اَنْزَلْنَا وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ ؕ	انکار کرنے والوں نے گمان کیا کہ ان کا حشر نہیں ہوگا آپ ان سے کہہ دیجئے بے شک خدا کی قسم تم ضرور دوبارہ زندہ کئے جاؤ گے پھر تمہیں تمہارے اعمال سے آگاہ کیا جائے گا یہ خدا تعالیٰ کے لئے آسان ہے لہذا، خدا، اس کے رسول، اور نور سے لبریز اس کتاب پر ایمان لاؤ جو ہم نے نازل کی ہے اللہ تعالیٰ ان سب کاموں سے باخبر ہے جو تم کرتے ہو۔
(پارہ ۲۸ رکوع ۱۵)	
یٰۤاَیُّهَا الْاِنْسَانُ اِنَّكَ كَادِحٌ اِلٰى رَبِّكَ كَدْحًا فَمُلٰقِیْهِ	اے انسان تو جد و جہد میں مبتلا کیا گیا ہے تیری تمام کوششوں کی منزل ذاتِ باری تعالیٰ ہے لہذا اس ذات پاک سے تیری

Marfat.com

ملاقات ناگزیر ہے مقدر ہے اور ہو کر ہی رہے گی۔

(پارہ ۳۰ رکوع ۹)

يٰۤاَيُّهَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيْمِ الَّذِيْ خَلَقَكَ فَسَوّٰىكَ فَعَدَلَكَ فِيْۤ اَيِّ صُوْرَةٍ مَّا شَآءَ رَكَّبَكَ ۔ كَلَّا بَلْ تُكَذِّبُوْنَ بِالدِّيْنِ وَاِنَّ عَلَيْكُمْ لَحٰفِظِيْنَ كِرَامًا كَاتِبِيْنَ يَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِيْ نَعِيْمٍ وَّاِنَّ الْفُجَّارَ لَفِيْ جَحِيْمٍ يَّصْلَوْنَهَا يَوْمَ الدِّيْنِ۔

اے انسان تجھے اپنے رب کریم سے کس چیز نے بھول میں ڈال رکھا ہے، اس مہربان رب سے جس نے تجھے پیدا کیا، اعضاء کو درست کیا اور متناسب بنایا اور جس صورت وشکل میں چاہا ڈھال دیا۔ خبردار۔ تم یوم احتساب کو جھٹلاتے ہو حالانکہ نامہ اعمال ریکارڈ کرنے والے دو محتسب تم پر متعین ہیں جو وہ سب کچھ جانتے ہیں جو تم کرتے ہو۔ نیکوکار تو آسائش پائیں گے لیکن بدکار حساب کے دن سخت مصیبت میں ہوں گے۔

(پارہ ۳۰ رکوع ۷)

وَيَسْتَنْۢبِئُوْنَكَ اَحَقٌّ هُوَ قُلْ اِيْ وَرَبِّيْۤ اِنَّهٗ لَحَقٌّ وَمَاۤ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ط

وہ لوگ متعجب ہو کر آپ سے سنجیدگی سے دریافت کرتے ہیں کہ کیا یوم الحساب واقعی برحق ہے؟ آپ ان سے کہہ دیجیے خدا کی قسم وہ بالکل برحق

(پارہ ۱۱ رکوع ۱۰)

Marfat.com

ہے اور تمہیں اس سے مفر
نہیں۔

یہ مختصر نمونہ ان دلائل وبراہین کا جو آج سے چودہ سو سال قبل پیش کئے گئے اور وحی الٰہی کی زبان میں پیش کئے گئے۔ منطقی معقولات اور مادی کائنات سے شہادت کی فراہمی تو اسلام کا طرۂ امتیاز رہا ہے۔ لادینی مادہ پرستی اس کا کیا دعویٰ کرے گی۔ دین فطرت کا پودا فطری تجسس سے ہی پیدا ہوا منطقی معقولیت اور مادی کائنات کی شہادت ہی سے اس نے بالیدگی حاصل کی۔ اور انجام کار انبیاء علیہم السلام کی عینی شہادت اور ذاتی مشاہدات کی آبیاری سے وہ مستحکم شجر طیب بن گیا چودہ سو سال پر ہی کیا موقوف ہے۔ چار ہزار سال قبل حضرت ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ بھی قرآن پاک میں اسی انداز سے مذکور ہے۔ فرمایا

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ لِاَبِيْهِ اٰزَرَ اَتَتَّخِذُ اَصْنَامًا اٰلِهَةً ۚ اِنِّيْٓ اَرٰىكَ وَقَوْمَكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ وَكَذٰلِكَ نُرِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلِيَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِيْنَ	جب ابراہیم نے اپنے باپ آذر سے کہا کہ کیا تم بتوں کو اپنا معبود قرار دیتے ہو بیشک میں تمہیں اور تمہاری قوم کو صریح غلطی پر پاتا ہوں۔ اور ہم نے ایسے ہی طور پر ابراہیم کو آسمان اور زمین کی مخلوقات دکھلائیں تاکہ وہ محکم یقین حاصل کرسکے۔ پھر جب رات

Marfat.com

فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ اللَّيْلُ
رَا كَوْكَبًا قَالَ هٰذَا
رَبِّيْ. فَلَمَّا اَفَلَ قَالَ
لَا اُحِبُّ الْاٰفِلِيْنَ
فَلَمَّا رَا الْقَمَرَ
بَازِغًا قَالَ هٰذَا
رَبِّيْ فَلَمَّا اَفَلَ
قَالَ لَئِنْ لَّمْ
يَهْدِنِيْ رَبِّيْ
لَاَكُوْنَنَّ مِنَ الْقَوْمِ
الضَّالِّيْنَ فَلَمَّا رَاءَ
الشَّمْسَ بَازِغَةً
قَالَ هٰذَا رَبِّيْ
هٰذَا اَكْبَرُ. فَلَمَّا اَفَلَتْ
قَالَ يَا قَوْمِ اِنِّيْ بَرِيْءٌ
مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ اِنِّيْ
وَجَّهْتُ وَجْهِيَ
لِلَّذِيْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ
وَالْاَرْضَ حَنِيْفًا
وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ
وَحَاجَّهٗ قَوْمُهٗ قَالَ

کی تاریکی چھاگئی تو اس نے ایک
ستارہ دیکھا اور کہا شاید یہی
میرا رب ہو لیکن جب وہ ستارہ
ڈوبنے لگا تو ابراہیم نے کہا
میں غروب ہونے والوں سے
رغبت نہیں رکھتا۔ پھر جب
چاند کو چمکتا دیکھا تو کہا شاید
یہ میرا رب ہو۔ لیکن جب وہ
بھی غروب ہونے لگا تو کہا کہ
اگر میرا رب میری رہبری نہ کرتا
تو میں گمراہ قوم میں ہی شمار ہوتا
پھر جب سورج کو تاباں دیکھا
تو کہا شاید یہی میرا رب ہے
یہ سب سے بڑا ہے۔ لیکن
جب وہ بھی ڈوب گیا تو ابراہیم
نے کہا اے قوم جس شرک میں
تم مبتلا ہو میں اس سے بری
الذمہ ہوں۔ میں اپنا رخ خالص
اسی ذات کی طرف کرتا ہوں،
جس نے زمین و آسمان پیدا
کئے اور میں مشرک بالکل نہیں

Marfat.com

اَتُحَاجُّوْنِّیْ فِی اللّٰہِ وَقَدْ ھَدٰانِ۔
(پارہ ۷، رکوع ۱۵)

ہوں۔ لوگ ان سے بحث کرنے لگے تو ابراہیم علیہ السلام نے کہا کیا وجود ذات باری تعالیٰ میں تم مجھ سے بحث کر سکتے ہو جبکہ منطقی دلائل کے علاوہ اب میں براہِ راست خدا تعالیٰ سے رہبری حاصل کر چکا ہوں۔

حاصل مطلب یہ ہے کہ دین فطرت اور سچے مذہب نے معقولیت پسندی کا وہی راستہ اختیار کیا ہے، لادینی مادہ پرستی جس کا ادعا کرتی ہے۔ اسلام منطقی استدلال اور کائناتی شواہد پر ہی خدا پرستی کی بنیاد رکھتا ہے اور انبیاء علیہم السلام اپنے اپنے ذاتی مشاہدات سے اس دریافت کی تصدیق کرتے رہے ہیں۔ اور قیاسی علم کو معرفت کے درجہ تک پہنچا کر ایقان کامل کی تلقین کرتے رہے ہیں۔ لیکن لادینی مادہ پرستی حقیقت سے گریز کرتی ہے۔ کائناتی مشاہدات اور منطقی استدلال سے علت اولیٰ میں جو صفات لازم قرار پاتی ہیں اُن کا مرجع متعین کرنے سے لادینی مادہ پرستی جان بوجھ کر کتراتی اور پہلوتہی کرتی ہے وہ نہ تو علتِ اولیٰ کے پاک وجود کو تسلیم کرتی ہے اور نہ ہی اپنے اس نامعقول رویہ کا کوئی جواز ہی پیش کرتی ہے کہ خدا تعالیٰ کے وجود کو کیوں نہ تسلیم کیا جائے۔ علت اولیٰ کی ناگزیر ضرورت سے پہلوتہی کر کے اور اس کی قدرت حکمت علم اور ارادہ کے کائناتی شواہد سے منہ موڑ کر

Marfat.com

لادینی مادہ پرستی خود ہی نامعقولیت کا ارتکاب کرتی ہے۔ جب اسے گریز کے لئے کوئی معقول دلیل نہیں ملتی تو وہ اس بات کا سہارا تلاش کرتی ہے کہ اس مافوق ہستی کا چونکہ ہم مکمل طور پر ادراک نہیں کر سکتے اس لئے اس کا وجود محض خیالی ہے حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ مادہ پرست اگر ذرا بھی عقل سے کام لیں تو وہ بآسانی سمجھ سکتے ہیں کہ خالق کی قدرت ہمیشہ مخلوق کو محیط ہوا کرتی ہے اور خالق کا علم لازماً مخلوق کا کامل احاطہ کئے ہوتا ہے ایسی صورت میں یہ کیونکر ممکن ہے کہ اُلٹا مخلوق کا علم و ادراک خالق پر محیط ہو جائے اور اس کا کامل احاطہ کر لے۔ مخلوق اپنی خلقی نوعیت کی بناء پر مجبور ہے کہ اپنے خالق کے متعلق صرف جزوی طور پر ہی کچھ درک رکھ سکے۔ ادراک کامل اس کے لئے ناممکن اور محال ہے۔

قرآن پاک نے اس نکتہ کی بھی وضاحت فرمادی ہے فرمایا

لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ
وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ
وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ
(پارہ ۷، رکوع ۱۹)

انسانی بصیرت اس ذاتِ پاک کا ادراک کُلی اور کامل احاطہ کیسے کر سکتی ہے جبکہ اس ذات پاک نے انسانی بصیرت و ادراک کا کامل احاطہ کیا ہوا ہو وہ ذات اس قدر لطیف علیم اور خبیر ہے کہ اس کا کامل احاطہ ممکن ہی نہیں۔

ہمیشہ بڑی چیز ہی چھوٹی چیز کو گھیرے میں لے سکتی ہے چھوٹی چیز کے لئے یہ ممکن نہیں کہ وہ بڑی چیز کو اپنے گھیرے میں لے لے بھلا وہ جو خود

Marfat.com

انسانی ادراک کے لئے لطیف اور علم کا بے پایاں سمندر ہو وہ انسانی فہم وادراک میں پورے طور پر کیسے سما سکتا ہے۔ انسانی فہم وادراک اپنی کم مائیگی کی وجہ سے اس کی معدودے چند جھلکیاں ہی دیکھ سکتا ہے اس کا احاطہ تو نہیں کر سکتا۔

الغرض جدلیاتی مادہ پرستی کا لادینی پر اصرار، بذاتِ خود اس کی نامعقولیت اور ہٹ دھرمی کی واضح دلیل ہے اور غیر متعصب و بے لاگ معقولیت پسندی خدا پرستی کی طرف رہبری کرنے پر ہی مجبور ہے۔

۲۔ جذبات، خوف و رجا کا مرجع اور اسلام

مادہ پرستوں کی مذہب کے خلاف سب سے بڑی دلیل اُن کا یہ ادعا ہے کہ مذہب عقل تجربہ اور مشاہدہ کی نہیں بلکہ جذبات کی پیداوار ہے مذہب خوف و ہراس پر مبنی ایک اندھی عقیدت ہے جسے ثابت نہیں کیا جاتا صرف آزمایا ہی جاتا ہے۔ مذہب دورِ جاہلیت کے خوف و رجاء کی پیداوار ہے کائناتی طاقتوں کے مقابلہ میں وحشی انسان کی بے بسی کی یادگار اور استحصالی معاشرہ کے آلام و مصائب سے نجات کی موہوم آرزو۔ وہ یہ کہتے ہیں کہ بے روزگاری کے خوف، افلاس اور ایٹمی جنگ کے خدشات نے مستقبل کو غیر یقینی اور مخدوش بنا رکھا ہے اور لوگ سرمایہ دارانہ معاشرہ کے سماجی تضاد سے کوئی راہ نجات نہ پاکر مذہب کی طرف اس موہوم امید پر متوجہ ہوتے ہیں تا انہیں خوف و

Marfat.com

ہر اس سے نجات ملے۔ گویا آلام و مصائب سے نجات کی آرزو ہی خیالی دنیا میں خدا کے تصور کو وجود بخشتی ہے اور پریشان حالی میں مبتلا لوگ عقل و تدبر کو بالائے طاق رکھ کر حصول آرزو کے لئے اس خیالی خدا سے اندھی عقیدت استوار کرنے لگ جاتے ہیں ورنہ حقیقت میں خدا کا کوئی وجود نہیں ـــــ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ ذَالِكَ۔

ہم گذشتہ اوراق میں قرآن کریم کے بیان سے یہ واضح کر چکے ہیں کہ مذہب اسلام، خدا تعالےٰ کا وجود، کائنات کے مطالعہ عقل کے استعمال اور تفکر و تدبر کے منطقی نتائج کی بنا پر تسلیم کروانا چاہتا ہے نہ کہ جذباتی خیال آرائیوں کی بنا پر۔ تھوڑی دیر کے لئے اگر یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ آلام و مصائب سے نجات کی آرزو کسی فرضی نجات دہندہ کے تخیل کو جنم دیتی ہے تو جدلیاتی مادہ پرستی کے مطابق بھی سمجھ دار انسان کا کام یہی تو ہے کہ اس خیال آفرینی کو عقل کی کسوٹی پر کس کر دیکھے اور کائناتی قرائن و شواہد سے اس خیال کو مدلل و مستحکم کرے یا مغالطہ قرار دے کر رد کر دے۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ کسی بے بنیاد خیال کو ساری دنیا اپنے گلے سے ہی لگا لے اور اس کے ثبوت میں دفتروں کے دفتر بھی ایجاد کر ڈالے ہر بے بنیاد خیال اپنی بے مائیگی کی وجہ سے خود ہی بے موت مر جایا کرتا ہے۔ اسے حیاتِ جاودان نصیب نہیں ہوا کرتی۔ مادہ پرستوں کی یہ بے بنیاد دلیل مغالطہ دہی کی احمقانہ کوشش ہے جسے کوئی سمجھ دار انسان قبول نہیں کر سکتا۔ یہ کس قدر مضحکہ خیز ہے کہ تہذیب و تمدن سے آراستہ انسان اپنے وحشی آباء و اجداد کی جہالت و تاریکی کی دوسری تمام علامتیں تو بلا دریغ چھوڑتا چلا جائے لیکن کائناتی طاقتوں کے مقابلہ

Marfat.com

ہیں اپنی بے بسی کی یادگار کو فرضی خدا کی شکل میں گلے سے ہی لگائے رکھے۔ اگر وجود باری تعالیٰ کا تخیل ایسا ہی بے بنیاد ہوتا تو بھوت پریت جادو ٹونے اور دیوی دیوتاؤں کے تصورات کی طرح کبھی کا کالعدم ہو چکا ہوتا۔ لیکن حضرت انسان کا بھوت پریت اور دیوتاؤں سے بے نیاز ہو جانا اور پھر بھی خدائے واحد کے وجود پاک کو برحق تسلیم کرنا خود اس بات کی دلیل ہے کہ ہستی باری تعالیٰ کا تخیل محض جذباتی خیال آفرینی پر ہی نہیں بلکہ مزید اور مستحکم منطقی بنیادوں پر استوار ہے اور انبیاء علیہم السلام کی جمیعت، ذاتی مشاہدات سے اس پر مہر تصدیق ثبت کرتی چلی آئی ہے۔

مزے کی بات تو یہ ہے کہ کائناتی طاقتوں کے مقابلہ میں وحشی آباؤ اجداد کے تاثرات کی یادیں ایسی چیزیں نہیں جو موروثی طور پر منتقل ہو سکیں۔ گذشتہ باب میں یہ ثابت کیا جا چکا ہے کہ مشاہدات وجذبات کی یادیں صرف شخصی اثاثہ ہوا کرتی ہیں ایک نسل سے دوسری نسل میں وراثتاً منتقل نہیں ہو سکتیں۔ کوئی اولاد والدین کے مشاہدات وجذبات کی یادوں کی حامل نہیں ہوا کرتی اور عہد جہالت کے نظریات تجربہ کی روشنی میں جوں جوں ترمیم پاتے جاتے ہیں، نئی پود ترمیم شدہ نظریات کو ہی درخور اعتناء سمجھتی ہے۔ مردود اور متروک نظریات سے وابستگی قبول نہیں کرتی۔

اور مزید لطف کی بات یہ ہے کہ جذبات، نظریات کو جنم دے ہی نہیں سکتے۔ یہ کام عقل کا ہے۔ عقل اور جذبہ انسان کے دو قیمتی لیکن متفرق حربے ہیں۔ جو مختلف فرائض انجام دیتے ہیں عقل کا کام

Marfat.com

جادہ و منزل کی راہ نمائی ہے، جادہ پیمائی نہیں اور جذبہ کا کام راہ نوردی ہے۔ رہبری نہیں عقل علم کا سرچشمہ ہے اور جذبہ عمل کا۔ عقل صرف علم ہی کی مصدر ہے عمل کی نہیں اور جذبہ صرف عمل ہی کا منبع ہے علم کا نہیں انسان ہمیشہ کسی نہ کسی جذبہ کے تحت ہی روبہ عمل ہوا کرتا ہے لیکن اس کے عمل کی منصوبہ بندی، جادہ و منزل کا تعین اور طریق کار کا انتخاب اس کی عقل ہی کیا کرتی ہے۔ خود جذبہ نہیں کر سکتا۔ یعنی جذبات انسان کو عمل پر مشتعل و مستعد تو کر سکتے ہیں، میدان عمل کا انتخاب اور طریق کار کی رہبری نہیں کر سکتے یہ کام صرف عقل ہی سر انجام دے سکتی ہے اس حقیقت کو سمجھ لینے کے بعد یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ مذہب ہو یا مادہ پرستی یا کوئی اور فلسفۂ حیات یا نظریہ، یہ سب تصور کائنات کی مختلف ذہنی شکلیں ہیں اور فہم وادراک کی پیداوار یہ سب عقل کے مناسب و نامناسب استعمال کا ہی نتیجہ ہیں اور ان کو وجود میں لانے کی ذمہ دار عقل ہی ہے۔ جذبات اُن کے خالق نہیں۔ اس لئے کسی مذہب فلسفۂ حیات یا نظریہ کے متعلق یہ کہنا کہ وہ جذبات خوف و رجاء کی پیداوار ہے، نادانی ہے۔ کوئی نظریہ کتنا ہی غیر معقول کیوں نہ ہو تا عقل ہی کی پیداوار ہے، گو عقل انتہائی بھونڈے پن ہی سے استعمال کی گئی ہو۔

یہ سمجھنا نہایت ضروری ہے کہ جذبات اور عقل کا باہمی رشتہ کیا ہے جذبات کچھ تقاضوں کو جنم دیا کرتے ہیں۔ اور عقل ان تقاضوں کی معقولیت کو جانچتی اور ان کی تکمیل کے لئے لائحہ عمل تیار کرتی ہے۔ پھر

Marfat.com

عقل ہی کی روشنی میں جذبات اس لائحہ عمل کے مطابق مصروف عمل ہو جایا کرتے ہیں تقاضوں کی معقولیت اور لائحہ عمل کی تدوین کا معیار ہر انفرادی عقل کی خامی یا پختگی کے متناسب ہوا کرتا ہے اور ہر فرد کا اپنا کائناتی تصور نتائج کو متاثر کیا کرتا ہے۔

قدرت نے ہر ذی حیات میں جہد للبقاء کی صلاحیت رکھی ہے، مضرت سے بچنے اور منفعت کو حاصل کرنے کی صلاحیت بیم و رجاء کے جذبات پر استوار کی گئی ہے انسان کی تمام جدوجہد کے سوتے بیم و رجاء کے چشموں ہی سے پھوٹتے ہیں۔ خوف یا امید کے ماحول سے ہی انسان مائل بہ عمل ہوا کرتا ہے عقل اس کے لئے جادہ و منزل بھی مشخص کرتی ہے اور لائحہ عمل بھی تیار کرتی ہے۔

انسانی عقل نے اپنی ناپختگی کے مختلف ادوار میں اپنے بیم و رجاء کے مصادر و مراجع کی تعیین، جادہ و منزل کی تشخیص اور لائحہ عمل کی ترتیب میں بہت ٹھوکریں کھائی ہیں۔ کبھی اس نے جنگلی درندوں کی مضرت سے بچنے کے لئے اُن کی پرستش کی، ناگ پوجا میں مصروف رہا شیروں اور ہاتھیوں کی مورتیاں بنا بنا کر نذرِ عقیدت پیش کرتا رہا اور کبھی سورج چاند ستاروں اور بجلی کی گھن گرج کو ہی اپنے بیم و رجاء کا مرجع سمجھتا رہا۔ جوں جوں انسان کا علم اور تجربہ وسیع ہوتا گیا، بیم و رجاء کے مصادر و مراجع کی تعیین میں ترمیم و اصلاح ہوتی چلی گئی یہاں تک کہ علوم و فنون کے فروغ اور ارتقاء تمدن کی مسابقت میں حضرت انسان نے اپنے بیم و رجاء کے تمام قدیم بتوں کو توڑ ڈالا اور اسی دُھن میں کوتاہ نظری سے اپنے مالک و خالقِ حقیقی کے وجود

Marfat.com

کا بھی انکار کر بیٹھا۔

آج کل انسان، بیم و رجا کے ماحول سے دوچار ہونے پر، اقدامِ عمل سے پہلے، صرف مادی اسباب میں ہی اپنے بیم و رجاء کے مصادر و مراجع تلاش کیا کرتا ہے کسی مافوق ہستی کے خوف میں مبتلا نہیں ہوتا۔ وہ اپنے خوف و رجاء کا سبب یا تو کائناتی حوادث کے اُن قوانین قدرت میں تلاش کرتا ہے جو ان حوادث کا باعث ہوتے ہیں اور علم و عمل کے ذریعہ ان پر تصرف و اقتدار حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے یا سماجی کش مکش کی اس باہمی جد و جہد میں اُن کا کھوج نکالتا ہے جو سیاسی اور معاشی استحصال، بے روزگاری، افلاس ایٹمی جنگ کے خدشات اور دیگر معاشرتی مسائل کو جنم دیتی ہے۔

کائناتی حوادث کے قوانین سے روز افزوں واقفیت نے اب کائناتی طاقتوں کے مقابلہ میں انسانی بے بسی کی نوعیت آشکار کر دی ہے۔ اور کائناتی طاقتوں سے انسان کا خوف، اب بالکل مفقود ہو چکا ہے۔ کائناتی طاقتیں اب انسان کے خوف و رجاء کا نہیں بلکہ اس کی تحقیق و تفتیش کا موضوع بن چکی ہیں انسان اب ان سے خوف زدہ نہیں رہا بلکہ جرأت و خود اعتمادی سے اُن کے تجزیہ اور تسخیر میں مصروف ہے۔ انسانی خوف و رجاء کے لئے اب صرف ایک ہی میدان باقی رہ گیا ہے اور وہ اس کی اپنی سیاسی معاشی اور معاشرتی باہمی کش مکش کا میدان ہے۔ کائناتی طاقتوں کی تسخیر نے انسان کی قدرت و اقتدار میں بے پناہ اضافہ کر رکھا ہے اور اسی قدرت و اقتدار کے بل بوتے پر، ذی اقتدار افراد طبقات اور اقوام پس ماندہ افراد

Marfat.com

طبقات اور اقوام کو اپنے استحصالی حلقۂ اقتدار میں لانے اور خود اُن کے خوف و رجاء کا مرجع بننے میں منہمک ہیں۔ اب انسان کسی اور کا نہیں بلکہ اپنے ہی بھائی بندوں کے خوف و رجاء کا ہدف بن کر رہ گیا ہے۔ وہ بالادست انسانوں سے ڈرتا اور اُن سے اپنی امیدیں وابستہ کرتا ہے وہ زیر دست انسانوں کو ڈراتا اور اُن کی امیدوں کا مرجع بنتا ہے۔

جدلیاتی مادہ پرستی نے انسان اور اس کے خالق کے درمیان پردہ حائل کر کے انسان کو خدا کے خوف سے بے نیاز کر دیا۔ علم کی فراوانی نے اسے کائناتی طاقتوں کے خوف سے نجات دلائی۔ اب انسان کے لئے صرف ایک ہی خوف باقی رہ گیا ہے 'انسان سے انسان کا خوف' اور ایک ہی امید باقی رہ گئی ہے، 'انسان سے انسان کی امید'۔ تہذیب جدید کے اس ترقی یافتہ دور میں انسان اور صرف انسان ہی دوسرے انسانوں کے خوف کا مصدر بھی ہے اور ان کی امیدوں کا مرجع بھی۔

لیکن جدلیاتی مادہ پرستی نے یہ سکھلا کر کہ کائنات جہد للبقاء کا میدان ہے حق و انصاف کی عدالت نہیں یہاں جذبۂ مفاد پرستی ہی کارآمد ترین حربہ ہے عدل و انصاف کی آرزو پرستی نہیں اور اخلاقی قدروں کی کوئی سند نہیں، ہمیں مادی اسباب و سماجی اقتدار کے حصول کی ایسی خود غرضانہ مسابقتی دوڑ میں لا ڈالا ہے جس میں افراد طبقات اور اقوام جذبۂ رقابت میں مبتلا اور اخلاقی قدروں سے بے نیاز ہو کر جس کی لاٹھی اسی کی بھینس کے اصول پر عمل پیرا ہیں۔ کمزور اور زیر دست افراد طبقات اور اقوام کے حقوق کے تحفظ کی کوئی سبیل نہیں رہی اور ـــــ ہے

Marfat.com

جرم ضعیفی کی سزا مرگ مفاجات ــــ کا اصول ہی چاروں طرف کارفرما نظر آتا ہے۔

خوفِ خدا سے بے نیازی، تسخیرِ عالم کی قدرت اور جدلیاتی مادہ پرستی کے ان اصولوں کی ہمہ گیر مقبولیت کے نتیجہ میں انسان، انسان کے مظالم کا شکار ہو رہا ہے اور دانشوروں کو کوئی راہِ نجات نظر نہیں آتی۔ جنگل کے قانون میں کمزور کے حقوق کے تحفظ کا کوئی انتظام نہیں۔ جدلیاتی مادہ پرستی ایسا کوئی محرک پیش نہیں کرسکتی جو ظالم کو ظلم و استبداد سے باز رکھے اور مظلوم کو ایسی جرأت و بے باکی عطا کرے کہ وہ اپنے تمام مادی نقصانات کو ہیچ سمجھ کر ظلم و استبداد کے مقابلہ میں سینہ سپر ہو جائے۔ ایسی صورتِ حال میں یہ سمجھنا کچھ دشوار نہیں کہ جدلیاتی مادہ پرستی کا جادہ انسانی معاشرے کو جس منزل کی طرف بڑھائے لئے چلا جارہا ہے وہ عالم گیر تباہی کی منزل ہی ہے اور تاوقتیکہ انسان ٹھنڈے دل سے یہ سوچنے پر آمادہ نہ ہو کہ جدلیاتی مادہ پرستی کے نظریات میں کہیں نہ کہیں کوئی خامی مستور ہے جس کی اصلاح نہایت ضروری ہے، عالم گیر تباہی و بربادی کا آنا ناگزیر ہے۔

رسولِ عربی صلی اللہ علیہ وسلم نے، جنہیں خدا تعالے نے زمان و مکان کی قیود سے بے نیاز تاقیامت حل المشکلات کے لئے کافتہ للناس بناکر بھیجا تھا، آج سے چودہ سو سال قبل ہی نہ صرف یہ بتلادیا کہ جدلیاتی مادہ پرستی کے نظریات کا نتیجہ عالم گیر فساد ہوگا بلکہ یہ بھی بتلادیا تھا کہ اس مصیبت سے نجات کا ذریعہ کیا ہے۔ آپ نے ربانی الفاظ میں فرمایا۔

Marfat.com

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ اَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيْقَهُمْ بَعْضَ الَّذِي عَمِلُوْا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ○

(پارہ ۲۱ رکوع ۸)

انسانوں کے اپنے ہی ہاتھوں سے برپا کئے ہوئے فسادات سے بحر و بر اس لئے لبریز ہیں تا وہ اپنے اعمال کا کچھ تھوڑا بہت خمیازہ بھگت کر یہ سوچنے پر مجبور ہوں کہ اُن کے نظریات میں خامی ہے انہیں صحت مند نظریات کی طرف رجوع کرنا چاہیئے

جدلیاتی مادہ پرستی کے نظریات کی خامی کیا ہے؟

انسان سے انسان کا خوف اور انسان سے انسان کی امید کی وابستگی بے بنیاد تو نہیں اس کی ٹھوس مادی بنیادیں موجود ہیں۔ انسان انسانوں کو نفع اور نقصان پہنچانے پر قادر بھی ہیں اور عمل پیرا بھی۔ لیکن بالا دست انسانوں کے ناجائز دباؤ کے خلاف جرأت و بے باکی سے ڈٹ جانے کی بجائے بزدلی سے ہتھیار ڈال دینے کی حماقت، زیر دست انسانوں کو کس نے سکھلائی؟ ــــ اسی جدلیاتی مادہ پرستی نے۔ جدلیاتی مادہ پرستی نے انسان کو خوفِ خدا کی اس نعمت سے محروم کر کے، جو ظالم کو عدالت پسند اور مظلوم کو جرأت و بیباکی پر مستعد کرتا ہے، حقیر انسانوں کے خوف میں مبتلا کر دیا۔ انسان اپنے خالق کی سرپرستی اور اخلاقی قدروں کی تقویت سے محروم ہو کر جہالت و بزدلی کے اس گڑھے میں جا گرا جہاں ڈرپوک انسانوں کو اپنے ہی ہم جنس خوف

Marfat.com

بھیڑیئے دکھائی دیتے ہیں۔

معاشرے کا ہر فرد انفرادی آزادیٔ عمل کا دعویدار بھی ہے اور حقدار بھی۔ آزادیٔ عمل، ظلم و استبداد کی شکل بھی اختیار کر سکتی ہے۔ لہٰذا ظلم و استبداد کے خلاف جرأت و بے باکی سے ڈٹ جانا اس آزادیٔ عمل کی قیمت ہے جس کی ادائیگی معاشرہ کے ہر فرد پر لازم آتی ہے۔ جدلیاتی مادہ پرستی، ابن الوقتی اور مفاد پرستی کی تعلیم دے کر انسانوں کو جرأت و بیباکی کی متاعِ عزیز سے محروم کر دیتی ہے۔

جدلیاتی مادہ پرستی کی سب سے بڑی غلطی یہ تھی کہ اس نے کائنات میں کارخانۂ قدرت کے معمارِ حقیقی اور خالقِ کل کی مسند بلا وجہ اور بلا دلیل خالی رکھی جس کا گمراہ کن نتیجہ یہ نکلا کہ کائنات مقصد و ارادہ اور نظم و ضبط سے عاری سمجھی جانے لگی۔ دوسری غلطی یہ ہوئی کہ مفاد پرستی میں مبتلا خود پرستی میں ملوث انسان اپنی خامیوں سے صرفِ نظر کر کے خود ہی اس مسند پر جا بیٹھے اور عدل و انصاف کی بجائے خود پرستی کا پرچار کرنے لگے۔ تحفظ امنِ عالم کی ضمانت کے لئے یہ ضروری ہے کہ عدل و انصاف کا دور دورہ ہو۔ اور عدل و انصاف کے قیام کے لئے یہ ضروری ہے کہ عدل و انصاف کا قیام ہی انسان کا مقصدِ حیات قرار پائے۔ یہ اسی حالت میں ممکن ہے جب کہ علتِ اولیٰ کے وجود اور اس کے مقصد و ارادہ کو سمجھ کر اس پر ایمان لایا جائے اس کے بغیر امنِ عالم اور مظلوم کے حقوق کے تحفظ کی کوئی ضمانت نہیں۔

یہ اسلام اور صرف اسلام ہی ہے جس نے انسانوں کو صرف ایک خدا کے خوف میں مبتلا کر کے دنیا کے باقی تمام خوفوں سے بے نیاز کر دیا

Marfat.com

اور خوفِ خدا بھی کیسا! کوئی اندھی تخویف نہیں. فہم وادراک کی روشنی میں حاکمِ عادل کے نظم وضبط کا خوف اور اسی کے ساتھ حسنِ عمل پر مالک حقیقی کی خوشنودی اور نصرت کی امید جو کمزور انسانوں کو جرأت وبے باکی عطا کرتی ہے۔ مادہ پرست اپنی جہالت سے اس صحت مند خوف ورجاء کو اندھی عقیدت سمجھتے اور خود کو حقیر انسان کے خوف ورجاء میں مبتلا رکھنا پسند کرتے ہیں لیکن یہ اُن کی ناسمجھی ہے۔ بنی نوع انسان پر رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ بہت بڑا احسان ہے کہ انہوں نے انسانی جذبۂ خوف رجاء کے حقیقی مرجع کی نشان دہی کرکے انسان کو انسان کے خوف ورجاء کا نشانہ بننے سے بچالیا۔ فرمایا

اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا فَلَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ ۝ (پارہ ۲۶ رکوع ۲)	جو لوگ ذاتِ باری تعالیٰ کو اپنا رب تسلیم کرتے ہیں اور مستقل مزاجی سے اس عقیدہ پر قائم رہتے ہیں خوف اور حزن اُن پر حرام کردیئے جاتے ہیں۔

۴۔ مادہ پرستوں کے متفرق اعتراضات

مادہ پرستوں کا یہ ادعا بھی بہتان ہے یا اسلامی تعلیم سے مکمل جہالت کہ مذہب انسان کی استعداد اور کائنات پر اس کی قدرت کو واضح کرنے کی بجائے اُلٹا اسے جہنم کے خوف سے ڈراتا دھمکاتا اور

Marfat.com

جنت کے سبز باغ دکھلا کر جد و جہد سے باز رکھنے اور اپنے مقدر پر قانع رہ کر حالات کے سامنے ہتھیار ڈال دینے کی تلقین کیا کرتا ہے۔

اسلام نے انسان کی استعداد اور کائنات پر اس کی قدرت کو جس قدر اجاگر کیا ہے اور کسی مسلک نے نہیں کیا۔ اسلام نے تو انسان کو زمین پر خدا کا نائب مقرر کیا ہے، ایسا نائب جسے سیاہ و سفید کا مختار بنا دیا گیا ہو اور آسمان و زمین اور کائنات کی تمام طاقتوں کو جس کے لئے مسخر مطیع اور فرمانبردار کر دیا گیا ہو۔ ایسی متعدد آیتیں قرآن کریم میں بکھری پڑی ہیں جن میں فرمایا گیا کہ

وَسَخَّرَ لَكُمْ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا مِنْهُ	آسمانوں اور زمین میں جو کچھ بھی ہے وہ تمام و کمال حضرت انسان کے لئے مطیع و تابع فرمان
(پارہ ۲۵ رکوع ۱۸)	بنا دیا گیا ہے۔

انسان کی استعداد اور کائنات پر اس کی قدرت کا اس سے بہتر بیان اور کیا ہو سکتا ہے۔

اور جد و جہد سے باز رکھنا تو کجا، اسلام تو حصول و اکتساب کا دار و مدار جد و جہد اور صرف جد و جہد کو ہی قرار دیتا ہے فرمایا

لَيْسَ لِلْإِنسَانِ إِلَّا مَا سَعَىٰ وَأَنَّ سَعْيَهُ سَوْفَ يُرَىٰ	انسان کو صرف وہی کچھ ملے گا جس کے لئے وہ جد و جہد کرے اور اپنی کوششوں کا پھل
(پارہ ۲۷ رکوع ۷)	وہ ضرور پائے گا۔

Marfat.com

مذہب اسلام قوموں کے عروج و زوال کو ان کی اپنی جدوجہد اور بے عملی کا نتیجہ قرار دیتا ہے فرمایا

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِھِمْ ط (پارہ ۱۳ رکوع ۸)	اللہ تعالیٰ کسی قوم کی حالت میں تغیر نہیں کرتا جب تک کہ وہ قوم خود اپنے اندر انقلابی تبدیلیاں پیدا نہیں کرتی۔

اور اسلام مسلسل جدوجہد پر ابھارتا ہی رہتا ہے

وَجَاھِدُوْا فِیْ سَبِیْلِہٖ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ ط (پارہ ۶ رکوع ۱۰)	خدا کے بتلائے ہوئے طریقہ کے مطابق بھرپور کوشش کیا کرو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔
وَجَاھِدُوْا بِاَمْوَالِکُمْ وَاَنْفُسِکُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ ذٰلِکُمْ خَیْرٌ لَّکُمْ اِنْ کُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ط (پارہ ۱۰ رکوع ۱۲)	اپنے مال و دولت اور اپنی جانوں کے ساتھ خدا کے بتلائے ہوئے طریقہ کے مطابق پوری پوری جدوجہد کیا کرو اگر تم سمجھو تو یہ تمہارے لئے بے حد مفید ہے۔
وَجَاھِدُوْا فِی اللّٰہِ حَقَّ جِھَادِہٖ ط (پارہ ۱۷ رکوع ۱۷)	اور خدا شناسی کے لئے تو ایسی کوشش کرو کہ بس کوشش کا حق ادا ہو جائے۔

اسلام جنت کے سبز باغ دکھلا کر اور جہنم کے خوف سے ڈرا دھمکا کر جدوجہد سے باز نہیں رکھتا بلکہ بے عمل کو بے عملی کے نتائج

Marfat.com

بد سے ڈراتا اور عمل پیہم پر مستعد کرتا ہے۔ فرمایا

قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَ	اے نبی ان سے کہہ دیجئے کہ اگر
وَ اَبْنَآؤُكُمْ وَ اِخْوَانُكُمْ	تمہارے آباء اور اولاد اور
وَ اَزْوَاجُكُمْ وَعَشِیْرَتُكُمْ	بھائی بند بیویاں اور رشتہ دار
وَ اَمْوَالُ ﰳقْتَرَفْتُمُوْهَا	اور تمہارے کمائے ہوئے
وَ تِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا	مال اور تمہاری وہ تجارتیں
وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ	جن میں نقصان کا تمہیں اندیشہ
اَحَبَّ اِلَیْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ	ہے اور تمہارے پسندیدہ
وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِیْ	مکانات تمہیں خدا، اس کے
سَبِیْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا	رسول اور اس کے بتلائے
حَتّٰی یَاْتِیَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ	ہوئے راستہ میں جد و جہد
وَاللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ	جاری رکھنے سے زیادہ مرغوب
الْفٰسِقِیْنَ ۠	ہیں تو خدا تعالےٰ کے حکم کا
(پارہ ۱۰ رکوع ۹)	انتظار کرو اللہ تعالےٰ عہد
	شکنوں کو کامران نہیں کرتا۔

جد و جہد کی تلقین اس سے زیادہ اور کیا ہوگی اور اسلام سے زیادہ اور کون جد و جہد کی تلقین کرے گا۔ بھلا اسلام جو جد و جہد پر ابھارتا ہو افراد و اقوام کی قسمت کو جد و جہد سے وابستہ کرتا ہو وہ اپنے متبعین کو مقدر پر قانع رہ کر حالات کے سامنے ہتھیار ڈال دینے کی تلقین کیسے کرسکتا ہے۔ اسلامی تعلیم نے تو زندگی کو سعی پیہم قرار دیا ہے صرف کردار کے لئے ہی حسن عمل پر نہیں ابھارا، دنیا کے لذائذ سے بھی لو

Marfat.com

حصہ لینے کی بھی تلقین کی ہے۔ فرمایا

قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ	ان سے کہہ دیجئے کہ اللہ تعالےٰ
اللّٰهِ الَّتِىْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ	کی پیدا کی ہوئی زیب و زینتیں
وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ	جو اس نے انسانوں کے لئے
قُلْ هِىَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا	بنائی ہیں اور پاکیزہ لذیذ کھانے
فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا	کسی نے حرام نہیں کیے۔ یہ تو
خَالِصَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ	مومنوں کے لئے دنیوی زندگی
(پارہ ۸ رکوع ۱۱)	میں بھی مباح ہیں اور قیامت کے
	دن تو صرف انہی کا حصہ ہیں۔

اسلام اگر دوزخ سے ڈراتا ہے تو صرف ظالموں اور سرکشوں کو ہی ان کی بدعملیوں کی وجہ سے ڈراتا ہے اور اگر کسی کو جنت کی امید دلاتا ہے تو اس لئے نہیں کہ وہ غاصبوں کے مظالم پر احتجاج نہ کریں بلکہ اس لئے کہ وہ ہر ظالم و جابر کے سامنے حق گوئی اور حق کوشی کی تلوار بن کر کھڑے ہو جائیں فرمایا

وَالْعَصْرِ اِنَّ الْاِنْسَانَ	تاریخ شاہد ہے کہ انسان ہمیشہ
لَفِىْ خُسْرٍ اِلَّا الَّذِيْنَ	گھاٹے میں ہی رہے گا بجز اس
اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ	کے کہ وہ ایمان لا کر عمل صالح
وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا	پر کاربند ہو جائے حق گوئی اور
بِالصَّبْرِ	حق کوشی کی تلقین بھی کرے
(پارہ ۳۰ رکوع ۲۸)	اور اس پر استقامت کی تاکید
	بھی۔

Marfat.com

اور یہ کہنا کہ مذہبی رسوم انسان کو عادت کا غلام بنا کر تاریک و مبہم جذبات کے دھاروں کو تیز کرتی ہیں؛ جہالت اور کج فہمی کے سوا اور کیا ہے۔ تربیت نفس کے صحت مند طریقے اگر صحیح طور پر استعمال کئے جائیں تو وہ اچھی تربیت کا باعث ہی بنیں گے نہ کہ جذباتی ناہمواری کا۔ آج تک کسی نے یہ نہیں دیکھا کہ نماز روزہ حج یا زکوٰۃ کسی کے جذبات کو غیر متوازن کرنے کا باعث ہوئے ہوں۔ نماز تو بُرے کاموں سے روکتی اور روزہ خدا ترسی پیدا کرتا ہے۔ بتلایا بھی یہی گیا ہے اور مشاہدہ بھی اسی کی تصدیق کرتا ہے۔ تکرار عمل سے تربیت نفس کا طریقہ ماہرین نفسیات اور اہلِ علم کا مسلمہ ہے مادہ پرست بھی اسی کی اتباع کرتے ہیں۔

مذہب سرمایہ دار طبقہ کو مزدور طبقہ پر مسلط کرنے کی تلقین نہیں کرتا۔ البتہ اشتراکیت مزدور طبقہ کو تلقین کرتی ہے کہ وہ سرمایہ دار طبقہ کو کچل ڈالے۔ اسلام طبقاتی جنگوں کو ہوا نہیں دیتا اور نہ ہی کسی ایک طبقہ کا دوسرے طبقہ پر تسلط جائز سمجھتا ہے۔ استبداد اور استحصال کی کسی شکل کو بھی اسلام گوارا نہیں کرتا۔ اور اسلامی تعلیم کا ایسا کوئی حوالہ نہیں دیا جا سکتا جس سے یہ ثابت ہو کہ دولت کی غیر مساوی تقسیم کو قرآن نے ہمیشہ کے لئے نافذ شدہ خدائی حکم بتلایا ہے۔ ایسی بہتان تراشی مادہ پرستی کا ہی خاصہ ہے۔ اسلام نے تو تقسیم زر کی ناہمواریوں کو مٹانے کے لئے واضح احکام نافذ کئے ہیں جن کا تفصیلی ذکر اگلے ابواب میں کیا جائے گا۔

Marfat.com

لادینی مادہ پرستی نے انسان کو صرف مقصد تخلیق سے ہی غافل نہیں کیا بلکہ انسانی معاشرہ کی تمام اخلاقی قدروں کو بھی برباد کر ڈالا۔ مکاری عیاری دھوکہ بازی بہتان تراشی، جبر و اکراہ، توڑ پھوڑ اور قتل و غارت گری تمام معیوب مگر موثر حربے موثر ہونے کی بناء پر معیوب نہ رہے اور بہر قیمت حصول مقصد اشتراکی اخلاق کی بنیاد بن گیا۔ اینجلز کی تعلیم ہے کہ

"پر امن ہو یا سنگین طور پر متشدد، بحیثیت انقلابی مجھے ہر وہ طریقہ جس سے مقصد حاصل ہو سکے قبول ہے۔"

(ON SCIENTIFIC COMMUNISM. MOSCOW P.199)

اور لینن نے بتلایا

"اس سے بحث نہیں کہ مزدور کن طریقوں سے اقتدار حاصل کرتے ہیں سرمایہ دارانہ نظام کو سوشلسٹ نظام میں بدلنا ہی حصول اقتدار کا انقلابی مقصد ہے۔"

(LENIN-MOSCOW P.408)

"ہمارے اخلاق مزدوروں کی طبقاتی کش مکش کے مفاد کے تابع ہیں وہ قدیم استحصالی معاشرہ کو ہر طریقہ سے تباہ کرنے اور مزدوروں کے اتحاد سے نیا معاشرہ پیدا کرنے میں ہماری مدد کرتے ہیں لینن نے بتلایا کہ اشتراکیت کے استحکام اور تکمیل کے لئے ہر قسم کی جد و جہد ہی اشتراکی فلسفۂ اخلاق کی بنیاد

Marfat.com

ہے ؛؛

(LENIN MOSCOW P.480)

مطلب پرست فلسفۂ اخلاق اور طبقاتی کش مکش کے نظریہ حیات کے ساتھ اشتراکیت، انسان کو حق طلبی کی جدو جہد پر ابھارنے کے لئے مذہبی توہمات سے پاک کرتی ہے یا انسان کو حق شناسی سے روک کر مقصد حیات سے غافل کرتی ہے۔ اس کا تصفیہ گزشتہ مباحث کی روشنی میں ناظرین خود کر سکتے ہیں۔ ذات باری تعالےٰ کا انکار سفاہت ہے۔ مقصد تخلیق سے صرف نظر کرنا بہت بڑی غفلت ہے اور مادی پرستی کی اس کارگزاری پر خوش فہمی نادانی ہے۔ اللہ پاک فرماتے ہیں:

قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ	اے نبی ان سے کہئے کیا ہم
بِالْاَخْسَرِيْنَ اَعْمَالًا	تمہیں بتلائیں عمل کے اعتبار
اَلَّذِيْنَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ	سے سب سے زیادہ گھاٹے میں
فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ	کون لوگ ہیں۔ وہ یہی لادینی
هُمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ	مادہ پرستی کے علم بردار ہیں
يُحْسِنُوْنَ صُنْعًا ۔۔	جن کی جدو جہد تمام تر حیات
اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا	دنیوی میں ہی صرف ہو کر رہ گئی
بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ وَلِقَآئِهٖ	اور وہ اس مغالطہ میں مبتلا
فَحَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ	ہیں کہ وہ بڑے ہی اچھے کام
فَلَا نُقِيْمُ لَهُمْ	کر رہے ہیں۔ انہوں نے اپنے
يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَزْنًا	پیدا کرنے والے سے ملاقات

Marfat.com

ذَالِكَ جَزَاءُ هُمْ جَهَنَّمُ بِمَا كَفَرُوا وَاتَّخَذُوا آيَاتِي وَرُسُلِي هُزُوًا (پارہ ۱۶ رکوع ۲)

کا اور اس کے دلائل و براہین کا انکار کر کے اپنے اعمال ضائع کر لئے۔ اس لئے قیامت کے دن اُن کی کوئی وقعت نہ ہوگی اُن کے حصہ میں جہنم ہی ہے جو انہوں نے خدا کے انکار اور اس کے دلائل اور رسولوں سے تمسخر کرنے کے صلہ میں حاصل کی۔

ظاہر ہے جب خدا تعالیٰ کا وجود برحق اور تخلیق کائنات با مقصد ہے اور انسان کو اس لئے پیدا کیا گیا ہے کہ اس کے حُسنِ عمل کا مظاہرہ اور محاسبہ ہو تو اس حقیقت کا انکار اور اس سے روگردانی بہت بڑی سرکشی اور بغاوت ہی تو ہے اور سخت سزا کی مستحق۔

نظریہ حیات، کا اختلاف انسانی اعمال کی قدروں کو راست متاثر کیا کرتا ہے اسلامی نظریہ حیات کا تقاضا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اور محاسبۂ اعمال پر ایمان کو پیش نظر رکھ کر انسان اپنے روزمرہ کے اعمال میں عدل و انصاف پر اس سختی سے کاربند ہو کہ ذاتی، قومی، طبقاتی اور نظریاتی مفادات سب اس پر قربان کر دیئے جائیں۔ انصاف ہر حال میں لازم و مقدم قرار پائے۔ اس کے برعکس لادینی مادہ پرست اشتراکی نظریہ حیات کا مقصد ہی طبقاتی مفادات کا تحفظ ہے۔ اور اس کے حصول کے لئے عدل و انصاف اور تہذیب و اخلاق کی قربانی جائز ہے۔ ہر کس و

Marfat.com

ناکس کی حق تلفی روا ہے۔ ہر ظالم ومظلوم کا خون مباح ہے۔ ہر اچھا اور بُرا حربہ مقبول ہے۔ اور ہر قسم کی بدعنوانی اور ظلم وستم عین صواب ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ زاویہ نظر انسانی برادری کے لئے بھی اور خود اس کے حامل کے لئے بھی انجام کار گھاٹے کا سودا ہی ثابت ہوگا بنی نوع انسان کو دو متحارب طبقات میں تقسیم کرکے اور اُن میں نفرت و حقارت کے بیج بو کر اشتراکی نظریات کے حامل خود اپنی آنکھوں سے سامنے دیکھ ہی رہے ہیں کہ سرمایہ داری اور اشتراکیت کے اعمال کس طرح ایک دوسرے سے ٹکرا کر اکارت ہوتے چلے جارہے ہیں۔ اس دنیوی زیاں کاری سے بڑھ کر گھاٹے کا سودا تو یہ ہے کہ حیات اُخروی میں سرخروئی کے لئے جو نادر موقعہ اس مختصر دنیوی زندگی نے فراہم کیا تھا اسے بالکل ہی اکارت جانے دیا گیا۔ یہی سب سے بڑا گھاٹا ہے۔

Marfat.com

باب نوزدہم

سرمایہ داری اور سوشلزم

سوشلزم ایک مخصوص نظام حیات کا نام ہے جس کے تین اجزاء ترکیبی ہیں نظریۂ حیات، لائحہ عمل اور منزل مقصود۔ اس نظام کا نظریۂ حیات جدلیاتی مادہ پرستی ہے اور اس کا لائحہ عمل وہ معاشی نظام ہے جس میں تمام ذرایع پیداوار حکومت کے اقتدار میں آجاتے ہیں اور تمام لوگ اجرت پر کام کرنے والے کارندے بن جاتے ہیں اور اس کی منزل مقصود کمیونزم ہے یعنی وہ جنت ارضی جس کے قیام کے لئے پہلے دو اجزاء ترکیبی، نظر و عمل کا مقام رکھتے ہیں۔ یہ تینوں اجزاء ترکیبی مل کر ہی ایک پیغام حیات بنتے ہیں اور تمام سوشلسٹ ممالک ان تینوں پر مساوی طور پر ایمان رکھتے ہیں۔ کمیونزم کی جنت ارضی کے قیام کے لئے وہ لوگ جدلیاتی مادہ پرستی کے نظریہ یعنی خدا اور مذہب سے

Marfat.com

متعلق تمام نظریات کو ختم کرنا بھی اسی قدر ضروری سمجھتے ہیں جس قدر ذرایع پیداوار کو مکمل طور پر اجتماعی نظام کی تحویل میں لاکر ملک کے مادی ذرایع کو ترقی دینا۔

سرمایہ دارانہ نظامِ معیشت کی ناہموار تقسیم زر، کارل مارکس سے پہلے بھی اکثر لوگوں کو کھٹکتی رہی ہے اور دانشوروں کا ایک طبقہ اس سماجی ناانصافی کے خلاف مسلسل احتجاج کرتا اور اس نظام میں اصلاح کے لئے آواز بلند کرتا رہا ہے۔ یہ لوگ سماجی انصاف (SOCIAL JUSTICE) کے تقاضوں کے علمبردار اور سوشلسٹ کہلاتے تھے۔ لیکن کوئی انقلابی نظریہ اُن کے پیشِ نظر نہ تھا۔ وہ صرف یہی چاہتے تھے کہ محنت کش طبقہ کو اس کی محنت کا پورا پورا حق ملے اور معاشرہ کے ہر فرد کی جائز ضروریات کی تکمیل ہو۔ اُن کی اصلاحی تحریک کا محرک صرف انصاف کا اخلاقی تقاضا ہی تھا۔

لیکن وہ سوشلسٹ تحریک، جو ایک انقلابی نظریہ حیات بنکر سوشلزم (SOCIALISM) کے نام سے مشہور ہوئی، جس کی بنیاد کارل مارکس نے رکھی اور لینن نے جس کی تکمیل کی، وہ اس اصلاحی اور اخلاقی بنیادوں پر قائم شدہ قدیم سوشلسٹ تحریک سے بالکل جُدا تھی۔ آج کل جس "سوشلزم" کا چرچا ہے وہ قدیم اخلاقی اور اصلاحی تحریک نہیں بلکہ ایک مکمل ازم (ISM-) ہے ایک جامع نظریہ حیات جسے کارل مارکس اور لینن نے منظم اور مربوط کیا اور جو تمام سوشلسٹ ممالک کی روح رواں ہے۔

کارل مارکس جدلیاتی مادہ پرستی کا قائل تھا۔ جدلیاتی مادہ پرستی

Marfat.com

اخلاقی قدروں کو بے سند قرار دیتی ہے اور ہر ایک چیز کو خالص مادی بنیادوں پر پرکھنے کی قائل ہے اس لئے کارل مارکس کے نزدیک مزدوروں کے ساتھ منصفانہ برتاؤ کے اخلاقی مطالبات اور مزدوروں کا معیار زندگی بلند کرنے کی سوشلسٹ تحریکیں مہمل اور بے معنے تھیں۔ جب سماجی انصاف اور انسانی بہبود کی کوئی مادی بنیاد ہی نہ ہو تو اس قسم کے مطالبات بے معنی ہی متصور ہونگے کارل مارکس کو مزدوروں کی خوش حالی یا بدحالی سے دلچسپی نہ تھی اسے معاشرہ میں پیدا ہونے والی اُن معاشی تبدیلیوں کا مطالعہ کرنے سے دلچسپی تھی جو سرمایہ داری کو جنم دے کر قوی ہیکل دیو بنا دیتی ہیں۔ وہ یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ سرمایہ داری کی پیدائش کے مادی اسباب کیا ہیں اور سرمایہ داری کا یہ مہیب دیو آگے چل کر کیا نتائج برآمد کرے گا۔

کارل مارکس نے دیکھا کہ ایک سرمایہ دار ہزاروں مزدوروں سے اپنے کارخانے میں کام لیتا ہے اور اُن کی محنت سے حاصل شدہ مشترکہ پیداوار کی تقسیم وہ خود ہی کرتا ہے اور اس طریقہ سے کرتا ہے کہ ہزاروں محنت کشوں کے حصہ میں بمشکل دال روٹی آتی ہے اور وہ خود اپنے گھر میں دولت کے انبار لگا لیتا ہے۔ ایک کارخانے کے بعد دوسرا کارخانہ اور دوسرے کے بعد تیسرا کارخانہ کھڑا کر لیتا ہے۔ اس طرح چند خوش نصیب گھروں میں دولت جمع ہونے لگتی ہے وہ کارخانوں پہ کارخانے لگاتے، وافر دولت سمیٹتے اور بنکوں اور بیمہ کمپنیوں کے مالک بن کر ملک کے پورے معاشی نظام پر قبضہ کر لیتے

Marfat.com

ہیں۔ مارکس نے دیکھا کہ سرمایہ داری کا یہ طریق کار معاشرہ کو دو ایسے طبقوں میں تقسیم کر دیتا ہے جن میں کوئی قدر مشترک باقی نہیں رہتی۔ بالا تر طبقہ محنت کش طبقہ کو حقیر اور ذلیل سمجھ کر اُن سے کنارہ کش رہتا اور اُنہیں مُنہ لگانے کے قابل نہیں سمجھتا اور محنت کش طبقہ سرمایہ دار طبقہ کو غاصب اور مغرور سمجھ کر غصّہ اور نفرت کی نظر سے دیکھنے لگتا ہے اور دونوں میں منافرت کی خلیج وسیع ہوتی چلی جاتی ہے۔ مارکس نے یہ نتیجہ نکالا کہ محنت کش طبقہ جب اپنی عددی برتری کو محسوس کرے گا تو متحد ہوکر سرمایہ دار کے خلاف اُٹھ کھڑا ہوگا۔ ذرائع پیداوار پر قبضہ کرلے گا اور ایک ایسے نظام معیشت کی داغ بیل ڈالے گا جس میں ذرائع پیداوار کسی کی شخصی ملکیت میں نہ رہیں، تاکہ آیندہ سرمایہ دارانہ نظام جنم ہی نہ لے سکے۔ اس طرح سرمایہ داری نظام خود اپنے ہاتھوں سے اپنی قبر کھودے گا۔

کارل مارکس نے اپنے مطالعہ کی بنا پر یہ پیشین گوئی کی کہ یہ معاشی انقلاب کسی ایک ملک میں نہیں بلکہ تمام متمدن اور ترقی یافتہ ممالک میں بوقت واحد آئے گا اور ماحول کا تقاضا بن کر آئے گا۔ اس نے یہ قیاس کیا کہ جب اس عالمگیر انقلاب کے ذریعہ مزدور کی آمریت قائم ہو جائیگی اور ذرائع پیداوار شخصی اقتدار سے نکل کر اجتماعی قبضہ میں آجائیں گے تو استحصالی طبقہ ختم ہو جائے گا اور حرص دولت کی بُنیادیں بھی کٹ جائیں گی۔ لوگوں کے دلوں میں مال و دولت اکٹھا کرنے کی آرزو باقی نہ رہے گی۔ صرف محنت کے ذریعہ ہی سب لوگ کما سکیں گے اور روزمرہ کی ضروریات زندگی کی تکمیل ہی اکتساب زر

Marfat.com

کا واحد مقصد رہ جائے گا۔ تمام ذرائع پیداوار حکومت کے اقتدار میں ہوں گے ہر شخص کو اس کی محنت کے مطابق اجرت ملے گی۔ اور چونکہ استحصالی طبقہ درمیان سے اُٹھ چکا ہوگا اس لئے ہر شخص کی محنت کا معاوضہ اس قدر وافر ہوگا کہ وہ معقول سطح پر معیار زندگی برقرار رکھ سکے گا۔ یہ دور سوشلزم کے استحکام کا دور کہلائیگا۔

پھر سائنسی انکشافات کی کثرت اور ٹیکنیکی مہارتوں کی فراوانی کی وجہ سے ذرائع پیداوار میں انقلابی تبدیلیاں واقع ہوں گی۔ ہر کام آٹومیٹک مشینوں سے انجام پائیگا اور آٹومیٹک مشینیں بھی آٹومیٹک مشینوں کے ذریعہ ہی تیار ہوں گی دستی مشقت اور ذہنی مشقت کا فرق مٹتا چلا جائیگا۔ دستی مشقت کا کام مشینیں انجام دیں گی اور مشینوں سے کام لینا زیادہ تر ذہنی اور کم تر دستی کام بن جائے گا۔ اس طرح کارکنوں میں طبقاتی مدارج مفقود ہو جائیں گے۔ کام 'مشقت' نہیں ایک شغل بن جائیگا مصروف رہنے کا ایک بہانہ۔ اور لوگ اجرت کے لالچ میں نہیں بلکہ مصروف رہنے کے لئے اور بے کاری کی اکتاہٹ سے بچنے کے لئے کام کیا کریں گے۔ اور پیداوار کی اس قدر فراوانی ہوگی کہ ہر شخص ہر چیز حسب ضرورت بلاقیمت حاصل کر سکے گا۔ یہ مرحلہ سائنٹفک کمیونزم کا مرحلہ ہوگا۔ گویا ٹھوس مادی بنیادوں پر، خود انسان کے اپنے ہی ہاتھوں سے قائم کی ہوئی جنت ارضی کا جس میں کام ایک فرحت بخش مصروفیت ہوگی، ہر شے بکثرت موجود ہوگی۔ ہر احتیاج خود بخود پوری ہوگی اور کوئی کسی کا حاکم ہوگا نہ محکوم۔ حکومت کی ضرورت ہی باقی نہ رہیگی لہٰذا حکومت کا وجود بھی ختم کر دیا جائے گا۔

Marfat.com

یہ تھی اس سہانے مستقبل کی تصویر جو روحانی یا اخلاقی قدروں پر نہیں بلکہ خالص مادی بنیادوں پر کارل مارکس نے اپنے خیال میں استوار کی۔

"خیالی جنت بنانے والے اُن سوشلسٹوں کے برعکس جو اشتراکیت کو نظری اخلاقیات اور انصاف کے تقاضوں پر استوار کرنا چاہتے ہیں، جو اس کی مادی بنیادوں کی طرف توجہ ہی نہیں دیتے اور جو اُسے ایسی معیاری کیفیت بتلاتے ہیں جس میں کسی مزید ارتقاء کی گنجائش باقی نہ رہے۔ اُن لوگوں کے بالکل برعکس مارکس اور اینجلز نے اشتراکی معاشرہ کو مادی پیداوار کی انتہائی ترقی یافتہ قوتوں پر مبنی مسلسل ترقی کرنے والے سماجی نظام کی ارتقائی شکل قرار دیا۔ اس طرح انہوں نے سائنٹفک طریقہ سے یہ ثابت کیا کہ کمیونسٹ سوسائٹی اپنی ترقی میں دو مرحلوں سے گزرے گی ایک سوشلزم کا مرحلہ اور پھر دوسرا سوشلزم ہی سے برآمد ہونے والا کمیونزم کا مرحلہ" [1]

ہمیں ایسی جنت کی تعمیر کے خیال، اور لادینی مادہ پرستی کے تقاضوں میں کچھ بنیادی تضاد نظر آتے ہیں جن پر مارکس اور اینجلز کی نظر نہیں پڑی۔ انہوں نے اس بات کی کوئی دلیل پیش نہیں کی کہ ان پڑھ اور جاہل

---

[1] POLITICAL ECONOMY OF SOCIALISM MOSCOW P 263

Marfat.com

مزدور اپنے حقوق طلب کرنے پر اکتفار کرنے کی بجائے سرمایہ داری کا تختہ اُلٹنے کے جنون میں کیوں مبتلا ہوں گے اور نہ ہی انہوں نے یہ بتلایا کہ یہ دیکھنے کے باوجود کہ سرمایہ داروں کو حکومت کی پشت پناہی حاصل ہے۔ نہتے مزدور حکومت کی مسلح افواج سے ٹکرانا اور حکومت کا بھی تختہ اُلٹ دینا کیوں ضروری سمجھیں گے۔ پھر یہ بھی واضح نہیں کیا گیا کہ اس تصادم میں مزدوروں ہی کی کامیابی کیوں فرض کی جا رہی ہے اور نہ ہی یہ بتلایا گیا کہ کامیابی کے بعد مزدور لا محالہ یہی فیصلہ کیوں کریں گے کہ ذرایع پیداوار تمام تر حکومت کی تحویل میں دے دی جائیں۔

کارل مارکس کے زمانہ میں بھی اور اب بھی دنیا کے مزدوروں اور سرمایہ داروں کی اکثریت "لوزوالیٔ اخلاقیات" سے ہی متاثر رہی ہے اس لئے یہ قیاس زیادہ قرین صحت ہوتا کہ مزدوروں اور سرمایہ داروں کے تصادم، پر امن بقائے باہمی کی مجبوریوں کے تحت باہمی سمجھوتوں پر منتج ہوں گے، یا یہ کہ سرمایہ دار اکثر موقعوں پر مزدور لیڈروں کو خرید لیا کریں گے اور مزدور لیڈر اپنی جیبیں گرم کر کے مزدور طبقہ سے غداری کیا کریں گے اور ایسے تلخ تجربات کی بنا پر مزدور مجبوراً یہ نتیجہ نکالیں گے کہ سرمایہ دار ہو یا مزدور لیڈر سبھی مطلب پرست اور خود غرض ہوا کرتے ہیں۔ انسان خواہ مزدور طبقہ سے آگے بڑھا ہو یا سرمایہ دار طبقہ سے بہرحال ناقابل اعتماد ہے لہٰذا سیاسی اقتدار کے ساتھ ساتھ اگر تمام ذرایع معیشت کو بھی سیاسی لیڈروں کے اقتدار میں دے دیا گیا تو اغلب ہے کہ وہ عوام اور مزدوروں

Marfat.com

پر سیاسی اور معاشی دونوں قسم کے دباؤ ڈال کر ان کے لئے مزید پریشانیوں کا باعث بن جائیں اس لئے بہتر یہی ہو گا کہ انفرادی سرمایہ داری کی کم تر لعنت کو ہی برقرار رہنے دیا جائے کیونکہ اس میں سودے بازی کی موثر قوت تو بہر طور مزدوروں کی تنظیموں کو حاصل ہے۔

ایسے قیاسات قرینِ عقل بھی تھے اور بعد میں تاریخ نے درست بھی ثابت ہوئے بڑے بڑے سرمایہ دار ممالک میں یہی ہوتا رہا ہے لیکن جو قیاس کارل مارکس نے کیا اس کا تو کوئی جواز نہ تھا۔ ———

ناخواندہ اور نیم تعلیم یافتہ مزدور طبقہ اس کے تصور سے ہی قاصر ہے کہ ذرائع پیداوار کو اجتماعی تحویل میں دے کر سوشلسٹ نظام معیشت چلانے میں کیا خوبیاں اور کیا خرابیاں ہو سکتی ہیں۔ تاوقتیکہ دانشور طبقہ مسلسل پروپاگنڈہ کے ذریعہ سوشلسٹ نظام کی خوبیوں کے بیان سے مزدوروں کے کان نہ بھرے، مزدور طبقہ کے ذہن میں یہ خیال پیدا ہونا ممکن ہی نہیں کہ سرمایہ داری کا تختہ اُلٹ کر ایک نیا نظام قائم کرنا واقعی مفید ہو گا۔

لہٰذا کارل مارکس کی یہ پیش گوئی کہ مزدور آیندہ ایسا انقلاب برپا کریں گے تاریخ کے مادی مطالعہ کا نتیجہ نہ تھا بلکہ اپنی ذاتی خواہش کی تصویر تھی، ایک ارادی انقلاب کی آرزو جسے باقاعدہ تحریک بنا کر تمام عمر اس نے بھرپور جدوجہد کی۔ لینن کو اس بات کا اعتراف ہے کہ

" اشتراکیت کے سہانے خواب اس وقت تک
لاکھوں مزدوروں کی اشتراکی جدوجہد میں تبدیل نہیں

Marfat.com

ہو سکے جب تک کارل مارکس کے سائنٹفک سوشلزم نے
انقلابی آرزو کو ایک مخصوص طبقہ کی جد و جہد کے ساتھ
منسلک نہیں کیا طبقاتی جد و جہد کے جذبہ کے بغیر سوشلزم
ایک لطیف خواب یا کھلے لفظ سے زیادہ کچھ حقیقت
نہیں رکھتا۔" لہ

اور اینجلز نے بھی تسلیم کیا تھا کہ

"کمیونزم کوئی فلسفی نظریہ نہیں بلکہ ایک تحریک ہے
جو نظریاتی اصولوں پر نہیں بلکہ بدیہی حقیقت پر مبنی ہے
یہ تحریک انقلابی جد و جہد میں مزدور کے مقام کو متعین
کرتی ہے اور محنت کش طبقہ کی نجات کے اسباب کی
وضاحت کرتی ہے۔" لہ

لیکن کارل مارکس کو یہ خیال نہ رہا کہ انسانی معاشرہ کی بہبود کی آرزو اور اس کے لئے جد و جہد بہر طور "بورژوائی اخلاقی قدروں" ہی کی پیداوار ہے جدلیاتی مادہ پرستی کا تقاضا نہیں۔ جدلیاتی مادہ پرستی تو ایسی "تخیل پرستی" کی قائل نہیں ــــــ کمیونزم کی جنت ارضی کی آرزو، اس کے قیام کے لئے کمیونسٹوں کی بے لوث اور سرتوڑ کوششیں اور موہوم مستقبل بعید میں آنے والی نسلوں کی اجتماعی بھلائی کے لئے موجودہ کمیونسٹ نسلوں کا یہ ایثار، فطری ایثار نفس اور اعلیٰ اخلاقی قدروں کی ایسی مثالیں ہیں جن کا جدلیاتی مادہ پرستی میں

لہ (ON SCIENTIFIC COMMUNISM . MOSCOW P. 39

لہ 39

Marfat.com

کوئی جواز نہیں۔ انسانی بہبود کی کسی تحریک کے لئے بے غرض ایثار لادینی مادہ پرستی کی عملی تردید ہے۔

سرمایہ دار اور مزدور کی باہمی کش مکش کا نتیجہ اخذ کرنے میں بھی کارل مارکس نے فاش غلطی کی۔ اس نے جو نتیجہ نکالا وہ انسانی فطرت کے تقاضوں کے برعکس تھا محض اس کی اپنی آرزو اور خوش فہمی کا پرتو۔ کارل مارکس اس بات کو بالکل بھول گیا کہ انسانی فطرت میں کافی لچک ہے اُسے یہ خیال ہی نہ رہا کہ سرمایہ دار کسی بڑے نقصان کو یقینی دیکھ کر، کم تر نقصان پر مزدور سے سمجھوتہ کرنے پر آمادہ بھی ہو سکتا ہے اسے یہ بھی خیال نہ آیا کہ مزدور اپنے تمام مطالبات منوانے میں مشکلات دیکھ کر کسی قدر کم مطالبات کے پورا ہو جانے پر بھی اکتفا کر سکتا ہے! انسانی فطرت کی اسی لچک نے سرمایہ دار اور مزدور کی باہمی کش مکش کے پہلو بہ پہلو مسلسل ہم آہنگی کے جو اسباب فراہم کر رکھے تھے اُن پر کارل مارکس کی نظر ہی نہ پڑی۔ اور پڑتی بھی کیسے، وہ نہ تو سرمایہ دار تھا اور نہ ہی مزدور۔ وہ یہ کیسے سمجھ سکتا کہ محنت کش مزدور کو نظریاتی موشگافیوں سے کوئی دلچسپی نہیں ہوتی۔ مزدور کی بلا سے، ذرائع پیداوار پہ کسی کا بھی قبضہ رہے اس کو تو صرف ایک ہی بات سے غرض رہتی ہے اور رہے گی کہ اُسے اس کی محنت کا معاوضہ اس قدر ضرور ملنا چاہیئے جس سے اس کی واجبی ضروریاتِ زندگی تکمیل پاتی رہیں۔ نظام سرمایہ داری میں بھی مزدور کا مطمح نظر یہی رہا اور عجیب بات ہے کہ اشتراکی نظام میں بھی، جہاں پچاس سال سے سوشلزم کا دور دورہ ہے اور مزدور کی آمریت کا ڈھنڈورہ پٹ رہا ہے اس غریب کے تقاضے

Marfat.com

کی معراج ابھی تک یہی ہے کہ اس کا حق الخدمت کم از کم اتنا ضرور ہونا چاہیئے جس سے وہ باعزت زندگی گزار سکے۔ آمریت کی تہمت کے باوجود وہ ابھی تک یہ حق حاصل نہیں کرسکا۔ روسی حکومت کا وعدہ ہے کہ وہ غالباً ۱۹۸۰ء میں مزدور کو یہ حق دینے کی اہل ہوسکے گی اس سے قبل نہیں۔ کارل مارکس اس بدیہی حقیقت کو سمجھ نہ سکا کہ غریب مزدور کا پاکیزہ دل ہمیشہ فطری انصاف سے لبریز اور اس کا مشقت پسند دماغ ہمیشہ سرمایہ داری اور اشتراکیت کی عیارانہ چالوں سے پاک رہا ہے لہٰذا وہ کچھ دے کر اور کچھ لے کر پرامن بقاء باہمی کے اصولوں پر عمل پیرا ہوتا سرمایہ دار کے پہلو بہ پہلو کام کرتا ہی چلا جائے گا اور نظام سرمایہ داری کو بدلنے کی نوبت ہی نہ آئیگی۔

بعد کے واقعات نے اس بات کی تصدیق کی کہ کارل مارکس کی پیش قیاسیاں بے بنیاد تھیں۔ سرمایہ داروں کی ناانصافیاں دیکھ دیکھ کر مزدور خود بخود متحد ہونے لگے اور ٹریڈ یونین بنا بنا کر سرمایہ داروں سے اپنے حقوق طلب کرنے اور حاصل کرنے لگے۔ سرمایہ دار بھی مراعات دینے پر مجبور ہوئے اور اس طرح سمجھوتہ سے دونوں کے کام چلتے رہے مختلف ممالک میں مزدوروں کی تنظیموں نے سیاست میں بھی حصہ لیا برطانیہ میں تو لیبر پارٹی نے کئی مرتبہ اپنی حکومت بھی قائم کی اور کئی صنعتوں کو قومی تحویل میں بھی لے لیا لیکن کسی نے بھی یہ مناسب نہ سمجھا کہ مزدوروں کی اجتماعی قوت کو سرمایہ دارانہ نظام میں انقلابی تبدیلی کے لئے استعمال کیا جائے۔ وجہ ظاہر تھی۔ سرمایہ داری کی تکمیل خود لیبر گورنمنٹ کے ہاتھ میں تھی۔ فلاحی مملکت کے سامان فراہم کئے جا رہے تھے جن

Marfat.com

صنعتوں کو قومی تحویل میں لینا ضروری خیال کیا گیا، لے گیا تھا۔ سرمایہ دار اور مزدور کے باہمی تعلقات میں صحت مند توازن کے قیام کا انتظام کر دیا گیا تھا۔ ہڑتال کا حق اور باہمی سمجھوتہ کا دروازہ ہر وقت کھلا تھا۔ قول اور فعل کی شخصی آزادی ہر ایک کو عزیز تھی محض انقلاب برائے انقلاب کی کسی کو ضرورت نہ تھی۔

کارل مارکس کے جذباتی نظریہ کو اس وقت تک کوئی قوی سرپرست نہ مل سکا جب تک ذاتی جذباتی تقاضوں کے مدنظر، محض انقلاب برائے انقلاب کی کسی کو ضرورت لاحق نہیں ہوئی۔

اور یہ ضرورت پہلی مرتبہ روس میں لینن کو لاحق ہوئی۔

مارکسی نظریہ تنقیدی معیار پر جس قدر بودا ہے جذباتی اپیل میں اسی قدر قوی بھی ہے سرمایہ داری نظام کی خرابیوں سے کون انکار کرسکتا ہے کوئی ایسا جدید نظام معیشت جو دولت کی ناہموار تقسیم کو متوازن تقسیم میں بدلنے اور مزدوروں کے لئے جنت ارضی بنانے کا وعدہ کرے، مزدوروں کو متوجہ کیوں نہ کرے گا۔ یہی وجہ تھی کہ ٹریڈ یونینوں کی اصلاحی جدوجہد سے قطع نظر، خالص مارکسی نظریات بھی جذباتی اپیلوں کی بنا پر مقبولیت کے میدان ہموار کر رہے تھے اور نظریاتی انقلاب کے متوالے خوش پوش حضرات مختلف ممالک میں مارکسی پارٹیاں بنا بنا کر مزدوروں میں انقلابی تحریک کی تبلیغ کرنے لگے تھے۔

دوسرے ممالک کی طرح روس میں بھی مارکسی خیالات کے لوگ پیدا

Marfat.com

ہو گئے تھے۔ کیوں کہ روس میں زار کی حکومت یورپ کے دوسرے ممالک کی شاہی حکومتوں سے چنداں مختلف نہ تھی۔ وہاں عوام پر شاہی خاندان اور حکمراں طبقہ کے مظالم اور کارخانوں میں مزدوروں کی خستہ حالی کا کوئی پرسانِ حال نہ تھا۔ عوام زار سے متنفر تھے اور اسے قتل کرنے کی ناکام سازشیں ہوتی رہتی تھیں اسی ماحول میں لینن (LENIN) نے ہوش سنبھالا اور اس کا بڑا بھائی زار روس کے قتل کی سازش میں پھانسی پر لٹکا یا گیا۔

لینن، روس کے علاقہ استراخان کے ایک غریب مدرس ایلیانکولیش علیانوف کے ہاں اپریل ۱۸۷۰ء میں پیدا ہوا تھا اس کا نام ولدمیر ایلیاس علیانوف (VALADIMIR ILYICH ULYANOV) رکھا گیا اس کے کئی اور بھائی بہن بھی تھے جو بچپن ہی سے آزاد خیال اور مذہب سے باغی تھے۔ لینن کا سوانح نگار لکھتا ہے۔

"ولدمیر نے کم عمری میں ہی حقایق اشیاء کو سمجھنا شروع کر دیا تھا اور چونکہ وہ ایسا صاف گو لڑکا تھا جو جھوٹ اور ریاکاری کو برداشت نہیں کر سکتا تھا اس لئے اس نے مذہب سے اپنا تعلق منقطع کر لیا۔ وہ واقعہ جو اس اقدام کا بہانہ بنا اور جس کی بنا پر اس نے کھلی بغاوت کا مظاہرہ کیا یہ تھا کہ ایک دن اس کے باپ ایلیا علیانوف نے اپنے ایک مہمان دوست کے سامنے باتوں ہی باتوں میں شکایت کی کہ اس کے بچے عبادت کے لئے گرجا گھر جانے میں بہت لاپرواہ ہیں۔ اس پر مہمان دوست ولدمیر کی طرف دیکھتے ہوئے

Marfat.com

کہنے لگا ــــ انہیں بید سے خوب مار کر و ذرا رعایت نہ کرو ــــ ولدیمیر یہ سن کر غصے میں بھرا گھر سے باہر نکل گیا اور احتجاج کے طور پر اپنے گلے میں پڑی ہوئی صلیب توڑ کر اتار پھینکی "۔ [۵۱]

ولدیمیر ابھی اسکول کی تعلیم ختم کرنے نہ پایا تھا کہ باپ کا انتقال ہو گیا پھر یہ اطلاع ملی کہ اس کا اکیس سالہ بڑا بھائی الگزینڈر جو کالج میں پڑھ رہا تھا، زار روس الگزینڈر سوم کے قتل کی سازش میں گرفتار کر لیا گیا ہے نوجوان الگزینڈر کو سازش کے جرم میں پھانسی دے دی گئی اور سترہ سالہ ولدیمیر پہ اس سانحہ کا گہرا اثر ہوا۔ ولدیمیر کالج میں شریک ہوتے ہی کازان یونیورسٹی کے طلبا کی ہڑتالوں میں سرگرم حصہ لینے اور حکومت کے خلاف تقریریں کرنے لگ گیا۔ حکومت نے اسے گرفتار کر لیا۔

" حوالات جاتے ہوئے ولدیمیر اور گرفتار کرنے والے پولیس افسر کے درمیان جو دلچسپ گفتگو ہوئی یہ تھی ــــ " نوجوان تم باغی بن کر کیا حاصل کر لو گے کیا تم دیکھتے نہیں کہ تمہارے سامنے ایک فصیل کھڑی ہے "۔ پولیس افسر نے دریافت کیا۔ نوجوان نے جواب دیا۔ " ہاں ہے تو فصیل ہی لیکن بہت بوسیدہ ہو چکی ہے ایک اچھا سا دھکا لگایا جائے تو یہ گر پڑے گی "۔ [۵۲]

ولدیمیر کو باغی خیالات کی بنا پر یونیورسٹی سے نکال دیا گیا اور

---

[۵۱] LENIN, A BIOGRAPHY. MOSCOW P. 22

[۵۲] " " " 25

Marfat.com

اس نے زارِ روس کی بوسیدہ فصیل کو منہدم کرنا ہی اپنا مقصدِ حیات بنالیا۔

فصیل کو منہدم کرنے کے لئے کسی عوامی انقلابی تحریک کی ضرورت تھی جس کے بل بوتے پر انقلاب برپا کیا جا سکے اور عوام کے جذبات نفرت کو مشتعل کر دینے والا کوئی موثر نعرہ مطلوب تھا۔

سرمایہ داری کے خلاف مزدور کو بھڑکانے والی مارکسٹ تحریک نہایت موزوں نظر آئی ولدمیر روس کی مارکسٹ پارٹی میں شریک ہوگیا۔

"مارکسی نظریات کو سمجھنے کے بعد لینن کو ان میں وہ نظر آیا جو کسی اور نے کبھی نہ دیکھا تھا۔ لینن نے دیکھا کہ اگر روس کے مزدور طبقہ کو ایک مرتبہ اس تحریک سے بیدار کر دیا جائے تو کتنی بڑی قوت کو مشتعل کیا جا سکے گا۔ اسی وقت سے اسے یقین ہوگیا کہ نہ تو زار کی فرعونیت ہی اس بے پناہ قوت کا مقابلہ کر سکے گی اور نہ ہی سرمایہ داراس کے سامنے ٹھیر سکیں گے۔"[۱]

لینن نے سوچا کہ اگر مزدوروں کو بھڑکاتے اور تشدد کا پرچار کرنے والی ایک پارٹی بنا کر مزدوروں کی حکومت قائم کرنے کی تحریک چلائی جائے تو مزدور اس کے لئے جان لڑا دینے سے دریغ نہ کریں گے زار کی حکومت کا خاتمہ کیا جا سکے گا اور پھر مزدوروں ہی کے نام سے اسی پارٹی کے ذریعہ اپنی حکومت اور اپنی آمریت مستحکم کی جا سکے گی اور

---

[۱] LENIN. MOSCOW P. 28

حسبِ خواہش معاشی نظام بھی بدلا جاسکے گا۔

"انقلاب کی آمد کو جس طرح لینن نے سمجھا اور کوئی نہیں سمجھ پایا۔ صدی کے موڑ پر اس نے ایک نئی قسم کی پارٹی بنانے کا منصوبہ تیار کیا ایک ایسی پارٹی کا جو محنت کش طبقہ کے انقلابی رجحان کی رہبری کی اہل ہو۔ ایسی پارٹی جو ہر اس کوشش کے مقابلہ میں چٹان کی طرح سینہ سپر ہو جائے جو مزدوروں کو متشدد انقلاب کے راستہ سے ہٹا کر باہمی سمجھوتوں اور پُرامن اصلاحات کی طرف لے جانا چاہے۔ لینن ایسی پارٹی بنانے لگ گیا جو زار کا تختہ اُلٹنے سرمایہ داروں کو شکست دینے اور مزدوروں کی آمریت قائم کرنے میں رہبر و راہ نما بنے۔" [۱]

"لینن کے منصوبہ کے مطابق پارٹی کے دو دائرے تھے، راہ نما کارکنوں کا ایک مختصر دائرہ، جس میں زیادہ تر پیشہ ور انقلابی تھے اور دوسرا وسیع تر، مقامی تنظیموں کا ڈھانچہ جن کا کام محنت کشوں کی تائید اور ہمدردیاں فراہم کرنا تھا۔" [۲]

روس میں مارکسٹ پارٹیوں کی اکثریت سوشلسٹ نظام کے پُرامن قیام

۱؎ LENIN . MOSCOW P. 82

۲؎ " " " 92

کی خواہاں تھی لیکن یہ بات لینن کے منصوبہ کے خلاف تھی اُسے صرف بغاوت مطلوب تھی۔ اس لئے اس نے اکثریت کی پر زور مخالفت کی، تشدد کا پرچار کیا، پُر امن مصلحین کو لعن طعن کی اور رجعت پسند گردانا اور مارکسٹ پارٹی کے اندر اپنی متشدد پارٹی، بالشویک پارٹی کے نام سے قائم کر کے وہ اپنے مخالفین کو پراگندہ و منتشر کرنے کے لئے تمام حربے استعمال کرنے لگا اور اس بات کا درس دینے لگا کہ

"مصلحین اور رجعت پسندوں کے اصرار کے باوجود سرمایہ داری سوشلزم میں پُر امن طریقوں سے منتقل ہو ہی نہیں سکتی۔ سوشلزم کے نفاذ کے لئے ہر صورت میں مزدور کی آمریت کا قیام اور ذرائع پیداوار کو اس اقتدار کی تحویل میں لانا ضروری ہے۔" ؎۱

یہی نہیں بلکہ لینن نے واضح کر دیا کہ

"سوشلسٹ نظریہ، مزدوروں کی تحریک میں خود بخود تو پیدا ہی نہیں ہوتا۔ یہ تو مارکسٹ پارٹی کے ذریعہ مزدوروں کی تحریک میں ٹھونسا جاتا ہے۔" ؎۲

لینن نے پر تشدد انقلاب کے ذریعہ بسیار خون خرابے کے بعد انجام کار اقتدار حاصل کر ہی لیا۔ اس اقتدار کا نام تو "مزدور کی آمریت" پہلے سے ہی طے شدہ تھا لیکن حقیقی آمریت لینن اور اس کی بالشویک پارٹی

؎۱ LENIN MOSCOW P. 408

؎۲ 〃 〃 〃 . 90

Marfat.com

ہی کو حاصل رہی۔

بھولے مزدوروں نے یہ سمجھا تھا کہ حکومت کے قیام کے بعد پارٹی اپنی قیادت کے فرائض سے سبکدوش ہو جائے گی اور سوشلسٹ تعمیر کے منصوبوں اور حکومت کے روزمرہ کے کام کاج میں مزدوروں کو بھی اُن کے ٹریڈ یونینوں کے ذریعہ کچھ حصہ ملے گا۔ لیکن انہیں سخت مایوسی ہوئی۔ لینن نے انہیں صاف جواب دیدیا۔ اس بارے میں لینن کا سوانح نگار لکھتا ہے۔

"مزدوروں کے حزبِ اختلاف نے مزدوروں کے پست خیال طبقوں کے جذبات کو مشتعل کر کے یہ اعلان کیا ہے کہ اب کمیونسٹ پارٹی کا نہیں بلکہ ٹریڈ یونینوں کا یہ حق ہے کہ وہ سوشلسٹ تعمیر کے کام چلائیں۔ لینن نے کان کنوں کی کل روسی دوسری کانفرنس میں اُن کے اس مطالبہ کو رد کرتے ہوئے، پارٹی کی قائدانہ حیثیت پر زور دیا اور کہا کہ جب ہم یہ کہتے کہ اب پارٹی کا نہیں بلکہ ٹریڈ یونینیوں کا یہ حق ہے کہ وہ اپنے نمائندے بھیج کر حکومت کے کاموں میں حصہ لیں، تو یہ بات بڑی ہی جمہوریت پسند معلوم ہوتی ہے اور اس سے ووٹ بھی حاصل ہوتے ہیں لیکن کب تک؟ یہ تو مزدوروں کی آمریت کے لئے سمِ قاتل ہے۔ حکومت کرنے کے لئے تو ایک آہنی انقلابی کمیونسٹ فوج کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور وہ فوج ہمارے پاس موجود ہے۔ اسی کو کمیونسٹ پارٹی کہتے ہیں۔

Marfat.com

صرف کمیونسٹ پارٹی ہی اس بات کی اہل ہے
کہ وہ مزدور طبقہ اور عام محنت کشوں کو متحد اور منظم
کرے اور اُن کے کاموں کی نگرانی کرے۔ مزدوروں کی تنظیم
میں، کمیونسٹ پارٹی نظم ونسق کی بلند ترین شکل ہونے کی
وجہ سے تمام رعایا، تمام سرکاری محکموں، ٹریڈ یونینوں
اور عوامی اداروں کی تکمیل سوشلزم کی مشترکہ منزل
کی طرف رہبری کرتی ہے۔ لینن نے بتلایا کہ کمیونسٹ
پارٹی کے بغیر تو مزدور کی آمریت چل ہی نہیں
سکتی۔" [له]

غریب مزدوروں کو امور حکومت کے بارے میں کچھ کہنے سننے کا اختیار دینا، کس کی آمریت کے لئے سمِ قاتل تھا، مزدور کی آمریت کے لئے یا لینن کی؟ یہ محتاج توضیح نہ رہا۔ جس ملک کا ہر فرد اجرت پر کام کرنے والا مزدور بنا دیا گیا ہو اور جہاں مزدور کے سوا اور کسی طبقہ کا وجود ہی نہ رہا ہو، وہاں کس پر حکومت کرنے کے لئے ایک آہنی فوج کی ضرورت تھی یہ بھی واضح ہو گیا لینن نے اپنی آمریت کے قیام کے لئے پارٹی بنائی تھی۔ اسی آمریت کے استحکام کے لئے پارٹی کو برقرار رکھنا بھی ضروری تھا۔ اس اقتدار کا نام "مزدوروں کی آمریت" تو دنیا کی آنکھوں میں دھول جھونکنے اور مزدور کو بے وقوف بنا کر اس کا منہ بند کرنے کے لئے رکھا گیا تھا ورنہ "مزدور"

LENIN MOSCOW P-461 [له]

Marfat.com

اور "آمریت" کا کیا جوڑ؟

ایاز قدر خود بشناس!

اور اسٹالن نے تو اپنے مستحکم دور میں کھلے الفاظ میں تسلیم ہی کر لیا کہ :۔

"مزدوروں کی آمریت حقیقت میں مزدوروں کی قائد جماعت کی ہی آمریت ہے کمیونسٹ پارٹی کی آمریت" ۔ ؎۱

پارٹی اور لینن کا رشتہ جسم اور روح کا رشتہ قرار دیا گیا تھا۔

"پارٹی اور لینن جسم اور روح کی مانند ہیں۔ کیا جسم اور روح علیحدہ کئے جا سکتے ہیں؟ جب ہم لینن کا ذکر کرتے ہیں تو گویا پارٹی ہی کا ذکر کرتے ہیں اور جب ہم پارٹی کا ذکر کرتے ہیں تو وہ لینن ہی کا ذکر ہوتا ہے" ؎۲

جسم چونکہ ہمیشہ روح کے تابع ہوا کرتا ہے اس لئے پارٹی پر لینن کا چھائے رہنا بھی ضروری تھا اور حقیقت تھی بھی یہی کہ لینن ہی سب کچھ تھا۔

"وقت کے تقاضوں یا معاشی اور سیاسی مصلحتوں کے مدنظر لینن جب کبھی چاہتا پڑا اپنے انتظامی ڈھانچے کو

---

۵۱ (PROBLEMS OF ENINISM - BY J. STALIN P. 135
— QUOTED IN THE SOVIET REGIME P. 201

۵۲ LENIN . MOSCOW P. 9

Marfat.com

بڑی دھاندلی سے توڑ دیتا اور کسی مقامی مصلحت کی ذرہ بھر پروا نہ کرتا تھا۔ سول وار کے بعد لینن ہی کی تحریک پر اور اسی کی ہدایت کے مطابق حکومت کے مختلف شعبوں، سلطنت کے پورے ڈھانچے اور پارٹی کے نظام کی از سر نو تنظیم کی گئی"۔ ؎۱

لینن کی سوانح حیات شروع سے آخر تک پڑھ جائیے یہی واضح ہوگا کہ حکم نافذ کرنے کا سرچشمہ تاحیات خود لینن ہی رہا۔ پارٹی کا کام یہ تھا کہ نافذ شدہ حکم کی تعمیل کی نگرانی کرے۔ پارٹی کے ارکان ہی حکومت کی مشینری پر مسلط تھے وہی مختلف مراتب کے عہدہ دار تھے اور وہی کارخانوں کے منتظمین اعلیٰ۔ تعمیل حکم کے لئے اہلکاروں اور مزدوروں کا طبقہ دست بستہ حاضر تھا۔

شخصی حکومت میں ہمیشہ سے یہی ہوتا چلا آیا ہے کہ خوشامدیوں اور جی حضوریوں کی ایک ٹولی اپنی سعادت مندی کے مظاہروں میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کے لئے کوشاں رہتی ہے۔ یہی کام کمیونسٹ پارٹی بھی انجام دینے لگی۔ نظم وضبط اور اقتدار اعلیٰ کے حکم کی تعمیل اس پارٹی کا فرض اولین تھا لیکن جسے اس پارٹی میں داخل ہونے کی سعادت نصیب ہوتی وہ یوں سمجھتا تھا کہ بس نوازا ہی گیا اور واقعہ بھی یہی تھا کہ زود یا بدیر کسی نہ کسی عہدے سے وہ نوازا ہی جاتا تھا۔ لوگوں میں ذاتی خوبیوں کی بجائے، پارٹی کے

؎۱ LENIN MOSCOW P. 471

نظریات سے ہم آہنگی کا ادعا ہی لینن کے لئے زیادہ جاذب ہوا کرتا تھا۔

"اس کے لئے لوگوں کو پرکھنے کا اہم ترین معیار یہ تھا کہ اُن کے سیاسی نظریات کیا ہیں جب کبھی کوئی کسی شخص کی یہ کہ کر سفارش کرتا کہ یہ بہت اچھا آدمی ہے تو لینن جھنجھلا کر جواب دیتا۔ اچھا ہے تو کیا کروں مجھے یہ بتایا ہوتا کہ اس کا سیاسی رویہ کیسا ہے"[۸۱]

کسی ایسے سیاسی نظام میں جہاں ایک ہی پارٹی کی حکومت ہو مخالف پارٹی کا وجود گوارا نہ ہو، آزادئ رائے پر جکڑ بندیاں ہوں، ذی اقتدار پارٹی کے عیوب پر تنقید ناممکن ہو جاتی ہے۔ ایسی صورت میں ذی اقتدار افراد کی طرف سے بدعنوانیوں کا ارتکاب بڑھ جاتا ہے روس میں خود لینن اور اس کے بعد اسٹالن پھر خروشوف کے دور میں یہی ہوتا رہا۔ اور اب بھی یہی ہو رہا ہے۔

"لینن نے چوریوں، غبن، دستبرد، رشوت وغیرہ کا سختی سے تدارک کرنے کی تاکید کی اور جب وہی لوگ ان جرائم کے مرتکب ہوتے جو پارٹی کے ممبر ہوا کرتے تو لینن آپے سے باہر ہو جاتا۔ پارٹی کے اراکین اور حکومت کے افسروں کی جانب سے پارٹی کے ایسے مجرموں کو بچانے کی کوششوں کی وہ مذمت کیا کرتا۔ جب اسے معلوم ہوا

LENIN MOSCOW P. 492 [۸۱]

Marfat.com

کہ پارٹی اور حکومت مختلف جرائم کے مرتکب پارٹی ممبروں کو سزا دیئے بغیر چھوڑ دیا کرتی ہے تو اس نے لکھا کہ یہ کس قدر شرم کی بات ہے کہ ذی اقتدار پارٹی اپنے غنڈوں کی پشت پناہی کر رہی ہے"۔ [1]

"اسٹالن نے تو اقتدار سے خود ہی ناجائز فائدہ اٹھانا شروع کر دیا وہ لاقانونیت کا، پارٹی کے بڑے بڑے لیڈروں سمیت بے گناہ روسی عوام کی پکڑ دھکڑ کا، اور ان پر مظالم کو درگذر کرنے اور ملک کے داخلی اور خارجی امور میں کئی بدعنوانیوں کا مرتکب ہوا۔ اسٹالن کے مرنے کے بعد جب سنٹرل کمیٹی نے اہم کاغذات کی ایک کثیر تعداد کا مطالعہ کیا تو اس بات کا پتہ چلا کہ اسٹالن نے اپنے اقتدار کا کس قدر بے جا استعمال کیا تھا اور بالشویک پارٹی کے قدیم لیڈروں سمیت کتنے ہی بے گناہ لوگوں کو خوف و دہشت اور ایذا رسانی کا ہدف بنایا تھا"۔ [2]

اور اسٹالن کے بعد خوروشوف کے زمانہ کا حال خود خوروشوف کی زبانی یہ ہے کہ

"اسی کانگریس میں نکیتا خوروشوف نے شکایت

---

[1] LENIN. MOSCOW P. 496

[2] " " " 552

کی کہ ہماری پارٹی میں دوسرا عیب یہ ہے کہ کچھ کمیونسٹوں
نے یہ سمجھنا شروع کر دیا ہے کہ ہماری پارٹی میں دو ضابطے
جاری ہیں ایک ضابطہ پارٹی کے لیڈروں کے لئے اور
دوسرا پارٹی کے عام ممبروں کے لئے۔ بہت سے عہدیدار
ایسے بھی ہیں جو یہ سمجھتے ہیں کہ ان کے لئے تو ابھی کوئی قانون
لکھا ہی نہیں گیا۔ ایسے واقعات بھی سامنے لائے گئے ہیں
جن میں اعلیٰ عہدیداروں نے کامریڈوں کو صحیح رپورٹیں
دینے پر دھمکیاں دی ہیں اور متنبہ کیا ہے کہ وہ ایسی رپورٹوں
سے دست بردار ہو جائیں ورنہ اس کا سخت خمیازہ
بھگتیں گے۔" [۱]

اور آج کل کے روسی معاشرہ کی حالت اشتراکی برادری کے منجھلے بھائی
اشتراکی چین کی زبانی یہ ہے کہ

"روس کے رجعت پسند بے اصول ذی اقتدار طبقہ
نے حال ہی کارکردگی کی نگرانی کے بہانے جدید قوانین بنائے
ہیں جن کے ذریعہ تمام ملک میں وسیع اختیارات والی
عوامی کنٹرول کمیٹیاں اور عوامی نگرانی کارٹیمیں قائم کی گئی ہیں۔
دراصل یہ سب محنت کش طبقہ پر مخصوص افسر شاہی بورژوا طبقہ
کی آمرانہ گرفت سخت تر کرنے کی چالیں ہیں۔ گو ذی اقتدار

۱؎ PRAVADA, 13th OCT. 1952, QUOTED IN
THE SOVIET REGIME - P. 96

Marfat.com

طبقہ اس پر "عوامی" کا لیبل لگاتا ہے لیکن یہ نہایت ہی بھونڈی قسم کی جعلسازی ہے نظام حکومت کے دوسرے حربوں کی طرح سوویٹ یونین کا جدید کنٹرول کا نظام بھی عوام کو دبانے کے لئے جرائم پیشہ حکام کے حربے ہیں۔ اقتدار پر ناجائز قبضہ کرنے والے مجرم حاکم بلا کھٹکے بدترین قسم کے جرائم کر سکتے ہیں اور اگر ان کے خلاف عوام احتجاج کریں تو رجعت پسندوں کا قانون الٹا عوام ہی کو سزا دیتا ہے جرائم پیشہ حکام غریب محنت کش طبقہ کے خون پسینہ پر پل کر موٹے ہوتے چلے جاتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ سب ٹھیک ہے لیکن محنت کش مزدور اور کسان، بارکش جانوروں کی طرح غلامی کے بوجھ میں دبتے ہی چلے جاتے ہیں۔ چھوٹے چھوٹے بہانے پر انہیں جرمانہ کیا جاتا ہے اور برطرف کر دیا جاتا ہے حب الوطنوں اور معصوموں کو جیلوں میں ٹھونسا جاتا ہے اور غداروں کو انعامات سے نوازا جاتا ہے اور وہ ترقیاں اور اعزاز پا کر خوش ہوتے ہیں۔" [1]

جہاں ایک پارٹی کی حکومت ہو اور تنقید کو برداشت نہ کیا جائے وہاں معاشرہ تین مختلف طبقات میں تقسیم ہو جایا کرتا ہے اقتدار اعلیٰ کا حامل بالاترین طبقہ، افسر شاہی کا خوش نصیب طبقہ اور محنت کش عوام کا مظلوم و محروم طبقہ ناظرین نے دیکھ لیا کہ روس میں یہی نتیجہ برآمد

---

[1] PEKING REVIEW P.19 DT: 14.2.69

Marfat.com

ہوا۔

سوشلسٹ نظام کی سب سے بڑی خامی یہی ہے کہ وہ آزادی رائے کا روادار نہیں۔ مخالف جماعتوں کا روادار نہیں بلکہ خود اپنی اکلوتی جماعت میں انتخابات کی آزادی اور متعدد افراد کے آزاد مقابلے کا بھی روادار نہیں اسکی اسی خامی میں اسکی متشدد تنظیم اور مستحکم حکومت کا راز ہے۔ لیکن جہاں رائے کی آزادی نہ ہو وہاں کچھ نہیں رہتا اخلاقی جرأت مفقود ہو جاتی ہے اور غلامانہ ذہنیت پیدا ہو کر خوشامد چاپلوسی ریاکاری اور دروغ گوئی کو جنم دیتی ہے بالادست طبقہ استحصال میں اور زیر دست طبقہ محرومی میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ روسی معاشرہ ان سب خرابیوں میں مبتلا ہے۔

لیکن اگر ان سب باتوں کے باوجود اس جدید معاشی نظام میں جو مزدور کی خاطر اور مزدور کے نام پر نافذ کیا گیا تھا غریب مزدور کو بھی اگر کچھ مل جاتا تو ہم سمجھتے کہ شاید سودا برا نہ تھا۔ افسوس تو یہ ہے کہ مزدور محروم کا محروم ہی رہا۔ جدلیاتی مادہ پرستی کے مفاد پرست کمیونسٹ لیڈر سارے اقتدار پر قابض ہو کر بیٹھ گئے۔ اور مزدور اپنی سابقہ اقتصادی نیم آزادی سے بھی محروم ہو کر بے بس ہو گیا۔

نظام سرمایہ داری کی دو بڑی خرابیاں یہی ہیں کہ یہ نظام، انفرادی ہاتھوں میں ارتکاز دولت کی وجہ سے، مزدوروں کی معاشی حق تلفی کرتا ہے اور عوام کے جمہوری حقوق پر ناجائز دباؤ ڈالتا ہے۔ مارکس اور انجلز نے سوشلزم کے ذریعہ ان دونوں خرابیوں سے نجات دلانے کا وعدہ کیا تھا۔

Marfat.com

"اینجلز نے بتلایا کہ سوشلزم کے تحت یہ پہلی بار ممکن ہوگا کہ سوسائٹی کے ہر فرد کو نہ صرف ایسی معیشت حاصل ہو جو مادی طور پہ وافر ہو اور دن بدن بڑھتی ہی چلی جائے بلکہ ایسی معیشت کی ضمانت بھی ہوگی جس سے معاشرہ کے تمام افراد کی جسمانی اور دماغی صلاحیتوں کی آزادانہ نشو و نما ہوا کرے" لے

اپنی تحریک کا دستور کمیونسٹ مینی فیسٹو (COMMUNIST MAN FESTO) جاری کرتے ہوئے مارکس اور اینجلز نے ۱۸۴۷ء میں ضمانت دی تھی کہ

"طبقات اور طبقاتی کش مکش سے لبریز قدیم بورژوائی معاشرہ کی جگہ ہم ایک ایسا معاشرہ قائم کریں گے جس میں ہر فرد واحد کی آزادانہ انفرادی نشو و نما پورے معاشرہ کی ترقی کی شرط اولین ہوگی" ہے

اور روس کی اشتراکی حکومت نے اقتدار سنبھالنے کے بعد یقین دلایا تھا کہ

"مارکسٹ لینینسٹ پارٹی اور اشتراکی حکومت بہبود انسانی کے تقاضوں یعنی عوام کی مادی ضروریات زندگی کی تکمیل اور ان کی ہمہ گیر فلاح کو، معاشی اور ثقافتی ترقیاتی

لے POLITICAL ECONOMY OF SOCIALISM. MOSCOW P. 69

ہے SOVIET SOCIALIST DEMOCRACY. MOSCOW. P. 163

Marfat.com

منصوبوں پر ترجیح دیتی ہے۔" لہ

لیکن پچاس سال گزر جانے کے بعد بھی یہ وعدے شرمندۂ تعبیر نہیں ہوئے۔ اشتراکی ممالک نے انفرادی سرمایہ داری کی بجائے قومی سرمایہ داری کا چولا تو بدل لیا لیکن مزدور جہاں تھا وہیں رہا۔ بلکہ اس کی محرومیوں میں کچھ اضافہ ہی ہوا۔ مزدور سے وہ بے رخی اختیار کی گئی کہ سرمایہ دار ممالک طعنہ زنی کرنے لگے۔ قومی تعمیر کے بہانے اُسے واجبی حقوق سے مسلسل محروم رکھا جاتا رہا۔ اس وعدہ کے باوجود کہ معاشی ترقیاتی منصوبوں پر مزدور کی خستہ حالی کی اصلاح کو ترجیح دی جائیگی۔ اس غریب کی طرف کوئی متوجہ نہ ہوا۔ سرمایہ دارانہ نظام میں تو مزدور متحدہ محاذ بنا کر ہڑتالوں کے ذریعہ سرمایہ دار سے کچھ نہ کچھ مراعات وصول کر ہی لیا کرتا تھا سوشلزم میں وہ اس حق سے بھی محروم ہو گیا۔ آج سوشلسٹ ممالک کے مزدور کی حالت سرمایہ دار ممالک کے مزدور کی حالت سے بدتر ہے۔ اس کی تنخواہ کم اور رہائشی طبی اور بچوں کی تعلیمی سہولتیں کم تر ہیں۔ اور اوقاتِ کار زیادہ۔ روس میں آج سے پچاس سال قبل سوشلزم کے نفاذ کی خاطر سر کٹا دینے والے مزدوروں کے پوتوں کی یہ حالت ہے کہ انہیں سر چھپانے کے لئے باعزت جھونپڑا نصیب نہیں سا نہیں اتنی تنخواہ نہیں ملتی کہ وہ بچوں کی اعلیٰ تعلیم کا خواب بھی دیکھ سکیں اُن کی بیویاں بھی مزدوری کرنے پر اس لئے مجبور ہیں کہ اس کے بغیر بچوں کے پیٹ کا دوزخ بھرا ہی نہیں جا سکتا اور اُن کے سولہ سالہ بچے نوعمری میں ہی کارخانوں میں کام

لہ FUNDAMENTALS OF POLITICAL ECONOMY P. 243

Marfat.com

کرنے پر اس لئے مجبور ہو جاتے ہیں کہ اُن کے والدین میں اعلیٰ تعلیم دلانے کی سکت نہیں وہ بوڑھے ہو چکے ہیں اور قویٰ کے انحطاط کی وجہ سے وہ اتنی کارکردگی پر قادر نہیں رہے جو جوانی میں سرانجام دیتے تھے اس لئے اب انہیں تنخواہ بھی کم ملتی ہے۔ جتنا کام اُتنے دام سوشلزم کا پہلا اصول ہے یہ سب تاریخی حقائق ہیں مبالغہ نہیں۔ اگر مزدور کے دل سے کبھی آہ بھی نکلتی ہے تو اسے صاف کہہ دیا جاتا ہے کہ اُسے سہولتیں دینے کے لئے پیسہ کہاں! اگر اسے مراعات دے دی گئیں تو ترقی رک جائیگی۔ قومی معیشت تباہ ہو جائیگی آج پچاس سالہ قومی ترقی کے بعد بھی اُسے یہی کہا جاتا ہے کہ

"سوشلزم کے تحت پیداوار کے ذرایع نے اب تک (۱۹۶۷ء) جس قدر ترقی کی ہے اُن سے سوشلسٹ معاشرہ کے افراد کی ضروریات کی ابھی پوری پوری تکمیل نہیں ہو سکتی اس لئے اگر پیداوار کو ضرورت کے تقاضوں کے مطابق تقسیم کرنے کی کوشش کی گئی تو اس کے نتیجہ میں معاشرہ کی دولت ختم ہو جائیگی اور معاشی نظام درہم برہم ہو جائیگا۔" [لہ]

اور وعدہ فردا کی طفل تسلیوں سے غریب مزدور کی خوابوں کو یوں سجایا جاتا ہے کہ

"مستقبل میں قومی خوشحالی میں اور بھی ترقی ہوگی آیندہ بیس سال (۱۹۶۱-۸۰) میں فی کس آمدنی ساڑھے تین گنا بڑھ جائیگی

لہ POLITICAL ECONOMY OF SOCIALISM. P. 216

Marfat.com

پہلے عشرہ میں صنعتی فنی اور دفتری کارکنوں کی آمدنی دگنی ہو جائیگی۔ اور کم تنخواہ پانے والوں کی تگنی۔ لوگوں کی آمدنی بڑھنے سے پیداوار کی مانگ بڑھے گی ملک کی تمام آبادی متنوع اور عمدہ غذا کے تقاضوں، اور اشیاء صرف یعنی کپڑوں جوتوں فرنیچر گھریلو سامان اور ثقافتی سامان کے تقاضوں کو پورا کر سکیں گے آیندہ بیس سال میں رہائشی مکانوں کا مسئلہ بالکل حل ہو جائیگا۔ پہلے عشرہ میں تو سر چھپانے کو جگہ مل جائیگی اور دوسرے عشرہ کے اختتام پر ہر خاندان کو حفظان صحت کے اصولوں کے مطابق بنا ہوا ایک خود مکتفی حصہ مکان مل جائیگا جس میں ثقافتی تقاضوں کو پورا کیا جا سکے اس مقصد کی تکمیل کے لئے مکانوں کی موجودہ تعداد میں تین گنا اضافہ کرنا پڑیگا۔ اوقاتِ کار میں مزید کمی ہو گی۔ فیکٹریوں اور دفاتر میں کام کرنے والوں کے لئے سات گھنٹوں کا دن تو مقرر کر ہی دیا گیا ہے ۱۹۷۰ء سے قبل چھ گھنٹے کا دن یا پینتیس گھنٹے کا ہفتہ مقرر کیا جائیگا اور ساتھ ہی ساتھ تمام کارکنوں کو سال میں تین ہفتوں کی تنخواہ کے ساتھ چھٹی ملا کرے گی جو بعد میں ایک ماہ فی سال تک بڑھا دی جائیگی۔ آیندہ بیس سال میں خوراک کی ضروریات، چھٹیوں کی سہولتوں اور طبی سہولتوں وغیرہ کے تمام تقاضے پورے کر دیئے جائیں گے جب کمیونسٹ پارٹی کے اس مجوزہ پروگرام کے مطابق لوگوں کی بہبود کے سامان مکمل ہو جائیں گے تو اشتراکی روس کا معیارِ

Marfat.com

زندگی سرمایہ دار ملکوں کے معیارِ زندگی کے بلند تر ہو جائیگا۔" ۵ل

"اب تک تو والدین ہی بچوں کے تمام اخراجات کا بوجھ اُٹھائے ہوئے ہیں۔ روس میں ۱۹۸۰ء کے آغاز سے ان اخراجات کے پچھتر، اسّی فیصد تک کا بوجھ خود حکومت اُٹھائیگی"۔ ۲ل

لیکن یہی خوش آیند وعدے دبی زبان میں اس امر کا اعتراف کر رہے ہیں کہ مزدور کی موجودہ تنخواہ اس کی حقیقی ضروریات سے نصف یا ایک ثلث ہے رہائشی سہولتیں بھی ایسی ہیں کہ جہاں ایک مزدور خاندان کو رہنا چاہیئے فی الحال وہاں تین تین چار چار خاندان رہ رہے ہیں اور سرمایہ دار ممالک کے معیارِ زندگی کے برابر روسی مزدور کا معیارِ زندگی بلند کرنے کے لئے ابھی بیس سال اور درکار ہوں گے ؎

ترے وعدہ، پر جیئے ہم تو یہ جان جھوٹ جانا
کہ خوشی سے مر نہ جاتے اگر اعتبار ہوتا

اشتراکی معیشت کا دعویٰ تو یہ ہے کہ

"کسی عارضی یا اتفاقی وجہ سے نہیں بلکہ چند بنیادی خوبیوں کی بنا پر اشتراکی ممالک سرمایہ دار ممالک کے مقابلہ میں تیز رفتاری سے ترقی کر رہے ہیں اشتراکی

ا۵ FUNDAMENTALS OF POLITICAL ECONOMY P. 244

۵۲ POLITICAL ECONOMY OF SOCIALISM P. 279

Marfat.com

معاشرہ میں نہ تو کوئی مفت خور طبقہ ہی ہے اور نہ ہی فضول اخراجات اور عیاشی۔ پیداوار کے تمام ذرایع، آزاد سہولتیں اور فاضل سرمایہ، سرمایہ دارانہ نظام کی طرح منتشر نہیں ہوتے بلکہ حکومت کے ہاتھوں میں مرتکز ہوتے ہیں سمادی ذرائع اور افرادی قوت کو اشتراکی نظام میں زیادہ موثر طریقہ سے استعمال میں لایا جاتا ہے اور اس نظام میں نہ تو معاشی بحران ہوتا ہے اور نہ ہی بے روزگاری۔ فی کس پیداوار کا معیار بلند تر ہوتا ہے اور قومی آمدنی کا بہت بڑا حصہ پس انداز ہو جاتا ہے ان عوامل کی مسلسل کارفرمائی تیز تر معاشی ترقی کی ضامن ہوا کرتی ہے" ؎۱

پھر سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ تمام ترقی کہاں جا رہی ہے اس سے کون مستفید ہو رہا ہے اور اس کے فوائدہ سے مزدور کیوں محروم ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ سرمایہ دارانہ نظام میں تو فاضل پیداوار کا ایک حصہ، مزدور اور نگران کار طبقہ، بونس اور تنخواہوں میں اضافہ کی شکل میں ہڑتالوں کی دھمکیوں سے سرمایہ دار سے وصول کر لیا کرتا ہے لیکن اشتراکی نظام میں نہ تو مزدور ہی اور نہ ہی نگران کار افسر شاہی طبقہ ان مراعات کے لئے کوئی مظاہرہ کر سکتا ہے۔ ہر قسم کا احتجاج اشتراکی قانون میں ممنوع ہے۔ لہٰذا مزدور بیچارہ محروم ہی رہتا ہے البتہ افسر شاہی طبقہ اپنی حکمت عملیوں سے اقتدار اعلیٰ کو کسی قدر متاثر کر سکتا ہے اور اقتدار

؎۱ POLITICAL ECONOMY OF SOCIALISM MOSCOW P. 306

Marfat.com

اعلیٰ کا دست راست ہونیکی وجہ سے کچھ نہ کچھ مراعات حاصل کرتا ہی رہتا ہے
بقیہ فاضل پیداوار تمام تر قومی ترقی کے تعمیری کاموں میں لگا دی جاتی ہے
نہ تو اشیاء صرف کی پیداوار میں خرچ کی جاتی ہے اور نہ ہی مزدوروں کی
تنخواہوں میں اضافہ کے لئے استعمال ہوتی ہے۔

اشتراکی نظام میں اقتدار اعلیٰ کے اس غیر متوازن رجحان کا سبب
بین الاقوامی سطح پر مسابقتی دوڑ کا جذبہ ہوا کرتا ہے جو سرمایہ دار کی طرح انہیں
مزدور کو کم سے کم اجرت دے کر پس انداز کرنے پر مجبور کرتا ہے۔ علاوہ ازیں
یہ غلط ذہنیت بھی کام کرتی ہے کہ آسودہ حالی مزدور کو آرام طلب بنا دیگی
اور وہ جدید اور مزید مطالبات کرتے ہی چلے جائیں گے اس لئے انہیں
قوتِ حیات کی جستجو میں ہی مبتلا رکھنا قرین مصلحت ہوگا انہیں وعدہ فردا
پر بھی مصروف کار رکھا جاسکتا ہے۔

محرکات کچھ بھی ہوں اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ سرمایہ داری
نظام کی طرح اشتراکی ممالک میں بھی تین مختلف اور واضح طبقات پیدا ہو جایا
کرتے ہیں۔ ایک ذی اقتدار طبقہ جو پورے ملک کی باگ دوڑ سنبھالے ہوئے
ہے۔ اور سیاہ وسفید کا مالک ہے۔ دوسرا فارغ البال نوکر شاہی طبقہ
(INTELEGENCIA) جسے اس قدر تنخواہیں اور دوسری مراعات حاصل
ہیں کہ وہ بنگلوں، باغیچوں، کاروں اور مرفع الحالی کے تمام سامانوں کا مالک
ہونے کے علاوہ بنکوں میں بھی بڑی بڑی رقوم پس انداز رکھ کر ان پر سود حاصل
کرتے ہیں اور تیسرا وہ بدقسمت اور محروم طبقہ جن پر عوام کی اکثریت مشتمل
ہے جن کے بچے اعلیٰ تعلیم سے محروم اور جن کی بیویاں مزدوری کرنے پر مجبور
ہیں اور جو پچاس سال سے وعدہ فردا پر ہی جیتے چلے جا رہے ہیں اور ابھی مزید

Marfat.com

بیس سال تک اسی امید پر جیتے رہیں گے۔ افسر شاہی فارغ البال طبقہ کی فارغ البالی کا اندازہ اس بیان سے کیجئے کہ

"اشتراکی معاشرہ میں وہ رقم جو کارکن استعمال نہ کر رہے ہوں اور جو وہ سیونگ بنک میں جمع کر دیتے ہوں اسے اشتراکی تعمیری کاموں میں استعمال کیا جاتا ہے اور سیونگ بنک کے کھاتہ داروں کو ان کی رقم استعمال کرنے کے معاوضہ میں سود ادا کیا جاتا ہے۔ لوگوں کی فارغ البالی میں مسلسل اضافے نے ایسی انفرادی پس انداز کردہ رقوم میں بے حد اضافہ کیا ہے مثلاً روس میں ۱۹۶۴ء میں لوگوں کی پس انداز کردہ بچتوں کی مقدار تقریباً پندرہ ارب ستر کروڑ روبل تھی جب کہ ۱۹۴۰ء میں رقم صرف ستر کروڑ تھی۔" [۱]

فراغت اور محرومی کے نشیب و فراز اگر اشتراکی معاشرہ میں بھی اسی قدر نمایاں ہونے تھے جس قدر سرمایہ دارانہ نظام میں ہیں تو پھر نظریاتی اختلافات، سیاسی ہتھکنڈوں کے سوائے اور کچھ بھی نہیں معلوم ہوتے کہتے ہیں سعادت مند مریدوں نے حضرت لینن سے ایک مرتبہ عرض کیا یا حضرت، مارکزم کی کوئی جامع تعریف بیان فرمائیے۔

"لینن نے جواب دیا، مارکزم وہ فن ہے جس کے ذریعہ ہم یہ طے کرتے ہیں کہ کسی بھی پیش آمدہ ماحول میں کونسی پالیسی مفید ترین ثابت ہوگی۔" [۲]

---

[۱] FUNDAMENTALS OF POLITICAL ECONOMY . P. 335

[۲] LENIN MOSCOW . P 583

Marfat.com

اس میں شک نہیں کہ اسی جامع پالیسی نے روس کو سرمایہ دارانہ نوآبادیاتی نظام کے مقابلہ میں اشتراکی نوآبادیاتی نظام پیش کرنے کی اہلیت بخشی۔ اشتراکی چین کا ہفتہ وار رسالہ پیکنگ ریویو اپنی ۱۴ار فروری ۱۹۶۹ء کے شمارہ میں لکھتا ہے کہ

"رجعت پسند روسی حکمراں ٹولی نے ایک عرصہ سے باہمی معاشی امداد کی نسل کو اپنی نوآبادیاتی پالیسی کا آلہ کار بنا رکھا ہے ـــــ روسی رجعت پسند ٹولی مختلف صنعتوں کو مختلف اشتراکی ممالک کے لئے مخصوص کر کے پیداوار میں باہمی اعانت کا ڈھونگ رچاتی اور یہ باور کراتی ہے کہ اس سے سوشلسٹ ممالک کی ترقی تیز تر ہو رہی ہے لیکن حقایق یہ ثابت کرتے ہیں کہ دراصل روسی رجعت پسند دوسرے اشتراکی ممالک کی آزاد قومی معیشت کی ترقی کو روک کر انہیں اپنا دست نگر بنا رہے ہیں۔ بلغاریہ کو اسی بہلاتے اپنی معاشی ترقی کی آزادی سے محروم کر دیا گیا وہ اب روسی رجعت پسندوں کا باغ اور میوہ منڈی بن گیا ہے۔ اسی بہانے روس نے ہنگری سے مطالبہ کیا کہ وہ اپنی کئی مروجہ صنعتوں کو ختم کر دے۔ ہنگری اپنی کچی دھات باکسائیڈ کی وجہ سے پورے یورپ میں دوسرے نمبر پہ ہے لیکن روسیوں نے ہنگری کی الومینئم کی صنعت کی ترقی کو روک دیا ہے اب ہنگری باکسائیڈ کی کچی دھات روس بھیجتا ہے جہاں وہ دھاتی ڈلوں میں تبدیل کی جاتی ہے۔ روس نے ہنگری کو اس کا بھی پابند

Marfat.com

کیا ہے کہ وہ لاریاں نہ بنائے اور نہ ہی پندرہ سو ٹن سے بڑے جہاز بنائے ۔ ہنگری کی مستحکم بنیادوں پر استوار ریڈیو کی صنعت روسی حکم سے مسدود کر دی گئی ۔ اور کارخانے بند کر دیئے گئے جرمن ڈیموکریٹک ری پبلک کی اکثر قومی صنعتیں مستحکم بنیادوں پر قائم تھیں ۔ لیکن روسی رجعت پسندوں کے تقاضے کے مطابق اب اُن میں رد و بدل کر دیا گیا ہے ـــ باہمی امدادی معاشی کونسل کے بائیسویں اجلاس میں روسی رجعت پسندوں نے بڑے فخر سے بیان کیا کہ انہوں نے کونسل کے دوسرے ممبروں کو اپنی معاشی پیداوار میں ایسی تبدیلیوں پر آمادہ کر لیا ہے جن کی وجہ سے اُن کا دو تہائی حصہ روسی کنٹرول میں آگیا ہے ۔ روسی اخباروں نے حال ہی میں یہ بتلایا کہ ۱۹۶۷ء میں اشتراکی بلاک کی پٹرولیم اور لوہے کی مکمل درآمد، پٹرولیم سے بننے والی مصنوعات اور مصنوعی کھاد کی پچھتر فیصد درآمد، کپڑے کی ساٹھ فیصد درآمد، فولادی سامان کوئلے اور مینگنیز کی ساٹھ فیصد سے زاید درآمد اور خام لوہے کی پچاسی فیصد درآمد روسی کنٹرول میں آگئی ہے ۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ باہمی معاشی امدادی کونسل کے ممبر ممالک کے صنعتی خام مال کی درآمدی تجارت روس کے ہاتھ میں آگئی اور دوسرے ممبر ممالک اپنی صنعتی پیداوار کے لئے خام مال روس سے درآمد کرنے پر مجبور ہو گئے ۔ وہ روس سے خام مال درآمد کرتے ہیں اور انہیں روس ہی کی فرمائش کے مطابق مختلف اشیا ریں

Marfat.com

تبدیل کر کے روس ہی کو برآمد کرتے ہیں۔ روسی اخباروں کی اطلاعات کے مطابق اس سال مشرقی یورپی ممالک کی برآمدات میں سے جہازوں اور جہاز رانی کے سامان کا اسی فیصد ریل گاڑیوں کا ساٹھ فیصد اور دوسرے ذرائع حمل ونقل کا پچاس فیصد حصہ روس نے ہی خریدا تھا۔

باہمی معاشی امدادی کونسل کے ممبر ممالک کی معیشت کی اس بے ڈھنگی تعمیر سے، جس کے روسی خود ہی معمار تھے، فائدہ اٹھا کر روسی رجعت پسندوں نے ان ممالک کو کئی روسی صنعتوں کی منڈیاں بنا دیا ہے۔ روسی اکنامک گزٹ کے اس سال کے چوتھے شمارے میں یہ تسلیم کیا گیا ہے کہ ۱۹۵۰ء کے مقابلہ میں امسال روس کی مشینوں کی برآمد بلغاریہ کو پندرہ گنا بڑھ گئی اور ہنگری کو گیارہ گنا، مشرقی جرمنی کو اُنیس گنا اور منگولیا کو سولہ گنا بڑھ گئی ہے۔

اشتراکی ممالک سے اپنی تجارت کی اجارہ داری کا فائدہ اُٹھا کر روس نے غیر مساوی قدروں کے تبادلہ سے بے پناہ نفع بٹورا ہے روبل کی قیمت بڑھا کر روس نے اپنی برآمدات کی قیمتیں بے حد بڑھا دیں اور دوسرے اشتراکی ممالک سے درآمدات کی قیمتیں بہت کم کر دیں ان ممالک کو خام مال فراہم کرنے کی اجارہ داری کی بنا پر روسی رجعت پسند گراں فروشی اور ارزاں خریدی کرنے لگے روسی اخباروں نے تسلیم کیا ہے کہ روس، جس فی ٹن قیمت پر پٹرولیم خام لوہا لوہے کی کچ دھات اور

Marfat.com

انتھراسائیٹ، مشرقی یورپ کے اشتراکی ممالک کو بیچتا ہے وہ
اس قیمت سے جس پر یہ اشیاء روس مغربی یورپ کے سرمایہ دار
ممالک کو بیچتا ہے، مزید نوے سے دو سو فیصد تک زیادہ ہوتی
ہیں۔ روسی رجعت پسندوں نے ۱۹۶۶ء سے ۱۹۷۰ء تک
صرف مندرجہ بالا چار اشیاء کے ذریعہ ہی ساڑھے تین ارب
روبل منافع کمانے کا منصوبہ بنایا ہے۔ روس پٹرولیم کا ایک ڈرم
اٹلی کو تو ۱۰۳۱ ڈالر میں دیتا ہے اور جاپان کو ۱۰۲۶ ڈالر میں
لیکن وہی ڈرم مشرقی یورپ کے اشتراکی ممالک کو ۲۰۶۱
ڈالر میں دیتا ہے۔ اس کے برعکس روس مشرقی یورپ کے
ممالک کو مجبور کرتا ہے کہ وہ اپنی صنعتی اور زرعی پیداوار روس
کو اس قیمت سے بھی کم قیمت پر دیں جس پر وہ باقی دنیا میں فروخت
کرتے ہیں۔ مشرقی جرمنی نے اپنی لیتھ مشینیں پچیس یا تیس فیصد
کم قیمت پر ہی دی تھیں۔ روسی رجعت پسند تجارت کے ذریعہ
منگولیا کو جس بیدردی سے لوٹ رہے ہیں وہ نہایت ہی روح
فرسا ہے۔ صرف ایک سائیکل کے معاوضہ میں چار منگول گھوڑے
وصول کئے جاتے ہیں اور ایک بھیڑ کی شکل کے کھلونے کے
معاوضہ میں ایک زندہ صحیح و سالم بھیڑ۔ روسیوں کی اس
بے لگام لوٹ کھسوٹ کے نتیجہ میں منگولیا کے مویشیوں کی
افزائش نسل بری طرح متاثر ہوئی ہے۔ مقامی حکومت نے حکم
دیا ہے کہ لوگ جنگلی جانور کھائیں اور ہفتہ میں ایک دن گوشت
کا ناغہ کریں۔ ایک ایسے ملک کے لئے جو اپنی چراگاہوں اور

Marfat.com

مویشیوں کی پرورش کی وجہ سے مشہور ہو وہاں کے لوگوں کا گوشت خوری سے ناغہ ایک نئی بات ہے۔" [1]

اشتراکی روس کی قومی اور بین الاقوامی ترقی کسی سے مخفی نہیں۔ وہ دنیا کی سب سے بڑی یا دوسری بڑی طاقت ہے۔ ایٹم بموں اور میزائیلوں سے مسلح ہے اور چاند ستاروں کی تسخیر پر بے پناہ دولت صرف کرتا ہے یہ سب ترقیاں اسے مبارک ہوں لیکن جو بات ہماری سمجھ میں نہیں آتی وہ یہی ہے کہ آخر غریب مزدور کی خستہ حالی رفع کرنے کی باری کیوں نہیں آتی۔ اس دعویٰ کے باوجود کہ "مارکسیٹ لیننسٹ پارٹی اور اشتراکی حکومت بہبود انسانی کے تقاضوں، یعنی عوام کی مادی ضروریات زندگی کی تکمیل اور ان کی ہمہ گیر فلاح کو معاشی اور ثقافتی ترقیاتی منصوبوں پر ترجیح دیتی ہے۔" مزدور طبقہ مسلسل محروم کیوں ہے؟ نظام سرمایہ داری کے مزدور سے بھی زیادہ محروم۔ اور محض وعدۂ فردا کا مستحق! اشتراکی حکومت کی اس قدر سرد مہری کا اصل سبب کیا ہے؟

اس کا سبب لادینی مادہ پرستی ہے۔ انسانی ہمدردی اور مروت کے جذبات سے بالکل عاری مادہ پرست ذہنیت کے پاس بنیا فراست کے سوا اور کچھ بھی نہیں۔ اُسے صرف ایک ہی سبق یاد ہے، ماپ تول کر لینا اور ماپ تول کر دینا۔ وہ مروت و احسان کے جذبات سے "گمراہ" ہونا نہیں جانتی۔ مفاد پرستی پر استوار مادہ پرست نظریہ نے سوچ سمجھ کر خالص تجارتی اصولوں پر سوشلزم کی عمارت تعمیر کی ہے۔ جس میں انسانی ہمدردی

---

[1] PEKING REVIEW PEKING DATED 14th Feb 1969

Marfat.com

مروت، کمزور سے رعایت یا حسن سلوک کی کوئی گنجائش نہیں۔

"لینن نے بتلایا کہ سوشلزم کی اساس اور اس کی قوت عاملہ اور اس کی کامیابی کا اٹل وعدہ اس اصول میں مستور ہے کہ جو کام نہیں کرے گا وہ کھانے کا مستحق بھی نہ ہوگا۔"[1]

اس لئے مادی ترغیبات ہی سوشلسٹوں کے نزدیک داد وستد کا واحد محرک ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ نہ تو مزدور مادی ترغیب کے بغیر کسی قومی بہبود کے کام کے لئے مستعد کیا جا سکتا ہے اور نہ ہی وہ بلا محنت کسی رعایت یا سلوک کا مستحق ہے۔

"صرف مادی ترغیب سے ہی مزدور کے شخصی مفاد کو قومی بہبود سے ہم آہنگ کیا جا سکتا ہے اور یہ صرف اسی شکل میں ہو سکتا ہے کہ لوگوں میں قابل استعمال پیداوار اُسی تناسب سے تقسیم کی جائے جس سے وہ کام کرتے ہیں۔ اشتراکی معاشرہ کے افراد کی خواہش اور آرزوؤں کے برعکس معاشی تقاضوں کے مدنظر معاشرہ مجبور ہے کہ پیداوار کو مزدوروں میں اُن کی محنت کے تناسب سے ہی تقسیم کرے۔ اگر ایسا نہ کیا گیا تو اشتراکی پیداوار ترقی نہ کر سکے گی اور معاشرہ کی ضروریات فراہم کی جا سکیں گی۔"[2]

گویا انسانی ہمدردی یا اخلاقی بنیادوں پر اشتراکیت کسی رعایت کو

---

[1] FUNDAMENTALS OF POLITICAL ECONOMY P.289

[2] POLITICAL ECONOMY OF SOCIALISM P.219

Marfat.com

س لئے ناجائز سمجھتی ہے کہ اگر پیداوار کی تقسیم محنت کے معاوضہ کی بنا پر کرنے کی بجائے احتیاج اور ضرورت کی بنا پر رکھی گئی تو معاشرہ میں مفت خورے پیدا ہو جائیں گے اور معاشرہ تباہ ہو جائیگا اس لئے وہ اس اصولی مجبوری کے مدنظر، ضعیف ناتواں اور کثیر العیال مزدوروں سے کوئی رعایت کرنے یا اُن کی وافر ضروریات کی پابجائی کرنے سے معذور ہے۔

"سوشلزم کے پورے دور میں شخصی مفاد کی ترغیبات ہی کو معاشرہ کی معاشی ترقی کے موثر ترین حربہ کے طور پر استعمال کرنا ہوگا — سوشلزم کے تحت بے شک ایک حد تک مادی عدم مساوات پائی جاتی ہے۔ یہ پیداواری صلاحیت اور فنی قابلیت میں اختلاف کی وجہ سے ہی نہیں بلکہ انفرادی کنبوں کے چھوٹے بڑے ہونے پر بھی مبنی ہے فی الحال تو والدین ہی کو اپنی تمام اولاد کی پرورش اور تربیت کے پورے اخراجات اٹھانا پڑتا ہے۔ روس میں ۱۹۸۰ء کے آغاز سے ان اخراجات کا پچھتر تا اسی فیصد بوجھ معاشرہ خود برداشت کرنے لگے گا۔"[۱]

مادہ پرستی سے طویل المیعاد وعدہ فردا کے سوا اور کیا توقع کی جا سکتی ہے فی الحال تو سوشلسٹ ممالک میں بھی ؏

ہیں تلخ بہت بندۂ مزدور کے اوقات

---

[۱] POLITICAL ECONOMY OF SOCIALISM . P . 279

سرمایہ داری ہو یا سوشلزم، انسان کی دولت و اقتدار کی ہوس معاشرہ کو نت نئی مصیبتوں میں مبتلا کرتی ہی رہتی ہے۔ دولت و اقتدار کی ہوس اور سماج میں باہمی حسن سلوک کے تقاضوں کے درمیان امتزاج کی کوئی احسن صورت دونوں میں سے کسی نے بھی پیش نہیں کی۔

دولت اور اقتدار — یہی زندگی کی دو بڑی دلفریبیاں ہیں اور بناء فساد بھی۔ تاریخ تمدن کے طویل دفاتر تمام تر دولت و اقتدار ہی کی رنگارنگ کہانیوں کی ہزار داستان ہیں۔

سرمایہ داری کا ادعا یہ ہے کہ ہر فرد بشر کو اس کی پوری آزادی ہونی چاہیئے کہ وہ اپنی جدوجہد سے جس قدر چاہے دولت سمیٹے اور جتنا چاہے اقتدار پر قبضہ حاصل کرے معاشرہ کی طرف سے انسان کی اس آزادی پر کوئی پابندی نہیں ہونی چاہیئے مختلف افراد کی اپنی اپنی ذاتی جدو جہد ہی دوسروں کے لئے روک اور پابندی بن کر خودبخود معاشرہ میں ایک متوازن کیفیت پیدا کر دے گی۔ اکتساب زر کے میدان میں حصول دولت کے لئے کسب معیشت کی پوری پوری آزادی، ذرائع پیداوار پر شخصی ملکیت کا حق اور حاصل کردہ دولت کو روک رکھنے یا استعمال کرنے اور کب کہاں اور کس طرح استعمال کرنے کی مکمل آزادی ہر فرد کا بنیادی حق ہونا چاہیئے۔ اسی طرح سیاسی اقتدار کے میدان میں معاشرہ کے ہر فرد کو پوری آزادی ہونی چاہیئے کہ بالغ رائے دہی کے جمہوری طریق انتخاب سے وہ جسے چاہے کثرت رائے کی بناء پر اقتدار کا امین منتخب کرے یا خود منتخب ہونے کے لئے کوشش کرے۔ اور اس طرح منتخب شدہ اصحاب اقتدار کے ذریعہ، اپنا سیاسی نظام مقرر اور رائج

Marfat.com

کرے۔ اکثریت کے فیصلے کی پابندی کے علاوہ اس میدان میں اور کسی قسم کی قید و بندش عاید نہیں ہونی چاہیئے۔ معاشرہ جب چاہے اور جس طرح چاہے اپنے سماج اپنی سیاست اور اپنی معیشت کے نظاموں کو کثرت رائے سے بدلتا رہے۔ مختلف لوگوں کے متفرق نظریات وخیالات کی اس طرح مسلسل چھان پھٹک کے ذریعہ طریق کار کی موزوں تر شکلیں خود بخود سامنے آتی جائیں گی اور اصلاح کار کا باعث بنتی رہیں گی ــــ رائے اور عمل کی مکمل شخصی آزادی اور کثرت رائے کا مکمل احترام اور پابندی، سرمایہ دارانہ جمہوری نظام سیاست ومعیشت کے بنیادی پتھر ہیں جن پر جمہوریت اور سرمایہ داری کی پوری عمارت تیار کی گئی ہے اس نظام کا ادعا یہ ہے کہ صرف یہی ایک ایسا طریق کار ہے جو ہر فرد بشر کے لئے قابل قبول ہوسکتا ہے، زیادہ سے زیادہ آزادی اور کم سے کم قیود۔

اور سوشلزم کا کہنا یہ ہے کہ سرمایہ دارانہ نظام جمہوریت کے اصول کاغذ پر جس قدر بھلے معلوم ہوتے ہیں میدان عمل میں اُتنے ہی معیوب اور مایوس کن ثابت ہوئے ہیں۔ اکتساب زر کی نام نہاد شخصی آزادی سے انسان کی فطری خود غرضی نے چند اشخاص کے ہاتھوں میں ارتکاز دولت کے کرشمے دکھلاکر عوام کو اُن کا معاشی غلام ہی نہیں بلکہ سیاسی غلام بھی بناڈالا دولت کے اجارہ دار عوام ہی کی محنت پر دولت کے انبار لگاتے اور عوام کو اُن کے جائز حصہ سے محروم رکھتے ہیں۔ اور پھر اس طرح جمع کی ہوئی ناجائز دولت کے چند سکے پھینک کر عوام سے ووٹ خریدتے اور جمہوریت کا ڈھونگ رچاتے ہوئے اپنی آمریت کو نافذ کرتے ہیں۔ سرمایہ دارانہ نظام جمہوریت

Marfat.com

رائے اور عمل کی شخصی آزادی کا مذاق ہے لوگوں کو بے وقوف بنا کر دولت و اقتدار پر قابض ہونے کا ایک ڈھونگ جس میں، سیاسی اور معاشی آزادئ عوام کا حقیقی وجود کچھ بھی نہیں، یہ در اصل سرمایہ دار کی آمریت ہے۔ دولت و اقتدار کے اس ناجائز استعمال کا تدارک یہی ہے کہ دولت کے تمام ذرائع پیداوار کو معاشرہ کی اجتماعی تحویل میں دیکر دولت کی شخصی حرص و آز کا دروازہ ہی بند کر دیا جائے۔ نہ رہے گا بانس نہ بجے گی بانسری۔ حکومت کی نگرانی میں سب جی لگا کر محنت سے قومی تعمیر کا کام کریں اور انفرادی زر پرستی سے نجات پائیں۔ رہی اظہار رائے اور سیاسی انتخاب کی شخصی آزادی، سو یہ بے کار لوگوں کی دماغی عیاشیاں ہیں۔ جتنے مُنہ زیادہ کھلیں گے اتنی ہی زیادہ بیہودہ باتیں ہونگی اختلافات ہوں گے اور تضیع اوقات ہوگا۔ معاشرہ کی حقیقی ترقی کے لئے خاموشی سے ٹھوس کام کرنے کی ضرورت ہے اور اس کام میں رہنمائی کے لئے ایک منظم اور تربیت یافتہ پارٹی کی ضرورت ہے اور وہ پارٹی جو سرمایہ داری نظام کو ختم کرنے اور مزدور کی آمریت قائم کرنے کی جد وجہد میں تربیت حاصل کر چکی ہو اس بات کے لئے موزوں بھی ہے اور اس کی مستحق بھی کہ وہی سیاسی اقتدار کو سنبھال کر تعمیری منصوبوں کی تکمیل میں راہ نمائی کرے۔ عوام در اصل اس کے اہل ہی نہیں ہیں کہ دولت یا اقتدار کے سرچشمے اُن کے ہاتھوں میں دیئے جائیں۔

سوشلزم در اصل سرمایہ دارانہ نظام جمہوریت کی خرابیوں کے خلاف ایک جذباتی ردِ عمل ہے۔ یہ تو کوئی حل نہ ہوا کہ چونکہ عوام دولت کی بے پناہ حرص و آز کا مظاہرہ کرتے ہیں لہذا انہیں دولت کمانے کے ذرایع سے ہی

Marfat.com

محروم کر دیا جائے یا چونکہ لوگ سیاسی اقتدار ناجائز طور پر حاصل کرتے ہیں اور اس کا ناجائز استعمال کرتے ہیں لہٰذا انہیں سیاسی اقتدار کے حصول کے ذرائع سے ہی محروم کر دیا جائے۔ انسان کی دوامی نااہلیت کے اعتراف کا مطلب تو یہ ہوا کہ دولت و اقتدار کے سرچشموں کو انفرادی دست برد سے نکال کر جس کسی اجتماعی تنظیم کے سپرد کیا جائیگا اس تنظیم کو چلانے والے بہرطور اسی نااہل معاشرہ کے چند افراد ہی ہوں گے آسمان سے فرشتے تو نازل نہیں ہوں گے۔ لہٰذا وہ حاصل شدہ اقتدار کا اسی طرح غیر منصفانہ اور ناجائز استعمال کریں گے جس کی ان سے توقع کی جا سکتی ہے۔

چنانچہ سوشلسٹ ممالک میں یہی ہو رہا ہے۔ لیڈروں کی شکل میں بھی انسان تو بہرحال وہی مفاد پرست مادہ پرست اور اخلاقی قدروں سے بے نیاز انسان ہیں۔ جمہوری نظام میں تو عوام ایسے لیڈروں سے بیزار ہو کر انہیں اقتدار سے محروم بھی کر سکتے ہیں لیکن سوشلزم میں تو عوام بے اختیار غلام ہیں۔ برسر اقتدار پارٹی کے خلاف کچھ بھی نہیں کر سکتے۔

عوام کو دولت و اقتدار کے سرچشموں سے محروم کر کے سوشلسٹ نظام ان سے اور چھین ہی کیا سکتا تھا۔ اگر کسی مزید خرابی کی توقع کی جا سکتی تھی تو یہی کہ وہ بھی نئے معاشرہ میں قدرے مختلف لیکن بنیادی طور پر ویسی ہی طبقاتی تقسیم پیدا کر دے گا جیسی سرمایہ داری نے کی تھی چنانچہ یہی کچھ ہوا۔ روس میں ایک طرف محنت کش عوام کا طبقہ ہے جو اپنی تنخواہوں میں بمشکل گزر بسر کر سکتا ہے اور ہر قسم کے سیاسی اقتدار

Marfat.com

سے محروم ہے تو دوسری طرف کیمونسٹ پارٹی کے لیڈر مل، فن دان دانشوروں اور افسر شاہی خواص کا طبقہ ہے جو ذی اقتدار بھی ہے اور پر عیش زندگی کے تمام لوازمات کا مالک بھی۔

اشتراکی دانشوروں نے جس مرض کو بڑی محنت سے متعین کیا تھا جس کی تشخیص میں بڑی عرق ریزی دکھلائی تھی اور جس کے علاج میں جراح کے ظالم نشتر نے لاکھوں گناہ گاروں اور بے گناہوں کا خون بہایا تھا۔ پچاس سال کے بعد بھی وہ مرض بحال ہی رہا۔ لہٰذا اس کے سوا اور کیا کہا جا سکتا ہے کہ مرض کی تشخیص بھی غلط تھی اور علاج بھی ناموزوں تھا۔

دولت واقتدار کی جائز حد تک خواہش ہر انسانی فرد کا پیدائشی حق ہے۔ دولت واقتدار کی غیر متوازن حرص وآز ایک بیماری ہے اور علاج طلب۔ دولت واقتدار سے محرومی کوئی مناسب علاج نہیں۔

دولت کے اکتساب وتقسیم اور سیاسی اقتدار کے حصول واستعمال کے متعدد طریقے ہو سکتے ہیں۔ اگر معاشرہ کے افراد زر واقتدار کی ہوس میں مبتلا ہیں تو یہ بیماری ہر طریق کار میں اپنا ظہور کرے گی۔ لیکن اگر معاشرہ زر واقتدار کی ہوس سے ایک گونہ پاک کیا جا سکے تو متعدد طریق کار میں سے کئی طریق کار کا کامیاب ہونا عین ممکن ہے۔ لہٰذا یہ بدیہی حقیقت ذہن نشین رکھنا نہایت ضروری ہے کہ سیاسی اور اقتصادی طریق ہائے کار اور زر واقتدار کی ہوس دو بالکل مختلف اور غیر متعلق چیزیں ہیں اور سیاسی واقتصادی طریق کار کے انتخاب سے کہیں زیادہ اہم یہ سوال ہے کہ زر واقتدار کی غیر متوازن حرص وآز کا علاج کیوں کر ہو۔ گویا

Marfat.com

سوال گھوم پھر کر وہیں آجاتا ہے کہ مفاد پرستی اور حق و انصاف کے تقاضوں کے درمیان انسان کو جادۂ اعتدال پر رکھنے کی سبیل کیا ہے — میدان عمل کا وہی بنیادی سوال جس کا کتاب کے ابتدائی باب میں ذکر کیا گیا تھا۔

کاروانِ حیات مسلسل رواں دواں ہے۔ معاشرہ کو جمود نہیں یہ ہمیشہ رو بہ تبدل رہتا ہے اس لئے وہ مختلف زمانوں میں مختلف مدارج ارتقاء و ترقی کے مدنظر بدلتے ہوئے سیاسی اور معاشی نظاموں کا متقاضی ہوا کرتا ہے۔ کسی ایک سیاسی یا معاشی نظام کے متعلق یہ کہنا کہ وہ ہر زمان و مکان میں ہر معاشرہ کے لئے موزوں ہوگا، نادانی ہے۔ سمجھدار انسان خود ہی اپنے زمان و مکان کے تقاضوں کے مطابق موزوں تر نظام کا انتخاب بھی کر سکتے ہیں بلکہ بہتر نظام ایجاد بھی کر سکتے ہیں بشرطیکہ وہ عدل و انصاف پر مضبوطی سے قائم رہیں۔

سیاسی اور معاشی نظاموں کے حدود و قیود متعین کرنا چنداں مشکل نہیں، مشکل سوال یہی ہے کہ معاشرہ کے جذباتِ مفاد پرستی اور حق و انصاف کے تقاضوں کے درمیان توازن پیدا کرنے کے لئے کیا انتظام کیا جائے تاکہ بدلتے ہوئے سیاسی اور معاشی نظاموں میں اس بات کی ضمانت بہر طور موجود رہے کہ انسان کی مفاد پرستی کو کمزوروں کی حق تلفی سے باز رکھا جا سکے گا۔

سرمایہ داری نے اس کا کوئی انتظام نہیں کیا بلکہ لوٹ کھسوٹ کی کھلی چھٹی دے رکھی ہے۔

سوشلزم کی تو بنیاد ہی مفاد پرستی پر رکھی گئی ہے۔ عدل و انصاف کے تقاضوں کو وہ درخورِ اعتنا ہی نہیں سمجھتا اس لئے وہ اس کا کیا انتظام کرتا۔

Marfat.com

ہم یہ جان چکے ہیں کہ ہر انسان کا فطری تجسس اُسے کائنات وحیات کے متعلق کوئی ذاتی نظریہ قائم کرنے پر مجبور کرتا ہے۔ اور یہ ذاتی نظریہ اس کے اعمال و افعال کی رہبری کیا کرتا ہے —— لہٰذا کائنات وحیات سے متعلق صرف ایسا نظریہ ہی معاشرہ کی بہبود کا ضامن ہو سکتا ہے جو انسان کو ذاتی مفاد کے خلاف بھی عدل و انصاف پر مجبور کرے۔ ایسا کائناتی نظریۂ حیات اسلام اور صرف اسلام نے ہی پیش کیا ہے جو تکوین کائنات کا مقصد ہی یہ بتلاتا ہے کہ انسان حُسن عمل کا مظاہرہ کرے۔

خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوۃَ	موت و حیات کی تخلیق ذات پاک
لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ	نے اس لئے کی تاکہ تمہارے حُسن عمل
عَمَلًا۔ (پارہ ۲۹ رکوع ۱)	کی آزمائش کرے۔

وہ انسان کو حکم دیتا ہے کہ ہر حالت میں اپنے ذاتی طبقاتی اور قومی مفادات پر حق و انصاف کے تقاضوں کو ترجیح دے۔ اور وہ بتلاتا ہے کہ مرنے کے بعد انسان کے تمام اعمال کا محاسبہ ہوگا وہ یوں ہی نہیں چھوڑ دیا جائیگا۔

اسلام نے اپنے نظریۂ حیات کے ساتھ سیاسی اور معاشی میدانوں میں معاشرہ کی کیا رہبری کی ہے اس کی تفصیل اگلے باب میں پیش کی جاتی ہے۔

Marfat.com

باب ہشتم

اسلامی نظریۂ حیات، سیاست اور معیشت

اکثر تعلیم یافتہ حضرات سنجیدگی سے دریافت کرتے ہیں کہ مذہب کی ضرورت ہی کیا ہے؟ جب انسان اپنی عقل کے مناسب استعمال سے کائنات کی ماہیت و کیفیت کو بھی سمجھ سکتا ہے اور اپنی حقیقت کو بھی، وہ اپنی بھلائی برائی کو بخوبی پہچانتا ہے اور زمانے کے بدلتے ہوئے تقاضوں کے مطابق انسانی بہبود کے لئے مناسب ترین معاشی سیاسی اور معاشی قوانین بھی مرتب کرسکتا ہے تو پھر کیا ضرورت ہے کہ وہ مذہب کی داستان پارینہ سے چپکا ہی رہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ بیشک انسان اپنی عقل و فراست سے کائنات کی ماہیت و کیفیت کو بھی سمجھ سکتا ہے اور بنی نوع انسان کی بہبود کے لئے بہترین معاشی سیاسی اور معاشرتی نظام بھی ایجاد کرسکتا ہے۔ لیکن وہ علم اور عمل کے دونوں بنیادی سوالوں کا کوئی تشفی بخش حل پیش

Marfat.com

نہیں کر سکتا۔ یہ کام صرف مذہب ہی سر انجام دے سکتا ہے مذہب کی بنیادی افادیت یہی ہے کہ وہ علم کے اس بنیادی سوال کا قطعی جواب دیتا ہے کہ تکوین عالم کا مقصد کیا ہے۔ اور عمل کے اس بنیادی معمہ کا حل پیش کرتا ہے کہ مفاد پرستی کے جذبات پر حق و انصاف کے تقاضوں کو کیوں کر مقدم رکھا جا سکتا ہے۔ انسانی عقل ہمیشہ ان دونوں سوالوں کا قطعی جواب دینے سے قاصر رہی ہے اور یہ عقدہ کشائی الہامی مذہب سے ہی ممکن تھی۔ مذہب کی ضرورت اسی سے عیاں ہے۔

علم کے میدان میں عقل کائنات کے مشاہدہ سے اس بات کی طرف رہبری تو کرتی ہے کہ کائنات کا کوئی خالق ہوگا اور تخلیق سے شاید اس کا کوئی مقصد بھی ہو لیکن عقل گمان غالب کی سرحدوں سے آگے نہیں بڑھ سکتی عقل کی راہنمائی میں یقین کے درجہ تک پہنچنے کے لئے ذاتی مشاہدہ یا دوسروں کے معتبر مشاہدات کی شہادت کی احتیاج بہر طور باقی رہ جاتی ہے۔ یہ ذاتی مشاہدہ اور مکالماتی تجربہ انبیاء کرام علیہم السلام کا گروہ ہی پیش کر سکتا ہے اور ان کے ذاتی مشاہدات کی شہادتیں ہی خدا تعالیٰ کے وجود اور مقصد تخلیق سے متعلق وہ قطعی علم مہیا کر سکتی ہیں جو عوام کے ایقان کے لئے ضروری ہے۔ عقل ان کی فراہمی سے قاصر ہے یہ کام مذہب ہی سر انجام دے سکتا اور دیتا ہے۔

عمل کے میدان میں انسان ایک عجیب تضاد میں مبتلا ہے جب وہ بے لاگ ہو کر سوچتا ہے تو انسانوں کے بنیادی حقوق کی مکمل فہرست پوری صحت کے ساتھ مرتب کر ڈالتا ہے اور عدل و انصاف کے قیام کے لئے قوانین بھی مدون کر لیتا ہے۔ لیکن جب عمل کی باری آتی ہے

Marfat.com

تو وہی انسان اپنے مسلمہ اصولوں کے خلاف، مفاد پرستی کو حق و انصاف کے تقاضوں پر ترجیح دیتا ہے اور اپنے عمل سے اپنی ہی عقل کے مسلمہ تقاضوں کی تکذیب کا مرتکب ہوتا ہے۔ لطف یہ ہے کہ ٹھنڈے دل سے غور کرنے پر وہ اپنے علم و عمل کے اس تضاد کو سمجھتا بھی ہے عقل کے فتوی کو تسلیم بھی کرتا ہے لیکن پھر بھی اس تضاد کے ارتفاع کی کوئی ضمانت پیش نہیں کر سکتا۔ انسانی عقل یہ بتلانے سے بالکل قاصر ہے کہ کونسی قوت، مفاد پرستی پر حق و انصاف کے تقاضوں کو مقدم رکھنے کی ضامن ہو سکتی ہے۔ یہ ضمانت بھی مذہب ہی پیش کرتا ہے۔ خدا اور محاسبۂ اعمال پر ایمان ہی اس کا واحد ضامن ہے۔ لادینی عقل اس کی بجائے کوئی متبادل شے پیش نہیں کر سکتی۔

ہو سکتا ہے کسی ذہن میں یہ سوال پیدا ہو کہ کیا یہ ممکن نہیں کہ بنی نوع انسان کے کسی ہمدرد فلسفی دماغ کو یہ ترکیب سوجھی ہو کہ خدا اور محاسبۂ اعمال کے عقیدہ کی ایجاد اس تضاد کے ارتفاع کا موثر علاج بن سکتی ہے لہٰذا انسانی بھلائی کے لئے وحی کا بہانہ بنا کر کیوں نہ اس عقیدہ کو رائج کیا جائے؟ ایسا گمان ہر طرح سے بے بنیاد ہے۔ یہ عقیدہ کسی ایک شخص کا پیش کردہ نہیں۔ مختلف زمانوں میں، مختلف ممالک میں سینکڑوں نہیں ہزاروں انبیاء نے یہی عقیدہ پیش کیا اور ہر ایک نے اسی ادعا کے ساتھ پیش کیا کہ خود خدا تعالیٰ نے انہیں اس کام پر مامور کیا ہے دروغِ مصلحت آمیز پر ہزاروں پاک کردار افراد کا اتفاق ناممکن ہے۔ پھر خدا تعالیٰ کے وجود، حیات کی مقصدیت اور رہبری کے تقاضوں کے قوی مادی قرائن و شواہد سے کائنات بھرپور ہے

Marfat.com

جن کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔ نیز اگر دوسرے انبیاء کی نہیں تو کم از کم رسول عربی صلے اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ کا ایک ایک ورق ہر شخص کے مطالعہ کے لئے محفوظ ہے جس کسی کے دل میں یہ گمان پیدا ہو کہ یہ عقیدہ کہیں ایجاد بندہ تو نہیں اس پر لازم ہے کہ رسول عربی کی سیرت پاک کو بے لاگ تنقیدی نظر سے دیکھے حامل قرآن کی سیرت پاک اسی بنا پر عوامی اثاثہ قرار پاتی ہے۔ اور ہر کس وناکس کو یہ حق پہنچتا ہے کہ سعادتِ ایمان حاصل کرنے کی خاطر سیرت پاک کا سیر حاصل تجزیہ کرے۔ خود خدائے قدوس نے فرمایا۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ (پارہ ۲۱ رکوع ۱۹)

خدا اور محاسبۂ اعمال کا نظریہ رکھنے کے آرزومندوں کے لئے اللہ کے رسول کی پاکیزہ زندگی میں تمام تر حسن وخوبی ہی ملے گی عیب کا کوئی شائبہ بھی نہ ملے گا۔

اور آپ کو خدا تعالےٰ نے حکم دیا کہ خدا پر بہتان تراشی کا گمان کرنے والوں سے یہ کہہ دیجئے:

قُلْ لَّوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا تَلَوْتُهٗ عَلَيْكُمْ وَلَآ اَدْرٰىكُمْ بِهٖ فَقَدْ لَبِثْتُ فِيْكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهٖ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ؀ (پارہ ۱۱ رکوع ۷)

اگر خدا تعالیٰ کا یہ منشا نہ ہوتا تو مجھے کیا پڑی تھی کہ میں تم پر یہ تعلیم پیش کرتا اور اس حقیقت سے تمہیں آگاہ کرتا۔ میں تو تم ہی لوگوں میں ایک طویل عمر گزار چکا ہوں جس کی بنا پر تم میری امانت و

Marfat.com

دیانت کے اعلیٰ معیار سے بخوبی
واقف ہو کیا پھر بھی تم حقیقت
کو نہیں سمجھ سکتے ؟

اور اسی لئے رسول عربی صلے اللہ علیہ وسلم کی سیرت پاک کو اس کتاب کا جزو لاینفک بنایا گیا ہے تا ناظرین یکجا مطالعہ سے خود ہی اندازہ لگالیں کہ ایجاد بندہ کا گمان کس قدر غیر فطری اور بے بنیاد ہے۔

اسلام زمان و مکان کی قیود سے آزاد، ایک ایسا جامع نظریہ حیات پیش کرتا ہے جو علم و عمل کے بنیادی مسائل کا حل ہے۔ وہ انسانی تمدن کے ہر مرحلہ پر بنیادی رہبری کی ضمانت دیتا ہے، لیکن وہ کسی مخصوص نظام سیاست اور کسی مخصوص نظام معیشت کی نہ تو طرفداری کرسکتا ہے اور نہ ہی مخالفت۔ کیوں کہ ہر نظام سیاست اور ہر نظام معیشت معاشرہ کے اپنے اپنے مکانی اور زمانی تقاضوں کی پیداوار ہوا کرتے ہیں اور معاشرہ ہمیشہ تبدیل ہوتا رہتا ہے ارتقائی منازل طے کرتا ہے اور اپنے موقتی تقاضوں کے مطابق اپنے سیاسی اور معاشی نظاموں میں تبدیلیاں پیدا کرتا چلا جاتا ہے۔ اسلام اگر کوئی مخصوص نظام سیاست یا مخصوص نظام معیشت معاشرہ پر مسلط کر دیتا تو وہ خود بھی ایک موقتی مذہب بن کر رہ جاتا، ایک ایسا مذہب جو اس وقت تک قابل نفاذ نہ ہوسکتا جب تک معاشرہ مطلوبہ ترقی حاصل نہ کر چکے اور اس وقت قابل تنسیخ قرار پاتا جب معاشرہ ترقی کے اس مرحلہ سے بھی آگے نکل جائے۔

لیکن اسلام ہمیشہ کے لئے ہے وہ انسان میں بے پناہ صلاحیتوں

Marfat.com

کا قائل ہے۔ اور اسے تسخیرِ عالم پر قادر بھی سمجھتا ہے اور اس پر حکمرانی کا اہل بھی اس لئے وہ انسان کو بدلتے ہوئے حالات کے مطابق اپنے مسائل خود ہی حل کرنے کی دعوت دیتا ہے۔ البتہ وہ انسان کی رہبری کے لئے اُن بنیادی قدروں کو نافذ کرتا ہے جو زمان و مکان کی تبدیلی سے متاثر نہیں ہوتیں۔ اور نظریۂ حیات سے تمسک کے ساتھ ساتھ، سیاسی ڈھانچوں کی تشکیل اور معاشی نظاموں کی تعمیر میں، اُن بنیادی قدروں کی رعایت کو لازم گردانتا ہے اور ان ہی کی روشنی اور اتباع میں جزدی تفصیلات فراہم کرنے کے لئے انسان کو آزاد چھوڑ دیتا ہے۔ اسی میں اسلام کے دوام کا راز بھی ہے اور بدلتے ہوئے حالات کے مطابق تبدیلیاں پیدا کرنے کی لچک بھی۔

وہ لوگ جو اس حقیقت سے ناآشنا رہے، مختلف الجھنوں میں مبتلا ہوئے۔ کسی نے ہمیشہ کے لئے السلطان ظل اللہ کی رٹ لگانی شروع کی تو کوئی مغربی جمہوریت کو ہی اسلامی سیاست قرار دینے لگا۔ کوئی جاگیرداری نظام کو اسلام کے مطابق بتلانے لگا تو کوئی سرمایہ داری کو اسلام پر تھوپنے کے درپے ہوا۔ اور کوئی سوشلزم کے سبز باغ کا دیوانہ بن کر اسی کو عین اسلام قرار دینے لگ گیا لیکن یہ سب ناسمجھی کی باتیں ہیں۔ اسلام نہ تو سلطانی کا علمبردار ہے اور نہ ہی مغربی جمہوریت کا۔ وہ نہ تو جاگیرداری نظام کا وکیل ہے نہ سرمایہ داری کا اور نہ ہی سوشلزم کا۔ اسلام نے ایک نظریہ حیات پیش کیا ہے اور سیاست اور معیشت سے متعلق چند بنیادی قدریں نافذ کی ہیں اور چند حدود و قیود مقرر کئے ہیں اور یہ حکم دیا ہے کہ ان بنیادی اقدار کی روشنی میں ان حدود و قیود کی پابندی

Marfat.com

کرتے ہوئے آپ خود ہی ہر زمان اور ہر مکان میں اپنی ضرورتوں اور تقاضوں کے مطابق سماجی، سیاسی اور معاشی نظام ایجاد کرتے اور بدلتے چلے جائیے تقاضائے اسلام صرف اسی قدر ہے کہ ہر حالت میں اُن بنیادی اقدار اور ان حدود وقیود سے تمسک کیا جائے اگر یہ تقاضے پورے کئے جارہے ہیں تو سب تمدنی سیاسی اور معاشی نظام اپنے اپنے زمانے کی ضرورت کے مطابق قابل قبول ہیں۔

اسلام کا نظریہ حیات، اور تمدن سیاست اور معیشت سے متعلق بنیادی اقدار اور حدود وقیود، سب قرآن کریم میں مذکور ہیں۔ قرآن پاک کی روشنی میں ہم اُن کا مختصر بیان کرتے ہیں۔

اسلامی نظریہ حیات

قرآن پاک میں اسلامی نظریہ حیات یوں بیان فرمایا گیا ہے

تَبٰرَكَ الَّذِیْ بِیَدِهِ الْمُلْكُ وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرُ ۨالَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوةَ لِیَبْلُوَكُمْ اَیُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ؕ	بڑی ہی بابرکت ہے وہ ہستی جس کے ہاتھ میں کائنات کی حکومت ہے اور وہ ہر شے پر قادر بھی ہے وہ ذات پاک جس نے حیات و موت کی تخلیق اس لئے کی تا حسنِ عمل میں تمہاری آزمائش ہو۔

(پارہ ۲۹ رکوع ۱)

یعنی خدا تعالےٰ کی ذات بابرکت ہی کائنات کی حاکم اعلیٰ ہے اور

Marfat.com

کائنات میں صرف اسی کا حکم اور اسی کا قانون جاری ہے۔ صاحب امر اور نافذ قانون ہونے کے علاوہ وہ قادر مطلق بھی ہے بندۂ قانون نہیں اقتدار خصوصی کے نفاذ پر بھی ہر وقت قادر ہے۔ اور جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ زیست و موت کا سلسلہ اسی نے جاری فرمایا ہے اور اس لئے جاری فرمایا ہے تا سلسلۂ حیات خود اختیاری عمل کا حامل ہو کر نسل انسانی میں حسن عمل کی نمائش کرے۔

حُسن عمل کا معیار کیا ہے وہ بھی بیان فرما دیا

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ بِالْقِسْطِ شُهَدَاءَ لِلَّهِ وَلَوْ عَلَىٰ أَنفُسِكُمْ أَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ	اے ایمان والو تم انصاف پر اس مضبوطی سے قائم ہو جاؤ گویا تم خدا کے سامنے گواہی دے رہے ہو خواہ یہ انصاف تمہاری اپنی ذات، تمہارے والدین اور اقربا کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔

(پارہ ۵ رکوع ۱۷)

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ لِلَّهِ شُهَدَاءَ بِالْقِسْطِ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلَىٰ أَلَّا تَعْدِلُوا اعْدِلُوا هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ وَاتَّقُوا اللَّهَ	اے ایمان والو تم خدا تعالےٰ کے لئے اس استقامت سے کھڑے ہو جاؤ کہ ہر حالت میں انصاف ہی کیا کرو اور کسی قوم سے تمہاری عداوت اس کے حق میں انصاف کرنے سے تمہیں باز نہ رکھ سکے۔ ہر حالت میں

Marfat.com

اِنَّ اللّٰہَ خَبِیْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ۔ انصاف کرو یہ خدا ترسی کے بہت قریب ہے اور خوفِ خدا (پارہ ۶ رکوع ۶) کو ہمیشہ ملحوظ رکھو کیوں کہ تم جو کچھ کرتے ہو خدا اس سے باخبر ہے۔

گویا ہر حالت میں عدل، اور ذاتی طبقاتی اور قومی مفادات کے خلاف بھی عدل و انصاف پر استقلال و استحکام حُسنِ عمل کا معیار ہے عدل و انصاف کے اس اعلیٰ معیار کے حصول کا راز کس بات میں مستور ہے وہ بھی بتلا دیا۔ فرمایا

فَاَمَّا مَنْ طَغٰی وَاٰثَرَ الْحَیٰوۃَ الدُّنْیَا فَاِنَّ الْجَحِیْمَ ھِیَ الْمَاْوٰی وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّہٖ وَنَھَی النَّفْسَ عَنِ الْھَوٰی فَاِنَّ الْجَنَّۃَ ھِیَ الْمَاْوٰی۔

جس کسی نے سرکشی کرتے ہوئے دنیوی زندگی میں مفاد پرستی کو ترجیح دی وہ جہنم رسید ہوا لیکن جس نے دربار الٰہی میں حضوری سے خائف ہو کر اپنے نفس کو حرص و ہوا سے باز رکھا اس نے جنت میں اپنا ٹھکانا بنا لیا۔

(پارہ ۳۰ رکوع ۴)

اور یہ بھی واضح فرما دیا کہ خود انسان سے بڑھ کر اپنے نفس کا نقاد اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ انسان لاکھ بہانے بنائے اپنی حقیقت کو خوب جانتا ہے اور یہی اس کی ترقی کے مدارج کا مقیاس ہے۔

بَلِ الْاِنْسَانُ عَلٰی انسان لاکھ بہانے بنائے

Marfat.com

بَلِ الْاِنْسَانُ عَلٰی نَفْسِہٖ بَصِیْرَۃٌ وَّلَوْ اَلْقٰی مَعَاذِیْرَہٗ ط

مگر یہ حقیقت ہے کہ انسان خود ہی اپنے نفس کا بہتر نقاد ہے۔

(پارہ ۲۹ رکوع ۱۷)

انسان کا اپنا دل خود ہی گواہی دیا کرتا ہے کہ وہ کس حد تک خوفِ خدا سے معمور ہے یا ہوائے نفس میں مبتلا اور کس حد تک جادۂ عدل پر گامزن ہے کسی دوسری شہادت کی چنداں ضرورت نہیں رہتی۔

یہ ہے اسلامی نظریۂ حیات کا خلاصہ۔ جو معاشرہ اس نظریہ کو اپنا کر عدل کی راہ پر گامزن رہتا ہے وہ اسی دنیا میں اپنی جدوجہد اور حسنِ عمل کی بدولت مادی ثمرات سے مالا مال بھی ہوتا ہے اور پاکیزہ زندگی سے سرفراز بھی۔ فرمایا

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَکَرٍ اَوْ اُنْثٰی وَھُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْیِیَنَّہٗ حَیٰوۃً طَیِّبَۃً وَّلَنَجْزِیَنَّھُمْ اَجْرَھُمْ بِاَحْسَنِ مَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ

عورت ہو یا مرد، جو کوئی بھی اچھے کام کرے اور صاحبِ ایمان ہو ہم اسے پاکیزہ زندگی عطا کرتے ہیں اور ان کے حسنِ عمل کا بہترین ٹھوس صلہ بھی دیا کرتے ہیں۔

(پارہ ۱۴ رکوع ۱۹)

ہر شخص کا فطری تجسس اسے کائنات وحیات سے متعلق کوئی نہ کوئی نظریہ اختیار کرنے پر مجبور کیا کرتا ہے۔ اور اس شخص کے مدنی، سیاسی اور معاشی رجحانات اس نظریہ سے متاثر ہوا کرتے ہیں جو وہ کائنات وحیات

Marfat.com

سے متعلق اپناتا ہے۔

بنیادی طور پر کائنات وحیات سے متعلق دو مختلف نظریات ہی اختیار کئے جاسکتے ہیں۔ پہلا اسلامی نظریہ حیات جو خالق کونین کی نشان وہی کرتا اور تکوین عالم کو بامقصد قرار دیتا ہے، لہٰذا تمدن سیاست اور معیشت کے میدانوں میں عدل وانصاف کے تقاضوں کو انسانی عمل کا رہبر بناتا ہے اور دوسرا لادینی مادہ پرستی کا نظریہ، جو تکوین عالم کو حادثہ اور کرشمۂ حیات کو بے مقصد قرار دیتا ہے اور انسان کے جذبۂ مفاد پرستی کو ہی مدنی سیاسی اور معاشی میدانوں میں انسان کا رہبر اعظم گردانتا ہے۔ اس اختلافِ نظر کا یہ لازمی نتیجہ ہے کہ اسلامی سیاست مادہ پرست سیاست سے اور اسلامی معیشت مادہ پرست معیشت سے بنیادی طور پر مختلف ہو۔

چونکہ لادینی مادہ پرستی کسی مقصدِ حیات کی قائل ہی نہیں وہ انسانی فلاح وبہبود کے لئے کوئی لائحہ عمل پیش نہیں کرتی۔ وہ صرف معاشرہ میں تبدیلیوں کا مطالعہ کیا کرتی ہے اور یہ دیکھتی ہے کہ جذبہ مفاد پرستی سے سرشار انسان ماضی میں اپنے ماحول کو کیا کیا رنگ دیتا رہا ہے۔ حال میں کس کشمکش میں مبتلا ہے۔ اور اس کے مستقبل سے متعلق کیا پیش قیاسی کی جاسکتی ہے۔ اس مطالعہ کے مطابق چونکہ معاشرہ کا ہر فرد فطری طور پر مفاد پرست ہے لہٰذا وہ دوسروں کے جذبۂ مفاد پرستی سے غافل نہیں۔ وہ بخوبی سمجھتا ہے کہ اس کا بھائی اُس وقت تک اُس کے جال میں نہیں پھنسے گا جب تک اُسے یہ باور نہ کرایا جائے کہ اس گرفتاری میں ہی اس کا فائدہ ہے۔ لہٰذا اپنی مفاد پرستی کی آبیاری کے لئے یہ ناگزیر ہے کہ دوسروں کی بہبود کا مسلسل ڈھونگ رچایا جائے۔ صرف اسی

Marfat.com

پردہ میں کامیابی سے شکار کھیلا جاسکتا ہے۔

لہٰذا ہر شخص کے لئے فکر و عمل کی مکمل آزادی کے لبادے میں مفاد پرست انسان نے قانون واخلاق سے آزادی کی راہیں ایجاد کیں۔ کسب معاش کی آزادی کے بہانے دوسروں کے معاشی حقوق پر ڈورے ڈالنے لگا۔ جمہوریت کے پردے میں مکروفریب لالچ اور دھمکی سے دوسروں کے ووٹ فراہم کرکے سیاسی اقتدار پر قابض ہو گیا۔ شخصی سرمایہ داری سے حاصل شدہ دولت واقتدار کے نشہ نے اُسے اس سے بھی زیادہ دولت واقتدار حاصل کرنے کی نئی ترکیب سکھلائی، ایسی ترکیب جو عوام کی پوری دولت اور عوام کا مکمل اقتدار اُس کے قدموں میں لاڈالے۔ وہ مزدور کی خستہ حالی کا رونا رونے لگا۔ اور مزدور کی آمریت قایم کرنے کے سبز باغ دکھلانے لگ گیا۔ شطرنج سیاست کی چالوں میں منجھے ہوئے شاطروں نے اسی بہانے عوام کو دولت واقتدار سے مکمل بے دست وپا کرکے، اپنی اپنی آمریتیں قایم کرڈالیں۔ اب دیکھیں مستقبل کے لئے کونسا نیا جال ایجاد کیا جاتا ہے۔

لادینی مادہ پرستی کا خمیر، مفاد پرستی سے ہی تیار ہوا ہے لہٰسے خود اعتراف ہے کہ کسی صحت مند معاشرہ کا نظام نافذ کرنا اس کے فرائض میں داخل نہیں وہ تو صرف مادہ پرستوں کے ہاتھوں بے بس انسانوں کی دُرگت بنتی دیکھا کرتی ہے۔ اصلاح معاشرہ سے اُسے مطلق کوئی سروکار نہیں۔ اس کے باوجود نادان انسان یہ توقع رکھتا ہے کہ لادینی مادہ پرستی کے بل بوتے پر وہ اپنے لئے کوئی راہ نجات تلاش کرلے گا۔ اس کی نادانی اور غفلت کی کوئی انتہا نہیں۔ انسان کے لئے ایک اور صرف ایک ہی راہِ نجات ہے۔

Marfat.com

وہی سیدھا سادہ راستہ، اپنے خالق سے ہم آہنگی کا صراطِ مستقیم اسلامی نظریۂ حیات۔

اسلامی سیاست

سیاست کیا ہے؟ معاشرہ کی اجتماعی زندگی کے نظم ونسق کی تشکیل اور اس کی کارکردگی کی راہنمائی کا نام سیاست ہے۔ چونکہ یہ کام معاشرہ ہی کے چند منتخب افراد کے ذریعہ تکمیل پاتا ہے اس لئے ان کارکنانِ سیاست کا انتخاب اور ان میں اختیارات کی تقسیم، سیاست کا ایک اہم مرحلہ ہوا کرتا ہے۔

اور چونکہ یہ کارکنانِ سیاست ہی عملی طور پر اقتدار واختیار کے حامل ہوا کرتے ہیں لہٰذا مفاد پرست معاشرہ میں سیاسی مقام کا حصول حصول اقتدار کے مترادف سمجھا جاتا اور اس کے لئے لاکھوں جتن کئے جاتے ہیں۔

لیکن اس معاشرہ میں جس کی بنا، مفاد پرستی کی بجائے عدل و انصاف پر رکھنی مقصود ہو، یہ مقام اقتدار کا نہیں، ذمہ داری کا مقام سمجھا جانا ضروری ہے، داد رسی کے امتحان کا مقام، اور اپنے محاسبۂ اعمال کی فہرست میں خود اختیاری طور پر ذمہ داریاں بڑھا لینے کا مقام ۔۔ لہٰذا یہ ناگزیر ہے کہ اس مقام کے حصول کی آرزو، نفس پرستی کی دلیل اور نا اہلیت کا ثبوت قرار پائے یہی وجہ تھی کہ رسول پاک صلے اللہ علیہ وسلم نے نظم ونسق کا کوئی عہدہ کبھی ایسے شخص کے سپرد نہیں کیا جو اس کا

Marfat.com

آرزومند ہو۔ آپ ان عہدوں پر صرف ایسے لوگ ہی متعین فرمائے جو نفس پرستی سے مبرا، خوفِ خدا سے ماموراور دادرسی کے جذبہ سے سرشار ہوں۔

لہٰذا اسلام کے اصول عدل پر تعمیر شدہ کسی سیاسی ڈھانچہ کی تشکیل کی پہلی ناگزیر شرط بھی قرار پائیگی کہ مسلمانوں کا نمائندہ، ہوسِ اقتدار سے پاک ہو اور اپنے عمل اور کردار سے یہ ثابت کردے کہ وہ کسی سیاسی مقام کا آرزومند نہیں صرف جذبۂ خدمت سے معمور ہے۔

اَلَّذِیْنَ لَا یُرِیْدُوْنَ	ان لوگوں میں سے ہے جو زمین
عُلُوًّا فِی الْاَرْضِ	میں اپنی بڑائی کے طالب نہیں
وَلَا فَسَادًا۔	ہوتے اور نہ ہی فساد برپا کرنا
(پارہ ۲۰ رکوع ۱۲)	چاہتے ہیں۔

حصول مقام کے لئے کسی قسم کی بالواسطہ بلاواسطہ کوشش نااہلیت کا کافی ثبوت ہوگا اور ایسی کوشش کا مرتکب نامزد نمائندہ انتخابات میں نااہل قرار دیدیا جائیگا۔

دو یا دو سے زیادہ نامزد نمایندگان میں سے کسی ایک کو دوسرے پر ترجیح دینے کا معیار قرآن پاک کا یہ فرمان ہوگا کہ

اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ	تم میں قابل ترجیح وہی شخص ہے
اَتْقٰکُمْ ؕ	جو خدا ترسی میں تم سب سے
(پارہ ۲۶ رکوع ۱۴)	آگے ہو۔

تقویٰ کو انتظامی صلاحیتوں پر ترجیح دی جائیگی اور امور سلطنت کی تربیت گاہوں میں متقی لوگوں کو ہی شریک کیا جائیگا۔ امانت و دیانت

Marfat.com

عمالِ حکومت کی کارکردگی کی پہلی شرط ہوگی اور بددیانتی کا ارتکاب فوری برطرفی کا باعث ہوگا۔

اسلامی ریاست میں ہر مسلم و غیر مسلم عاقل بالغ مرد اور عورت کو رائے دہی کا حق حاصل ہے۔ لیکن یہ حق اسلام کی نافذ کردہ حدود اللہ کی قیود میں ہی استعمال ہوسکے گا۔ کوئی ایسی رائے جو حدود اللہ کو توڑتی ہو قابل قبول نہ ہوگی۔

اسلامی دستور کی اساس قرآن کریم کی یہ آیت ہے۔

يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ	اے ایمان والو اللہ اور اللہ
آمَنُوْا اَطِيْعُوا اللّٰهَ	کے رسول اور ان لوگوں کی
وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَ	اطاعت کرو جو تم میں صاحب
اُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ	امر ہیں۔ اگر کبھی آپس میں اختلاف
فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ	رونما ہو تو اس کے لئے اللہ اور
شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى	رسول کی طرف رجوع کرو۔ اگر
اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ	تمہیں خدا تعالےٰ اور محاسبۂ
كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ	اعمال پر یقین ہے تو تمہاری
وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ذٰلِكَ	بھلائی اسی میں ہے اور یہی بہترین
خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا	صورت کار ہے۔

(پارہ ۵ رکوع ۵)

اس آیت سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ مسلمانوں میں باہمی نزاع یا حکام سے نزاع ممکن اور جائز ہے۔ حکام کی اطاعت اللہ اور رسول کی اطاعت کے تابع ہے اور ایک ایسی آزاد عدلیہ کے وجود کی ضرورت ہے جو

Marfat.com

انتظامیہ سے آزاد رہ کران تنازعوں کا اللہ اور رسول کے احکام کی روشنی میں تصفیہ کرے۔ گویا نظم ونسق کے استحکام کے لئے انتظامیہ قانون کی تدوین وتشریح کے لئے مقننہ' اور تنازعات کے تصفیوں کے لئے عدلیہ اسلامی دستور کی بنیادی ضرورتیں ہیں جن کی تشکیل کے لئے باہمی مشورت کا طریق کار اسلام نے متعین کیا ہے فرمایا

وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى	مسلمانوں کے امور آپس میں صلاح
بَيْنَهُمْ ط	ومشورے اور آرار کی چھان بین
(پارہ ۲۵ رکوع ۵)	سے طے پاتے ہیں۔

اسلام میں مشاورت کی اہمیت اس سے ظاہر ہے کہ خود رسول پاک کو خدا تعالٰے نے پابند فرمایا کہ جہاں صریح احکام الٰہی موجود نہ ہوں' اجرائے کار کے لئے مسلمانوں سے باہمی مشاورت کی جایا کرے۔ فرمایا

وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ	اے نبی آپ اپنے کاموں میں اپنے
(پارہ ۴ رکوع ۸)	متبعین سے مشاورت کرلیا کیجئے۔

اسلامی عدلیہ' انتظامیہ سے آزاد ہوگا اور حکومت کا ہر چھوٹا بڑا رکن عدلیہ کے سامنے جواب دہ ہوسکے گا۔ معاشرہ کے ہر فرد کو دادرسی کا حق ہوگا اور جرائم کی جو جو سزائیں اسلام نے مقرر کی ہیں نافذ کی جائیں گی۔

انسانی بنیادی حقوق، جان مال عزت آبرو کی حفاظت، عقیدہ خیال اور رائے کی آزادی، عمل کی آزادی اور کسب معیشت کی آزادی ہر فرد کو حاصل ہوگی لیکن یہ آزادیاں حدود اللہ کی پابند ہوں گی۔ اور معاشرہ کی اکثریت اس کی مجاز ہوگی کہ اسلامی تعلیم کی روشنی میں شخصی آزادیوں اور معاشرہ کی پابندیوں کے درمیان جس قسم کا توازن مناسب سمجھے' قائم کرے

Marfat.com

معاشرہ مجاز ہوگا کہ جن امور کو مناسب سمجھے اجتماعی تحویل میں لے لے یا انفرادی تحویل کی طرف لوٹا دے ۔

یہ ہیں اسلامی سیاست کے بنیادی اصول جن پر عدل وانصاف کے جذبات سے معمور معاشرہ، بآسانی ایک اسلامی ریاست کی مضبوط عمارت تعمیر کر سکتا ہے عدل وانصاف کا جذبہ بہرحال شرط اولین ہے ۔ اگر وہ نہیں تو اسلامی ریاست کا وجود محال ہے ۔

کوئی معاشرہ طبقاتی تقسیم سے یکلی بے نیاز نہیں ۔اشتراکی معاشرہ بھی بلند بانگ دعویٰ کے باوجود چند طبقات میں منقسم نظر آتا ہے ۔ ہر معاشرہ کا ہر طبقہ کسی نہ کسی حد تک بدعملیوں اور بدعنوانیوں میں مبتلا ہی نظر آتا ہے۔ لیکن معاشرہ کی اصلاح یا ابتری کی ذمہ داری زیادہ تر بالا تر طبقہ پر ہی عاید ہوا کرتی ہے ۔اس لئے کہ زیر دست طبقات اپنی بد اعمالیوں یا اصلاحی کوششوں سے بالاتر طبقات کو تو مطلق متاثر نہیں کر سکتے لیکن بالا دست طبقات اپنی بد اعمالیوں یا حسن عمل سے زیر دست طبقات کو فی الفور متاثر کیا کرتے ہیں۔ نیکی اور بدی کے متعدی اثرات اوپر سے نیچے کی طرف تو بآسانی پھیل جایا کرتے ہیں لیکن نیچے سے اوپر کی طرف پھیلنا اُن کے لئے بے حد دشوار بلکہ اکثر ناممکن ہوا کرتا ہے ۔ لہٰذا کسی معاشرے کی اصلاح کی ذمہ داری بھی زیادہ تر بالا دست طبقات پر ہی عاید ہوتی ہے ۔

اسلامی معیشت

اقتصادی میدان میں انسان نے تمدن کے ابتدائی دور میں تبادلہ اجناس

Marfat.com

کے سادہ عمل سے آغاز کر کے بینکنگ انشورنس اور فارن اکسچینج کے پیچیدہ امور تک ترقی کی ہے۔ اس اقتصادی ترقی کے دوران وہ کئی حقیقی مسائل سے بھی دوچار ہوا اور کئی مصنوعی مسائل خود بھی پیدا کرتا رہا۔ ان تمام مسائل نے چند نظریاتی اختلافات اور چند عملی مغالطے پیدا کر دیئے ہیں جو ہماری اقتصادی زندگی میں خلفشار کا باعث بن رہے ہیں۔ اسلامی نظام معیشت، سرمایہ داری اور سوشلزم میں بنیادی اختلافات کا باعث یہی مسائل ہیں انہیں سمجھنے کے لئے انسان کی اقتصادی ترقی کا مختصر خاکہ پیش نظر رکھنا ضروری ہے۔

زندگی کے بقاء و قیام کے لئے انسان جن اشیاء کا محتاج ہے وہ سب قدرت ہی نے پیدا کی ہیں ان میں سے کچھ تو اس قدر وافر مقدار میں ہیں کہ انسان کو ان کے حصول کے لئے کوئی جدوجہد نہیں کرنی پڑتی مثلاً ہوا اور پانی اور کچھ ایسی ہیں جن کے لئے اسے کم و بیش کچھ نہ کچھ جدوجہد کرنی پڑتی ہے مثلاً غذا لباس مکان سواری وغیرہ۔ انسان مختلف اشیاء کی قدر و قیمت اسی تناسب سے لگاتا ہے جس تناسب سے اسے اس کے حصول کے لئے جدوجہد کرنی پڑتی ہے۔ گویا کسی چیز کی قیمت اس مقدار محنت کے متناسب ہے جو اس کے حصول کے لئے صرف کی گئی ہو۔ اشتراکی زبان میں بھی جنس کی قدر، اس میں مستور ارتکازِ محنت کے متناسب ہے۔

انسان کو اپنے ابتدائی مدنی دور میں دو تجربوں سے مسلسل سابقہ پڑا پہلا تجربہ یہ تھا کہ ایک شخص کے پاس وافر پھل تھے اور دوسرے کے پاس ہرن کا وافر گوشت۔ دونوں کو ایک دوسرے کی احتیاج

Marfat.com

تھی۔ دونوں آپس میں تبادلہ پر آمادہ ہوگئے۔ ہرن کے گوشت کی کونسی مقدار پھلوں کی کس مقدار کے مساوی سمجھی جائے اس کا حل انہوں نے یہ نکالا کہ جو مقدار فریقین برضا و رغبت متعین کرنے پر متفق ہوں وہی قابل قبول ہوگی داد وستد، لین دین اور تبادلہ اجناس کا یہی آغاز تھا۔

دوسرا تجربہ یہ تھا کہ ایک شخص کے پاس وافر پھل تھے۔ لیکن دوسرے کو اس دن کھانے کے لئے کچھ نہ مل سکا۔ وافر پھل والا دوسرے شخص کو کچھ پھل دینے پر اس شرط پر راضی ہوگیا کہ وہ فی الحال اپنی احتیاج پوری کرلے۔ لیکن جوں ہی جنگل سے اُسے پھل ملیں وہ انہیں لوٹا دے۔ لین دین کی یہ صورت قرض کہلائی۔ اس میں چونکہ دو چیزوں کا تبادلہ نہ تھا بلکہ صرف ایک ہی چیز تھی جو ایک وقفہ کے لئے مستعار دی جارہی تھی۔ اس لئے طے پایا کہ حاصل شدہ شے کے بدلے بلا کم وکاست وبلا سود و زیاں اتنی ہی مقدار میں ویسی ہی شے واپس کی جائے۔

ان ہی دو تجربوں کی بنا پر عقلِ سلیم کے فتووں کے مطابق، اسلام نے تجارتی کاروبار اور قرضوں کے احکام نافذ کئے ہیں۔ تبادلہ اشیاء کی صورت میں بتراضی طرفین کمی بیشی کا جواز اور قرض کی صورت میں کمی بیشی کا عدم جواز، اسلامی معیشت کا پہلا بنیادی اصول ہے۔ اسی اصول کی منطق سے خرید و فروخت اور قرض میں فرق بھی واضح ہوجاتا ہے اور سود کے عدم جواز کی وجہ بھی ظاہر ہوجاتی ہے۔ قرض صرف مصیبت میں مبتلا شخص کی عارضی اعانت کے لئے ہی دیا جاتا ہے۔ لہٰذا اس پر کسی منفعت اور سود کی توقع انسانی ہمدردی کے مغائر ہے۔ کسی مصیبت زدہ کی اعانت کرنا ایک ایثار ہے جو ذاتی خود غرضی کے

Marfat.com

جذبہ کی قربانی کا ہی دوسرا نام ہے۔ اس ایثار کی کوئی قیمت وصول کرنا انسانیت کی توہین ہے۔ لہٰذا قرض پر سود کا کوئی جواز نہیں۔ اسلام میں قرض کا تصور صرف اضطراری احتیاج تک ہی محدود ہے۔ تجارتی کاروبار کے لئے نہیں۔ اقتصادی کاروبار میں سرمایہ دار اور نادار محنت کش، سرمایہ اور محنت کے باہمی اشتراک سے نفع و نقصان میں شرکت کر سکتے ہیں۔ اقتصادی عمل کے دوران تو سرمایہ کے سود و زیاں کا امکان بھی ہے اور جواز بھی، لیکن قرض کی شکل میں نہ تو اس کا امکان ہی ہے اور نہ ہی جواز۔

عقل کا تقاضا یہی ہے کہ چیزوں کے ہیر پھیر سے ایک دوسرے کے مال پر قبضہ کرنے کے لئے نہیں، بلکہ تکمیل احتیاج کے لئے ہی تبادلہ اجناس کا جواز ہونا چاہیئے۔ اور تبادلہ اجناس میں مقداروں کا تعین بھی بتراضی طرفین ہی ہونا چاہیئے۔ نیز ناگزیر احتیاج اور ناداری کی حالت میں قرض کے لئے دستِ سوال دراز کرنا بھی جائز ہونا چاہیئے اور بلا کم و کاست اور بلا سود و زیاں قرض کی واپسی بعجلت ممکنہ لازم ہونی چاہیئے۔ قرآن پاک میں بھی تجارت اور قرضہ کے یہی اصول بیان فرمائے گئے ہیں۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا	اے ایمان والو تم لوگ باطل اور
لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ	نامناسب طریقوں سے اپنے مال
بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ إِلَّا	آپس میں مت کھاجایا کرو۔ ہاں
أَنْ تَكُونَ تِجَارَةً عَنْ	یہ جائز ہے کہ فریقین کی رضامندی
تَرَاضٍ مِنْكُمْ وَلَا	سے تبادلہ اشیاء اور تجارت ہو

Marfat.com

تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ عُدْوَانًا وَّظُلْمًا فَسَوْفَ نُصْلِيْهِ نَارًا وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا

(پارہ ۵ رکوع ۲)

اس کے علاوہ باطل طریقوں سے اموال میں اُلٹ پھیر معاشی قتل ہے تم اپنے آپ کو قتل مت کرو۔ اللہ تعالیٰ تمہارے حال پر رحم کرنا چاہتا ہے لہٰذا جو شخص سرکشی اور ظلم پر آمادہ ہو گا وہ نارِ جہنم میں مبتلا ہو گا یہ خدا تعالیٰ کے لئے کچھ مشکل نہیں۔

یعنے

۱۔ ایک دوسرے کی دولت میں ردّ و بدل کے کئی ناجائز طریقے ہیں وہ سب تم پر حرام ہیں۔

۲۔ تمہارے لئے آپس میں دولت کے ردّ و بدل کی صرف ایک ہی جائز صورت ہے اور وہ ہے طلب و رسد کی حقیقی احتیاج کی بناء پر تجارت۔

۳۔ تجارت کے لئے یہ ضروری ہے کہ فریقین کا اپنا مال ہو۔ یعنی انہیں حقِ ملکیت اور حقِ بیع حاصل ہو اور تبادل بتراضی طرفین ہو کسی قسم کا کوئی دباؤ نہ ہو اور تبادلہ کا تناسب فریقین باہمی رضامندی سے متفقہ طور پر خود طے کریں۔

۴۔ مال و دولت کے ایسے معاشی تبادلوں میں کسی کی حق تلفی نہ ہو، معاشی استحصال نہ ہو، باطل طریقوں سے مصنوعی طور پر قیمتیں بڑھا کر صارفین کو مبتلائے آلام کرنا معاشرہ کو قتل کرنے کے مترادف

Marfat.com

ہے معاشی خودکشی ہے۔ ایسی تجارت ناجائز ہے یہ طبقاتی جنگ و جدال کے راستے نارِ جہنم میں لے جاتی ہے۔

اس تعلیم کی روشنی میں تجارت کی جائز و ناجائز صورتیں واضح ہوجاتی ہیں جائز صورت صرف یہی قرار پاتی ہے کہ صنّاع خود صارفین کے ہاتھوں مال فروخت کریں یا ایسے ہاتھوں میں فروخت کریں جو مال کو صارفین تک پہنچانے کی ناگزیر کڑی ہوں اور اس طرح تقسیم پیداوار کی حقیقی خدمت کر رہے ہوں۔ دلالوں، ایجنٹوں وغیرہ کے غیر ضروری درمیانی مراحل، لاگت اور واجبی منافعہ کے حصول کے علاوہ نفع اندوزی کی غرض سے گراں فروشی، مصنوعی خرید و فروخت کے مراحل ایجاد کر کے قیمتیں بڑھانا، صارفین کو گراں خریدگی پر مجبور کرنے کے لئے مال کو روک رکھنا اور محض اس غرض سے خرید و فروخت کرنا تاکہ قیمتوں کے اتار چڑھاؤ سے دولت کمائی جائے، جیسے تجارتی منڈیوں میں کیا جاتا ہے۔ یہ سب ناجائز طور پر ایک دوسرے کا مال کھا جانے کے باطل طریقے ہیں جو کوئی حقیقی اقتصادی خدمت سرانجام نہیں دیتے یہ سب سرمایہ داری کے ایجاد کردہ ہتھکنڈے ہیں جن کا اسلام میں کوئی جواز نہیں۔

اور اسی آیت سے یہ بھی واضح ہوجاتا ہے کہ تجارت کرنے کا حق صرف اسی کو حاصل ہے جو صاحبِ مال ہو۔ فروخت شدنی مال کا مالک ہو یا خرید شدنی مال خریدنے کی سکت رکھتا ہو جس کے پاس مال ہی نہ ہو وہ کسی فرضی، موہوم، مستعار یا مرہون مال بیچنے کا مجاز نہیں کیونکہ فروخت کا مجاز ہونے کے لئے مال کا وجود بھی ضروری ہے اور فروخت کنندہ

Marfat.com

کا حق ملکیت بھی ضروری ہے ۔ اور جب نادار کوئی مال خریدنے کی سکت ہی نہیں رکھتا وہ تجارت نہیں کرسکتا۔ وہ ذاتی صلاحیت کی بنا پر کسی تاجر کے کاروبار میں بحیثیت گماشتہ اور کارندہ تو شریک ہوسکتا ہے لیکن ذاتی مالی سکت کے بغیر اپنی ذاتی تجارت نہیں کرسکتا۔ بنکوں کے قرض سے رہن مال کی تجارت کا اسلام میں کوئی جواز نہیں۔ کیوں کہ جس کا مال ہی نہیں وہ اُس مال کی تجارت کا مجاز بھی نہیں ۔ اسلام حلوائی کی دکان پر دادا جی کی فاتحہ کو تسلیم نہیں کرتا۔ یہ سب سرمایہ داری کے ایجاد کردہ ایسے طریقے ہیں جو لَا تَاكُلُوْا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ کی زد میں آتے ہیں۔ مال کسی کا ہو اور کوئی نادار نفع کمانے کی ہوس میں' دیوالیہ نکال کر دوسروں کا مال لے ڈوبے' اسلام اسے جائز قرار نہیں دیتا۔ اسلام اپنی ہی چادر میں پاؤں پھیلانے کی تلقین کرتا ہے دوسروں کی چادریں پھاڑنے کی اجازت نہیں دیتا۔

اسلام اپنی تمام احتیاجیں اپنی ذاتی جدوجہد سے ہی پوری کرنے کی تلقین کرتا ہے۔ وہ صرف اپنی ہی محنت اور اپنے ہی اثاثے کے بل بوتے پر اقتصادی جدوجہد کی تاکید کرتا ہے کسی بھی مقصد کے لئے دستِ سوال دراز کرنے کو نہایت معیوب قرار دیتا ہے اور سختی سے اس کی ممانعت کرتا ہے۔ اسلام کے نزدیک دستِ سوال دراز کرنا، خواہ بھیک کیلئے ہو یا قرض حاصل کرنے کیلئے صرف اضطراری صورت میں ہی جائز ہے ورنہ نہیں لہٰذا اسلام میں قرض لینے کی واحد شکل بھی یہی ہے کہ وہ فقر و فاقہ کی موقتی احتیاج سے پیچھا چھڑانے ذاتی ناگزیر اخراجات کے لئے تھوڑی مدت کیلئے حاصل کیا جائے نہ کہ دولت کمانے اور کاروبار پھیلانے کے لئے۔ سود کی ممانعت کی ایک اہم وجہ یہی ہے کہ

Marfat.com

تجارتی کاروبار کو ذاتی اثاثہ کی حد تک محدود رکھا جائے اور تجارتی اور اقتصادی قرضوں کے راستے مسدود کر کے، مسلمانوں کو اس بات کا پابند کیا جائے کہ وہ اپنی اقتصادی جدوجہد کو اپنی چادر کی وسعت تک ہی محدود رکھیں۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک مرتبہ ایک خستہ حال انصاری آیا اور کہنے لگا۔

"یا رسول اللہؐ! میں خستہ حال ہوں اور مدد کا مستحق کچھ مدد فرمائیے۔"

رسول پاکؐ اگر مناسب سمجھتے تو صدقہ و خیرات میں سے اُسے کچھ دے دیتے اور اگر اسلام میں تجارتی کاروبار کے لئے قرضہ کا جواز ہوتا تو آپ کسی مرفع الحال صحابی سے اُسے، چل پھر کر کھجوریں بیچنے کے لئے دو چار روپے بطور قرض ہی دلوا دیتے۔ لیکن آپ نے نہ تو اسے خیرات ہی کا مستحق سمجھا اور نہ ہی تجارت کے لئے قرض کا سرمایہ دلوایا۔ بلکہ آپ نے اُس سے دریافت فرمایا کہ اس کے گھر کا اثاثہ کیا ہے۔ اُس نے اپنا اثاثہ ایک پھٹا کمبل اور ایک پیالہ بتلایا۔ آپ نے اس سے فرمایا

"وہ دونوں چیزیں بازار میں لے جا کر فروخت کر دو اور قیمت لے کر میرے پاس آؤ۔"

وہ انہیں بیچ کر دو درہم لئے حاضر خدمت ہوا۔ آپ نے فرمایا

"ان درہموں سے ایک کلہاڑی اور ایک رسی خرید و اور جنگل میں جا کر لکڑیاں کاٹ لاؤ اور لا کر انہیں بازار میں بیچ دو۔ کچھ کھاؤ کچھ پس انداز کرو اور چند دن کے بعد پھر مجھ سے ملو۔"

اس نے حکم کی تعمیل کی۔ اور محنت اور کفایت شعاری سے آسودہ حال ہو گیا جب وہ دوبارہ حاضرِ خدمت ہوا تو حضور اکرمؐ نے فرمایا۔

Marfat.com

"اسلامی طریقِ معیشت یہی ہے۔ یہ اس سے لاکھ درجہ بہتر ہے کہ تم قیامت کے دن اس گروہ میں اٹھائے جاؤ جو دستِ سوال دراز کرنے کی ندامت سے سرنگوں ہوں گے۔"

ہجرت مدینہ کے موقع پر بیسیوں مرفع الحال تجارت پیشہ اصحاب رسول، بے سروسامانی کی حالت میں مدینہ پہنچے۔ رسول پاکؐ نے مہاجرین وانصار کو بھائی بھائی بنا دیا۔ انصار نے مہاجرین کے لئے مکان بھی فراہم کئے اور اپنے مال و دولت میں سے حصہ نکالنے کی پیش کش بھی کی۔ مہاجرین نے سر چھپانے کے لئے انصار کی پیش کردہ چھتوں کے سائے تو عارضی طور پر قبول کر لئے لیکن تجارت کے لئے قرض کی ایک کوڑی بھی نہ مانگی اور نہ ہی قبول کی۔ مکہ میں بڑی بڑی بھرپور دکانیں چھوڑ کر آنے والوں نے قرض کا سرمایہ لے کر بہتر پیمانے پر اپنی تجارت کا آغاز کرنے کی بجائے مدینے کی گلیوں میں کندھوں پر کپڑا اور کھجوریں اٹھائے پھرنا ہی قبول کیا اس لئے کہ اسلام میں کاروباری اغراض کے لئے قرض کا کوئی جواز نہ تھا۔ اگر اسلام میں تجارتی سرمایہ کے لئے قرض کا جواز ہوتا تو رسول پاک کے لئے مہاجرین کی اعلیٰ معیار پر آبادکاری کے تمام سامان موجود تھے۔ سودی قرضے عام ملا کرتے تھے سود ابھی ممنوع بھی نہیں ہوا تھا اور انصار امداد کے لئے بے چین بھی تھے ـــــ لیکن اسلام نے قرض کو ہمیشہ ناپسندیدہ نظروں سے دیکھا اور صحابہ کرام نے اپنے حقیر اثاثوں سے ہی اپنی نئی تجارت کا آغاز کیا۔

لطف تو یہ ہے کہ گجرات کچھ کاٹھیاواڑ اور مارواڑ کے سودخوار سنئے بھی، جو دوسروں کو تو تجارت کے لئے سودی قرضے بلاتکلف دیا

Marfat.com

کرتے ہیں، خود اپنے لئے قرضہ کی تجارت کے قائل نہیں۔ کروڑپتی مارواڑی گھرانوں کا یہی معمول ہے کہ اُن کے کاروبار اُن کی اولاد نہیں بلکہ اُن کے گماشتے چلایا کرتے ہیں۔ وہ اپنی اولاد کو ہوش سنبھالنے کے بعد اپنے پھیلے ہوئے کاروبار کا مختار بنانے کی بجائے، صرف ایک لوٹا ایک دھوتی اور ریل کا ٹکٹ دلا کر کسی دور دراز مقام پر کسی دوسرے مارواڑی کے ہاں نوکری کے ذریعہ تجارت کے ڈھنگ سیکھنے کے لئے بھیج دیتے ہیں وہ وہاں روٹی کپڑے پر گزارہ کرتا ہے اور اس کی سالانہ تنخواہ پوری کی پوری اس کے کھاتہ میں جمع ہوتی رہتی ہے۔ پانچ چھ سال کی ملازمت کے بعد وہ تجارتی ہتھکنڈوں سے بھی بخوبی واقف ہو جاتا ہے اور محنت سے کمایا ہوا کچھ سرمایہ بھی جمع ہو جاتا ہے۔ پھر اسی جمع شدہ پونجی سے ایک چھوٹی سی دکان کھول کر وہ اپنی ذاتی تجارت کا آغاز کرتا ہے والدین کی کروڑوں کی جائیداد کو ہاتھ لگانا وہ گناہ سمجھتے ہیں اپنے ہی بل بوتے پر اپنے پاؤں پر کھڑا ہونا اور ذاتی محنت سے اپنا سرمایہ پیدا کرنا اُن کا بنیادی اصول ہے ـــــ وہ جانتے ہیں کہ قرض لینا معاشی غلامی اور قرض دینا معاشی اقتدار کی علامتیں ہیں اور معاشی اقتدار معاشی غلامی کے ذریعہ نہیں بلکہ ذاتی محنت سے کما کر پس انداز کئے ہوئے سرمایہ سے ہی حاصل ہو سکتا ہے۔

منفعت کی اُمید میں، انسان اپنی اقتصادی جد و جہد کی تمام کوششوں میں، اپنی محنت اور اپنے سرمائے کو نامعلوم نتائج کے خطرات میں ڈالا کرتا ہے۔ اگر وہ ان کوششوں میں ناکام رہے تو وہ اپنا سرمایہ کھو بیٹھتا ہے لیکن وہ شخص جو ذاتی سرمایہ کی عدم موجودگی میں، قرضہ کا سرمایہ لگا کر

Marfat.com

اقتصادی جدوجہد کرتا اور نتیجہ میں وہ سرمایہ بھی کھو بیٹھتا ہے وہ درحقیقت اپنے مستقبل کو داؤ پر لگا کر تباہی کے گڑھے میں جا گرتا ہے — اسلام اُس چیز کو تو اقتصادی جدوجہد کے خطرات میں ڈالنے کی اجازت دے سکتا ہے جو آپکے پاس ہو لیکن جو چیز آپکے پاس موجود ہی نہ ہو اسے خطرات میں ڈالنے کی اجازت کون دے سکتا ہے؟ نہ تو عقل ہی اس بات کی اجازت دے سکتی ہے اور نہ ہی اسلام یہی وجہ ہے کہ اسلام میں قرض سے بچنے کی مسلسل تلقین کی گئی ہے اور صرف فقر و فاقہ کی مجبوری میں ہی قرضہ کی اجازت دی گئی ہے۔ اقتصادی جدوجہد اور تجارتی اُلٹ پھیر کے لئے قرضہ کا کوئی جواز نہیں۔ اسلامی تعلیم میں اقتصادی بہبود کا صرف ایک ہی راستہ ہے، ذاتی اور اجتماعی محنت اور محنت سے حاصل، اور پس انداز کردہ سرمایہ — نہ اقتصادی قرضے لو، نہ سود کے عذاب میں پھنس کر اپنے ہی ہاتھوں ایسا سرمایہ دار طبقہ پیدا کرو جو تمہیں پہلے اقتصادی اور پھر سیاسی غلامی کی جکڑ بندیوں میں کس کر رکھ دے۔

تجارت کے ناجائز ہتھکنڈے اور سودی قرضے، استحصالی سرمایہ داری کے دو معروف مگر مذموم حربے ہیں اور یہ اسلام ہی کی خصوصیت ہے کہ وہ ان دونوں کو ہی مکروہ اور ممنوع قرار دیتا ہے۔

سود کو فی زمانہ ایک بے ضرر اور کارآمد شے سمجھا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ یہی وہ واحد محرک ہے جو برائے نام قیمت پر قرضوں کی شکل میں وہ سرمائے مہیا کر سکتا ہے جو قوم کی اقتصادی ترقی کے لئے ناگزیر ہیں — سرمایہ دار اور سوشلسٹ دونوں نظام اس کی افادیت کو تسلیم کرتے اور سرمایہ کاری اور قومی اقتصادی ترقی کے لئے اسے ناگزیر قرار دیتے ہیں

Marfat.com

دنیا کا کوئی دانشور ایسا نہیں جو اس کے جواز کا قائل نہ ہو ۔ لیکن مذہب اسلام ہی ایک ایسا منفرد مسلک ہے جو سود کو نہ صرف ناجائز قرار دیتا ہے بلکہ معاشرہ کا بدترین دشمن سود ہی کو سمجھتا ہے ۔ سود خوار کو قرآن کریم بڑا ہی ناشکرا اور بدترین گناہ گار (کفّار اثیم) ٹھیراتا ہے اور معاشرہ میں سود خوار کے کردار کو یوں بیان فرماتا ہے کہ

اَلَّذِیْنَ یَاْکُلُوْنَ	سود خوار لوگ معاشرہ میں جو
الرِّبٰوا لَا یَقُوْمُوْنَ	کردار اختیار کرتے ہیں وہ اس
اِلَّا کَمَا یَقُوْمُ الَّذِیْ	شخص جیسا ہوتا ہے جسے مس
یَتَخَبَّطُهُ الشَّیْطٰنُ	شیطانی نے پاگل اور باولا
مِنَ الْمَسِّ ۔	بنا رکھا ہو ۔

(پارہ ۳ رکوع ۶)

اور قرآن پاک سودی کاروبار کو اتنا خطرناک فعل قرار دیتا ہے جس کے لئے خدا تعالے نے خود اپنے ساتھ جنگ کرنے کا چیلنج دینا ضروری سمجھا

یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا	اے ایمان والو اللہ تعالیٰ سے
اتَّقُوا اللّٰهَ وَذَرُوْا	ڈرو اور اگر تم مومن ہو تو باقی
مَا بَقِیَ مِنَ الرِّبٰوا	ماندہ سود کو چھوڑ دو اور اگر
اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ	تم ایسا نہ کرو گے تو خدا اور اس
فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا	کے رسول کی جانب سے جنگ
بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ	کے لئے خبردار ہو جاؤ ۔
رَسُوْلِهٖ ۔	(پارہ ۳ رکوع ۶)

Marfat.com

معاشرہ جس چیز کو متفقہ طور پر مفید سمجھے، اسلام اُسی چیز کو معاشرہ کے لئے بے حد خطرناک قرار دے، کیا یہ امر بذاتِ خود اس بات کا متقاضی نہیں کہ یہ سمجھنے کی سنجیدہ کوشش کی جائے کہ افادیت کے چمکتے ہوئے پردوں کی کن سلوٹوں میں کونسے مہلک جراثیم چھپے بیٹھے ہیں ؟۔

وہ سرمایہ داری جو محنت کش عوام کو مفلس اور گنتی کے چند خواص کو تمام دولت کا اجارہ دار بنا دیا کرتی ہے، وہ سرمایہ داری جو عوام میں ایک گالی کے مترادف بن چکی ہے، اور سوشلسٹ جس کے خون کے پیاسے بنے پھرتے ہیں۔ وہ سود اور صرف سود ہی کی پیداوار ہے وہ سود کے بغیر ایک دن بھی زندہ نہیں رہ سکتی معاشرہ سے آپ سود کو الگ کر دیجئے تو سرمایہ داری کے زہریلے دانت یک لخت جھڑ جائیں گے ــــ مسِ شیطانی سے پیدا ہونے والا وہ باولاپن، جو سرمایہ داری کو مذموم بنا دیتا ہے، اسی سود کا رہینِ منت ہے اگر سود نہ ہوتا تو قرضے عام نہ ہو سکتے بینکوں کا وجود ہی نہ ہوتا۔ سرمایہ کاری کے بہانے غریب عوام کی پس انداز کردہ چھوٹی چھوٹی بچتوں سے کوئی کھیلنے والا نہ ہوتا۔ قلاش فینانشیرز (FINANCIERS) کا ایسا طبقہ پیدا ہی نہ ہو سکتا جو دوسروں کی بچتوں اور امانتوں پر مفت کی دولت کما کر اقتصادی اقتدار کو اپنے ہی ہاتھوں میں مرتکز کرتا چلا جائے۔ بینک کاری اور انشورنس کی "ترقی پذیر صنعتیں" ہی نہ ہوتیں اور سرمایہ داری وہ ملعون شکل اختیار ہی نہ کر سکتی جس سے اپنے اور بیگانے سبھی نالاں ہیں۔

Marfat.com

لیکن آپ کہیں گے کہ یہ سب کچھ نہ ہوتا تو معاشی ترقی بھی نہ ہوتی بڑی بڑی ترقیاتی اسکیمیں بھی نہ بن سکتیں اور معاشرہ دقیانوسیت اور پس ماندگی کی دلدل میں ہی پھنس کر رہ جاتا۔

یہ آپ کی غلط فہمی ہے معاشرہ سرمایہ کاری اور ترقی کی دوسری راہیں اختیار کر لیتا اور اس سے کہیں زیادہ ترقی کرتا عوام کی فارغ البالی کے ساتھ ساتھ ترقی کرتا اور سرمایہ داری کی موجودہ لعنتوں سے محفوظ رہ کر ترقی کرتا۔ یہ سب کچھ کیوں کر ہوتا اسے سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ موجودہ سرمایہ داری کے طریق کار کا مطالعہ کیا جائے اور بغور دیکھا جائے کہ یہ کس کس طرح سودی جونکیں ایجاد اور استعمال کیا کرتی ہے۔

جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں انسان کے ابتدائی دو معاشی تجربوں نے تبادلہ اجناس اور قرض کو رواج دیا۔ تمدن کی ترقی کے ساتھ انسان نے یہ محسوس کیا کہ تبادلہ اجناس میں باہمی نسبتی قدریں متعین کرنے میں بڑی دقت ہوتی ہے۔ ایک ہی موقعہ پر ایک من گیہوں کے معاوضہ میں پانچ مرغیاں اور اسی ایک من گیہوں کے معاوضہ میں ایک بکری اور ایک بکری کے معاوضہ میں چھ مرغیاں طے پاتی ہیں لہٰذا بہتر ہوگا کہ تمام اجناس کی قیمتیں کسی ایک ہی جنس میں معین کی جائیں۔ چنانچہ سونے اور چاندی کی مقداروں میں مختلف اجناس کی قیمتیں مقرر ہونے لگیں اور چاندی سونے کی معینہ مقدار کے ٹکڑوں کے معاوضہ میں تمام اجناس تبدیل ہونے لگیں۔ چاندی اور سونے کی معینہ مقدار کے یہی ٹکڑے آگے چل کر حکومت کی مہر کے حامل ہوئے اور سکہ رائج الوقت کہلانے لگے۔ لیکن عوام کو اپنی اجناس سکہ میں

Marfat.com

تبدیل کرنے پر آمادہ رکھنے والی چیز یہ ضمانت ہی تھی کہ سکہ بذات خود ایک ایسی جنس کا بنا ہوا ہے جو حکومت کے نام اور اس کی مہر کے بغیر بھی دنیا کے ہر کونے اور بحر و بر کے ہر گوشے میں اپنی مستحکم اقتصادی جنسی قدر رکھتا ہے۔

حکومت کی مہر لگنے سے پہلے چاندی اور سونے کے یہی ٹکڑے سناروں کی دکانوں سے جاری ہوا کرتے تھے۔ کیونکہ چاندی سونے کا کاروبار اور انہیں معینہ مقدار کے ٹکڑوں کی شکل میں تقسیم کرنا انہی کا کام تھا۔ یہ کاروبار زیادہ تر یہودیوں کے ہاتھ میں تھا زمیندار طبقہ کے وہ لوگ جن کے پاس اپنی وافر پیداوار کی فروخت کی بنا پر چاندی اور سونے کے ٹکڑے اس کثیر مقدار میں جمع ہو جاتے کہ انہیں چوری کا خطرہ لاحق ہونے لگتا وہ یہی مناسب سمجھتے کہ سیم و زر کی اس فاضل دولت کو سناروں کی محفوظ تجوریوں میں ہی بطور امانت رکھ دیا جائے کیونکہ ان کے ہاں سونے چاندی کی حفاظت کے وافر انتظام موجود تھے۔ چنانچہ لوگ اپنا فاضل سیم و زر یہودی سناروں کے پاس بطور امانت رکھنے اور ان کے معاوضہ میں امانتی رسیدیں حاصل کرنے لگ گئے۔

یہودی سناروں کو یہ مفت کی دولت ہاتھ لگی تو وہ بے دریغ اس میں تصرف کرنے لگ گئے۔ اور یہی دولت سودی قرضوں میں دے دے کر اس پر مفت کا سود کمانے لگے ــــ حالانکہ امانت میں خیانت ہر لحاظ سے مذموم اور ممنوع تھی۔ امانت میں خیانت کر کے دولت کمانے کا یہ طریقہ سرمایہ داری کی پہلی مذموم اُپج تھی۔ یہ عیب اب اس قدر عام ہو چکا ہے کہ عیب ہی نہیں رہا۔ بینک کاری تمام تر اسی

Marfat.com

پر قائم ہے حالانکہ امانت کی بنیادی شرائط ہی یہ ہیں کہ اُسے من وعن محفوظ رہنے دیا جائے اُس میں کسی قسم کا کوئی تصرف نہ کیا جائے اور طلب کرنے پر وہ فوراً بجنسہٖ واپس کر دی جائے۔ سود کی ممانعت سے امانتوں میں اس قسم کا تصرف خود بخود بند ہو جاتا ہے اسلام امانت میں کسی قسم کے تصرف کا روادار نہیں۔

اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکُمْ	اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے کہ
اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ	تم امانتوں کو بلا تصرف اُن کے
اِلٰٓی اَھْلِھَا	مالکوں کو ہی لوٹا یا کرو۔

(پارہ ۵ رکوع ۵)

لیکن یہودی سرمایہ دار نے امانت میں خیانت کو وہ فروغ دیا کہ حق و باطل کا معیار ہی بدل ڈالا اور آج آپ سنجیدگی سے یہ پوچھتے ہیں کہ بھلا یہ بھی کوئی خیانت ہے؟

جب سُناروں کی جاری کردہ امانتی رسیدیں لوگوں کے ہاں جمع ہونی شروع ہوئیں تو لوگ کبھی کبھی کسی ادائیگی کے سلسلہ میں، نقد سونا چاندی کی عدم موجودگی میں، سناروں کی یہ رسیدیں ہی فریق ثانی کے حوالے کرنے لگے جو فریق ثانی سُناروں کی ساکھ کی بنا پر قبول کرنے لگ گئے۔ اس طرح بازار میں سناروں کی جاری کردہ امانتی رسیدیں سکّہ کے عوض استعمال ہونے لگیں۔ اسلام اس مخدوش حرکت کو تسلیم نہیں کرتا اسی لئے اسلام میں مال کے بدلہ میں مال کا قبضہ دینا ضروری ہے ورنہ سودا تسلیم نہیں کیا جا سکتا۔

Marfat.com

جب سُناروں کو یہ پتہ چلا کہ اُن کی جاری کردہ امانتی رسیدیں بطور سکہ استعمال کی جاسکتی ہیں تو انہوں نے معاشرہ میں شعبدہ بازی کا ایک ایسا چکر چلایا کہ سرمایہ داری کی دوشیزہ شادی کے بغیر ہی بچے جننے لگ گئی۔ لوگ سُناروں سے قرضے تو لیا ہی کرتے تھے جن پر وہ بھاری سود ادا کرتے تھے۔ جب سُناروں نے یہ دیکھا کہ اُن کی کاغذی تحریر بھی دولت کا بدل ہو سکتی ہے تو وہ قرض طلب کرنے والوں کو سونے چاندی کے ٹکڑوں کی بجائے، کاغذ کے پرامیسری نوٹ بطور قرض دینے لگ گئے جن میں یہ لکھا ہوتا کہ وہ حامل نوٹ کو عند المطالبہ اس قدر رقم ادا کر دیں گے۔ یہ نوٹ لوگ بازاروں میں اجناس کے معاوضہ میں استعمال کرنے لگے[1] نوٹ مختلف ہاتھوں میں چکر کاٹتے معاشرہ میں ہی گھومتے

---

[1] الیفرڈ مارشل (ALFRED MARSHALL) اپنی مشہور عالم کتاب "معاشیات کے اصول" (PRINCIPLES OF ECONOMICS) میں لکھتا ہے "نقدی کی ماہیت کا نظریہ (THEORY OF CURRENCY)

شعبہ اقتصادیات کا وہ حصہ ہے جس میں انسان کے جذبہ جلب منفعت کے علاوہ دوسرے تمام محرکات کو نظر انداز کیا جا سکتا ہے اس میدان میں جس ذہین۔ مکتب خیال کا راہنما ریکارڈو (RICARDO) تھا وہ طبقہ خود کو مستحکم بنیادوں پر قائم سمجھتا تھا۔ ریکارڈو کو عموماً مثالی انگریز سمجھا جاتا ہے لیکن یہ درست نہیں اس کی غیر معمولی جدت پسند تخلیقی قوت اپنی فراست کی وجہ سے اقوام عالم میں مسلمہ ہے لیکن اصولوں کی منطقی ترتیب

Marfat.com

گھماتے رہتے اور ان میں سے بہت ہی کم مقدار میں سُناروں کے ہاں اس تقاضے سے پیش ہوتے کہ ان کے معاوضہ میں لامحالہ سونے چاندی کے ٹکڑے ہی دیئے جائیں جب ساکھ کے بھرم پر نوٹ ایک مرتبہ چل نکلے تو پُرانے بوسیدہ نوٹوں کے معاوضہ میں بھی سونے چاندی کی بجائے نئے نوٹ ہی دیئے جانے اور قبول کئے جانے لگے۔

(حاشیہ بسلسلہ سابقہ) سے اس کی بے نیازی اور تخیلاتی استدلال سے شغف کا باعث اس کی انگریزی تربیت نہیں بلکہ — جیسا کہ بیگ ہاٹ نے بھی بتلایا — اس کا اصل سبب یہ ہے کہ وہ یہودی نسل سے تھا۔ یہودی نسل کی ہر شاخ میں ایسے زیرک لوگ پائے جاتے ہیں جو خیالی منطق میں مستغرق رہتے ہیں اور ان میں سے اکثر وہی لوگ ہیں جو تجارت اور دولت کے اُلٹ پھیر کے حسابوں اور اقتصادیات کی جدلتوں میں مگن رہتے ہیں اور اس میدان میں پھسلے بغیر پیچیدہ ترین راستوں سے نئے نئے اور غیر متوقع نتائج پر پہنچ جانے کی ریکارڈو کی غیر معمولی صلاحیت کا مقابلہ کوئی بھی نہیں کر سکا لیکن کسی انگریز کے لئے بھی یہ انتہائی مُشکل ہے کہ اس کی راہ نوردی کو سمجھ سکے اور غیر ملکی نقاد تو عموماً یہ سمجھنے سے قاصر ہی رہے ہیں کہ اس کی نیت اور اس کا مقصد کیا تھا اس لئے کہ اس نے اپنے بیان کی کبھی وضاحت نہیں کی اس نے کبھی نہیں بتلایا کہ ایک مفروضہ سے دوسرے مفروضہ تک جانے میں اس کا مقصد کیا ہے اور اس کے متعدد مفروضات کو کس طرح کونسی ترتیب دینے سے زندگی کے

(بقیہ اگلے صفحہ پر)

Marfat.com

اس طرح سناروں کو دولت کمانے کا ایک نادر طریقہ ہاتھ آگیا۔ کاغذ کے ٹکڑے پر انہوں نے ایک ہزار پونڈ کا مندسہ لکھا اور اسے بازار بھیجکر ایک ہزار پونڈ کا سونا منگا کر محفوظ کر لیا۔ پھر وہی سونا کسی حاجتمند کو بطور قرض دیا اور اس پر سود وصول کرنے لگ گئے۔ حقیقت میں قرضہ کی تحریروں کے سوا کچھ دیا نہ دلایا' اور مفت میں اصل اور سود کے مالک بن گئے۔ اس طرح محض سناروں کی تحریر کے جادو سے معاشرہ میں دولت دگنی شمار ہونے لگی ایک وہ پرامیسری نوٹ جس کے معاوضہ میں سنار نے سونا حاصل کیا تھا اور دوسرا وہی سونا جو قرض کی شکل میں سنار نے معاشرہ کو لوٹا دیا۔ اگر کوئی شعبدہ باز سر بازار آپ کی دولت کو دگنا کر دینے کے سبز باغ دکھلائے تو اسے جیل خانے بھیج دیا جاتا ہے لیکن یہ یہودی سنار کامیابی سے اس شعبدہ بازی کو چلاتے ہی رہے کیونکہ بازار بھی انہی کے تھے اور حکومت میں اقتدار بھی انہی کا تھا اس دھوکے میں پسنے والے عوام کو خبر ہی نہ تھی کہ اس عیارانہ افراطِ زر کے ذریعہ ان کی حقیقی دولت کی قدر نصف کر دی جا رہی ہے اور بقیہ نصف یہودی سناروں کی جیبوں میں چلی جا رہی ہے۔ آج کل یہ منفعت بخش کام حکومتوں نے خود سنبھال رکھا ہے۔ اس میں جائز و ناجائز اور محمود و مذموم عناصر کیا ہیں اسے دیکھنے یا سوچنے کی کسی کو فکر ہی نہیں۔

(بسلسلہ پچھلے صفحہ) متعدد معاشی مسائل حل کئے جا سکتے ہیں (اس کا علم یک طرفہ تھا وہ تاجر پیشہ حضرات کی بنیا ذہنیت سے ہی واقف تھا۔ محنت کش عوام کی ذہنیت سے بالکل واقف نہ تھا۔"

(PRINCIPLES OF ECONOMICS_MARSHALL. P.761)

Marfat.com

دولت اور قرض کی رسیدوں میں بین فرق کو ملحوظ رکھنا نہایت ضروری ہے کیونکہ اسی کو نظر انداز کر کے سرمایہ داری نے سرمایہ کاری کے جعلی طریقے ایجاد کر لیئے ہیں۔ آپ اس فرق کی وضاحت کے لئے یوں سمجھئے کہ ایک دیہاتی قصبہ کی مجموعی دولت پچاس بھینسیں ہیں۔ اور وہ قصبہ کے پانچ افراد کی ملکیت میں ہیں۔ قصبہ کے بقیہ بیس افراد کے پاس کوئی بھینس نہیں۔ انہیں بھینسوں کی ضرورت ہے لیکن معاوضہ ادا کرنے کے لئے اُن کے پاس کوئی دولت نہیں۔ وہ بیس افراد ان پانچ مالکوں سے فی کس دو دو بھینسیں بطور قرض لے کر قرضہ کی رسیدیں لکھ دیتے ہیں۔ بتلائیے اب قصبہ کی مجموعی دولت کتنی ہے؟ پچاس بھینسیں اور چالیس بھینسوں کے قرضہ کی رسیدیں مل کر وہی پچاس بھینسیں رہیں یا نوے بھینسیں بن گئیں؟ — یہ بھینسیں پچاس کی پچاس ہی رہیں گی۔ نوے کبھی نہیں بن سکتیں کاغذی بھینسیں کیا خاک دودھ دیں گی! لیکن سرمایہ دار اپنی عیاری سے ان کاغذی بھینسوں کو نہ صرف سچ مچ کی بھینسیں قرار دیتا ہے بلکہ اُن سے دودھ بھی حاصل کرتا ہے۔ یہودی سُنار نے یہی کیا اور دنیا کی موجودہ اکثر حکومتیں اُس کی شاگردی میں یہی کچھ کر رہی ہیں۔

کسی ملک کی مجموعی دولت کا ایک حصہ عوام کے پاس ہے اور دوسرا حصہ حکومت کے قبضہ میں۔ اس ملک کی حکومت اپنے حصہ کی دولت میں جس قدر سونا ہے اسے محفوظ کر کے اتنی ہی قیمت کے کاغذی نوٹ چھاپتی اور انہیں جاری کر کے مزید سونا خریدتی اور مزید سونے کی طمانیت پر مزید نوٹ چھاپ کر عوام سے سارا سونا حاصل کر لیتی ہے۔ اب ملک میں جس قدر سونا تھا وہ تو اتنے کا اُتنا ہی رہا۔ لیکن اُسی کی قیمت کے برابر عوام میں کاغذی نوٹوں کی دولت پھیل گئی۔ کیا

Marfat.com

اس کاغذی دولت نے ملک کی مجموعی دولت میں کچھ اضافہ کیا؟ اگر کیا تو وہ کہاں سے آیا؟ کیا اس کی تخلیق اخلاق اور انصاف کی رو سے جائز ہے؟ اور اگر اس نے ملک کی مجموعی دولت میں کوئی اضافہ نہیں کیا تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ اس کاغذی دولت کی حقیقت عند المطالبہ اداشدنی قرضہ کے پروانہ سے زیادہ اور کچھ بھی نہیں۔ یہ دولت نہیں صرف حصول دولت کا پروانہ ہے، قرضہ کی رسید ہے۔ لیکن ہم اسے دولت ہی سمجھتے دولت ہی شمار کرتے اور بطور دولت اسے ہر طرح استعمال کرتے ہیں۔ یہ ہے سرمایہ داری کی فریب کاری۔

یہی نہیں کچھ عرصہ بعد اس ملک کی حکومت یہ سمجھتی ہے کہ اس کے خزانوں میں جمع شدہ وہ سونا جس کی ضمانت پر اس نے کاغذی نوٹ جاری کئے تھے بیکار پڑا ہے حکومت کے کام تو ساکھ پر چلا کرتے ہیں۔ کیا ضروری ہے کہ جاری شدہ نوٹوں کے معاوضہ میں بطور طمانیت سو فیصد قیمت کا سونا محفوظ رکھا جائے تیس چالیس فیصد بھی بہت کافی ہے۔ رعایا قرضہ کی رسیدوں کو ہی بطور نقدی استعمال کرنے کی عادی ہو چکی ہے وہ ان کاغذوں کو واپس کر کے سونا مانگنے سے رہی لہٰذا کیوں نہ مزید اور مزید نوٹ جاری کئے جائیں۔ اس طرح حکومت مزید عند المطالبہ قرضہ کی رسیدیں جاری کرتی ہے۔ لیکن یہی رسیدیں سکہ رائج الوقت بن کر معاشرہ میں باہمی تقسیم زر کا باعث بھی بنتی ہیں اور افراط زر کا سبب بھی۔

دولت اگر ارتکاز محنت کا ہی نام ہے تو پھر پیپر کرنسی (PAPER CURRENCY) کا اجرا کس ضابطہ کے تحت دولت کہلا سکتا ہے لیکن اس سے کسے انکار ہے کہ پیپر کرنسی کے یہی ٹکڑے دنیا کی تمام دولت خریدتے اور بیچتے پھرتے ہیں اور خود دولت بن کر سود خواری کے بل بوتے پر پھلتے پھولتے اور چند افراد کو محنت کش عوام کا آقا اور مالک بنا دیتے ہیں۔ سرمایہ داری

Marfat.com

اور سرمایہ کاری کے ان ہتھکنڈوں سے کارل مارکس بھی بہت نالاں تھا لیکن "سرمایہ" کے عنوان سے تین ضخیم جلدیں لکھنے کے باوجود، وہ دکھتی رگ کو پکڑ نہ سکا اور یہ نہیں بتلا سکا کہ بیماری کی جڑ کہاں سے پھوٹی اور سرمایہ داری کا مواد کہاں سے نکلا اس فتنہ کی نشان دہی کے لئے یہ سمجھنا ضروری ہے کہ سکہ کیوں سکہ کہلاتا ہے اور نقدی کب نقدی بن سکتی ہے۔

سرمایہ دار اور اشتراکی دونوں ممالک کے علماءِ معاشیات کا یہ متفقہ فیصلہ ہے کہ

"نقدی ایک ایسی جنس ہے جو دوسری اجناس کی قدریں معین کرنے کا معاشرتی فریضہ انجام دیتی ہے۔ نقدی کا بنیادی کام یہ ہے کہ وہ اشیاء کی قدروں کا اندازہ کرے اس کام کا طریقہ یہ ہے کہ تمام اجناس کی قدریں نقدی سے ناپی جائیں۔ یہ فریضہ انجام دینے کے لئے نقدی کے لئے ضروری ہے کہ اس کی اپنی کوئی ذاتی قدر و قیمت بھی ہو جس طرح کسی چیز کا وزن لوہے کے باٹ سے اس لئے کیا جاتا ہے کہ باٹ خود بھی وزن رکھتا ہے اسی طرح اجناس کی قدر و قیمت بھی کسی ایسی جنس سے ہی متعین کی جاسکتی ہے جو اپنی ذات میں قدر و قیمت رکھتی ہو۔" لہ

"صرف ایک ایسی جنس ہی نقدی یا سکہ بن سکتی ہے جس کی اپنی ذاتی مستقل قدر و قیمت ہو۔ یہ نقدی اس وجہ سے بنتی ہے کہ دوسری تمام اجناس کی قدریں اس کے حوالہ سے متعین کی جاتی ہیں وہ اپنی قدریں اس عمومی جنس میں ہی ظاہر کرتی ہیں اسی وجہ سے نقدی کی یہ جنس تبادلہ اشیاء

لہ (FUNDAMENTALS OF POLITICAL ECONOMY P. 49

Marfat.com

کا عالمگیر پیمانہ اور ادائگی کا ذریعہ بھی بنتی ہے۔ سوشلسٹ ممالک میں نقدی کی یہ جنس سونا ہے ۔[۱]

لہٰذا تبادلہ اجناس کے دوران جب تک سونے چاندی کے ٹکڑے سکہ کا فریضہ انجام دیتے رہے، بذاتِ خود جنس ہونیکی بنا پر صحیح معنوں میں تبادلہ اجناس، دادوستد اور تجارت کے اصولوں کے حامل رہے ایک شخص نے جنس دی اور اس کے معاوضہ میں دوسری جنس سونا یا چاندی حاصل کی لیکن جب جنس دینے کے معاوضہ میں اسے کوئی دوسری جنس نہیں ملی بلکہ کاغذ کا ایک ٹکڑا ملا جس پر یہ لکھا تھا کہ جنس کی قیمت عند المطالبہ ادا کر دیجائیگی تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ یہ خرید فروخت نقد نہیں تھی اُدھار تھی۔ جنس کے بدلے کوئی دوسری جنس نہیں ملی بلکہ قرضہ کی رسید ملی۔ قرض کی رسیدیں کوئی جنس نہیں جن کی تجارت کی جا سکے۔ اور نہ ہی وہ سکہ ہیں جو تجارتی دادوستد میں اجناس کا معاوضہ قرار پائیں وہ صرف ایک ادھورے سودے کی تکمیل کا وعدہ ہیں۔ یہ سرمایہ داری کی عیاری ہے کہ اس نے انہیں سکہ کا مقام بھی عطا کیا اور دیگر اجناس کی طرح انہیں قابل تجارت جنس بھی قرار دیا۔ بیشتر فسادات کی جڑ یہی دو دھاندلیاں ہیں جو سرمایہ داری نے معاشرہ پر بلا جواز زبردستی مسلط کیں۔ عوام کے مفاد کے خلاف سرمایہ داری کے دباؤ میں حکومتوں نے نہ صرف انہیں گوارا ہی کیا بلکہ اپنے ٹھوس دھاتی سکہ رائج الوقت کو کاغذی سکہ میں منتقل کرنے کے لئے مفید مطلب پاکر ناعاقبت اندیشی سے اس پر عمل بھی کیا۔ نقدی کی قیمت میں روز افزوں کمی اور اجناس کی قیمتوں میں نہ ختم ہونے والے اضافہ کا باعث یہی

---

[۱] POLITICAL ECONOMY OF SOCIALISM P.146

Marfat.com

پیپر کرنسی ہے۔ جب تک حقیقی جنس سونے چاندی کے سکوں کو دوبارہ رائج نہ کیا جائے اشیاء کی قیمتوں کو ایک سطح پر برقرار رکھنا ممکن نہیں۔ ہم پیپر کرنسی کو سکہ رائج الوقت تسلیم کرتے ہیں کیونکہ ملکی قانون نے اسے سکہ رائج الوقت ہی قرار دیا ہے۔ لیکن اقتصادی قدروں میں پیپر کرنسی عندالمطالبہ اداشدنی قرضہ کی رسید ہی ہے کوئی اقتصادی جنس نہیں۔

سرمایہ داری کی اس روداد ارتقاء کے مطالعہ سے یہ بات واضح ہو چکی ہو گی کہ علم الاقتصاد کی تمام جدتوں کے باوجود بنیادی طور پر انسان کی پوری اقتصادی جدوجہد انہی دو ابتدائی شکلوں پر منحصر ہے — اجناس و محنت کا تبادلہ اور قرضہ (EXCHANGE AND CREDIT) اور سرمایہ دار کی تمام کوششیں اسی بات پر مرکوز رہی ہیں کہ دوسروں کی دولت اپنی طرف منتقل کرنے کے لئے انہی دو شکلوں کے نئے نئے روپ ایجاد کرے۔ تبادلہ اجناس و محنت میں اس نے مزدور کی اجرت کم سے کم تر مقرر کرنے کی کوشش کی۔ دلالی اور ایجنسی کے غیر ضروری مرحلے ایجاد کئے۔ گراں فروشی کی غرض سے مال کو روک رکھا، باہمی سازش اور اجارہ داری کے ذریعہ گراں قیمتیں مقرر کیں اور محض قیمتوں کے اتار چڑھاؤ سے فائدہ اٹھانے کے لئے بلا مصرف تجارت میں مشغول ہوا۔ ان تمام مشاغل کا مقصد معاشرہ کی حقیقی دولت میں اضافہ کرنا آپ کو کہیں نظر نہیں آئیگا صرف ایک ہی مقصد کارفرما نظر آئیگا کہ دوسروں کی دولت کو اپنی طرف کیسے منتقل کیا جائے۔

قرض کا میدان بھی سرمایہ دار کی استحصالی دست برد سے کیسے محفوظ رہتا اس نے قرض پر کرایہ وصول کرنے کا رواج ڈالا۔ اور بے بس پریشان حال ذی احتیاج کو اس بات پر مجبور کیا کہ وہ قرضہ کی سہولت بہم پہنچانے کا صلہ سود کی شکل میں ادا کرے۔ پھر سودی کاروبار کو وسیع تر کرنے کے لئے بینک کاری کی طرح ڈالی دوسروں کی امانتیں سود کی ترغیبوں میں

Marfat.com

استعمال کیں بینک نوٹوں کے نام سے فرضی دولت ایجاد کی اور سود کی شکل میں دولت سمیٹنے کے لئے سبھی حربے استعمال کئے۔ بینک کاری کے پردے میں عوام ہی کی دولت کو عوام ہی میں گھمائے رکھنے کی معمولی خدمت کے صلہ میں سود کے عنوان سے سرمایہ دار نے اس تیز رفتاری سے دولت سمیٹنی شروع کی کہ دیکھتے ہی دیکھتے وہ معاشرہ کی پوری اقتصادیات پر قابض ہو گیا۔

تجارت کے ناجائز ہتھکنڈے اور سودی قرضے، استحصالی سرمایہ داری کے یہی دو حربے ہیں جن پر وہ پھل پھول رہی ہے۔ اسلام نے اگر ان دونوں حربوں کو معطل کرنے کے لئے انہیں حرام قرار دیا تو کیا برا کیا۔ معاشرہ کو اقتصادی عیوب سے محفوظ رکھنے کے لئے اس سے بہتر اور کیا خدمت ہو سکتی تھی ــ؟

مستعار سرمائے پر سود وصول کرنے کے منطقی جواز اور عدم جواز پر ہمیشہ سے بحث ہوتی رہی ہے اور ہوتی رہے گی۔ ہم اس بحث میں الجھنا نہیں چاہتے اس لئے یہ فرض کئے لیتے ہیں کہ اس کا منطقی جواز ہو گا۔ منطق کی رو سے تو ماں کو بھی یہ حق پہنچتا ہے کہ وہ بچے سے دودھ پلانے کا معاوضہ طلب کرے لیکن اگر مائیں یہ معاوضہ طلب کرنے لگ جائیں تو معاشرہ کہاں ہوتا یہ منطقی جواز ہی تو ہے جو لوگوں کی توجہ کو سود کے خطرناک مضمرات سے ہٹائے ہوئے ہے۔ سود اس لئے حرام نہیں کیا گیا کہ اس کا کوئی منطقی جواز نہیں بلکہ اس لئے حرام کیا گیا ہے کہ یہ استحصالی قوتوں کو مشتعل کرتا ہے۔ بینک کاری جیسے حربے ایجاد کر کے استحصالی سرمایہ داری کی پرورش کرتا ہے۔ معاشرہ کو مفلس محنت کشوں اور دولت کے اجارہ داروں میں تقسیم کر دیتا ہے۔ اقتصادی اور سیاسی غلامی کے جال بچھاتا ہے اور مزدور اور سرمایہ دار کی خون آشام جنگ کے لئے میدان ہموار کرتا ہے۔

Marfat.com

معاشرہ میں منطقی جواز تو جوئے اور شراب کا بھی تھا۔ خود قرآن پاک نے جوئے اور شراب کے فوائد کو تسلیم کیا ہے لیکن ان دونوں کو حرام قرار دیا گیا اور چونکہ جوئے اور شراب کے فوائد اور نقصانات نزول قرآن کے زمانہ میں ہی عوام پر عیاں تھے اس لئے اُن کے موازنہ سے حرمت کی منطقی توجیہ بھی کر دی گئی — لیکن رسول پاک کے زمانہ میں نہ تو بینک کاری ہی تھی نہ ہی پیپر کرنسی نہ صنعتی کارخانے اور نہ ہی مالیاتی ادارے، اس لئے سود کا منطقی جواز تو عوام کے لئے قابل فہم تھا لیکن سود کے خطرناک مضمرات ابھی علم الہٰی میں ہی مستور تھے۔ عوام تو کیا خواص بھی اُن سے ناآشنا تھے۔ انسان کی انفرادی بے کسی کے استحصال سے قطع نظر کسی بڑی اور اجتماعی خرابی کے ظہور کا ابھی وقت ہی کہاں آیا تھا جو سود کے فوائد و نقصانات کا موازنہ کر کے اس کے خطرناک مضمرات کو عوام کے ذہن نشین کرایا جا سکتا اسی لئے اس بارے میں تخاطب کا جو انداز اختیار کیا گیا وہ یہ تھا۔

وَلَا تَشْتَرُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا اِنَّمَا عِنْدَ اللّٰهِ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۔ مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ (پارہ ۱۴ رکوع ۱۹)

خدائی معاہدوں کو ارزاں اور بے وزن مت سمجھو اور یقین کرو کہ خدا تعالیٰ کے ہاں جو صلہ تمہارے لئے محفوظ ہے وہ بہتر ہی بہتر ہے۔ تمہارے پاس جو کچھ ہوتا ہے وہ ختم ہو جایا کرتا ہے اور جو کچھ خدا کے ہاں ہے وہی باقی رہ جاتا ہے

وَمَا آتَيْتُمْ مِّنْ رِّبًا لِّيَرْبُوَا فِيْ اَمْوَالِ النَّاسِ فَلَا يَرْبُوْا عِنْدَ اللّٰهِ

یہ جو تم لوگوں کو سود دیتے ہو تاکہ ان کے مال میں اضافہ ہو تو یہ خدا کے ہاں تو کچھ بھی نہیں

Marfat.com

وَمَا آتَيْتُمْ مِنْ زَكٰوةٍ تُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ فَاُولٰئِكَ هُمُ الْمُضْعِفُوْنَ

بڑھتا لیکن جو خدا تعالےٰ کی خوشنودی کے لئے تم خیرات دیا کرتے ہو وہ تو لازماً بڑھنے والی چیز ہے۔

(پارہ ۲۱ رکوع ۷)

يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا لَا تَاْكُلُوا الرِّبٰوا اَضْعَافًا مُضَاعَفَةً وَّاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ

اے ایمان والو سود، اور سود در سود مت کھاؤ اور خدا تعالیٰ کا خوف اختیار کرو تاکہ تم فلاح پا سکو۔

(پارہ ۴ رکوع ۵)

اَلَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا يَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا يَقُوْمُ الَّذِيْ يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطَانُ مِنَ الْمَسِّ ذَالِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا اِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا۔

جو لوگ سود خوار ہیں معاشرہ میں وہ ایسا کردار اختیار کرتے ہیں گویا کہ انہیں مس شیطانی نے پاگل اور دیوانہ بنا رکھا ہو۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ سود اور تجارت میں فرق ہی کیا ہے حالانکہ خدا تعالےٰ نے تجارت کو حلال قرار دیا ہے اور سود کو حرام قرار دیا ہے

(پارہ ۳ رکوع ۶)

يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَيُرْبِي الصَّدَقَاتِ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ اَثِيْمٍ ط

خدا تعالیٰ سود کے وجود کو ختم کرتا ہے اور صدقہ و خیرات کو جاری کرتا ہے وہ ناشکروں اور بدترین گناہ گاروں کو

Marfat.com

ہرگز پسند نہیں کرتا۔

(پارہ ۳ رکوع ۶)

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا
اتَّقُوا اللّٰهَ وَذَرُوا
مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبٰوا إِنْ
كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ فَإِنْ
لَّمْ تَفْعَلُوا فَأْذَنُوا
بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ
وَرَسُولِهٖ وَإِنْ
تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوسُ
أَمْوَالِكُمْ لَا تَظْلِمُونَ
وَلَا تُظْلَمُونَ ۔ط

اے ایمان والو اللہ تعالیٰ سے
ڈرو اور اگر تم مومن ہو تو باقی
ماندہ سود کو چھوڑ دو اور اگر
تم ایسا نہ کرو گے تو خدا اور اس
کے رسول کی جانب سے جنگ
کے لئے خبردار ہو جاؤ اور اگر
تم خدا کی طرف رجوع کرنے پر
آمادہ ہو تو تم اصل ہی کے حقدار
ہو تاکہ نہ تمہارا نقصان ہو اور
نہ دوسروں کا۔

(پارہ ۳ رکوع ۶)

اس بیان سے واضح ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ معاشرہ سے سود کے استحصالی نظام کو ختم کر کے صدقات وخیرات سے لبریز افادی نظام معیشت رائج کرنا چاہتا ہے فلاحی معاشرہ کی بنیادیں ڈالنے کے لئے یہ سمجھانا چاہتا ہے کہ سود کو تجارت کے ہم شکل سمجھنا نادانی ہے۔ تم سمجھو یا نہ سمجھو سود قطعی طور پر معاشرہ کے لئے خطرناک چیز ہے۔ اور اس کا مٹانا نہایت ضروری ہے۔

جس چیز کو تجرباتی شواہد کی عدم موجودگی میں آج سے چودہ سو سال قبل واضح منطقی دلائل کے بغیر، قطعی احکام کے ذریعہ خطرناک ... ممنوع قرار دیا گیا تھا آج چودہ سو سالہ تاریخ کی روشنی میں ہمارے لئے یہ سمجھنا سہل تر ہو گیا ہے کہ اس ممانعت کے اسباب کیا تھے۔

تاریخ کا فیصلہ ہمارے سامنے ہے۔

ایک طرف سوشلسٹ دنیا توپوں کی گھن گرج میں یہ اعلان کر رہی ہے

Marfat.com

کہ پیداواری منفعت میں سرمایہ کا کوئی حق نہیں سرمایہ غاصب ہے اور سرمایہ داری گردن زدنی۔ ہم نے اسے ملک بدر کر رکھا ہے اور ہم بقیہ دنیا سے بھی سرمایہ داری کو ختم کر کے ہی دم لیں گے۔

اور دوسری طرف سرمایہ دار دنیا کی اکثریت یہ چلا رہی ہے کہ سرمایہ ظالم ہے پیداوار میں اپنا حصہ وصول کرنے کے بہانے، غریب محنت کشوں کو نان جویں سے بھی محروم کر رہا ہے اس کا فوری علاج ہونا چاہیئے ورنہ ہم خود سوشلسٹوں کے ساتھ مل کر ڈنڈے کے زور سے اسے ملک بدر کریں گے

لیکن سرمایہ دار طبقہ کانوں میں روئی ٹھونسے، بینکوں کے ذریعہ سودی قرضے لے لیکر کارخانے لگاتا اور سودی قرضوں کے ذریعہ ہی انہیں چلاتا اور فربہ ہوتا چلا جاتا ہے۔ آج سرمایہ تمام تر سودی قرضہ بن کر رہ گیا ہے اور شرح سود ہی سرمایہ کے طلب و رسد کا پیمانہ بن چکی ہے۔ حکومتیں بھی اگر سرمایہ کو نکیل ڈالنا چاہیں تو بنک کی شرح سود (BANK RATE) کے ذریعہ ہی یہ نکیل ڈال سکتی اور ڈالا کرتی ہیں۔

جو لوگ سرمایہ داری، سود اور شرح سود کے اس رشتہ کو جانتے ہیں وہ اس بات سے انکار نہیں کر سکتے کہ سرمایہ داری کا خالق اور پروردگار سود ہی ہے اس لئے سرمایہ داری کی تمام برائیوں کا ذمہ دار بھی وہی ہے لہٰذا سود کو ممنوع قرار دینا استحصالی سرمایہ داری کی موت کا اعلان کرنا ہے صرف اس ایک مختصر حکم سے ہی سرمایہ دارانہ نظام معیشت کو تہ و بالا کیا جا سکتا ہے۔ یہ ایک حکم اپنے اندر وہ انقلابی قوت رکھتا ہے جو کارل مارکس اپنی خونی تحریک میں مرتکز کرنا چاہتا تھا۔ خوبی یہ ہے کہ اس کے لئے خون بہانے کی ضرورت ہی نہیں۔ اس انقلابی حکم سے سانپ بھی مر جاتا ہے اور لاٹھی بھی نہیں ٹوٹتی۔ سرمایہ داری دم توڑ دیتی ہے لیکن ذرائع پیداوار کو اجتماعی تحویل میں دینے کی خرابیاں پیدا نہیں ہوتیں کسی شخص یا جماعت کی آمریت کے

Marfat.com

بغیر، عوام کے بنیادی حقوق اور فطری آزادیوں کو برقرار رکھتے ہوئے معاشرہ میں ایک ایسا انقلاب برپا کیا جاسکتا ہے جس میں نہ تو انفرادی سرمایہ داری سانپوں کی شکل اختیار کرے اور نہ ہی اجتماعی سرمایہ داری کے اژدھے کا خوف ہو۔

سود کی ممانعت کے اسلامی حکم میں ہی اصلاحی معاشی انقلاب مستور ہے۔

سود کی ممانعت قرضوں کو یکسر مسدود کر کے انہیں انفرادی ذاتی احتیاجوں کی حد تک محدود کر دیتی ہے اور یہی اسلام کا منشا بھی ہے

سود کی ممانعت انسانوں کو مجبور کرتی ہے کہ وہ اپنی ذاتی محنت اور صرف ذاتی محنت پر ہی بھروسہ کرنا سیکھیں۔ قرض کے سرمایہ کی توقع بالکل نہ رکھیں۔

سود کی ممانعت انسانوں کو مجبور کرتی ہے کہ وہ اپنی محنت سے کمائیں اور کفایت شعاری سے خرچ کریں کیونکہ معاشی جدوجہد کی وسعت کیلئے ناگزیر سرمایہ کاری کا صرف ایک ہی راستہ کھلا رہ گیا ہے ــــ کفایت شعاری اور پس اندازی ــــ صرف اسی طریقہ سے وہ سرمایہ کاری کی داغ بیل ڈال سکتے ہیں۔ اور سرمایہ کاری کا صحت مند طریقہ یہی ہے۔

سود کی ممانعت انسانوں کو مجبور کرتی ہے کہ وہ اپنی ان چھوٹی چھوٹی انفرادی بچتوں کو برائے نام سود کے لالچ میں کسی سرمایہ کاری کے ادارے کے حوالہ کر کے سرمایہ دار طبقہ پیدا کرنے کی بجائے خود انہیں اپنے ہی کاروبار کی وسعت میں لگائیں تاکہ اُن کی آمدنی میں سود سے کہیں زیادہ اضافہ بھی ہو۔ ان کا اپنا کاروبار بھی پھیلے اور معاشرہ کی صنعتی ترقی مرکز سرمایہ کی بجائے منتشر سرمایہ کے ذریعہ عمل میں آئے جو اسلام کا مقصد ہے

سود کی ممانعت انسان کو مجبور کرتی ہے کہ وہ بنک کاری کے موجودہ نظام کو

Marfat.com

یکسر معطل کر دیں اور اپنی فاضل بچتوں کے تحفظ کے لئے حکومت کے مرکزی بینک کا تعاون حاصل کریں اور اس طرح حکومت کے ہاتھ بھی مضبوط کریں۔

• سود کی ممانعت حکومت کو مستعد کرتی ہے کہ پیپر کرنسی جاری کرنے والے اسٹیٹ بنک کو وسعت دے کر بلاسودی امانتیں وصول اور محفوظ کرے اور عوام کی داد وستد کے لئے بلاسودی چالو کھاتے کھولے۔ اس طرح سود کی ممانعت یک قلم قوم کا تمام فاضل سرمایہ حکومت کے قدموں میں لا ڈالتی ہے جس سے پیپر کرنسی کا پس پردہ قرضہ کم ہوتا، ملکی سکہ استحکام پاتا اور اشیاء کی قیمتوں کو قرار نصیب ہوتا ہے۔

اور پھر سود کی ممانعت ہی لوگوں کو یہ سوچنے پر بھی مستعد کرتی ہے کہ ان کا جو فاضل سرمایہ سودی آمدنی سے محروم حکومت کے بینک میں بلا مصرف پڑا ہے۔ اسے بڑی بڑی صنعتیں قائم کرنے کے لئے، متحد ہو کر ایسی مشترک سرمایہ کی کمپنیوں میں استعمال کیا جائے جو نفع و نقصان میں متناسب حصہ کی لامحدود شرکت پر مبنی ہوں۔ اس طرح صنعتی ترقی فروغ پاتی ہے اور معاشرہ کا ہر طبقہ اس میں سودمند حصہ لے سکتا ہے۔ ایسا سرمایہ چونکہ سود کے خرچہ سے بے نیاز ہوتا ہے لہذا حصہ داروں کے نفع میں اسی تناسب سے اضافہ بھی ہوتا ہے اور فارغ البالی بھی پھیلتی ہے۔ یا اشیاء صرف کی قیمتوں میں کمی ہو کر عوام کی مرفہ الحالی کا باعث بنتی ہے۔

اور جو فاضل سرمایہ اس کے بعد بھی حکومت کے بینک میں بے مصرف پڑا رہ جائے اسے حکومت مالکان کی اجازت سے قومی تعمیر کے ایسے صنعتی اداروں میں لگا سکتی ہے جن کا قیام قومی مفاد کے لئے ضروری ہو لیکن فوری منفعت کی عدم موجودگی کی وجہ سے، جن کے لئے نجی صنعت کار آمادہ نہ ہوں۔

Marfat.com

سود کی ممانعت حکومت کو بھی مجبور کرتی ہے کہ حکومتی سطح پر بھی قرض کی عادت ترک کی جائے۔ اور چادر کی وسعت دیکھ کر پاؤں پھیلائے جائیں کیوں کہ اپنے فاضل سرمایہ کو منفعت بخش کام میں لگانے کی بجائے حکومت کو بلا سودی قرض میں دینے پر کوئی شخص آمادہ نہ ہوگا۔ لیکن یہی سرمایہ منفعت بخش کاموں میں استعمال ہونے کی وجہ سے پیداوار میں اضافہ کا باعث بن کر ٹیکسوں کی شکل میں حکومت کی آمدنی میں اضافہ کا باعث بنے گا اور حکومت سودی قرضوں کی بجائے ٹیکسوں کی مزید آمدنی سے مستفیض ہوگی اس طرح حکومت قرضہ کی لعنت سے آہستہ آہستہ بالکل بے نیاز ہو جائیگی۔

سود کی ممانعت افراد معاشرہ اور حکومت کی معاشی بہبود کے ذریعہ حکومت کو اس قابل بنا دیتی ہے کہ وہ ایک مرتبہ پھر سکہ قرطاس (PAPER CURRENCY) کی بجائے سونے چاندی کے ٹھوس سکوں (HARD CURRENCY) کی مستحکم معیشت کی طرف عود کرے۔ بین الاقوامی سطح پر باوقار مقام حاصل کرے اور اقوام عالم میں اپنے معاشی استحکام کا سکہ جمائے۔

آج سے چودہ سو سال کے قبل کے معاشرہ میں کون سوچ سکتا تھا اور کون سمجھ سکتا تھا کہ سودی نظام معیشت کن کن خطرناک نتائج کا حامل ہوگا۔ اس ماحول میں کن دلائل سے معاشرہ کو کیا سمجھایا جاتا۔ ان کے لئے یہی کہنا کافی تھا کہ بس یہ خدا کا حکم ہے اور اس کی حکم عدولی خدا تعالیٰ کی طرف سے اعلان جنگ کے مترادف ہے۔ لیکن آج ہم سودی نظام معیشت کی خرابیوں کے مطائب خود بھگت رہے ہیں اور بخوبی سمجھ سکتے ہیں کہ سود کی ممانعت کن رحمتوں اور برکتوں سے لبریز ہے اور سود خوار کس طرح معاشرہ کا بدترین دشمن بنا ہوا ہے۔ صداقت رسول ع بی ؐ کے ان گنت

Marfat.com

ثبوتوں میں سے یہ بھی ایک بیّن ثبوت ہے کہ ایسے ماحول میں سود کے ممانعتی احکام کا اجراء صرف منجانب اللہ ہی ہو سکتا تھا۔ دنیا کے دانشور چودہ سو سال بعد بھی سرمایہ داری کی خباثت کی جس جڑھ کو نہ پہچان سکیں، اسے چودہ سو سال پہلے ہی صحرائے عرب کا ایک امّی پہچان پائے، یہ تائیدِ الٰہی کے بغیر کیونکر ممکن تھا۔

تجارت کے ناجائز ہتھکنڈے اور سودی قرضے، استحصالی سرمایہ داری کے پاس یہ دو موثر حربے تو موجود ہی تھے، مشینی دور کی صنعتی ترقی نے جب اقتصادی میدان میں سرمایہ اور محنت کے قدیم رشتوں کو تہ و بالا کیا تو سرمایہ داری کو استحصال کا تیسرا ذریعہ بھی مل گیا۔ بڑے بڑے کارخانوں کی تنصیب نے محنت کش کاریگروں کو اُن کی چھوٹی چھوٹی آزاد گھریلو صنعتوں سے محروم کر کے کارخانوں میں ملازمت کرنے پر مجبور کیا۔ ایسے ماحول میں مزدور کی اجرت کا تعین کلیتہً سرمایہ داروں کے ہاتھ میں تھا۔ انہوں نے مزدوروں کو کم سے کم اجرت دے کر دولت سمیٹنی شروع کی اور دیکھتے ہی دیکھتے خزانوں کے مالک بن گئے۔ یہ بھی باطل طریقوں سے آپس کی دولت کی لوٹ کھسوٹ ہی تھی جسے اسلام ناجائز قرار دیتا ہے۔ تبادلہ اجناس ہو یا معاوضہ محنت، منصفانہ اقدار کا تعین ضروری ہے۔ اسلام ہر چیز کے لئے منصفانہ قدریں اور مناسب پیمانے معین کرنے اور پھر ان مقررہ پیمانوں کے مطابق بلا کم و کاست پورا پورا ماپ تول کرنے کے تاکیدی احکام نافذ کرتا ہے۔ فرمایا

وَ اَقِیْمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِیْزَانَ	ہر چیز کی قدر و قیمت انصاف سے معین کیا کرو اقدار کے پیمانے منصفانہ ہونے چاہئیں اور پھر
(پارہ ۲۷ رکوع ۱۱)	جب ان پیمانوں کے مطابق ماپ تول کرو تو ان میں کمی نہ کیا کرو

Marfat.com

اَوْفُوا الْكَيْلَ وَلَا تَكُوْنُوْا	ماپ تول پورا پورا دیا کرو اور نقصان
مِنَ الْمُخْسِرِيْنَ وَزِنُوْا	نہ پہنچایا کرو اور ماپ تول کا معیار اور
بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ	پیمانہ بھی درست رکھو اور لوگوں کو ان
وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَاۗءَهُمْ	کے حقوق سے محروم نہ کرو۔

(پارہ ١٩ رکوع ١٤)

وَاَوْفُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيْزَانَ	ماپ اور تول کو انصاف کے ساتھ
بِالْقِسْطِ وَلَا تَبْخَسُوا	پورا کیا کرو اور لوگوں کو ان کے حقوق
النَّاسَ اَشْيَاۗءَهُمْ وَلَا	سے محروم نہ کرو اور زمین میں فساد کا
تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ	باعث مت بنو۔ اس منصفانہ تقسیم پیداوار
بَقِيَّتُ اللّٰهِ خَيْرٌ لَّكُمْ	کے بعد جو کچھ اللہ تعالیٰ تمہارے حصّہ
اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ	میں بچا دے اگر تم مومن ہو تو تمہارے
(پارہ ١٢ رکوع ٨)	حق میں وہی اچھا ہے۔

خدا ترس انسان کے لئے یہ تعین کرنا مشکل کام نہیں کہ محنت کش مزدور کا حق کیا ہونا چاہیئے اور نہ ہی یہ سمجھنا مشکل ہے کہ تنخواہ دار مہتمم کار اور سرمایہ دار مہتمم کار کے اہتمام کار کا معاوضہ یکساں کاموں کیلئے یکساں ہی ہوگا ایک کی ناداری اور دوسرے کی فارغ البالی اسے مطلق متاثر نہ کرے گی اور یہ کہ جب محنت کش شرکا کار اور مہتمم شرکا کار باہمی سمجھوتہ سے متفقہ طور پر منصفانہ طریقہ سے ہر ایک کا معاوضہ خدمت متعین کر لیں گے تو مابقی نفع یا نقصان ہی سرمایہ کا اچھا صلہ ہے۔ ان معیاروں پر پیداوار کی تقسیم سے حاصل شدہ منافعہ لامحالہ قلیل ہی ہوگا اور سرمایہ داری کے ارتکاز میں معاون ہونے کی بجائے محنت کشوں کی فارغ البالی کا باعث بنے گا۔

چھوٹے بڑے صنعتی منصوبے سبھی سرمایہ کے محتاج ہیں اور سرمایہ بہر حال پس انداز کردہ بچتوں کا ہی نام ہے۔ کوئی قابل ذکر منصوبہ سرمایہ کے بغیر سرانجام نہیں پا سکتا اس لئے سوشلسٹوں کا یہ اصرار کہ سرمایہ، منفعت بخش پیداوار میں

Marfat.com

کسی حصہ کا حقدار نہیں بے دلیل دعویٰ ہے اور حقیقت حال کے خلاف ہے. لیکن اس سے سود کا جواز پیدا نہیں ہوتا۔

عقل سلیم کے نزدیک سرمایہ ایسی صورت میں صلہ کا مستحق قرار پاتا ہے جبکہ اس کے اشتراک عمل سے کوئی حقیقی نفع حاصل بھی ہوا ہو۔ اور اس کا صلہ حاصل شدہ نفع کے متناسب ہمیشہ بدلتا رہتا ہے سود کی طرح ایک شرح پر قائم نہیں رہتا بلکہ نقصان کی صورت میں منفی بھی ہو جاتا ہے۔ لیکن سود سرمایہ کی ایک شخص سے دوسرے شخص کی طرف محض منتقلی پر ایک مقررہ شرح سے طلب کیا جاتا ہے۔ خواہ اس منتقلی کے بعد اس سرمایہ نے کسی اقتصادی جدوجہد میں حصہ لیا ہو یا نہ لیا ہو اور خواہ اس اشتراک عمل کے نتیجہ میں کوئی نفع ہوا ہو یا نقصان۔ سرمایہ کے ایسے امتیازی حقوق کو عقل کیسے تسلیم کر سکتی ہے؟ اسلام اسے بالکل تسلیم نہیں کرتا۔ یہی سود ہے جو اسلام میں ممنوع ہے۔

تجارت اور سود کا فرق بھی اسی سے واضح ہے۔ اسلام سرمایہ کے صرف ایسے صلہ کو ہی تسلیم کرتا ہے جو فی الواقعہ کسی تعمیری جدوجہد کی پیداوار ہو اور فی الحقیقت وجود میں بھی آچکا ہو۔ عقل کا تقاضا بھی یہی ہے اور اسلام کی تعلیم بھی یہی ہے انسان اگر بے لاگ ہو کر سوچنا چاہے تو اسے تسلیم کرنا پڑیگا کہ سود کا کوئی منطقی جواز نہیں۔ سرمایہ صرف حقیقی منافعہ میں ہی حصہ پانے کا حقدار ہو سکتا ہے۔ محض ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ میں منتقل ہونے پر نہیں

ترقی کا موجودہ دور بڑے بڑے صنعتی اور ترقیاتی منصوبوں کا متقاضی ہے۔ انسان چاند پر قدم رکھ چکا ہے کوئی معاشرہ ان صنعتی اور ترقیاتی منصوبوں کو نظر انداز کر کے پس ماندگی گوارا نہیں کر سکتا۔ لیکن یہ بڑے بڑے منصوبے عظیم تر سرمایہ کاری کے محتاج ہیں۔ اسلام نے اسی لئے سرمایہ کاری پر کوئی قید عاید نہیں کی اگر ایسا کیا جاتا تو اس سے ترقیاتی منصوبے بری طرح متاثر ہوتے۔ لیکن اس سے یہ خدشہ پیدا ہو سکتا ہے کہ سود کی ممانعت سے

Marfat.com

باوجود، لامحدود سرمایہ کہیں ارتکاز دولت کے بڑے بڑے جزیرے پیدا کرکے بلاسودی نظام معیشت میں بھی انہیں عیوب کا باعث تو نہیں بن جائیگا جو سودی سرمایہ داری میں پائے جاتے ہیں۔ اسلام نے اس کا کیا سدِ باب کیا ہے ؟!

اسلام سرمایہ کاری پر تو کوئی قیود نہیں لگاتا لیکن سرمایہ داری پر سخت ترین قیود عاید کرتا ہے۔ اسلام ارتکاز زر سے منع کرتا ہے اور انتشار زر کی تاکید کرتا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ قومی ترقی کے کاموں کے لئے سرمایہ کاری

لہ سرمایہ کاری اور سرمایہ داری میں فرق کی وضاحت ضروری ہے معاشرہ کی اقتصادی بہبود اور قومی پیداوار میں اضافہ کی خاطر بڑے بڑے صنعتی ادارے قائم کرنے کے لئے، انفرادی پس انداز بچتوں کا اجتماع 'سرمایہ کاری' کہلاتا ہے۔ لیکن زراندوزی کی خاطر پس انداز بچتوں کو سودی کاروبار اور ایسی بے مصرف تجارت میں لگانا جس سے معاشرہ کی حقیقی پیداوار میں کوئی اضافہ نہ ہو، صرف دوسروں کی دولت اپنی طرف منتقل کرنا مقصود ہو سرمایہ داری کہلاتا ہے۔ اسلام سرمایہ کاری کو جائز اور سرمایہ داری کو ناجائز قرار دیتا ہے۔ سرمایہ داری کے بڑے بڑے اڈوں، بینکوں، اسٹاک اور اجناس کی بڑی بڑی منڈیوں (STOCK AND COMMODITY EXCHANGES) بیمہ کمپنیوں اور سرمایہ کاری کی نام نہاد کارپوریشنوں میں کیا ہوتا ہے کاغذی کارروائیوں اور ٹیلیفون پر سودے کرنے سے کسی ملک کی حقیقی دولت نہ تو بڑھ سکتی ہے اور نہ ہی گھٹ سکتی ہے۔ حقیقی دولت صرف کھیتوں اور کارخانوں میں محنت کے ذریعہ پیداوار بڑھانے سے ہی بڑھ سکتی ہے۔ سرمایہ داری کے یہ اڈے مجموعی دولت میں نہ تو کوئی اضافہ کر سکتے ہیں اور نہ ہی کمی۔ اس کے باوجود اگر وہ پل پل کر موٹے ہوتے جاتے ہیں تو اس کا مطلب

بقیہ اگلے صفحہ پر

Marfat.com

کی بے قید اجازت ہے لیکن بلا مصرف زر اندوزی کی سخت ممانعت اور اسے معاشرہ میں تقسیم کر دینے کی سخت تاکید ہے۔

اسلام انسان کو کائنات میں اس کا مقام اور مقصد تخلیق یاد دلا کر بتلاتا ہے کہ اس دنیا میں اسے خلیفہ بنا کر اس لئے نہیں بھیجا گیا کہ وہ مفاد پرستی اور استحصالی جنون میں مبتلا ہو بلکہ اس لئے بھیجا گیا ہے کہ ہر شخص اپنے اپنے ماحول کے مطابق حسن عمل کا مظاہرہ کرے۔ فرمایا

هُوَ الَّذِي جَعَلَكُمْ خَلَائِفَ الْأَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ لِيَبْلُوَكُمْ فِي مَا آتَاكُمْ۔ (پارہ ۸ رکوع ۷)	خدا تعالیٰ نے تمہیں زمین پر اپنا نائب مقرر کیا اور معاشرہ میں تمہیں مختلف مدارج میں اس لئے رکھا تاکہ تمہیں آزمایا جائے کہ جو کچھ تمہیں دیا گیا ہے اسے کس طرح استعمال کرتے ہو۔
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَنْفِقُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّا أَخْرَجْنَا لَكُمْ مِنَ الْأَرْضِ۔ (پارہ ۳ رکوع ۵)	اے ایمان والو ہم نے جو کچھ تمہارے لئے زمین سے نکالا ہے اور جو کچھ تم اپنی محنت سے پاکیزہ طور پر کماتے ہو اس میں سے خدا کے راستہ میں خرچ کیا کرو۔

(بقیہ پچھلے صفحہ کا) صرف یہی ہے کہ وہ عوام کی دولت کو اپنی طرف منتقل کرنے کی ترکیبیں لڑانے میں مصروف ہیں اس سے زیادہ اور کوئی ٹھوس خدمت انجام نہیں دے رہے اُن کی ساخت اور تنظیم نظرثانی کی محتاج ہے اسلامی معاشرہ میں اُن کا صحیح مقام کیا ہے اس کا تعین علماء اسلام کا پہلا فرض ہے جس سے وہ غافل ہیں۔

Marfat.com

وَالَّذِينَ فِي أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُومٌ لِّلسَّائِلِ وَالْمَحْرُومِ ۔

اور مسلمانوں کے مال و دولت میں سائل بھی اور محروم لوگ بھی ایک معین حصہ کے حق دار ہیں۔

(پارہ ۲۹ رکوع ۷)

وَمَا أُوتِيتُم مِّن شَيْءٍ فَمَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَزِينَتُهَا وَمَا عِندَ اللَّهِ خَيْرٌ وَأَبْقَىٰ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ۔

تمہیں جو کچھ یہاں مل رہا ہے وہ اس عارضی دنیا کی زینت اور تمتع ہی تو ہے لیکن حسن عمل کا جو صلہ خدا تعالیٰ کے ہاں ہے وہ کہیں زیادہ بہتر اور دیرپا ہے کیا تم اس فرق کو نہیں سمجھتے۔

(پارہ ۲۰ رکوع ۹)

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَنفِقُوا مِمَّا رَزَقْنَاكُم مِّن قَبْلِ أَن يَأْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيهِ ۔

اے ایمان والو جو کچھ ہم نے تمہیں دیا ہے اس میں سے خدا کی راہ میں اس سے قبل خرچ کر ڈالو کہ وہ دن آ پہنچے جس میں کوئی سودا نہ ہو سکے گا۔

(پارہ ۳ رکوع ۲)

وَأَنفِقُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ وَأَحْسِنُوا إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ

اور خدا تعالیٰ کی راہ میں مسلسل خرچ کرو۔ اپنے ہی ہاتھوں ہلاکت مت مول لو اور خرچ کرنے میں نیکی پر مائل ہو جاؤ اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

(پارہ ۲ رکوع ۸)

مسلسل خدا تعالیٰ کے راستہ میں خرچ کرنے کی تاکید و تلقین پر جب مسلمانوں نے یہ معلوم کرنا چاہا کہ آخر کتنا خرچ کریں اس کی کوئی حد بھی ہے تو جواب کیا ملتا ہے توجہ سے سننے کے قابل ہے۔

Marfat.com

وَيَسْئَلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ قُلِ الْعَفْوَ كَذَالِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ ط

(پارہ ۲ رکوع ۱۱)

اے نبی یہ لوگ آپ سے پوچھتے ہیں کہ کیا خرچ کریں آپ ان سے کہہ دیجئے کہ تمام فاضل دولت خرچ کر ڈالو اللہ تعالیٰ ا۔ احکام اسی طرح واضح کرتا ہے۔ تاکہ تم غور وفکر سے اس کی تہہ تک پہنچ جاؤ۔

اس سے زیادہ سرمایہ داری کی بیخ کنی اور انتشار دولت کا انتظام اور کیا ہوسکتا تھا۔ تاکسی کو اس بارے میں کوئی اشتباہ نہ رہے کھلے الفاظ میں اعلان فرمادیا کہ مسلمانوں کے مال ودولت ان کے مال ودولت نہیں انہیں ان پر کوئی اختیار تمیزی حاصل نہیں وہ ان کے پاس اللہ تعالیٰ کی امانتیں ہیں۔ صرف اسی طریقہ پر خرچ کرنے کے لئے دی ہوئی امانتیں، جو خدا تعالیٰ نے مقرر فرمایا ہے۔ کسی اور طریقہ سے خرچ کرنے کا اس شخص کو کوئی حق حاصل ہی نہیں جو مسلمان اور مومن ہونے کا دعویدار ہے۔ فرمایا

اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ط

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی جانیں اور ان کے مال خود خرید لئے ہیں اور ان کے معاوضہ میں ان کے لئے جنت ہے۔

اب آپ ہی بتلائیے کہ اسلامی نظام معیشت میں سرمایہ داری کے لئے گنجائش ہی کہاں رہی؟ زکوٰۃ کے لازمی مدات میں خرچ کرنا، صدقات و خیرات میں خرچ کرنا۔ اپنی واجبی ضروریات اور قومی اقتصادی ترقی کے لئے ناگزیر سرمایہ کاری سے جو وافر بچ رہے اسے مستقبل کی کسی موہوم

Marfat.com

سرمایہ کاری کے لئے بھی اٹھا کر نہ رکھنا بلکہ معاشرہ کی بہبود میں تمام کا تمام خرچ کر ڈالنا تاکہ معاشرہ کا معیار زندگی جلد تر بلند ہو، سرمایہ داری کے خلاف اس سے زیادہ سخت تعلیم اور کہاں ملے گی۔ اسلام میں دولت کو اٹھا کر رکھنا بہت سخت مذموم ہے۔ آپ اپنی وافر دولت قومی اقتصادی ترقی کے تعمیری کاموں میں لگانے پر مجبور ہیں اور بے شک اس ذریعہ سے جائز نفع حاصل کرنے کے حقدار بھی ــــ لیکن اگر آپ اپنی وافر دولت کو اس طرح استعمال نہیں کرتے تو اسے معاشرہ کی عمومی بہبود پر خرچ کرنا ہوگا۔ غریبوں اور محتاجوں میں تقسیم کر ڈالنا ہوگا اور اگر آپ ایسا نہیں کریں گے تو سن لیجئے آپ کا حشر کیا ہوگا!

وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ	اور جو لوگ سونا چاندی خزانوں
الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ	میں بند کر رکھتے ہیں اور خداتعالیٰ
وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ	کے راستہ میں خرچ نہیں کرتے
اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ	انہیں درد ناک عذاب کی خبر
اَلِيْمٍ ط	سُنا دو۔

(پارہ ۱۰ رکوع ۱۱)

وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ	اور وہ لوگ جو ہماری دی ہوئی
يَبْخَلُوْنَ بِمَا آتَاهُمُ	دولت میں بخل کرتے ہیں وہ یہ نہ
اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ هُوَ	سمجھیں کہ یہ بخل اُن کے حق میں
خَيْرًا لَّهُمْ بَلْ هُوَ شَرٌّ	اچھا ہے یہ اُن کے حق میں بُہت
لَّهُمْ سَيُطَوَّقُوْنَ	بُرا ہے۔ یہی دولت قیامت کے دن
مَا بَخِلُوْا بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ	اُن کے گلے کا پھندا بن جائیگی وہ
وَلِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ	اُسے بہر حال چھوڑ کر ہی مریں گے اور
وَالْاَرْضِ ط	خداتعالیٰ ہی زمین و آسمان کی تمام
(پارہ ۴ رکوع ۱۰)	دولت کا وارث ہے۔

Marfat.com

انتشار زر اور سرمایہ داری کی بیخ کنی کا اس سے زیادہ اور کس انتظام کا تصور کیا جا سکتا ہے۔

ہر شخص اس دنیا میں آزادیٔ عمل دے کر اس لئے بھیجا گیا ہے تا اس کے حسن عمل کی آزمائش ہو۔ اسلامی نظریہ حیات کا یہ پس منظر اس بات کا متقاضی ہے کہ معاشرہ کی سیاسی اور اقتصادی تشکیل اس نہج پر کی جائے کہ افراد کو زیادہ سے زیادہ سماجی، سیاسی اور اقتصادی آزادیاں حاصل رہیں اور معاشرہ کی مرکزی انتظامیہ یعنی حکومت کم سے کم، ناگزیر اور لازمی اختیارات ہی اپنے ہاتھ میں رکھے۔ ان تقاضوں کو نہ تو جمہوری سودی سرمایہ دارانہ نظام ہی پورا کر سکتا ہے اور نہ ہی مزدور کی آمریت والا سوشلزم اسلامی سیاسی اور اقتصادی نظام ہی ان صحت مند تقاضوں کو کما حقہ پورا کر سکتا ہے۔

اسلامی معاشیات بذاتِ خود ایک وسیع موضوع ہے اور ایک مستقل ضخیم کتاب کا متقاضی۔ ہماری موجودہ کتاب کا ایک باب متذکرہ بالا مختصر خاکے سے زیادہ کا متحمل نہیں اس لئے اسی پر قناعت کی گئی ہے۔ لیکن اس میں کچھ شک نہیں کہ اسلامی ممالک کو بلا سودی اسلامی نظام معیشت پر ایک جامع کتاب کی جس قدر شدید ضرورت آج محسوس ہو رہی ہے اس سے قبل کبھی نہیں ہوئی تھی۔ وقت کے اسی تقاضے کے مدِ نظر ایک ایسی ہی جامع کتاب زیرِ تصنیف ہے جو انشاء اللہ تعالیٰ مکمل ہونے پر بلا تاخیر پیش کر دی جائیگی۔

Marfat.com

حرفِ آخر

ناظرین کرام آپ نے عصر جدید کے مشاہیر فضلائے مغرب کی صحبت میں بیٹھ کر دیکھ لیا کہ وہ کس طرح علم کے پردوں میں جہالتیں ہی پھیلاتے رہے ہیں اُن کے خُمِ ظاہری حُسن کے باوجود کس قدر زود شکست اور اُن کے بادہ ہائے گلگوں کتنے بے رنگ و بد ذائقہ تھے۔ ڈارون کا نظریہ ارتقاء، فرائیڈ کے نفسیاتی نظریات اور کارل مارکس کے معاشی انکشافات سب کے سب علمی ڈھکوسلے ثابت ہوئے لیکن اس کے باوجود وہ اقوام عالم میں کیسی عالمگیر گمراہی پھیلا گئے ۔۔۔ آپ نے یہ بھی دیکھ لیا کہ علم و عمل کے دونوں بنیادی سوالوں کا جواب دینا عقل کے بس کا روگ نہیں۔ یہ کام صرف الہامی مذہب ہی سر انجام دے سکتا ہے۔ ان دونوں سوالوں کے تشفی بخش جواب اسلام ہی نے پیش کیے ہیں اور مقصد تخلیق کی رہنمائی اور حقوق و مفادات میں توازن کا قیام صرف اسلامی تعلیم کے ذریعہ ہی ممکن ہے۔

اس کے باوجود آپ دیکھ رہے ہیں کہ باطل کی اشاعت کن کن مغالطہ دِہ لبادوں میں کیسے دلفریب طریقوں سے کس قدر وسیع پیمانے پر اب بھی مسلسل جاری ہے۔ اگر تبلیغ حق کی عدم موجودگی میں ہمارے ناواقف نوجوان، معاملہ کی تہہ تک پہنچنے سے قبل ہی اس کے فریب میں آکر اسے حقیقت سمجھنے لگ جائیں تو اس میں

Marfat.com

اچنبھے کی کیا بات ہے۔

= ہم پختہ کاروں کا فرض اوّلین ہے کہ ہم اپنے نوجوانوں کی رہبری کریں اور ہمدردی سے انہیں سمجھائیں کہ حقیقت کیا ہے۔ اگر ہم غفلت اور کوتاہی سے کام لیں گے تو اپنی موجودہ اور آیندہ نسلوں کا خون ہماری گردن پر ہوگا۔ اس دنیا میں بھی، اور مرنے کے بعد بھی اس غفلت کی سزا سے ہم کسی طرح بچ نہ سکیں گے۔

اسی احساس کی شدت اس کتاب کی تصنیف کا باعث بنی

یہ طلب صادق کی صدائے بازگشت ہے

ایک دعا کا نتیجہ۔

راقم الحروف کو اگست ۱۹۶۴ء میں دربار نبوی میں حاضر ہونیکی سعادت نصیب ہوئی۔ پہنچنے کو تو شوق دیدار میں رواں دواں دربارِ نبوی میں جا پہنچے لیکن عین پیشی کے وقت اس حقیقت کا انکشاف ہوا کہ خالی ہاتھ ہی پہنچے ہیں۔

اپنی تہی دستی پر سخت پشیمانی ہوئی۔

یوں محسوس ہو رہا تھا گویا میدانِ حشر میں پُر معاصی مجرم کے سامنے اس کا ترپن سالہ سیاہ نامۂ اعمال رکھ کر حضور اکرمؐ دریافت فرما رہے ہوں۔

"کس منہ سے حاضری دینے آئے ہو؟"

تہی دستی اور شرمندگی کے سوائے اپنے پاس کوئی جواب ہی نہ تھا اشکہائے ندامت کے ساتھ حقیقت حال بیان کرتے ہوئے عرض کیا۔

"یارسول اللہؐ، خلوص قلب سے تائب ہونے والا دل لایا ہوں خطا معاف کیجئے۔ اسے قوتِ ایمانی سے معمور فرمائیے اور نیک اعمال کی توفیق عطا کیجئے۔"

Marfat.com

یہ کتاب اسی دعا کا نتیجہ ہے ـــــ
بڑھاپے کا سہارا اور توشۂ آخرت
خدا کرے یہ بارگاہِ ایزدی اور دربار نبوی میں مقبول ہو۔ آمین
یہ کتاب اپنے مقصد میں کس حد تک کامیاب ثابت ہوگی صرف وقت ہی اس کا فیصلہ کر سکے گا۔
خدا تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اسے مقبولیتِ عامہ عطا فرما کر لوگوں کی ہدایت کا ذریعہ بنائے ـ آمین

اَللّٰهُمَّ اَعِنِّیْ عَلٰی ذِكْرِكَ وَشُكْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ ۝ وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ الْكَرِیْمِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ بِرَحْمَتِكَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ ۝

سید محمد اسمٰعیل
۲۲ جولائی ۱۹۶۹ء

ـــــــ : تمت بالخیر : ـــــــ

Marfat.com

فہرست کتب

(جن سے اس کتاب کی تصنیف میں استفادہ کیا گیا)

۱۔ القرآن المجید

۲۔ سیرۃ النبیؐ کامل مرتبہ ابو محمد عبدالمالک بن ہشام (المتوفی ۲۱۸ھ)

۳۔ تاریخ الامم والملوک مرتبہ علامہ ابی جعفر محمد بن جریر الطبری (المتوفی ۳۱۰ھ)

۴۔ کتاب التواریخ مرتبہ علامہ عبدالرحمٰن ابن خلدون (المتوفی ۸۰۸ھ)

۵۔ رحمۃ للعالمین۔ قاضی محمد سلیمان منصور پوری

۶۔ سیرۃ النبیؐ علامہ شبلی نعمانی

۷۔ حقیقت روح انسانی۔ امام محمد غزالیؒ

(8) The HOLY BIBLE -- New York

(9) The Riddle of the Universe — Prof. Erust Haeckek

(10) HUMAN DESTINY -- Le Comte Du Nouy.

(11) The ORIGIN OF SPECIES — Charles Darwin.

(12) MODERN SCIENCE AND THE NATURE OF LIFE — William. S.Beck

(13) The GENETIC CODE — Isac asimov.

(14) PSYCHOLOGY — R S Wood Worth.

Marfat.com

(15) The LIFE AND WORK OF SIGMUND FREUD —

Ernest Jones.

(16) The INTERPRETATION OF DREAMS

· Sigmund Freud.

(17) FREUD HIS DREAM AND SEX THEORIES —

Prof. Joseph Jastrow.

(18) The NORMAL CHILD — C W. Valentine

(19) CHILD BEHAVIOR — Gesell Institute New York.

(20) USES AND ABUSES OF PSYCHOLOGY

H.J. -Eysenck

(21) NEW HORIZON IN PSYCHOLOGY —

Brian M. •Foss.

(22) MODERN POLITICAL THEORY — Joad.

(23) PRINCIPLES OF ECONOMICS

Alfred Marshall.

(24) FUNDAMENTALS OF POLITICAL ECONOMY —

Moscow.

(25) POLITICAL ECONOMY OF SOCIALISM -

Moscow

(26) CAPITAL [3 Vols] — Karl Marx

(27) ANTI-DUHRING — Frederick Engels.

(28) ON SCIENTIFIC COMMUNISM —

Marx. Engels, Lenin.

Marfat.com

(29) A GLANCE AT HISTORICAL MATERIALISM — Moscow.

(30) A SHORT HISTORY OF PRE-CAPITALIST SOCIETY — Moscow.

(31) SOVIET SOCIALIST DEMOCRACY — Moscow.

(32) The SOVIET REGIME — W.W Kulski.

(33) LENIN-A BIOGRAPHY — USSR.

(34) LENIN-SELECTED WORKS [3 Vols] — Moscow.

(35) PEKING REVIEW-WEEKLY. — 14 Feb. 1969 Republic of CHINA, PEKING.

مندرجہ بالا جن جن تصانیف سے حوالہ جات نقل کئے گئے ہیں اُن کے مصنفین اور ناشروں کا تہہ دل سے شکریہ ادا کیا جاتا ہے۔

Marfat.com

Marfat.com

رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم اور عصر جدید
علامہ سید محمد اسمٰعیل

Marfat.com